یا مولا کریم صلوات الله علیك و عجل فرجك

مَن مَاتَ وَلَم یَعرِف الاِمَامَ زَمَانِهٖ مَاتَ مِیتَةً الجَاھِلِیَّة

نہج المعرفت

فی

اسماء القائمؑ

(جلد سوئم)

خطباتِ عالیہ

شہزادہ فصیح البیان

السید محمد جعفرؒ الزمان نقوی البخاری

مصنف کا نام : مخدوم السید محمدؒ جعفرؒ الزمان نقوی البخاری

کتاب : نہج المعرفت فی اسماء القائم جلد سوئم

مرتب : مہتاب اذفر

تکنیکی معاونین : علی رضا، بلال حسین

سنۂ اشاعت :2008ء

تعداد : 1000

ایڈیشن :دوم

پرنٹرز :صائمہ پرنٹرز کراچی

پبلشرز : القائم ویلفیئر ٹرسٹ (رجسٹرڈ) کراچی

کمرہ نمبر 11 اے اینڈ کے چیمبر 14 ویسٹ اینڈ وہارف روڈ

کراچی نمبر 2 پوسٹ کوڈ 74000 پاکستان

فون نمبر 021-3220537,32311979,32311482

Email-klbehaider@yahoo.com

ملنے کا پتہ : المنتظرین پبلیکیشن جمن شاہ ضلع لیہ

فون نمبر : 0606460259

ویب سائٹ : www.Khrooj.com

www.jammanshah.com

Email.jammanshah@gmail.com

ISBN-969-8809-24-5

بسم الله الرحمن الرحيم

یا مولا کریم عجل الله فرجك و صلوات الله علیك

انتساب

میں اپنی اس کتاب کو شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کے ان ولی عہد علیہ الصلوات والسلام کے نام نامی سے منسوب کرتا ہوں کہ جن کی سرپرستی میں نصرت امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کا سارا نظام انتصار چل رہا ہے

دعا گو

جعفر نقوی

بسم اللہ الرحمن الرحیم
یا مولا کریمؑ عجل اللہ فرجک و صلوات اللہ علیک و علیٰ آبائک الطاہرین المعصومین

فہرست عناوین

............☆............

یا هو یا من هو لا هو الا هو الحی القیوم یا هو یا من لا یعلم ما هو الا هو الحی القیوم العلی العظیم
یا مولا کریم عجل اللہ فرجک وصلوات اللہ علیک

گفتارِ اول

حمد ہے اس رب جلیل کی جس کی جلالت کے حضور جملہ جلالتیں سر بہ سجود رہتی ہیں اور جس کے اعزاز و عظمت کے لئے صرف یہی کافی ہے کہ وہ اس نور اول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رب ہے اس ذات واجب الوجود نے اپنے بے پناہ کرم کا مظاہرہ فرماتے ہوئے مجھ جیسے تہی دامن کے کاسۂ فکر میں اپنے نمائندہ آخر عجل اللہ فرجہ الشریف کے عرفان کے وہ گوہر ہائے تابدار ڈال دیئے جن پر میرا کوئی استحقاق تک نہیں تھا صرف اتنا ہی نہیں بلکہ اس محسن کائنات جل جلالہ نے مجھے وہ قوت گویائی عطا فرمائی جس کا تصرف واحد شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کے فضائل وحقوق وفرائض ومصائب ہی رہا ہے مزید یہ کہ اس ذات اقدس جل جلالہ نے مجھے ان گوہر ہائے علم وعرفان کو طالبان عرفان تک پہنچانے پر بھی موفق فرمایا ان سارے احسانات کا شکر کرنا نہ ہی میرے بس کا روگ ہے اور نہ ہی میرے پاس الفاظ و زبان ہے اور اگر ہے تو ایک عجز کامل ہے جو اس کے حضور پیش کرتے ہوئے فخر سے سر اونچا کرنا میرا اولین حق ہے

اور یہ بھی عرض کرتا چلوں کہ یہ جو کچھ بھی مجھے ملا ہے وہ میرے منعم ازل میرے جان مال عزت وناموس کے مالک ازل عجل اللہ فرجہ الشریف کی نعلین کے صدقے میں

ہے اور اس میں میرے مرشد کریم دام ظلہ تعالیٰ کی چشم کرم تھی کہ انہوں نے مجھے مقام حضور سے نوازا اور ایک تجرباتی ومشاہداتی دین سے روشناس فرمایا میرے پاس تو ان شکریہ ادا کرنے کے لئے بھی الفاظ نہیں ہیں اس لئے بہ جز معذرت اور کیا کرسکتا ہوں

والسلام

جعفر نقوی

یا هو یا من هو لا هو الا هو الحی القیوم یا هو یا من لا یعلم ما هو الا هو الحی القیوم العلی العظیم
یا مولا کریم عجل اللہ فرجك وصلوات اللہ علیك

ہزار بار بارگاہ رب العزت میں اقرار عجز و نیاز ہے کہ جس نے اس ذرہ ناچیز کو شہنشاہ معظم سرکار امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کی عملی نصرت کا اعزاز عطا فرمایا ہے

اس سے قبل اسی مقدس سلسلہ کی دو مجلدات پیش کر چکا ہوں جن کو منتظرین صاحب العصر عجل اللہ فرجہ الشریف کی طرف سے بہت پذیرائی ملی ہے جو میری حوصلہ افزائی کا باعث ہے اور آج فخر و انبساط کے ساتھ میں صاحب غیبت ذات عجل اللہ فرجہ الشریف کے اسماء مبارکہ و مقدسہ پر جناب السید مخدوم محمد جعفر الزمان نقوی البخاری کے خطبات عالیہ کا تیسرا مجموعہ تشنگان علم و عرفان کی خدمت میں پیش کرنے کا اعزاز حاصل کر رہا ہوں جو میرے لئے واقعی اعزاز و سعادت ہے

اپنے واجب الاحترام قارئین گرامی کی خدمت میں التماس ہے کہ اگر بندہ کی یہ کاوش آپ کے دل کی گہرائیوں کو چھو لے تو پھر میرا یہ حق بنتا ہے کہ آپ دل کی گہرائیوں سے میرے حق میں دعا خیر ضرور فرمانویں کہ میں اس سلسلہ کو آگے چلا سکوں

یہ عرض کرنا بھی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آقائی السید مخدوم محمد جعفر الزمان نقوی

البخاری کے خطابات کو کتابی شکل دینے میں جن احباب نے میرے ساتھ عملی تعاون کیا ہے ان کا شکریہ تہہ دل سے ادا کروں

ان میں جناب سید مظہر حسین موسی صاحب آف کراچی ، ملک رمضان صاحب آف اسلام آباد ، جناب سید یحییٰ حسن رضوی صاحب آف فیصل آباد ، جناب علی رضا صاحب ، جناب انور علی صاحب ، جناب بلال حسین خان صاحب

والسلام

ترتیب و پیشکش ...... مہتاب اذفر

یا ھو یامن ھو لاھو الا ھوالحی القیوم یا ھو یا من لا یعلم ماھو الا ھو الحی القیوم العلی العظیم
یا مولا کریم عجل اللہ فرجک وصلوات اللہ علیک

عجل الله فرجه الشريف و صلوات الله عليه

الحمد لله رب ا لعالمین و صل علیٰ محمدؐ و آلہٖ اجمعین خصوصاً علی حجة الله فی العالمین عجل الله فرجه وآبائه المعصومین وامهاته الطاہرین الطیبین صلوات الله علیهم اجمعین و لعنة الله علیٰ اعدائهم من یوم الازل الی یوم الدین
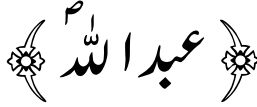
اے طالبانِ عباد رب الارضؑ

آ پ کومعلوم ہے کہ ایک ہی لفظ کے لغت میں کئی معا نی ہو تے ہیں ا سی طر ح مختلف علوم وفنو ن میں ا یک ہی لفظ کی کئی تعریفیں(Definition) ہو تی ہیں آ ج ہم جس اسم مبا رک کے با ر ے میں کچھ نہ کچھ عرض کر نا چا ہتے ہیں اس کی صورت بھی یہی ہے ا و ر و ہ اسم مبا ر ک ہے

شہنشا ہ معظم جنا ب **عبد اللہ** عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیف

یہ اسم مبا رک ایک مر کب اسم ہے او را س میں جو دو ا لفا ظ تر کیب پذ یر ہیں ا ن دونو ں کے معا نی سے کا فی حدتک آ پ آ شنا ہیں’ ’ عبد‘ ‘ یعنی غلام یا(Slave) ا و ر ’ ’ اللہ‘ ‘ جَلَّ جَلَالُہٗ ...... یہ ہیں و ہ دو ا لفا ظ کہ جن سے شہنشا ہ معظم عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیف کا اسمِ مبا رک تر کیب یا فتہ ہے

د یکھنے میں یہ اسم مبا رک ایک ا نتہا ئی ا ولین و ا بتدا ئی و سطحی قسم کا عقید ہ پیش کر تا ہے مگر یہی تو میر ے پا ک ما لک عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیف کی شا ن ہے کہ ا ن کی ہر فضیلت جو د نیا کو بہت ہی چھو ٹی نظر آ ئے ا سی میں عر فا ن کا سمند ر ا یسی موجیں ما ر ر ہا ہو تا ہے کہ عقل

کی ہوائیاں اڑنے لگتی ہیں

دوستو! ۔ سب سے پہلے مناسب ہوگا کہ میں لفظ ''عبد'' کے بارے میں کچھ نہ کچھ عرض کروں ...... بات یہ ہے کہ لفظ ''عبد'' کئی علوم میں بطور اصطلاح استعمال ہوتا ہے یعنی علوم فقہ وعرفانیات سے لے کر جدید کمپیوٹر کے علم تک کئی علوم میں یہ لفظ بطور اصطلاح استعمال ہوتا ہے

علم فقہ میں وہ قدیم غلامی کے طور پر لایا جاتا ہے یعنی عبد اس انسان کو کہتے ہیں جسے کوئی شخص کسی سے کچھ دے کر خرید لے یا کوئی اسے بخش دے یا وہ اسے غلام بنا لے جس کی ضد ''حر'' [آزاد] ہے جیسا کہ کلام الٰہی میں فرمایا گیا ہے الحر بالحر و العبد بالعبد ...... یہ غلامی اس دور میں موجود نہیں ہے بلکہ یہ ایک صدی قبل تک رائج رہی ہے پھر یورپ میں اس کے خلاف تحریکیں چلیں اور ہزاروں لوگ ان تحریکوں میں قتل ہوئے 1917 عیسوی کے بعد یہ غلامی کا جوا پوری انسانیت کے گلے سے اتر گیا وہ تحریک جو شہنشاہ انبیا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے چلائی تھی اور انسانیت کی آزادی کیلئے کئی گناہوں کا کفارہ غلام آزاد کرنا فرمایا اور انسان کے اعمال کا پیمانہ غلام کی آزادی کو قرار دیا کہ جس سے انسانیت کی آزادی کی بنیاد رکھی وہ غلاموں اور کنیزوں کا سسٹم تقریباً ایک صدی قبل ختم ہوگیا ماضی کے غلاموں کے واقعات دیکھنا ہوں تو ہر تاریخ ان کے خون سے رنگی ہوئی نظر آتی ہے آج بھی اگر کوئی تاریخ انسانیت کو فشار دے تو اس سے غلاموں کا خون ٹپک پڑتا ہے اور اگر کوئی آج بھی تاریخ اسلام کو نچوڑ کر دیکھے تو خونِ سادات رسنے لگتا ہے یہ بھی ایک بدقسمتی ہی ہے

دوستو! ۔ جدید کمپیوٹر کے علم میں ڈیس ٹی نیشن ڈسک (Destination Disk) کو

عبد یا (Slave) کہا جاتا ہے

لیکن عرفانیات کے علم میں عبد کے معنی مختلف ہیں اس لئے میں اس علم کے حوالے سے آپ کے سامنے اپنی بات کا آغاز کرنا چاہتا ہوں

عبد کی تعریف یہ ہے کہ عبد ہر اس چیز کو کہتے ہیں کہ جس کے کلی یا جزئی طور پر اختیارات اس کے اپنے پاس نہ ہوں

دوستو! ۔ یہ بات بھی نہیں بھولنا چاہیے کہ

''حصولِ عبدیت تجردِ ذات کا ماحصل ہوتا ہے''

تجردِ ذات

دوستو! ۔ مقام عبدیت کامل تجرد ذات کا نام ہے یہی تجرد جب کامل ہو جاتا ہے تو انسان کو مقامِ عبدیت تک پہنچا دیتا ہے

اب یہاں یہ سوال ہوتا ہے کہ تجرد ذات کیا ہے؟

اس کا جواب ہم اس طرح دے سکتے ہیں کہ انسان جتنا جتنا لقائے آخرت کی طرف بڑھتا ہے اس کی ذات اعلائق و آلائشات دنیا سے مجرد ہوتی چلی جاتی ہے بہ الفاظ دیگر جب انسان اپنی فنا کے ادراک کی طرف قدم بڑھاتا ہے تو لذات دنیا اور متعلقات دنیا سے اس کی ذات آزاد ہوتی چلی جاتی ہے یعنی جتنا جتنا انسان کو یقین ہوتا چلا جاتا ہے کہ وہ اب اس دنیا میں نہیں رہنے والا وہ واقعی فانی ہے تو اس پر لذات دنیا کی کشش اور گرفت کمزور سے کمزور تر ہوتی چلی جاتی ہے...... اس بات کو ہم تجرد کے ابتدائی درجات سے شروع کرتے ہیں اس کی مثال ہم خود اپنے مختلف کیفیات میں دیکھ سکتے ہیں

دوستو انسان پر امراض کا حملہ ہونا بھی ایک طرح کا تجرد ذات کا ادراک کروانا ہوتا ہے کیونکہ جب کوئی انسان بیمار رہوتا ہے تو اس میں اس بات کا ہلکا سا یقین پیدا ہوتا ہے کہ وہ واقعی فانی ہے اور وہ اس بیماری سے فنا کا ہلکا سا ادراک پاتا ہے تو اسے بہت سے لذات دنیا ناپسند اور ناگوار ہوجاتے ہیں جیسے سر درد کی بیماری میں انسان کو اچھی موسیقی ، اچھی غذا ، لذیذ کھانے بدمزہ ہوجاتے ہیں اگر چہ یہ لقائے آخرت کی طرف ایک انتہائی معمولی سا سفر ہے مگر اس میں بھی اس کے پسندیدہ گانے غل غپاڑہ ہوجاتے ہیں ، لذیذ ڈشیں بدذائقہ ہوجاتی ہیں ، اس طرح انسان کو ہلکا سا تجردِ ذات کا تجربہ ہوجاتا ہے

دوستو ! ۔ مرض کی نوعیت کو دیکھیں تو پتہ چلتا ہے کہ انسان کو لاحق ہونے والا مرض جتنا شدید ہوگا اس میں تجردِ ذات کا عمل اتنا ہی زیادہ ہوگا اس میں انسان کو تجردِ ذات کا تجربہ و مشاہدہ و ادراک زیادہ ہوگا کیونکہ مرض میں تجردِ ذات یا لقائے آخرت کی طرف ایک سفر ہوتا ہے اگر مرض مہلک ہوگا تو سفر زیادہ طے ہوگا اگر مرض ہلکا ہوگا تو سفرِ تجرد اور عمل تجرید بھی کم درجے کا ہوگا کیونکہ سفر جتنا زیادہ ہوگا قرب آخرت اتنا ہی زیادہ ہوگا قرب آخرت جتنا زیادہ ہوگا تجرید ذات اتنی زیادہ ہوگی اسی طرح بڑھاپا بھی ہے جو انسان کو فنا کا یقین دلاتا ہے اور جب ہلکا سا یقین ہوجاتا ہے تو انسان میں توبہ اور عبادت کی رغبت پیدا ہوجاتی ہے

امیر کائنات علیہ الصلوات والسلام نے فرمایا تھا کہ بدترین انسان بوڑھا بدکار ہے کہ جس کی توبہ کی قبولیت کا امکان بہت ہی کم ہوتا ہے ...... کیونکہ جس انسان کو موت سامنے نظر بھی آرہی ہو اس کے باوجود وہ برائی کو ترک نہیں کرتا تو اس کی توبہ کو کیسے منظور کیا جائے یعنی بیماری اور بڑھاپا انسان کو موت اور قرب آخرت کا ذائقہ چکھاتا ہے

اس لئے اس سے تجرید ذات کا عمل ہو جاتا ہے جیسا کہ آپ نے دیکھا ہوگا کہ شدید مریض کیلئے عالی شان کوٹھی اور معمولی کمرے میں کوئی فرق نہیں ہوتا اس کیلئے پر تکلف کھانے، شاہی محل، پر تکلف بستر، طاؤس ورباب، خوبصورت دوشیزائیں، حتیٰ کہ عزیز واقارب تک کی تجرید ہو جاتی ہے یعنی جب انسان قبر کو انتہائی قریب دیکھتا ہے یا قبر کی تنہائی کو دریافت کر لیتا ہے تو اس کیلئے بھری دنیا گوشہ قبر بن جاتی ہے اس کی ذات مجرد ہو جاتی ہے

اس دور میں ہم مرسی کلنگ (Mercy Killing) کے بارے میں جانتے ہیں کہ جب انسان کسی مہلک اور اذیت ناک بیماری میں مبتلا ہو جاتا ہے تو وہ اپنے ڈاکٹرز سے کہتا ہے کہ مجھے زہر کا انجکشن لگا دو تاکہ میں اس اذیت سے نجات پا لوں گذشتہ سال مغرب میں ایک عورت کو زہر کا انجکشن لگایا گیا تھا کیونکہ اسے ماؤتھ کینسر (Mouth Cancer) تھا جب اسے ٹی وی پر دکھایا گیا تو سب نے دیکھا کہ اس نے مصر کی ممیوں کی طرح کا ایک کفن پہنا ہوا تھا اور پوری طرح خود کو موت کیلئے تیار کر کے وہ اپنے کلنگ روم (Killing Room) میں جا رہی تھی اور دیکھنے والوں پر سکتہ طاری تھا کیونکہ جب اس کی بیماری نے شدت اختیار کی تو اس پر پوری دنیا ایک عذاب بن گئی اور وہ اس دنیا کی کسی چیز میں اپنے لئے کوئی کشش نہ رکھتی تھی بلکہ اس کی ذات بیماری کی وجہ سے اس دنیا سے پوری طرح منقطع ہو چکی تھی

دوستو! - یہ کیفیت ایک عام آدمی تو شدید مرض میں دریافت کرتا ہے مگر صاحبانِ عشق و عرفان و وقوف اور اہل اللہ اس کیفیت کو عالم جوانی و صحت جسمانی میں دریافت و ادراک کر لیتے ہیں اس کا ذائقہ وہ موت اور مقدمات موت سے بہت پہلے چکھ لیتے ہیں موتوا قبل ان تموتوا کا زندہ نمونہ بن جاتے ہیں اس لئے ان

کی تجرید ذات صحت اور سلامتی کے عالم میں ہوتی ہے اس لئے ان کا اس دنیا اور متعلقات دنیا سے ہر قسمی رشتہ و ناطہ کلی طور پر منقطع ہوجاتا ہے تا اینکہ وہ جان و مال وعزت و ناموس تک سے بے نیاز ہوجاتے ہیں ان کا کسی چیز یا فرد کے ساتھ کوئی رشتہ رہتا ہی نہیں بلکہ انہیں ایک مکمل ''تَبَتَّــــل '' حاصل ہوجاتا ہے وہ ہر چیز سے (Cut Off) کٹ آف ہوکر تبتل الیہ تبتیلا کا مصداق بن جاتے ہیں ہاں ان کا اگر کوئی رشتہ رہ جاتا ہے تو وہ مالک حقیقی کے حوالے سے رہ جاتا ہے یعنی وہ کسی سے کوئی تعلق رکھتے ہیں تو وہ ان کا ذاتی نہیں ہوتا بلکہ وہ بالواسطہ تعلق ہوتا ہے وہ اپنی اولاد سے پیار کرتے ہیں تو وہ اس لئے نہیں کرتے کہ وہ ان کی اولاد ہے بلکہ وہ انہیں مالک کے حوالے سے پیار کرتے ہیں ہاں وہ اولاد مالک کی مخالف ہوجائے تو چاہے وہ ان کی جتنی بھی عزت کرے وہ اس سے نفرت ہی کرتے ہیں

اقسامِ عبدیت

دوستو! - یہ بھی عرض کردوں کہ عبدیت جو تجرِد ذات کا مقام ہے اس کی تین قسمیں ہوتی ہیں یعنی (1) ظاہری (2) باطنی (3) سری

یہ تو آپ جانتے ہی ہیں کہ انسان کے تین ارکان ہوتے ہیں اس لئے عبدیت کی بھی تین قسمیں ہوتی ہیں اس میں ظاہری عبدیت وہ ہے کہ جس میں جسم غلام ہوتا ہے اس میں نفس و روح آزاد ہوتے ہیں، باطنی عبدیت وہ ہے کہ جس میں جسم ونفس عبد و غلام ہوتے ہیں مگر روح آزاد ہوتی ہے اور سری وکلی عبدیت وہ ہے کہ جس میں جسم ونفس و روح یعنی تینوں ارکان غلام ہوتے ہیں

اگر ہم اسے دوسرے الفاظ میں بیان کریں تو وہ یہ ہے کہ عبدیت کی دو قسمیں ہیں

( ) عبدیت جزئیہ ( ) عبدیت کلیہ ...... عبدیت جزئیہ کی پھر دو قسمیں ہوتی ہیں

( ) عبدیت جزئیہ ناقصہ ( ) عبدیت جزئیہ کاملہ

اب سوال ہوتا ہے کہ عبدیت جزئیہ ناقصہ کیا ہوتی ہے؟

﴿ عبدیت جزئیہ ناقصہ ﴾

اس کا جواب یہ ہے کہ اس کائنات کی ہر نظر آنے والی چیز کیونکہ خود مختار نہیں ہے بلکہ انسان ہی کو جزوی طور پر اختیارات ملے ہیں باقی جملہ چیزیں ذی حیات ہیں ذی شعور تو ہیں مگر ان کے اختیارات کا ایک بہت بڑا حصہ خود مالکِ حقیقی کے پاس ہوتا ہے اس لئے انہیں بھی عبدیت کا درجہ حاصل ہوتا ہے جیسا کہ کلام اِلٰہی میں فرمایا گیا ہے

☆ اِنّ کُلُّ مَن فی السّمٰواتِ وَالارضِ اِلّا آتی الرَّحمن عَبداً

زمین و آسمان میں جو بھی ہے وہ رحمٰنؐ کے حضور عبد و غلام بن کر آئے گی [یہاں لفظ رحمان سے ہمارے شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰهُ فَرَجَهُ الشَّرِيْف مراد ہیں کیونکہ وہ اللہ تعالٰی کی رحمانیت کے مظہر کلی ہیں ...... اس پہ میں پہلے ہی بہت کچھ عرض کر چکا ہوں جس کا یہاں اعادہ نہیں کرنا چاہتا]

دوستو! - میں عرض کر رہا تھا کہ اس کائنات کی ہر چیز کو عباد میں شامل کیا گیا ہے یعنی پوری کائنات کی کوئی چیز ایسی نہیں ہے کہ جسے اس کے بارے میں کلی اختیارات تفویض کر دیئے گئے ہوں اس لئے وہ عباد میں شامل ہے

﴿ عبدیت جزئیہ کاملہ ﴾

دوستو! -عبدیت جزئیہ کاملہ کا جو مقام ہے یہ مقامِ عصمت ہے اسی عصمت کی وجہ

سے ملکوت کو بھی عباد کے نام سے پکارا گیا ہے میں اس پر زیادہ تفصیل سے بات پھر کروں گا کہ یہاں وقت کم ہے یہاں صرف اتنا عرض کروں گا کہ اللہ جل جلالہ نے اپنے کلام مقدس میں بھی یہی فرمایا ہے کہ یہ ملکوت ارض وسما بھی عباد میں داخل ہیں

دوستو! ۔ یہ جو عبدیتِ جزئیہ کاملہ ہے یہ مقام عصمت ہے جیسا کہ ابلیس نے قرآن میں جب اللہ جل جلالہ کو چیلنج کیا کہ میں صراط مستقیم پر بیٹھوں گا اور میں چاروں طرف سے حملہ کروں گا اور کسی کو نہ چھوڑوں گا بلکہ سب کو گمراہ کروں گا تو خالق نے فرمایا ہاں تجھے اجازت ہے سب کو گمراہ کر دے مگر تو میرے ''عباد مخلصین'' (یعنی وہ عبد جو اپنے آپ کو خالص کر چکے ہوں گے) کا بال بھی بیکا نہیں کر سکے گا اور پھر اس نے بھی اقرار کیا کہ میں تمہارے عباد مخلصین کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتا یہ مقام عبدیت جزئیہ ناقصہ کا مقام ہے مگر اسی سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ عبدیت جزئیہ ناقصہ کا جب یہ مقام ہے کہ اس میں ابلیس کی عمل داری نہیں ہے، اس میں ابلیس کیلئے داخلہ بند ہے تو آگے کے مراحل کتنے اونچے ہوں گے؟

دوستو! ۔ ان مقامات تک پہنچے بناں کوئی ان کا ادراک و تصور کر ہی نہیں سکتا

عبدیتِ کلیہ ناقصہ

دوستو! ۔ جو مقام عبدیت کلیہ ناقصہ کا ہے یہ مقام ملکوت و انبیا علیہم السلام کو حاصل ہوتا ہے

جیسا کہ کلام الٰہی میں جناب عیسیٰ علیہ السلام کا قول ہے

☆انی عبد الله اتانی الکتاب و جعلنی نبیا......

فرمایا میں عبداللہ ہوں اور تمہارے لئے ایک کتاب لایا ہوں اور مجھے نبی بنایا گیا

ہے اسی طرح کئی انبیاعلیہم السلام کو عبد کے نام سے یاد کیا گیا ہے

یہاں یہ بھی عرض کرتا چلوں کہ نزول کتاب کیلئے عبدیت کلیہ کا ہونا شرط ہے چاہے وہ ناقصہ ہو یا کاملہ ہو جیسا کہ جناب عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تھا ☆ انی عبد الله و اتانی الکتاب ...... یعنی میں اللہ کا عبد ہوں اور کتاب لایا ہوں اسی طرح انزلنا علی عبدہ کا یہی مقصد ہے کہ جب تک عبدیت کلیہ نہ ہوگی اس پر کتاب کا نزول نہ ہوگا جب بھی کوئی کتاب نازل ہوتی ہے اس کے نزول کی شرط عبدیت کلیہ ہے اور عبدیت کلیہ مقامِ عصمت ہے

انبیا و رسل علیہم السلام کے ساتھ ملکوت کو بھی عباد میں داخل فرمایا گیا ہے کیونکہ عالم ملکوت کا بھی ابلیس کچھ نہیں بگاڑ سکتا یعنی یہ مقام عصمت ہے اسی لئے اللہ نے ملکوت کو بھی عباد کے نام سے پکارا ہے اسی طرح اس کائنات میں جو اشیائے موجود اضطراری حالت میں مصروف عبادت ہیں وہ بھی دائرۂ عباد میں داخل فرمائی گئی ہیں کیونکہ ابلیس کو ان سے کوئی سروکار نہیں ہوتا وہ جواہر مفارقہ ہیں یا نفوس مجردہ یہ سب دائرہ عباد میں داخل ہونے کی وجہ سے مقام عصمت پر فائز ہیں کیونکہ یہاں پر فائز ہونے والے مقدسین اپنی عصمت میں کامل تو ہوتے ہیں مگر وہ ان کی ذاتی نہیں ہوتی ان کی عصمت قائم بالغیر ہوتی ہے جیسے آگ میں دہکتے ہوئے لوہے کی حرارت رنگ اور نمود اگرچہ آگ جیسی ہوتی ہے مگر اس کی حرارت ذاتی نہیں ہوتی اسی طرح وہ نفوس قدسیہ بھی عصمت ذاتی کے حامل نہیں ہوتے اس لئے وہ عصمت اگرچہ انہیں کلی طور پر حاصل ہوتی ہے اس کے باوجود ناقص شمار ہوتی ہے اسی لئے علمائے ماضی کا ماننا ہے کہ انبیاء ہوں یا ملکوت ان میں ترک اولیٰ کی صلاحیت ہوتی ہے جیسا کہ اس پہ پہلے بھی روشنی ڈالی جا چکی ہے

﴾ عبدیتِ کلیۂ کاملہ ﴿

دوستو! - جو مقام عبدیتِ کلیۂ کاملہ ہے وہ مقامِ عصمت نہیں بلکہ وہ مقام معدنیت عصمت کا ہے یا یوں سمجھیں کہ وہ مقامِ عصمت گری ہے یہی تجرید کی آخری منزل ہے یہی عبدیت کلی ہی وہ مقام ہے کہ جہاں فرد احد ہو جاتا ہے اس کے ساتھ کوئی دوسرا فگر (Figure) نہیں ہوتا وہ اکیلا ہو جاتا ہے کیونکہ وہ مکمل مجرد ہو جاتا ہے

دوستو! - یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ تجرید ذات حقیقتاً اللہ ﷻ کی سب سے بڑی صفت ہے کیونکہ وہی مجرد کامل ہے اور اس کی اسی تجرید کا نام ''تنزیہ'' ہے کہ جس میں اسے جملہ اسما وصفات سے منزہ و پاک وارفع واعلیٰ سمجھنا ہوتا ہے اور یہی کمال توحید مانا جاتا ہے یعنی جب ہم تنزیہ کرتے ہیں تو ایک ایک صفت سے ذاتِ الٰہی کو منزہ کرنا شروع کرتے ہیں تا اینکہ اس کی ذات اپنے ذاتیات سے بھی منزہ ہو جاتی ہے اس لئے کہا جاتا ہے اس قدر تنزیہ نہ کریں کہ وہ ناموجود ہو جائے اور اس قدر تشبیہ کو جائز نہ کریں کہ وہ مجسم ہو جائے بلکہ اس کی ایک ایک صفت سے اسے منزہ کیا جاتا ہے اور پھر وہ لا اسم لہ لا جسم لہ لا صفات لہ لا ذات لہ کا مصداق نظر آتا ہے اور اسی چیز کو علمائے ربانیین نے بفرمان آئمہ اطہار علیھم الصلوات والسلام کمال توحید مانا ہے

اسی طرح انسان جب تجرید ذات کا سفر شروع کرتا ہے تو اس میں بھی ایک ایک صفت کی تجرید ہوتی ہے گویا ایک طرح سے اس میں صفاتِ الٰہیہ داخل ہونا شروع ہو جاتے ہیں اور صفات انسان مفقود ہونا شروع ہو جاتے ہیں جس سے وہ اس سفر میں چلتے چلتے متخلق باخلاق اللہ و متصف بصفات اللہ ہوتا چلا جاتا ہے اور

اس کے درجات بلند ہوتے چلے جاتے ہیں گویا اس کی غلامی وعبدیت کامل سے کامل تر ہوتی جاتی ہے اور اس طرح وہ ایک غلام کی طرح ذاتی ملکیت کے تصور سے آزاد ہوتا جاتا ہے پھر ایک وقت میں اس کا اپنا کچھ نہیں بچتا اس کا جو کچھ ہوتا ہے اس کے مالک کا ہوتا ہے اور وہ ہر چیز سے مجرد ہوجاتا ہے

دوستو! ۔ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ نوعِ انسان کے کسی فرد کا مجرد کلی ہونا محال ہے کیونکہ یہ ایک مرکب چیز ہے مفرد نہیں ہے اس کا جسم ہے، روح ہے، نفس ہے، اس لئے اس کا ذہن، اس کی سوچ، اس کا عمل اس سے جدا نہیں ہوسکتا یعنی انسان مجرد کلی ہو ہی نہیں سکتا اس لئے عبدیت حقیقی کا حامل جو بھی ہوگا وہ مرکب نہیں ہوگا بلکہ وہ مفرد ہوگا چاہے وہ نمود و اظہار میں کتنا ہی متعدد نظر آئے مگر وہ اپنی اصل میں مفرد ہی ہوگا احد ہی ہوگا اس لئے عبد کلی اگر کوئی ہے تو وہ اللہ کا نور اول ہے جو اپنی اولین حیثیت میں احد اور واحد ہے اور ان کا تعدد اظہاری ہے اسی لئے فرمایا گیا تھا ''کہ عبدیت کی کنہ ربوبیت ہے'' اب ہم اس مقام پر پہنچ چکے ہیں کہ آپ کے سامنے عرض کرسکیں کہ ہمارے شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰهُ فَرَجَهُ الشَّرِيْف کا ایک اسم مبارک ہے

شہنشاہ معظم عبداللہؑ عَجَلَ اللّٰهُ فَرَجَهُ الشَّرِيْف

دوستو! ۔ یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ یہ صرف انہی کا اسم مبارک ہے بلکہ شہنشاہ انبیا صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم سے لے کر ہمارے شہنشاہ معظم عَجَلَ اللّٰهُ فَرَجَهُ الشَّرِيْف تک سارے ایک ہی نور کے مالک ہیں اور من حیث التکوین، من حیث المراتب، من حیث النور یہ سب ایک ہی ہیں اس لئے سارے عبداللہؑ ہیں جیسا کہ جب امیر کائنات علیہ الصلوات والسلام سے پہلے اجماعی خلیفہ کی بیعت طلب کی گئی تو آپ نے فرمایا تم مجھ سے بیعت کا مطالبہ کرتے ہو

انی عبد الله و اخو رسول الله صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم ہم عبد اللہ بھی ہیں اور شہنشاہ انبیا صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کے بھائی بھی ہیں یعنی ہم تو معصوم ازل ہیں ہم سے کوئی غیر معصوم بیعت کا کیسے مطالبہ کرسکتا ہے؟ ...... اس سے ثابت ہوا کہ عبد اللہ کامل وہ ہوگا جو معصوم مطلق ہوگا جس میں استعداد گناہ تک نہیں ہوگی

اب ہم ایک اور منزل کی طرف مجمل بیان لے کے بڑھتے ہیں

دوستو! - جب ہم کلام الٰہی میں مقام عبدیت کاملہ کو دیکھتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ یہ مقام اتصال کلی ہے جیسا کہ شہنشاہ انبیاصلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کے معراج کے بارے میں اللہ جل جلالہ نے فرمایا ہے ☆سبحان الذی اسریٰ بعبده ...... یعنی عقول کی رفتار سے زیادہ بعید ہے وہ ذات جو اپنے عبد کلی صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کو رات کو لے گئی ......

یہاں یہ وضاحت کرتا چلوں کہ سبحان کے لفظ کا عمومی ترجمہ ''پاک'' کیا جاتا ہے جبکہ لفظ ''سبحان'' میں ایک سرعت یا تیز رفتاری کی صفت بھی پائی جاتی ہے کیونکہ عقل جب اللہ جل جلالہ کے ادراک میں سفر کرتی ہے تو اپنی تمام تر سرعتوں کے باوجود اسے نہیں پاسکتی اور یہ بھی ہوتا ہے کہ عقل جس نقطۂ آغاز سے سفر ادراک شروع کرتی ہے اگر ہزاروں برس مصروف سفر رہے تو بھی ذات حق اور عقل کے مابین لمحہ اولیہ جتنا فاصلہ ہمیشہ باقی رہتا ہے اس لئے سبحان کے معنی ہوں گے عقل کی رفتار ادراک سے بھی بہت زیادہ تیز رفتار یعنی ادراک عقل کی نجاست سے پاک ذات یا وصف وثنا جسے کروڑوں سرعتی صلاحیتوں کے باجود نہ پاسکیں وہ ذات ہوتی ہے سبحان ...... اب ہم دیکھتے ہیں کہ فرمایا یہ گیا ہے کہ یہ معراج پر نہیں گئے بلکہ انہیں لے جایا گیا ہے یہاں ان کے اس مقام و مرتبہ کو بیان کیا گیا ہے کہ عبدیت کاملہ وہ مقام ہے کہ جہاں ہر چیز ''بِرَبّی'' ہوتی ہے یعنی یہ بولتے نہیں بلوایا جاتا ہے، یہ چلتے نہیں

چلا یا جا تا ہے، یہ د یکھتے نہیں د کھا یا جا تا ہے، یہ جا تے نہیں لے جا یا جا تا ہے، یعنی یہ وہ مقام ہے کہ جہاں اللہ ﷻ ان کی قوت فعلیہ بن جا تا ہے اور ان کی ذاتی قوت قوت اِلٰہیہ میں جذب وفنا ہو جاتی ہے اسی لئے آپ نے فر ما یا تھا

عرفت ربی بربی ...... میں نے اپنے رب کو خود اسی ہی کے ذریعے پہچانا ہے عین اللہ بن کر انہوں نے اللہ ﷻ کو دیکھا ہے ید اللہؐ بن کر اللہ ﷻ کی لمس کو محسوس کیا ہے ...... اذن اللہ بن کر لطف کلام لیا ...... وجہ اللہ بن کر مشاہدہ ء جمال کیا ......ان کے جملہ امور اپنی قوت سے نہیں ہوتے بلکہ اللہ ﷻ ہی ان کی قوت فعلیہ ہوتا ہے جو عبدیت کاملہ ہی سے وحدت مشیتی ہوتی ہے جس کے بارے میں اللہ فرمائے کہ ☆ ماتشاؤن الا ان یشاء اللہ [یہ کوئی کام نہیں کرتے مگر جو میں چاہتا ہوں] تو بھی ٹھیک ہے اور عبد کامل فرمائے کہ ☆ شئنا شاء اللہ [جو ہم چاہتے ہیں اللہ وہی چاہتا ہے] تب بھی ٹھیک ہے کیونکہ عبدیت کاملہ اتصال واتحاد باللہ کلی ہے یہ ''اتحادِ ذاتی'' نہیں بلکہ ''اتحاد فنائی واتصالی'' ہے یہی ''وحدت مشیتی'' ہے

اس وحدت مشیتی اور اس اتحاد کے بارے میں یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ ان کا یہ اتحاد اس عالم نمود میں آنے کے بعد کا ہے بلکہ جب سے ان کا نور ہے تب سے اللہ ﷻ سے متصل ہے ان کے مابین غیریت کا کوئی زمانہ تصور ہی نہیں کیا جا سکتا یہی وجہ ہے کہ ہمیں احادیث کثیر میں ایسی باتیں نظر آتی ہیں جو ایک طرف صفات اِلٰہی میں داخل ہیں تو دوسری طرف ان کے صفات میں داخل ہوتی ہیں اس سے کوئی کم ظرف انکار کرتا ہے تو یہ اس کی ناسمجھی ہے کیونکہ جو صفات اِلٰہیہ ان میں دریافت ہوتے ہیں وہ بوجہ عبدیت کلیہ وکاملہ ہیں ان کے نہیں اللہ ﷻ کے صفات ہیں جن کا ان سے ظہور ہوتا ہے کیونکہ یہ مظہر ہیں یہی وجہ ہے کہ اللہ ﷻ بڑی بے تکلفی سے ان

کے کاموں کو اپنے کام فرما دیتا ہے

دوستو! - یہ بھی آپ کی خدمت میں عرض کرتا چلوں کہ جو مقام عبدیت کاملہ ہے یہ وہ مقام ہے کہ جہاں اللہ جل جلالہ اور عبد کامل کے مابین کوئی واسطہ و فاصلہ نہیں ہوتا یہ اللہ کے بلافصل نائب ہوتے ہیں ان کے اور خالق کے مابین کوئی دوسرا وسیلہ و واسطہ و ذریعہ نہیں ہوتا بلکہ یہ پورے عالمین کیلئے خالق کے درمیانہ وسیلہ و واسطہ و ذریعہ ہوتے ہیں جو لیتے ہیں وہ بلا وسطہ اللہ جل جلالہ سے لیتے ہیں چاہے وہ صفات ہوں خصائص ہوں، جبلتیں ہوں، افعال ہوں، کلام ہو، الغرض انہیں جو بھی حاصل ہوتا ہے وہ بلا واسطہ ہوتا ہے اور بلا مانگے ہوتا ہے کیونکہ وہ ان کی ذات کا حصہ بن کر انہیں ملتا ہے جیسا کہ چراغ سے جب کوئی دوسرا چراغ روشن ہوتا ہے تو وہ اس سے جملہ متعلقات سراجی اپنے اندر منتقل کر لیتا ہے اسے مانگنے کی ضرورت نہیں ہوتی صرف قرب کی ضرورت ہوتی ہے

ایک صاحب میرے مہربان تھے انہوں نے فرمایا کہ اللہ جل جلالہ نے انہیں ہر وحی ہر پیغام بذریعہ جناب جبرائیل علیہ السلام پہنچایا ہے آپ کیسے یہ کہہ سکتے ہیں؟

میں نے گذارش کی کہ واقعہ معراج کو دیکھیں اس میں جناب جبرائیل تو سدرۃ المنتہٰی پر رک گئے اور آگے شہنشاہ انبیا صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم تنہا تشریف لے گئے اور وہاں نوے ہزار سال کی رات محبوب و محبّ کی باتوں باتوں میں کٹ گئی آپ بتائیں وہاں کس ذریعے سے کلام ہوا تھا؟

انہوں نے فرمایا کہ یہ صرف زبانی باتیں ہیں کلام اِلٰہی میں ان کا کوئی ذکر نہیں ہے

میں نے گذارش کی کہ کلام اِلٰہی میں واقعہ معراج کا ذکر بھی موجود ہے اور اس میں اس مقام قاب و قوسین او ادنیٰ کا ذکر بھی ہے کہ جہاں دوسرا کوئی موجود نہ تھا

اور اللہ نے ان باتوں کے بارے میں فرمایا ہے☆ اوحیٰ الی عبدہ مااوحی
یعنی میں نے اپنے عبد پر وحی فرمائی جو بھی فرمائی
اگر ہم واقعہ معراج کو دیکھیں تو اس میں ایک راز بھی منکشف ہوتا ہے کہ اگر اللہ سے کوئی بلا واسطہ مربوط ہے تو وہ صرف نور اول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہے اس نور کے علاوہ جو بھی ہے وہ ان کے ذریعے اللہ جل جلالہ سے مربوط ہے ان کے واسطے سے لیتا ہے کیونکہ اگر جبرائیل علیہ السلام بلا واسطہ اللہ سے لینے کی صلاحیت رکھتے تو وہ معراج کے واقعہ میں راستے میں رکتے ہوئے نظر نہ آتے بلکہ وہ بھی عرش تک ساتھ جاتے مگر وہ تو سدرہ پر رک کر بتا رہے ہیں کہ بارگاہ احدیت تک اگر کسی کی حقیقی پہنچ ہے تو وہ ان کی ہے جو آگے جا رہے ہیں اور میں بھی جو کچھ اللہ سے لیتا ہوں وہ بھی انہی کے ذریعے لیتا ہوں جیسا کہ واقعہ دستار آپ کے سامنے کئی مرتبہ دہرایا جا چکا ہے کہ جس پردے سے جناب جبرائیل علیہ السلام کو احکام اِلٰہی ملتے تھے تو جب وہ پردہ اٹھا کے دیکھا تھا تو اندر شہنشاہ انبیا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو آئینہ توحید کے سامنے دستار موزوں فرماتے ہوئے پایا تھا

آمدم برسر موضوع

دوستو! - حقیقت یہ ہے کہ ایسے آیات سے یہ بھی ثابت ہے کہ مقام عبدیت کلیۂ کاملہ مقام وحی بلا واسطہ ہے اور یہ مقام معراج ہے

دوستو! - یہ بھی نہیں بھولنا چاہیے کہ عبدیت کا مقام مقام معراج ہے عام آدمی عبدیت کلیۂ کاملہ کا دعویٰ نہیں کرسکتا کیونکہ یہ دعوائے نبوت و رسالت و امامت کے مترادف ہے اس لئے عرفا عبودیت سے استغفار کرتے تھے کہ ہم اس مقام کے قابل نہیں

عبدیتِ کاملہ و مقامِ ربوبیت

دوستو! - یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ عبدیت کاملہ کلیہ ربوبیت کی کنہ ہے یعنی جو جو افراد عبدیت کاملہ کلیہ کے حامل ہوں گے وہ عہدہ ربوبیت کے حامل ہوں گے وہ عباد اللہ ہوں گے تو پوری خلق ان کی عبد ہو گی

یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ عباد عامہ کی دو قسمیں ہیں ( ) عباد مجبور ( ) عباد مختار ایک عباد وہ ہیں جو اطاعت معبود کیلئے مجبور محض ہیں جیسا کہ جمادات، نباتات، حیوانات، ملکوت، ارواح یا کروبیاں ہیں اس طرح ایک بہت بڑی مخلوق ہے جو اس کی اطاعت میں مجبور محض ہے وہ اگر نافرمانی کرنا بھی چاہیں تو نہیں کر سکتے

دوسرے وہ ہیں جو اطاعتِ معبود میں خود مختار ہیں اگر وہ چاہیں تو اطاعت کریں اور چاہیں تو نافرمانی کریں ان پر نظام جبر لاگو نہیں ہوتا جیسا کہ انسان ہیں جنات ہیں اسی طرح اور بھی مخلوق ہے کہ جو امور مکلفہ میں آزاد ہے مگر وہ بھی کلی طور پر آزاد نہیں ہے بلکہ ان کی آزادی بھی امور مکلفہ کی حد تک ہے اور اس میں بھی انہیں کلی آزادی نہیں ہے بلکہ جب بھی چاہے معبود مطلق ان کے اختیارات سلب فرما سکتا ہے......اب یہ بات تو آپ سمجھ چکے ہیں اس لئے بات کو آگے بڑھاتا ہوں

دیکھئے جو افراد عبدیت کلیۂ کاملہ کے حامل ہوتے ہیں یہ مخلوق کی دونوں قسمیں اسی طرح ان کے بھی عبد ہوتے ہیں جیسا کہ وہ معبود مطلق کے عبد ہوتے ہیں یعنی جو مخلوق نظامِ جبر کے ماتحت مصروف اطاعت ہے وہ ان کے بھی عباد مجبور ہوتے ہیں اور جو افراد امور مکلفہ کی حد تک آزاد ہوتے ہیں عباد مختار ہوتے ہیں وہ ان کے

بھی عبا د مختار ہو تے ہیں یعنی اگر چا ہیں تو ان کی اطاعت کر کے اعلیٰ اعزازات کو حاصل کریں اور اگر نافرمانی کریں تو معتوب ہوں ہاں یہ بھی اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کی طرح اگر چاہیں تو ان کے اختیارات کو سلب فرما سکتے ہیں کیونکہ ان کی عبدیت کلی بھی ہے اور کامل ہے اس لئے انہیں بھی ربوبیت کا مقام حاصل ہوتا ہے جیسا کہ امیر کائنات علیہ الصلوات والسلام کا فرمان ہے ☆العبودية كنه الربوبية عبودیت کی حقیقت باطنیہ ماہیتِ اصلیہ ربوبیت ہوتی ہے یعنی جو بھی عبد کلی و کامل ہوگا وہ مقام ربوبیت کا حامل ہوگا اسی لئے فرمایا گیا تھا کہ

☆ الناس عبيد لنا فی الطاعة و موال لنا فی الدين فليبلغ الشاهد الغائب

فرمایا جو لوگ یہاں موجود ہیں وہ دوسرے لوگوں تک ہماری یہ بات پہنچا دیں کہ لوگ ہمارے عبد اطاعتی ہیں اور دین میں تولائی ہیں

اب یہ تو سمجھ ہی چکے ہیں کہ جو عبدیت کاملہ وکلیہ کا حامل ہوگا لازماً وہ رب بھی ہوگا کیونکہ عبودیت کی اصل بنیاد ربوبیت ہے اب دیکھیں کہ ہمارے شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف کا اسم مبارک ہے عبد اللہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف یعنی یہ وہ ذات ہیں جو عبدیت کاملہ و کلیہ کے حامل بھی ہیں اور پوری کائنات کے رب بھی ہیں

آپ نے یہ بھی دیکھا ہے کہ رب کا جو مربوب ہوتا ہے وہ اس کا عبد ہوتا ہے جیسا کہ فرمایا گیا تھا کہ پورا عالم انسان ہمارا عبد ہے یہ ایک علیحدہ بات ہے کوئی انہیں رب مانے یا نہ مانے کیونکہ کسی کے ماننے اور نہ ماننے سے مالک کی ربوبیت میں کوئی فرق نہیں پڑتا جیسا کہ اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کو حقیقی معنی میں رب ومعبود ماننے والے تو شاید اس چھ ارب کی دنیا میں سے چھ بھی نہیں ملیں گے مگر زبانی طور ماننے والے بھی کوئی زیادہ نہیں ہیں اب ان زبانی طور پر بھی نہ ماننے والوں کا نہ ماننا جس طرح اللہ

ﷻ کیلئے کوئی اہمیت نہیں رکھتا اسی طرح ہمارے شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیف کی ربوبیت کے منکرین کے نہ ماننے سے بھی ان کے منصب میں ایک سرمو فرق نہیں پڑتا ہے

آپ پوری انسانیت کا جائزہ لیں اس میں جو اللہ کے عبد ہیں ان کے بہت سے اقسام ہیں جیسا کہ اللہ ﷻ نے کلام اِلٰہی میں عباد کی کئی قسمیں بیان فرمائی ہیں کوئی عبد المومن ہے کوئی عبد المنیب ہے کسی کو نعم العبد فرمایا ہے کوئی عبد الآ وب ہے کوئی عبد الشکور ہے غرض اللہ کے عباد کی بہت سی قسمیں ہیں ، اسی طرح شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیف کے جو عباد ہیں ان کی بھی بہت سے قسمیں ہیں

کئی ان کے مومن بندے ہیں ، کئی ان کے جلد باز عبد ہیں ، کئی ان کے مطیع عبد ہیں ، کئی ناشکرے ہیں ، کئی منکر ہیں ، کئی نافرمان ہیں ، کئی ان کے عبدیت کلیہ کے حامل ہیں ، اب اگر کوئی مانے یا نہ مانے یہ پورا عالم انسان ان کا عبد مملوک ہے ، عبد اطاعتی ہے ، عبد رِقی ہے

یہاں میں تھوڑی سی خود احتسابی کی دعوت بھی دینا چاہوں گا تا کہ ہماری یہ گفتگو عملی و اخلاقی طور پر بھی ایک کار آمد نشست بن جائے

دوستو ! - اب یہ تو آپ سمجھ چکے ہیں کہ عالم انسان کے سارے انسان پورے پاک خاندان علیہم الصلوات والسلام کے عبد مملوک ہیں شہنشاہ انبیا صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم سے لے کر آخری شہنشاہ تک ہم ان سب کے عبد اور غلام ہیں خصوصاً اس زمانے کے لوگ یعنی میں اور آپ تو اپنے شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیف اپنے مالک ازل و ابد کے عبد مملوک ہیں اب سوچنے کا مقام یہ ہے کہ کیا کبھی ہم نے عملی طور ثابت بھی کیا ہے کہ ہم واقعی ان کے عبد اور غلام ہیں ؟ اگر ہم نے خود کو ان کا غلام سمجھا ہے تو کیا کبھی یہ دیکھا ہے

کہ آداب غلامی و عبدیت کیا ہیں؟ کبھی یہ دیکھنے کی زحمت بھی کی ہے کہ غلام کے فرائض و احکام کیا ہیں؟ حالانکہ خالق نے جو ہمیں عقل عطا فرمائی ہے یہ کس لئے عطا فرمائی ہے اس کے بارے خود ہمارے مالک ذوات مطہرات علیہ الصلوات والسلام کا فرمان ہے کہ ☆ لاقامت رسم العبودیت لا لادراك الربوبیت …… یہ تو تمہیں اس لئے دی گئی ہے کہ تم اسے استعمال کر کے معلوم کر سکو کہ تم اپنی عبودیت و غلامی کو کیسے قائم رکھ سکتے ہو نہ کہ یہ عقل تمہیں اس لئے عطا ہوئی کہ تم اپنے مالک کی ربوبیت کے ادراک کرنے میں دوڑاؤ …… کیونکہ ادراک ربوبیت عقل کے بس کا روگ نہیں ربوبیت کا ادراک تو وجدان سے ہوتا ہے عقل ''لا الــــہ '' پڑھوا سکتی ہے اس کی آخری حد ''لا الہ'' ہے ''الااللہ'' تو وجدان پڑھواتا ہے آپ خود دیکھیں اس دنیا میں جتنے بڑے بڑے عقلمند ''جینیس برین'' (Genius Brain) گزرے ہیں وہ سارے خدا کے منکر ہی تھے اس کی واحد وجہ یہ بھی تھی کہ ان کی عقل بہت قوی تھی جو کسی غیر حقیقی خدا کو تسلیم نہیں کرنے دیتی تھی اور ان کے پاس وجدان تھا نہیں جو انہیں حقیقی خدا تک لاتا اس لئے وہ لا الہ سے آگے نہ جا سکے یہ سارا عقل کا کرشمہ تھا آپ بتائیں کیا ڈاکٹر کارل مارکس کوئی غیر عاقل انسان تھا کیا نطشے اور برٹنڈرسل پاگل لوگ تھے کیا آئین سٹائین اور چارلس ڈارون اور ڈیوڈ فان دیوانے تھے؟

آج دنیا کے جو ٹاپ ٹین بگ سکل (Big Skill) لوگ مانے جاتے ہیں جنہیں دنیا کے دس عظیم ذہن مانا جاتا ہے ان میں زیادہ تر وہ لوگ ہیں جو اللہ کے وجود کے منکر ہیں …… اب خود سوچیں کیا ساری دنیا نے ان لوگوں کو یونہی عقل مند لوگوں کی لسٹ میں لا کھڑا کیا ہے یا وہ واقعی بڑے عقلمند تھے؟ اگر وہ دیوانے اور پاگل تھے تو کیا

ساری دنیا پاگل ہے جو انہیں بڑے دماغوں میں شامل کرتی ہے؟
بات صرف اتنی ہے کہ عقل ہمیں غیر حقیقی خدا کو کبھی نہیں ماننے دیتی غیر حقیقی مالک کو کبھی نہیں ماننے دیتی مگر یہ حقیقی اللہ اور حقیقی مالک کے ادراک میں مددگار نہیں ہوسکتی یہ ہمیں غیر اللہ کے دروازے سے روک دے گی اور عقل کل کے دروازے پر لا کھڑا کرے گی آگے اس کا کام نہیں، حقیقت یہ ہے کہ حقیقی اللہ اور حقیقی مالک کا ادراک کرنا وجدان کا کام ہے جو عطائی ہوتا ہے کسبی نہیں
اب یہ بات ثابت ہو جانے کے بعد ہمارا فریضہ یہ ہے کہ ہم اپنی عقل کی پوری صلاحیتوں کو بروِکار لا کر مراسم عبدیت کو تلاش کریں کہ ہم شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰهُ فَرَجَهُ الشَّرِيْف کی غلامی کیسے کر سکتے ہیں؟ اس پاک گھر کی غلامی ہم کس طرح نبھا سکتے ہیں؟
جو لوگ عقیدے کو بڑی چیز سمجھتے ہیں اور فرائض و حقوق کو کوئی اہمیت نہیں دیتے انہیں یہ بات سمجھ لینا چاہیے کہ اصل چیز آداب غلامی کو سمجھ کر مراسم عبدیت کا ادا کرنا ہی ہے، اگر آپ کی آنکھیں ہیں تو پھر حقیقت سے کبھی آنکھ نہیں چرا سکتے کہ حق غلامی اور رسم عبدیت کو نبھانے والا چاہے کتنے ہی پست عقیدے کا مالک کیوں نہ ہو وہ ہمیشہ سرفراز ہوتا ہے اور آداب غلامی نہ نبھانے والا غلام چاہے کتنے ہی بلند عقیدے کا مالک کیوں نہ ہو محروم و ذلیل ہوتا ہے اصل بات یہ نہیں کہ کوئی غلام اپنے مالک کو کتنا اونچا سمجھتا ہے بلکہ دیکھا یہ جائے گا کہ کوئی غلام اپنے مالک سے کتنی وفا کرتا ہے اس کے حق میں کرتا کیا ہے دوستو نتیجہ ہمیشہ ''کرنے'' پہ مرتب ہوتا ہے نہ کہ ''کہنے'' پر' اس لئے ہمیں یہ دیکھنا چاہیے کہ ہم کیا کر رہے ہیں؟ کیا ہم آداب غلامی نبھا رہے ہیں؟ اور اگر نبھا رہے ہیں تو کس طرح نبھا رہے ہیں؟
دوستو! ۔ جو غلام ہوتا ہے وہ اپنی مرضی پہ کچھ نہیں کر سکتا اپنی مرضی کی تو مالک کر سکتا

ہے غلام کو تو مالک کی مرضی پہ چلنا پڑتا ہے

جیسا کہ جناب بُشر [بُشیر] حافی کا واقعہ ہے کہ ایک دن وہ اپنے گھر چوبارے پہ بیٹھے طنبور بھی بجا رہے تھے اور خود گا بھی رہے تھے اس وقت ان کے دروازے سے شہنشاہ معظم امام موسیٰ کاظم علیہ الصلوات والسلام گزرے وہاں دروازے پہ اس کی ایک کنیز کو دیکھا اور فرمایا یہ صاحب جو گا رہے ہیں کیا یہ غلام ہیں یا آزاد مالک ہیں؟ ...... اس نے عرض کیا کہ یہ آزاد مالک ہیں ...... اس پر فرمایا اگر ان کا کوئی مالک ہوتا تو یہ ایسا ہرگز نہ کرتے ...... یہ فرما کر تشریف لے گئے ...... ان کی کنیز نے جا کر انہیں ساری بات بتائی تو انہیں چوٹ لگی کہ میں تو مالک نہیں ہوں مالک تو زمانے کے شہنشاہ ہی ہوتے ہیں یہ سوچ کر انہوں نے جوتے اتار دیئے کیونکہ غلام کیلئے جوتے بغیر اجازت کے پہننا اس وقت جائز نہ تھا اسی طرح غلاموں والے سارے آداب بجا لائے اور پھر اپنے شہنشاہ زمانہ علیہ الصلوات والسلام کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا میرے آقا میں تو آپ کا غلام ہوں آزاد نہیں ہوں ......اس کے بعد انہوں نے پوری زندگی جوتے نہیں پہنے جس کی وجہ اسے ان کا نام حافی یعنی پا برہنہ ہو گیا یہ اپنے وقت کے اولیائے کرام میں شمار ہوتے تھے یعنی آداب غلامی کی ادائیگی نے انہیں مرتبۂ ولایتِ صغریٰ تک پہنچا دیا

اب ہمیں بھی سوچنا چاہیے کہ کیا ہم نے بھی اپنے آپ کو غلام سمجھا ہے؟ جو جی میں آتا ہے کرتے ہیں نفس امارہ اور شیطان لعین ہمارے اعمال کا محرک ہے اور ہم اپنے نفس اور شیطان کی اطاعت میں مصروف ہیں تو کیا اس صورت میں بھی اپنے مالک حقیقی و ازلی کے غلام کہلانے کے حقدار ہیں؟

ہم فقہ میں غلام کے احکام دیکھ سکتے ہیں اور ماضی میں غلاموں کے حالات دیکھ سکتے

ہیں اس سے اندازہ کرنا کوئی مشکل نہیں کہ غلامی کیا چیز ہے؟

( ) غلام مالک کی اجازت کے بغیر جوتے نہیں پہن سکتا

( ) غلام مالک کی اجازت کے بغیر گھوڑے پہ نہیں بیٹھ سکتا اگر بیٹھے تو دونوں پاؤں ایک طرف رکھ کر بیٹھنے کا حکم ہے یعنی وہ آزاد کی طرح کسی سواری پہ بیٹھ ہی نہیں سکتا جب تک اسے اس کا مالک حکم نہ دے ...... یہاں بھی ہمیں سوچنا چاہیے کہ کیا ہمیں اپنے مالک نے ان چیزوں کی اجازت بخشی ہوئی ہے؟

( ) دوستو! ۔ یہ بھی ہے کہ غلام مالک کی اجازت کے بغیر عقد نہیں کرسکتا بلکہ اس کا نکاح مالک قبول کرتا ہے اگر وہ قبول نہ کرے تو اس کا نکاح باطل ہوتا ہے ...... اسی طرح طلاق کا معاملہ ہے کہ غلام کی طرف سے طلاق بھی مالک ہی دے سکتا ہے غلام کو یہ اختیارات شرعاً حاصل نہیں ہوتے

ہمارے لئے یہ بھی لمحہ فکر یہ ہے کہ کیا ہمارے نکاح ہمارے مالک نے قبول فرمائے ہوئے ہیں؟ ...... اگر کل ہمارے نکاح مالک قبول کرنے سے انکار فرمادے کہ یہ نکاح ہمارے حکم سے نہیں ہوئے تھے اس لئے ہم انہیں قبول نہیں کرتے تو ہم کیا کریں گے ...... کیونکہ اگر انہوں نے ہمارے نکاح قبول کرنے سے انکار کر دیا تو اولاد غیر شرعی ہو جائے گی ...... مباشرت زنا قرار پائے گی اور ساری زندگی اس گناہ کبیرہ کے مرتکب ہونے کی وجہ سے آخرت کے عذاب الیم میں مبتلا بھی کئے جائیں گے ...... ہاں جو انسان شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰهُ فَرَجَهُ الشَّرِيْف کی عبدیت میں داخل ہو جاتا ہے اور اس مقامِ اعلیٰ تک پہنچ جاتا ہے تو وہ عباد الصالحین میں داخل ہو جاتا ہے کیونکہ انہی کی عبدیت دراصل اللہ جَلَّ جَلَالُهٗ کی عبدیت ہے

میں نے سب سے پہلے عرض کیا تھا کہ انسان میں تجرد ذات کا عمل ہوتا ہے جو انسان

کو کامل کرتا ہے اب یہاں ایک اور پوائنٹ کی طرف توجہ دلانا چاہوں گا وہ یہ ہے کہ جب کسی کی ایک طرف سے تجرید ہونا شروع ہوتی ہے تو اس کی دوسری طرف سے تحویل کا عمل ہوتا جاتا ہے جو اس تجرید کا ایک طرح کا ردعمل ہوتا ہے یعنی جیسے جیسے کسی کی اس دنیا سے تجرید ہونا شروع ہوتی ہے تو دوسری طرف اس کی ذات ''ذاتِ مافوق'' کی تحویل میں ہوتی جاتی ہے یعنی ایک طرف تو آزاد ہوتا جاتا ہے مگر دوسری طرف سے کسی ذات کی تحویل میں بھی ہوتا جاتا ہے جیسا کہ آپ نے دیکھا کہ جو مقام عبدیت کاملہ وکلیہ پہ پہنچ جاتا ہے تو وہاں وہ اس عالمِ یریٰ و مالا یریٰ سے کلی طور پر مجرد اور آزاد ہوتا ہے مگر دوسری طرف اس کی ذات کلی طور پر ذات واجب الوجود کی تحویل میں ہوتی ہے اور وہ ماتشاؤن الا ان یشاء اللہ کا مصداق بن چکا ہوتا ہے کیونکہ اس کی اپنی کوئی مرضی ہوتی ہی نہیں، وہ اپنی ذات کے ذاتیات تک سے آزاد ہو چکا ہوتا ہے دوسری طرف وہ کلی طور پر ذات واجب الوجود کے حوالے ہو جاتا ہے یہ مقام توکل اور تفویض بھی اعلیٰ مقام ہوتا ہے کیونکہ یہ مقام اتصالِ کلی ہوتا کہ جہاں دوئی معدوم ہو جاتی ہے کیونکہ وہ اپنی اصل اعلیٰ سے متحد ہو جاتا ہے اور اس کی یہی توحید اسے موحد نہیں بلکہ واحد بنا دیتی ہے جیسا حدیث شریف میں آیا ہے ☆انا عربٌ بلا عین و انا احمدٌ بلا میم ...... شہنشاہ انبیاصلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا تھا کہ ہم ''عرب'' تو ہیں مگر اس میں عین نہیں ہے یعنی رب ہیں اور ہم احمدؐ تو ہیں مگر اس میں میم نہیں ہے یعنی ہم احد ہیں ......

لیکن یہ بات نہیں بھولنا چاہیے کہ ''مقام احدیت'' تک کوئی سوائے شہنشاہ انبیاصلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے انوار کے نہیں پہنچ سکتا ہاں ''مقام واحدیت'' تک ان کے اولیائے کرام یعنی صاحبانِ وقوف پہنچ سکتے ہیں

دوستو! - یہاں تھوڑی سی وضاحت کرتا چلوں کہ لفظ ''احد'' ایک ایسا لفظ ہے کہ جو ایک کامل اکائی کی علامت ہوتا ہے جو نہ ہی مرکب ہوتا ہے اور نہ اس کے آگے پیچھے کوئی دوسرا عدد ہوتا ہے اس لئے بعض لوگوں نے لفظ احد کا ترجمہ ''ایک'' کی بجائے ''اکیلا'' کیا ہے لیکن لفظ ''واحد'' میں یہ بات نہیں ہوتی کیونکہ لفظ واحد کے بعد اثنین ہوتا ہے یعنی گنتی میں ایک کے بعد دو گنا جاتا ہے اسی طرح واحد مرکب بھی ہوتا ہے یعنی واحد وہ ہے جو کچھ درجات کا مرکب ہوتا ہے یعنی ''ایک'' دو نصف سے بنتا ہے' ''ایک'' چار ارباع سے بنتا ہے عشاری نظام میں صفر سے ایک تک دس درجے ہوتے ہیں یعنی ایک ایسا لفظ ہے جس کی تحلیل ہوسکتی ہے مگر ''احد'' ایک ایسا لفظ ہے جس کی تحلیل نہیں ہوسکتی اس پر میں نے اس سے پہلے بھی تفصیلی بات کی ہوئی ہے اس لئے یہاں صرف اشارہ کرنا ہی مقصود تھا

اب میں یہاں یہ عرض کرنا چاہتا تھا کہ جو انسان تجرید کے عمل سے گزرتا ہے وہ اپنے شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰهُ فَرَجَهُ الشَّرِيْف کی تحویل میں چلا جاتا ہے کیونکہ وہی اس کی منزل و اصل اعلیٰ کا درجہ رکھتے ہیں اور جب شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰهُ فَرَجَهُ الشَّرِيْف کی کلی تحویل میں پہنچ جاتا ہے تو پھر وہ اس دنیا اور اس کے متعلقات سے کلی طور پر مجرد و آزاد ہو جاتا ہے

دوستو! - اب یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس مقام تک کوئی کیسے پہنچ سکتا ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اپنی مرضیاں چھوڑ کر اور اپنے نفس کی مخالفت کر کے اور خواہشات نفس کو اپنے مولا عَجَلَ اللّٰهُ فَرَجَهُ الشَّرِيْف کی خواہش کے سامنے فی النار کر کے اس مقام کو پایا جا سکتا ہے

اب یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ انسان نفس سے کس طرح لڑ سکتا ہے اور اپنی ذات کو کیسے آزاد کروا سکتا ہے؟ یہ روحانیات کا ایک وسیع موضوع ہے جس پہ

یہاں بات نہیں ہوسکتی ہاں ہمارے پاس اس کا اور آسان راستہ بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ انسان سوائے دعائے تعجیل فرج کے کوئی دعا نہ کرے اپنے لئے کچھ بھی طلب نہ کرے اور اپنے اعمال کے اجر تک کو اپنے شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف پر قربان کر کے اپنے لئے دنیا اور عقبیٰ کی کوئی چیز بھی طلب نہ کرے اور اس طرح اس کے خواہشات کا قتل ہونا شروع ہوجائے گا اور اس کی تجرید ہونا شروع ہوجائے گی ...... آیئے ہم سب مل کر دعا کریں کہ خلاق ازل ہمیں یہ توفیق عطا فرمائے کہ ہم اپنے شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف کیلیئے اپنی تجرید کرسکیں اور صرف اتنی سی تجرید ہی ہو جائے کہ جس کی وجہ سے ہم ان کی نصرت کے قابل ہوجائیں تو یہی ہمارا معراج سعادت ہے اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ سارے مومنین کو توفیقِ نصرت عطا فرمائے کہ قبل از خروج بھی ہم اپنے شہنشاہ معظم عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف کی نصرت کرسکیں اور بعد از خروج بھی ہم ان کی نصرت پر موفق ہوجائیں

دوستو! ۔ہمیں دن رات اسی لگن میں رہنا چاہیے کہ ہم اپنے شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف کی نصرت کی توفیق حاصل کرلیں اور ہمہ وقت یہ دعا کریں کہ وہ روز سعید جلدی آئے کہ ہم اپنے آقا کی رکاب کے ساتھ ان کے اجداد طاہرین علیہم الصلوات والسلام کا انتقام لینے کا اعزاز حاصل کریں اور ان کی نصرت میں ان کی نعلین میں جام شہادت نوش کر کے اپنے حیات ناقصہ کی حقیقی معراج کا ادراک کرلیں

﴿آمین یا رب العالمین﴾

یا رب محمدؐ و آل محمدؐ صل علیٰ محمدؐ و آل محمدؐ و عجل فرجھم بقائمھمؑ

عجل الله فرجه الشريف و صلوات الله عليك

يا هو يا من هو لاهو الا هوالحی القيوم يا هو يا من لا يعلم ماهو الا هو الحی القيوم العلی العظيم
يا مولا کريم عجل الله فرجك وصلوات الله عليك

عجل الله فرجه الشريف و صلوات الله عليه

الحمد لله رب العالمين و صل علیٰ محمدؐ و آلہٖ اجمعين خصوصاً علی حجة الله فی العالمين عجل الله فرجه الشريف وآبائه المعصومين وامهاته الطاهرين الطيبين صلوات الله عليهم اجمعين و لعنة الله علیٰ اعدائهم من يوم الازل الی يوم الدين

اے غواصانِ افقِ عرفان!

ہمارے شہنشاہ معظم ولی العصر والزمان عَجَّلَ اللّٰهُ فَرَجَهُ الشَّرِيف کے چھ سو سے بھی زیادہ اسمائے مبارکہ ہیں کہ میں جن کے بارے میں عرض کرنے میں مصروف ہوں مگر جو کچھ میں عرض کر رہا ہوں یہ بھی انہی ولی النعمات ذات عَجَّلَ اللّٰهُ فَرَجَهُ الشَّرِيف کے احسان وکرم و توفیق سے ہی ہے ورنہ میری تو کوئی اوقات ہی نہیں ہے علمی وفکری طور پر ایک کنگال آدمی ہوں اور میری حیثیت ایسی ہے

در پس آئینہ طوطی صفتم داشتہ اند
آنچہ استادِ ازل گفت ' بگو ' می گویم

مجھے تو طوطے کی طرح آئینے کے پیچھے رکھا گیا ہے اور جو استادِ ازل فرماتا ہے کہہ دے تو میں کہہ دیتا ہوں

دوستو! - آج کی گفتگو کا موضوع شہنشاہ معظم عَجَّلَ اللّٰهُ فَرَجَهُ الشَّرِيف کا اسم مبارک ہے

صاحب الرجعت عَجَّلَ اللّٰهُ فَرَجَهُ الشَّرِيف

یہ اسم مبارک بھی مرکب ہے یعنی دو الفاظ سے مل کر بنا ہوا ہے اس میں سے ایک لفظ ہے ''صاحب'' اور دوسرا ہے ''رجعت''

صاحب کے معنی ساتھی، مالک، متصرف، ہمسفر، صحابی، موصوف بہ صفت اور نگران وغیرہ کے ہیں ویسے تو اس کی اصل ''صحبت'' ہی ہے یہ سب معانی کلام اِلٰہی میں موجود ہیں اس پر میں زیادہ روشنی پہلے ہی کسی گفتگو میں ڈال چکا ہوں اس لئے یہاں اعادہ بے جا ہوگا...... دوسرا لفظ ہے ''رجعت'' رجعت کی لفظی معانی ہیں ''جاکر واپس آنا'' اور اصطلاحی معنی ہیں ''اس دنیا سے جاکر واپس آنا یعنی فوت ہونے کے بعد واپس دنیا میں لوٹ آنا''

دوستو! ۔ ہمارے شیعہ عقائد میں سے ایک اہم اور مسلمہ عقیدہ ہے رجعت کا ......اس کے بارے میں امام صادق آل محمد علیہ الصلوات والسلام فرماتے ہیں کہ جس کا عقیدہ رجعت پرنہیں ہے وہ ہمارا شیعہ ہی نہیں ہے ...... یہاں یہ بھی عرض کرتا چلوں کہ رجعت کے موضوع پر سو سے زیادہ آیات قرآن مقدس میں بھی موجود ہیں رجعت کے بارے میں جو احادیث ہیں ان کی تعداد کے بارے میں عرض کردوں کہ جناب شیخ حر عاملی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب الایقاظ میں رجعت کے بارے میں 520 احادیث نقل کیئے ہیں اسی طرح جناب محدث جزائری رحمۃ اللہ علیہ نے شرح تہذیب میں لکھا ہے کہ میں نے رجعت پہ 620 احادیث دیکھے ہیں اور غواصان بحر حدیث نے یہاں تک لکھا ہے کہ رجعت کے موضوع پر ایک ہزار کے قریب احادیث موجود ہیں اور آئمہ ہدیٰ علیہم الصلوات والسلام کے جو منقولہ زیارات ہیں ان میں سے ایک سو سے زیادہ زیارتوں میں رجعت کا ذکر فرمایا گیا ہے اب اسی سے اندازہ لگائیں کہ یہ موضوع کتنا وسیع ہے

اگر اس موضوع پر تفصیل سے بات کی جائے تو مجھ جیسے جاہل آدمی کو بھی کم از کم ایک سال مسلسل چاہیے اور جو صاحبان علم و عرفان ہیں انہیں کتنا وقت چاہیے یہ آپ خود اندازہ کرلیں ...... یعنی یہ ایک ایسا موضوع ہے جو بہت ہی وسیع ہے میں اپنے سلسلہ بیان میں یہ کوشش کرتا ہوں کہ آپ کے سامنے کسی موضوع پر میں اپنے تبحر علمی کی دھاک بٹھانے کی بجائے اس موضوع پر آپ کو اس حد تک معلومات بہم پہنچانا چاہتا ہوں کہ آپ اس کے حدود اربعہ کی حد تک شناسا ہو جائیں

ہمارے شیعہ مذہب کا یہ ایک ابتدائی عقیدہ ہے کہ قیامت سے پہلے پاک خاندان علیہم الصلوات والسلام کے دوستوں اور دشمنوں کو زندہ کیا جائے گا اور انہیں اس دنیا میں اعمال کے مطابق جزا یا سزا کا ذائقہ چکھایا جائے گا...... کئی لوگوں کو میری اس بات سے یہ لگنے لگا ہوگا کہ قیامت اور رجعت میں کوئی فرق نہیں ہے مگر ایسی کوئی بات نہیں قیامت اور رجعت میں یہ فرق ہے کہ قیامت میں بلا امتیاز مذہب و ملت سارے عالم انسان کو قبروں سے نکالا جائے گا انہیں زندہ کر کے ساری انسانیت کو اسی ہیئت اصلیہ میں متجسم کر کے دربار عادل میں کھڑا کیا جائے گا لیکن رجعت میں صرف عالم اسلام کے بھی صرف ان لوگوں کو زندہ کیا جائے گا جن کا تعلق پاک خاندان علیہم الصلوات والسلام سے شدید دوستی یا شدید دشمنی کا ہوگا اور زمانہ ماضی کے بھی محدود افراد کو اٹھایا جائے گا کیونکہ معاد کی دو قسمیں ہیں معاد کلی و معاد جزئی اس معاد جزئی میں ہر امت میں سے محدود لوگ اٹھائے جائیں گے گویا یہ اللہ جل جلالہ کا سپیشل کورٹ ہوگا اور معاد کلی قیامت ہے

یہ زمانہ رجعت ہمارے شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف کے دور حکومت ہی کا ایک حصہ ہے یعنی وہ جب اس دنیا میں تشریف لائیں گے تو ان کی حکومت کے قیام کے پانچ

ادوار ہوں گے جن پر میں پہلے ہی بہت کہہ چکا ہوں ان پانچ ادوار میں سے ایک دور ہی زمانہ رجعت ہے جس میں سارا پاک خاندان علیہم الصلوات والسلام اس دنیا میں دوبارہ تشریف لائے گا اوران کے چاہنے والے ان کے ساتھ ہوں گے یعنی مومنین میں سے جن لوگوں کی یہ تمنا رہی ہوگی کہ ہم اپنے شہنشا ہوں کی حکومت دیکھیں تو انہیں اس دنیا میں زندہ کیا جائے گا اورانہیں اس حکومت اِلٰہیہ میں شامل کیا جائے گا

یہاں یہ عرض بھی کردوں کہ کئی مفسرین نے ان آیات کو جو رجعت کے بارے میں ہیں انہیں قیامت کے بارے میں تصور کیا ہے مگر یہ ان کا اشتباہ ہے کیونکہ قیامت کے بارے میں کل سات سو آیات کلام اِلٰہی میں موجود ہیں اورایک سو سے زیادہ جو آیات رجعت ہیں وہ اس کے علاوہ ہیں اور رجعت اور قیامت میں فرق ہے

ہمارے عقائد میں عقیدہ رجعت ایک اہم عقیدہ ہے کہ جس کے بغیر کوئی شیعہ شیعہ ہو ہی نہیں سکتا اوراسی رجعت کے بارے میں ہم سے زیارات میں اقرار کروایا جاتا ہے جیسا کہ زیارت آل یاسین کا فقرہ ہے

وَ اَنّ رَجعَتَکُم حَقّ لا شَکَ فیھا یَومَ لا یَنفعّ نَفساً اِیمانُھا لَم تَکُن آمنَت من قَبلُ او کسب فی ایمانھا خیرا

یقیناً آپ کی رجعت ایسا حق ہے کہ جس میں کوئی شک ہی نہیں ہے اور وہ روز رجعت ایسا دن ہے جب کسی کا ایمان لانا اس کیلئے نفع بخش نہ ہوگا اوراگر ایمان ہوگا بھی مگراس میں کسب خیر [اپنی اصلاح اعمال] نہ کی ہوئی ہوگی تو پھر بھی اس دن فائدہ نہ ہوگا

دوستو! - اب آپ نے رجعت کے بارے میں بنیادی باتیں تو معلوم کر لی ہیں اب ہم ایک مرتبہ پھر اپنے شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیف کے اسم مبارک کو دیکھتے ہیں

اور وہ ہے جناب صاحب الرجعت عَجَلَ اللّٰهُ فَرَجَهُ الشَّرِيْف
یہاں صاحب سے مراد نہ ساتھی ہے، نہ صحابی ہے اور نہ موصوف باصفت کیونکہ آپ اس دنیا سے تشریف لے ہی نہیں گئے بلکہ ہمیشہ سے ہمارے درمیان موجود رہے ہیں اور رجعت کے اصطلاحی معنی نہ ان کیلئے درست ہیں اور نہ ان کے اجداد طاہرین علیہم الصلوات والسلام کیلئے کیونکہ ان پر موت کے لفظ کو عمومی معنی میں استعمال کرنا بھی کفر ہے بلکہ لفظ شہادت بھی اپنے عمومی معنی میں ان کی راہ میں فدا ہونے والوں کی حدتو کفایت کرتا ہے مگر ان کے بارے میں اس معنی میں لفظ شہید استعمال کرنا بھی درست نہیں ہے کیونکہ یہ غائب ہوتے ہیں وصال اِلٰہی میں تشریف لے جاتے ہیں اس دنیا ہی میں موجود رہ کر متصل باللہ ہو جاتے ہیں پردہ ذات اِلٰہی میں داخل ہو کر ہم سے اوجھل ہو جاتے ہیں اس لئے نہ ہی باقی تیرہ معصومین علیہم الصلوات والسلام پر لفظ رجعت اپلائی (Apply) ہوتا ہے اور نہ ہی ہمارے شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰهُ فَرَجَهُ الشَّرِيْف پر کیونکہ رجعت تو جانے والوں کی ہوتی ہے موجودگان کی نہیں ہمارے شہنشاہ معظم عَجَلَ اللّٰهُ فَرَجَهُ الشَّرِيْف کو صاحب رجعت بمعنی متصرف بالرجعیت کے فرمایا گیا ہے یعنی ان کے زمانے میں ان کی حکومت میں ان کے حکم وتصرف سے رجعت کا وقوع ہوگا یعنی ان کے دور میں سارے معصومین علیہ الصلوات والسلام پردہ غیبت سے عالم شہود کو زینت بخشیں گے جبکہ غیبت کا جو پردہ ہے وہ صرف ہمارے شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰهُ فَرَجَهُ الشَّرِيْف پر ہی نہیں ہے بلکہ سارے معصومین علیہم الصلوات والسلام اسی پردہ غیبت میں ہیں جس میں ہمارے شہنشاہ کائنات عَجَلَ اللّٰهُ فَرَجَهُ الشَّرِيْف ہیں جب یہ پردہ اٹھنا ہے تو سارے معصومین علیہم الصلوات والسلام سے اٹھنا ہے اور اس پردہ اٹھنے کا زمانہ کیونکہ آخری نور سروری صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کا زمانہ ہے اس لئے انہیں صاحب الرجعت عَجَلَ اللّٰهُ فَرَجَهُ الشَّرِيْف کا خطاب بخشا گیا ہے انہی

کے زمانے میں سارے معصومین پردہ نور سے باہر تشریف لائیں گے اور مخصوص مومنین کی اور صالحین کی رجعت ہو گی

یہاں یہ بھی عرض کرتا چلوں کہ مومنین کی رجعت ایک ساتھ نہیں ہونا ہے بلکہ ہر زمانے کے امام علیہ الصلوات والسلام کے ساتھ اس زمانے کے لوگوں کی رجعت ہونا ہے کیونکہ اس دنیا میں ایک ترتیب سے سارے معصومین علیہم الصلوات والسلام نے ظہور فرمانا ہے اس لئے ان کے زمانہ کے مخصوص مومنین کو ان کے ظہور اجلال کے ساتھ بلا لیا جائے گا شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰهُ فَرَجَهُ الشَّرِیْف کی نصرت کیلئے سارے انبیا و رسل علیہم السلام کی بھی رجعت ہو گی اس طرح ان کے زمانے کے اہم ترین اور مقدس ترین لوگ بھی ان کے ساتھ آئیں گے پھر جب قیام عدل ہو گا تو ان انبیا و رسل علیہم السلام کے مخصوص دشمنوں کو بھی زندہ کر کے دربار میں کھڑا کر دیا جائے گا

شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰهُ فَرَجَهُ الشَّرِیْف کے ظہور و خروج کے ابتدائی دور میں سابقہ امتوں کے مقدس ترین ستر کے قریب افراد کی رجعت ہو گی اور شہنشاہ انبیا صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم اور امیر کائنات علیہ الصلوات والسلام کے اصحاب میں سے بھی چند ایک کو امام زمانہ عَجَلَ اللّٰهُ فَرَجَهُ الشَّرِیْف کی ابتدائی نصرت کا موقعہ عطا فرمایا جائے گا جیسا کہ

☆ و اقسموا باللہ جھد ایمانھم لا یبعث اللہ من یموت بلیٰ وعداً علیہ حقا و لکن اکثر الناس لا یعلمون (۳۸) نحل

کی تفسیر میں امام صادق علیہ الصلوات والسلام نے فرمایا تھا کہ جب ہمارے لخت جگر کا خروج ہو گا تو ہمارے شیعوں میں سے ایک گروہ تلواریں حمائل کئے دنیا میں لوٹایا جائے گا اس میں سے بعض شیعہ گفتگو کریں گے کہ آج مولا کے لشکر میں ماضی کا فلاں فلاں مومن بھی شریک جہاد ہے [جناب سلمان پاک سلام اللہ علیہ اور جناب مالک اشتر سلام اللہ

علیہ بھی اس لشکر میں شامل ہیں] اس وقت دشمن یہ بات سنیں گے تو کہیں گے کہ نعوذ باللہ تم شیعہ بھی کتنے جھوٹے ہو اب جبکہ حکومت تمہارے ہاتھوں میں ہے پھر بھی جھوٹ بولنے سے باز نہیں آتے خدا کی قسم جو لوگ مر جاتے ہیں وہ قیامت سے پہلے زندہ نہیں ہو سکتے (عیاشی، البرہان، نور الثقلین)

ماضی کے بہت سے مومنین کو یہ موقعہ عطا فرمایا جائے گا ان کے بارے میں میں اس سے قبل تین سو تیرہ اصحاب اور دس ہزار انصار کے ضمن میں تفصیل سے بات کر چکا ہوں یہاں اعادہ مناسب نہیں ہے

سب سے پہلے شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف کے زمانے کے مومنین کو یہ اعزاز بخشا جائے گا اس کے بارے یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ جو آدمی دعائے عہد کو اپنا نماز صبح کے بعد کا معمول بنائے تو اسے شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف کے انصار میں روز اول ہی سے شامل کر دیا جائے گا اسی طرح بہت سے اعمال ہیں کہ جنہیں معمول بنانے سے یہ اعزاز ملنے کا وعدہ فرمایا گیا ہے

﴿ اولین رجعت ﴾

دوستو! - شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف کی حکومت اِلٰہیہ کا جب قیام ہو گا تو اس میں سب سے پہلے جس ذات اقدس علیہ الصلوات والسلام نے آ کر شامل ہونا ہے وہ شہنشاہ کربلا علیہ الصلوات والسلام ہوں گے اس وقت ہمارے شہنشاہ زمانہ علیہ الصلوات والسلام شامات [شام، لبنان، فلسطین، اردن] کے ممالک کو فتح فرمانے کے بعد دمشق کی طرف مراجعت فرمائیں گے تو اس وقت جنوب مشرق کی طرف سے ایک لشکر عظیم کی آمد کے آثار ظاہر ہوں گے اس وقت شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف سارے لشکروں کو حکم فرمائیں گے

کہ تم استقبال کیلئے تیار ہو جاؤ اور وہ جنابؑ خود سارے لشکروں کے آگے ہوں گے ان کے دائیں بائیں ملکوت و جنات کے اور اصحاب کرام و انصار عظام کے لشکر ہوں گے ان میں ستر ہزار وہ صدیق ہوں گے جو وادئ سلام [نجف الاشرف] سے آپ کے ساتھ شامل ہوئے ہوں گے انتہائی جاہ و جلال و جبروت کے ساتھ آپ روانہ ہوں گے اور استقبال کریں گے اس وقت سارے لوگ دیکھیں گے کہ شہدائے کربلا علیہ الصلوات والسلام کا لشکر ہوگا جن کے ساتھ وہ سارے لوگ بھی ہوں گے جو امام مظلوم علیہ الصلوات والسلام کے مشن وعزاداری کی وجہ سے شہید ہوئے ہوں گے یا جن لوگوں کی یہ تمنا رہی ہوگی کہ ہم اپنے مظلوم آقا علیہ الصلوات والسلام کو دوبارہ شانِ جلالت کے ساتھ آباد دیکھیں وہ بھی اس لشکر میں شامل ہوں گے

☆ثم رددنا لکم الکرۃ کی تفسیر میں فرمایا گیا ہے کہ امت ملعون نے تین مرتبہ اللہ جل جلالہ پر جسارت کی ہے پہلی جسارت انہوں شہنشاہ امیر کائنات علیہ الصلوات والسلام کی شہادت کی صورت میں کی ہے، اس کے بعد انہوں نے اللہ پر دوسری جسارت امام حسن مجتبیٰ علیہ الصلوات والسلام کو شہید کرنے کی صورت میں اور تیسری شہنشاہ کربلا علیہ الصلوات والسلام کو شہید کر کے کی ہے اور اللہ جل جلالہ نے بھی تین وعدے فرمائے ہیں پہلا وعدہ ایک ایسے گروہ کو مسلط کرنے کا فرمایا ہے جو انتہائی سخت گیر ہوگا جس کا قیام خروج سے قبل ہوگا جو ہر اس آدمی کی گردن اڑا دے گا جس کے ہاتھ آل محمدؐ علیہم الصلوات والسلام کے خون سے رنگین ہوں گے اور حتمی وعدہ سے مراد شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہٗ الشَّرِیْف کا خروج ہے اور ''تمہیں ان کے سامنے حکومت عطا کرنے'' کا مطلب ہے امام مظلومؑ علیہ الصلوات والسلام اور ان کے انصار کا اس دنیا میں آنا ہے

ان کے سرہائے اطہر پر سنہری خود ہوں گے اس وقت شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہٗ الشَّرِیْف

اعلان فرمائیں گے کہ اب ہمارے جداطہر شہنشاہ کربلاعلیہ الصلوات والسلام تشریف لاتے ہیں اس تعارف کا مطلب یہ ہے کہ سب کو معلوم ہو جائے کہ واقعی یہ وہی جناب ہیں جس وقت شہنشاہ کربلاعلیہ الصلوات والسلام تشریف لائیں گے تو ان کا لشکر عظیم اس شان سے آئے گا کہ ان کے ہر جوان کے سر پہ سنہری خود ہوں گے اور ان کے کاندھوں پر ذوالفقار صفت تلواریں ہوں گی اس لشکر کے سر پہ ملکوت مردفین وملکوت مسومین و منزلین کے لشکر پرے باندھے ہوئے ہوں گے اس لشکر اِلٰہی کے آگے اپنے فرس رفرف مزاج پر سوار کردگار روفاعلیہ الصلوات والسلام تشریف لارہے ہوں گے ان کے کاندھے پر شہنشاہ مظلومیت علیہ الصلوات والسلام کی شان خداوندی کا علم لہرا رہا ہوگا اور اس لشکر کے درمیان شہنشاہ کربلاعلیہ الصلوات والسلام تاج الوہیت صفات موزوں فرمائے اپنے رہوار براق نژاد پر شہنشاہانہ انداز میں سوار تشریف فرما ہوں گے جونہی شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف کی نگاہ جداطہر کے رخ انور کا بوسہ تعظیم لے گی آپ فوراً تعظیماً اپنے رہوار سے اتریں گے اور جداطہر امام مظلوم علیہ الصلوات والسلام کی رکاب بوسی فرمائیں گے ...... خدا جانے وہ منظر کتنا حسین ہوگا کہ جب ہمارے شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف اپنے جد مظلوم علیہ الصلوات والسلام کی قدم بوسی کو جھکیں گے اور وہ جناب اپنے لخت جگر اپنے منتقم عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف کو کاندھوں سے پکڑ کر سینے سے لگائیں گے پتہ نہیں اس وقت کیا کیفیت ہوگی؟ خوشی کی کیفیت ہوگی یا غم کی؟ ...... ہاں اتنا تو ہم بھی جانتے ہیں کہ آنسو بھی بڑی عجیب چیز ہیں یہ تو بہنے کا بہانہ ہی ڈھونڈتے رہتے ہیں چاہے خوشی ہو یا غم یہ تو برس ہی پڑتے ہیں

میں نے جب ایسے روایات واحادیث دیکھے کہ جن میں یہی بیان ہوا تھا کہ شہنشاہ کربلاعلیہ الصلوات والسلام کی رجعت کے مقام کو بیان کیا گیا تھا اور ان میں یہی لکھا ہوا تھا

کہ وہ اس وقت واپس دنیا میں اظہار فرمائیں گے جب ہمارے شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف شام میں دمشق کے باہر قیام پذیر ہوں گے تو مجھے فوری طور پر یہی خیال آیا کے شام تشریف لے جانے کی وجہ کیا ہوسکتی ہے؟ ملک شام میں کیا خصوصیت ہے کہ شہنشاہ کربلا علیہ الصلوات والسلام اس وقت رجعت نہیں فرمائیں گے جب ہمارے شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف کربلا یا نجف [عراق] میں تشریف فرما ہوں گے بلکہ یہ اس وقت کیوں ظہور فرمائیں گے جب آپ جنابؑ شام کے باہر فروکش ہوں گے؟ اس سوال کا واحد جواب میرے ذہن میں یہی آیا کہ شہنشاہ کربلا علیہ الصلوات والسلام اپنے مشن اور مقصد کی مالک پاک ہمشیر صلوات اللہ علیہا کو شامل فرمائے بغیر کیسے اپنی خوشی کا اعلان فرماسکتے ہیں؟ ...... میں سمجھتا ہوں کہ یہ سب کچھ ملکہ شام بی بی صلوات اللہ علیہا کی وجہ سے ہے کہ شام جاکر انہیں اپنے گھر اطہر کی ابدی آبادی کی نوید دینا ضروری ہے...... کیونکہ جب تک ملکۂ شام بی بی صلوات اللہ علیہا خوش نہ ہوں گے اس گھر کا کوئی بچہ بھی خوش نہیں ہوسکتا اور یہ بھی عرض کردوں کہ سب سے آخر میں شہنشاہ وفا علیہ الصلوات والسلام خوش ہوں گے کیونکہ انہیں خوش کرنا سب سے مشکل کام ہے اور وہ جب تک اپنی حسرتِ انتقام نہ مٹالیں گے انہیں کوئی خوشی نہ ہوگی

یعنی گھر اطہر کی حقیقی آبادی اور مسرت کا اعلان ملک شام سے ہوگا

رجعت امیر کائنات علیہ الصلوات والسلام

دوستو! -شہنشاہ کربلا علیہ الصلوات والسلام کے بعد امیر کائنات علیہ الصلوات والسلام کا اس دنیا میں ظہور ہوگا یعنی شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف جب شام سے کربلا معلّٰی سے نجف اشرف اور کوفہ میں تشریف لائیں گے تو اس وقت امیر کائنات علیہ الصلوات والسلام کا ظہور اجلال

ہو گا

یہ تو آپ کو پہلے ہی کسی گفتگو میں بتا یا تھا کہ شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف اپنی اقامت گاہ اور قصر سلطنت کوفہ میں پسند فرمائیں گے یعنی جب کوفہ میں تشریف فرمائیں گے تو اس وقت امیر کائنات علیہ الصلوات والسلام تشریف لائیں گے...... ان کے کوفہ میں تشریف لانے کی وجہ بھی یہی نظر آتی ہے کہ اسی کوفہ نے اس گھرا طہر کو مسلسل مصائب میں مبتلا دیکھا اسی کوفہ نے ملکہ عالمین صلوات اللہ علیہا کے کئی مرتبہ بین سنے اسی کوفہ نے اپنی شہزادیوں صلوات اللہ علیہن کو بازاروں میں دیکھا آج بھی اسی کوفہ کو دکھانا لازم ہے کہ تو ایک بار اس گھرا طہر کو آباد بھی دیکھ لے

اسی شہر کوفہ میں امیر کائنات علیہ الصلوات والسلام کی ساری پاک اولاد نے جمع ہونا ہے جیسا کہ بحار جلد 53 میں ہے کہ امیر کائنات علیہ الصلوات والسلام نے فرمایا اللہ جل جلالہ ایک دن ہماری ساری اولاد کو ہمارے پاس جمع فرما کر ہماری آنکھیں ٹھنڈی فرمائے گا جیسے جناب یعقوب علیہ السلام کے گرد ان کی ساری اولاد کو جمع فرما کر ان کی آنکھیں ٹھنڈی فرمائی تھیں اس سے قبل ان کے مابین ایک طویل المدت جدائی تھی اسی طرح ہماری ساری آل و اولاد نے بھی ایک طویل جدائی کے بعد ہمارے سائے میں جمع ہونا ہے جب امیر کائنات علیہ الصلوات والسلام تشریف لائیں گے تو اس وقت کوفہ میں شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف تخت پر جلوہ افروز ہوں گے، جونہی ان کی نگاہ جدا طہر کے رخِ وجہ الٰہی کا طواف کرے گی آپ فوراً تخت کو چھوڑ دیں گے اور تخت سے نیچے اتر کر استقبال کریں گے اور سارے موجودگان کو اس طرح تعارف کروائیں گے ''یہ ہیں سید الاکبر علیہ الصلوات والسلام''، ان کی آمد سے عالمین کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی

دوستو! - جب ہم قیام رجعت کے بارے میں روایات کو آپس میں جوڑ کر دیکھتے

ہیں تو ہمیں رجعت کے دو پہلو نظر آتے ہیں یعنی زمانہ رجعت میں دو کام دکھائی دیتے ہیں

نمبر ایک سارے پاک خاندان علیھم الصلوات والسلام کی آبادی اور ابدی خوشی کا قیام اور مومنین ومظلومین کی ابدی مسرتوں کا قیام ان کے سارے دکھوں کا ازالہ

نمبر دو سارے ظالمین جنہوں نے پاک خاندان علیھم الصلوات والسلام پر اور ان کے چاہنے والوں پر ظلم کئے ہوں گے ان سے انتقام اور انہیں عبرتناک انجام تک پہنچانا

قیام مسرت

دوستو! - سب سے پہلا کام جو ہونا ہے وہ ہے خاندان توحید ورسالت علیھم الصلوات والسلام کی خانہ آبادی، ان کے جملہ چاہنے والوں کی آنکھیں ٹھنڈی کرنا، جو صدیوں روئے ہیں انہیں خوش کرنا، اس میں جملہ مومنین کو شامل کرنا، یعنی زمانہ ماقبل اسلام کے مخصوص ومحدود افراد کو مگر زمانہ مابعد الاسلام کے سارے مومنین کو اس میں شامل کیا جانا ہے جیسا کہ اللہ جل جلالہ نے وعدہ بھی فرما رکھا ہے

☆ وعد اللہ الذین امنوا منکم و عملوا الصالحات لیستخلفنھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم و لیمکنن لھم دینھم الذی ارتضی لھم و لیبدلنھم من بعد خوفھم امنا یعبدوننی لا یشرکون بی شیئا و من کفر بعد ذلک فاولئک ھم الفاسقون

تم میں سے جو لوگ ایمان لائے ہیں اور انہوں نے اپنے اعمال کو صالح بھی کیا ہے اللہ کا ان کے ساتھ وعدہ ہے کہ انہیں اس زمین پر اپنی خلافت کا منصب عطا فرمائے گا جیسا کہ ماضی میں زمین پر خلافت عطا فرمائی گئی تھی اور انہیں اس زمین پر تمکین

بخشی گئی تھی ہم ان کا خوف بھی امن سے بدل دیں گے اور وہ صرف میری عبادت کریں گے اور کسی چیز کو میرا شریک قرار نہ دیں گے [اب اس وعدے کے بعد بھی] جو لوگ کفر اختیار کریں تو یقیناً وہ فاسقین ہی ہیں

دوستو ! - یہاں اس بات کی طرف اشارہ کرنا ہی کافی ہوگا کہ شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰهُ فَرَجَهُ الشَّـــــرِیْف کی حکومت اِلٰہیہ میں ہر مومن کو خلافت اِلٰہیہ کا منصب اس طرح ملے گا جیسے جناب آدم علیہ السلام کو جناب داؤد علیہ السلام کو ملا تھا جو ایک طرف اس دنیا پر تصرفی و اختیاراتی منصب ہے اور لا خوف علیھم ولاھم یحزنون کی منزل ہے یہ مقامِ ولایتِ اعلیٰ ہے جو شرفِ کلیمی سے بھی اعلیٰ منصب ہے کیونکہ اس میں خوف وحزن کا کوئی گزر نہیں ہے

دوستو ! - یہی وہ مقام ہے جس کی تمنا اور نوید پر سلمان پاک سلام اللہ علیہ جیسی ہستی خوشی سے رو دیتی ہے جیسا کہ جناب سلمان پاک سلام اللہ علیہ سے روایت ہے کہ شہنشاہ انبیا صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم نے جب آخری زمانے کی مسرتوں کا ذکر فرمایا تو ہمارے دل میں بھی یہ تمنا انگڑائیاں لینے لگی کہ کاش ہم بھی وہ زمانہ دیکھتے ، ہماری اس خواہش کو ہمارے دل میں کروٹ بدلتے ہوئے دیکھ کر شہنشاہ انبیا صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم نے فرمایا اے سلمان سلام اللہ علیك تو اور تم جیسے سارے لوگ اس زمانے کا ادراک کریں گے ، جس کسی نے حقیقی و نورانی معرفت کے ساتھ ان کی اتباع کی وہ سارے لوگ ان کا زمانہ پائیں گے

جناب سلمان پاک سلام اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ سن کر میں نے حمد وثنا کی اس کے بعد عرض کیا آقا کیا میں ان تمام آئمہ ہدیٰ علیہم الصلوات والسلام کے زمانے کو پالوں گا ؟ اس وقت شہنشاہ معظم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم نے فرمایا ہاں یقیناً تم اس زمانے کا ادراک کرو گے

یہ سن کر میری آنکھوں سے خوشی سے آنسو جاری ہو گئے میں بہت رویا اور اس کے بعد عرض کیا آقا کیا آپ میرے ساتھ یہ عہد فرماتے ہیں؟ ......شہنشاہ معظم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم نے فرمایا ہاں اس اللہ کی قسم جس نے ہمیں مبعوث فرمایا ہے یہ ہمارا تم سے چہاردہ معصومین علیہم الصلوات والسلام کی طرف سے عہد ہے اور یہ صرف تمہارے لئے ہی نہیں بلکہ ہر اس شخص کیلئے ہے جو ہمارا ہے، ہمارے ساتھ ہے اور ہماری خاطر ظلم و ستم کا نشانہ بنے گا

دوستو! - یہ بھی عرض کر دوں کہ اس دور میں کسی کی شرکت جبری نہیں ہو گی ہاں جو خوش نصیب اس کی خواہش کرے گا اسے یہ اعزاز ملے گا یعنی بلاوہ عام ہو گا مگر اس میں رخصت بھی ہو گی کیونکہ جب بھی آئمہ اطہار علیہم الصلوات والسلام سے اس بارے میں سوال ہوا ہے کہ کیا شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیف کے دور میں ہر شخص کا جانا واجب ہو گا؟ ......اس پر انہوں نے جواباً فرمایا......

اذا قام اتی المومن فی قبرہ فیقال لہ یا ھذا انہ قد ظھر صاحبک فان تشاء ان تلحق بہ فالحق و ان تشاء ان تقیم فی کرامۃ ربک فاقم

مومن کو اس کی قبر میں اطلاع دی جائے گی کہ تمہارے شہنشاہ ازل عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیف کا ظہور اجلال ہو چکا ہے اب اگر تو چاہے تو ان کے حضور قدس میں جا سکتا ہے اور اگر اسی مقام پر عالم برزخ کی جنت میں کرامت اِلٰہیہ کے مزے لوٹنا چاہتا ہے تو بیشک یہیں رہ جاؤ اس وقت جو لوگ اس دن کے مشتاق ہوں گے وہ اس دنیا میں واپس آ جائیں گے اور جو نہ آنا چاہیں گے انہیں مجبور نہ کیا جائے گا بلکہ شہنشاہ معظم علیہ الصلوات والسلام کی ابدی مسرتوں کے بارے میں ہے کہ ان کی خوشیاں جملہ عالمین میں سرایت پذیر ہوں گی حتیٰ کہ عالم برزخ میں اور مومنین کی قبروں میں بھی یہ مسرت اس طرح

داخل ہو جائے گی جیسے سردی کے موسم میں سردی بند کمروں اور گرمی کے موسم میں گرمی بند کمروں میں بلا روک ٹوک داخل ہو جاتی ہے اس لئے ہر مومن ان مسرتوں کو اپنی قبروں میں بھی لائیو(Live) دیکھے اور محسوس کرے گا اور اِنجائے(Enjoy) کرے گا اور جو مومنین اس دنیا میں آ جائیں گے ان کی جھولیاں بھی ابدی مسرتوں سے بھر دی جائیں گی جیسا کہ شہنشاہ معظم امیر کائنات علیہ الصلوات والسلام نے فرمایا تھا کہ ہمیں قسم ہے اس ذات کی جس نے دانے کو شگافتہ فرمایا ہے اور انسان کو پیدا کیا ہے زمانۂ رجعت میں تمام مومن بلند ترین قدرت اِلٰہیہ و نعمت اِلٰہیہ کے ساتھ زندگی بسر کریں گے اور ایک ایک مومن کی ایک ایک ہزار اولادِ نرینہ ہو گی

دوستو! - یہ تو عام مومنین کی مسرتوں کا اہتمام ہو گا اب یہ بھی دیکھیں کہ جو اس گھر کے اصل مالک ہیں جنہوں نے صدیاں مصائب اور گریہ و بکا میں بسر فرمائی ہیں ان کی مسرتوں کا کیسے اہتمام ہو گا؟

جب پردہ دارن توحید و رسالت صلوات اللہ علیہن شہنشاہ امیر کائنات علیہ الصلوات والسلام کے سائے میں جمع ہو جائیں گے تو ان پاک پردہ داران توحید و رسالت صلوات اللہ علیہن کی مسرتوں کا اہتمام کیا جائے گا ان کے ایک ایک غم کو بھلانے کیلئے قیام مسرت ہو گا یعنی شہزادہ علی اکبر علیہ الصلوات والسلام کی والدہ ماجدہ صلوات اللہ علیہا کا جگر تو اس وقت ٹھنڈا ہو گا جب ان کے نوجوان بیٹے کو ان کے سامنے سہرہ باندھا جائے، ان کی شادی خانہ آبادی ہو، وہ اپنے سامنے اپنے پاک بہو صلوات اللہ علیہا کو گھر میں لائیں، شادی کی ساری رسمیں ادا ہوں، اسی طرح شہزادہ امیر قاسم علیہ الصلوات والسلام کی والدہ ماجدہ جنہوں نے اپنے بیٹے کی لاش پامال دیکھی تھی ان کا دل اور آنکھیں تو تب ٹھنڈی ہوں گی جب ان کے لختِ جگر کو ان کے سامنے دوبارہ دولہا بنایا جائے ...... کربلا

میں جب پہلے دولہا بنایا گیا تھا تو وہ تو امت پر اتمام حجت کیلئے بنایا گیا تھا اب اسی شہزادے کو حقیقی خوشیوں کا علمبردار دولہا بنایا جائے گا تب وہ خوش ہوں گی اسی طرح ان ساری ماؤں کی ممتا کا تقاضہ یہی ہوگا کہ جنہوں نے اپنے بیٹوں کی خوشیاں نہیں دیکھی ہیں وہ دوبارہ ایسی خوشیاں دیکھیں کہ سارے غم بھول جائیں اوران خوشیوں کو سیلی بریٹ(Calibrate) کرنے کا کیا انداز ہوگا یہ تو وہی زمانہ ہی بتائے گا ہم تو روایات سے صرف اندازہ ہی لگا سکتے ہیں جیسا کہ جناب عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں روایات ہیں کہ شہنشاہ زمانہ عَجلَ اللہُ فَرجَہُ الشَّرِیف کے ظہور و قیام کے بعد ان کی شادی خانہ آبادی ہوگی اوران کی دعوت ولیمہ پورے ایک ہزار سال تک چلے گی اب اسی سے اندازہ لگائیں کہ جب ان کے ایک صحابی کی شادی خانہ آبادی کی تقریب پورے ایک ہزار سال تک چلنا ہے تو خود ان کے گھر اطہر کے پاک نو جوانوں کی شادی خانہ آبادی کے تقریبات کتنے لاکھ سال تک چلیں گے؟

دوستو! ۔ اس دور میں ہمارے سامنے واقعات مصائب بیان ہوتے ہیں مگر ہمیں یہ نہیں بتایا جاتا کہ اس گھر اطہر نے دوبارہ آباد بھی ہونا ہے جن پاک شہزادوں علیہم الصلوات والسلام کی شہادتوں کے دردناک واقعات ہم سنتے ہیں اوران واقعات میں ایسے جگرخراش مضمون سامنے آتے ہیں کہ ایک مومن کے دل میں ناسور سا بن جاتا ہے انہی پاک شہزادوں نے اس دنیا میں دوبارہ آنا ہے اور سارے مومنین کے سامنے ان کی خوشیوں کے جشن منائے جانا ہیں ہم نے ان کے دکھوں پر آنسو بہائے ہیں تو ہمارا حق یہ بھی ہے کہ ہم ان کی مسرتوں پر قہقہے بھی لگائیں اس لئے ہمیں ان واقعاتِ مصائب میں دعا کرنا چاہیے کہ خالق ہمیں ان کی مسرتیں جلدی دکھائے اورہم جس طرح ان کے غم میں شریک ہیں کل ان کی مسرتوں میں اسی طرح شریک

ہوں اور یہ دعا بھی کرنا چاہیے کہ خالق کائنات ہمیں اس قابل بنائے کہ ہم ان کی مسرتوں کی بزم قدسی میں شامل ہونے کے قابل ہو جائیں

ایک دن میرے ایک محترم دوست آئے جو ایک ماتمدار سنگت کے سرپرست تھے انہوں نے میرے سامنے اپنی اس دعا کا اعادہ فرمایا کہ کل جب خروج ہوگا تو میں چاہتا ہوں کہ جا کر سارے پاک خاندان علیہم الصلوات والسلام کو اپنی ماتمدار سنگت کے ساتھ پرسہ دوں ...... میں نے ان سے گذارش کی کہ بھائی پرسہ داری کا زمانہ یہی ہے جس میں ہم گزار رہے ہیں کل جب خروج ہوگا تو اس وقت سارے پاک خاندان علیہم الصلوات والسلام کی خوشیاں ہوں گی اس میں ماتمداری اور پرسہ داری کی کوئی گنجائش نہیں ہوگی آپ خود سوچیں کہ ایک طرف سے ہم ایک ماتمی سنگت لے کر جائیں اور اپنے شہنشاہ کائنات علیہ الصلوات والسلام سے عرض کریں آقا آپ آکر ہم سے شہزادہ علی اکبر علیہ الصلوات والسلام کا پرسہ لیں اور اس وقت شہنشاہ معظم علیہ الصلوات والسلام شہزادہ پاک علیہ الصلوات والسلام کی سہرہ بندی میں مصروف ہوں تو کیا اس وقت ہمیں پرسہ دینا چاہیے یا ان کی مسرتوں میں دھمال ڈالنی چاہیے؟ بھائی آج پرسہ دو کل ہمیں ان کی خوشی میں شریک ہونا ہے اس لئے ہمیں اس دن کیلئے کوئی دوسرا پروگرام سوچنا چاہیے اور مومن کی پہچان یہی بتائی گئی ہے کہ جو پاک گھر کے غموں سے غمگین ہو اور ان کی خوشیوں سے خوش ہو اس لئے ہمیں وہاں تو جشن مسرت منانا ہے جو گریہ و زاری کرنا وہ یہاں ہی کر لینا چاہیے اور اس گریہ و زاری میں ہمیں یہی دعا مانگنا چاہیے کہ اب یہ صف ماتم لپیٹ دی جائے اور اب جلدی سے پہلے اس گھر کے دکھی افراد کی جھولیاں ابدی مسرتوں بھر دی جائیں

دوستو! - ایک صاحب فرمانے لگے کہ دیکھئے بھائی ہمیں شہنشاہ معظم علیہ الصلوات والسلام کے

خروج کے بارے میں کسی خوش فہمی میں مبتلا نہیں رہنا چاہیے کیونکہ وہ ہم جیسے بدکاروں کیلئے عذاب اِلٰہی بھی ہے...... میں نے ان سے گذارش کی کہ بھائی صاحب اگر شہنشاہ معظم ہماری موت تک نہ بھی تشریف لائیں تو کیا اس بدکاری کی سزا سے ہم بچ جائیں گے؟ یہ سزا تو ہمارے اعمال کا ردعمل ہے جس کا شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰهُ فَرَجَهُ الشَّرِيف کے تشریف لانے اور نہ لانے سے کوئی تعلق نہیں ہے ......اگر واقعی کوئی تعلق مان بھی لیا جائے تو کیا یہ ہماری خودغرضی نہ ہوگی کہ ہم اپنی جان بچانے کیلئے پاک گھراطہر کی مسرتوں میں (خدانہ کرے) تاخیر مانگیں ......اگر ہم پاک خاندان علیہم الصلوات والسلام سے مخلص ہیں تو ہمیں تو یہ دعا کرنا ہی چاہیے کہ اے خلاق ازل اس پاک گھر کو ابدی مسرتوں سے بھر دے چاہے اس میں ہمارے لئے کوئی عذاب ہی کیوں نہ ہو

دوستو! - یہ بھی ایک غیراخلاقی سوچ ہے کہ غلطیاں ہم کریں اور سزا دوسرے مظلومین کو عدل میں تاخیر کی صورت میں ملے اس لئے اپنے انجام وعواقب سے بے نیاز ہوکر ہمیں اس محسن عالمین گھر کی خوشیاں طلب کرنا لازم ہے اور ہمیں اپنے اعمال کی جزا بھی یہی مانگنا چاہیے کہ خالق اگر ہماری کوئی نیکی تیرے حضور قابل جزا ہے تو اس کی جزا کوئی اور نہ دے ہمیں شہنشاہ انبیاصلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اوران کی پاک آل کو اس دنیا میں دوبارہ آباد دکھا دے ہمارے حصے کی مسرتیں بھی ان کی جھولی میں ڈال دے

﴿آمین یا رب العالمین﴾

یا رب محمدؐو آل محمدؐ صل علیٰ محمدؐ و آل محمدؐ و عجل فرجھم بقائمھمؐ عجل الله فرجه الشريف و صلوات الله عليك

یا هو یا من هو لا هو الا هو الحی القیوم یا هو یا من لا یعلم ما هو الا هو الحی القیوم العلی العظیم
یا مولا کریم عجل الله فرجك وصلوات الله علیك

﴿عجل الله فرجه الشریف و صلوات الله علیه﴾

الحمد لله رب العالمین و صل علیٰ محمدؐ و آلہٖ اجمعین خصوصاً علی حجة الله فی العالمین عجل الله فرجه الشریف وآبائه المعصومین وامهاته الطاهرین الطیبین صلوات الله علیهم اجمعین و لعنة الله علیٰ اعدائهم من یوم الازل الی یوم الدین

اے منتظرینِ عصرِ نصرت!

اس سے قبل میں عرض کر رہا تھا کہ ہمارے شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰهُ فَرَجَهُ الشَّرِیْف **کا اسم مبارک ہے صاحب الرجعت** عَجَلَ اللّٰهُ فَرَجَهُ الشَّرِیْف **یعنی رجعت کے مالک**

دوستو! ۔ یہ بھی میں عرض کر چکا ہوں کہ رجعت کیا ہے؟ یعنی رجعت کے معنی ہیں جا کر واپس آنا اور اس کے اصطلاحی معنی ہیں جو لوگ اس دنیا سے جا چکے ہیں ان کا واپس اس دنیا میں اپنے جسم عنصری کے ساتھ واپس آنا جیسا کہ امام صادق علیہ الصلوات والسلام نے فرمایا

و ان الرجعته لیست بعامة و هی خاصة لا یرجع الا من محض الایمان محضا او محض الشرك محضا

رجعت یعنی موت کے بعد شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰهُ فَرَجَهُ الشَّرِیْف کے دور میں واپس آنا ہر آدمی کیلئے نہیں ہے بلکہ اس امت کے یا تو خالص ایمان والوں کی رجعت ہوگی یا پھر خالص مشرکین کی رجعت ہوگی ......

دوستو! - یہاں یہ وضاحت کرتا چلوں کہ یہاں مشرکین باللہ کا ذکر نہیں ہے بلکہ مشرکین بالنبوت ومشرکین بالامامت کا ذکر ہے باالفاظ دیگر رجعت کا تعلق ان لوگوں سے ہے جو شہنشاہ انبیاصلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم اوران کی آل اطہار علیہم الصلوات والسلام کے دشمن ہوں گے یاان کے حق کے غاصب ہوں گے ان کے بارے میں درست نیت یا درست رویے کے حامل نہیں ہوں گے اور دوسری طرف ان لوگوں کو بلایا جائے گا جو ان دشمنوں کی ریشہ دوانیوں، گستاخیوں اور ظلم وستم کو دیکھ کر ان سے انتقام کی خواہش دل میں رکھتے ہوں گے اور شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف اوران کے اجداد طاہرین علیہم الصلوات والسلام کے انتقام کی حسرت لے کر دنیا سے گئے ہوں گے ان سب کو قبروں سے واپس بلایا جائے گا

دوستو! - گویا یہ رجعت حشر اصغر ہے قیامت صغریٰ ہے ہاں اس میں کئی امم سابقہ کے لوگوں کو بھی بلایا جائے گا جیسا کہ جناب اسماعیل صادق الوعد علیہ السلام کے بارے میں ہے کہ جب انہیں شہید کیا جارہا تھا تو جناب جبرائیل علیہ السلام نازل ہوئے اور عرض کیا کہ آپ کا خالق فرماتا ہے کہ آپ چاہیں تو اسی وقت اس امت ملعون پر عذاب نازل کیا جاسکتا ہے اس پر انہوں نے فرمایا تھا کہ میں اس وقت اپنا انتقام نہیں چاہتا ہاں جب شہدائے کربلا علیہم السلام کا انتقام ہو تو ہمارا انتقام بھی انہی کے منتقم حقیقی عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف ہی لیں ان کی اس تمنا کی تکمیل بھی ہمارے شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف کے زمانۂ خروج میں ہوگی ......(بحوالہ نجم الثاقب، بحارالانوار 13، عدل گستر جہان)

دوستو! - جملہ مومنین کو ادعیہ اور زیارات میں اس چیز کی تعلیم دی گئی ہے کہ وہ اپنے شہنشاہ معظم عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف کی نصرت کی تمنا رکھیں اور ان کی نصرت میں شہادت کو پانے کی بھرپور دعا کریں جیسا کہ ہماری ان زیارتوں اور دعاؤں میں ہے کہ جو

ہمارے شہنشاہ کائنات عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف کے بارے میں ہیں یا شہدائے کربلا علیہ الصلوات والسلام کی زیارتوں یا دعاؤں میں ہے

اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَرغَبُ اِلَيكَ فِى دَولَةٍ كَرِيمَةٍ تُعِزُّ بِهَا الِاسلامَ وَ اَهلَه وَ تُذِلُّ بِهَا النِّفَاقَ وَ اَهلَه وَتَجعَلنَا فِيهَا مِنَ الدَّعَاةِ اِلَى اللّٰهِ طَاعَتِكَ وَ القَادَةِ اِلىٰ سَبِيلِكَ وَ تَررُقنَا بِهَا كَرَامَةُ الدُّنيَا وَ الآخِرَةِ

اے میرے محبوب ازل ہم تمہاری اس حکومت کلیہ کی شدید خواہش رکھتے ہیں کہ جس میں حکومت کے ظہور سے اسلام اور اہل اسلام کو ایسی عزت ملے گی کہ جس کے یہ مستحق ہیں اور نفاق اور اہل نفاق کو ابدی ذلت نصیب ہوگی اے میرے مالک ازل تو ہمیں اس دورِ حکومت میں اپنی اطاعت کی طرف دعوت دینے والوں اور اپنے راستوں [آئمہ ہدیٰ علیہ الصلوات والسلام] کی طرف لوگوں کی قیادت کرنے کا اعزاز عطا فرما اور ہمیں اس حکومت اِلٰہیہ کے ذریعے دنیا اور آخرت کی کرامت و عزت نصیب فرما

اسی طرح زیارت جامعہ میں ہے جو شہنشاہ معظم امام ہادی علی نقی علیہ الصلوات والسلام سے منقول ہے ......مُعتَرِف" بِكُم مؤمن" بِاِيَّابِكُم و مُصَدِّق" بِرَجعَتِكُم مُنتَظِر" لِاَمرِكُم" مُرتَقِب" لِدَولَتِكُم

اس میں ہر مومن یہ عرض کرتا ہے کہ میں آپ کے مرتبہ عظیم کا معترف ہوں اور آپ کے اس دنیا میں دوبارہ تشریف لانے پر کلی ایمان رکھتا ہوں اور آپ کی رجعت کی تصدیق کرتا ہوں اور آپ کے خروج وظہور کا منتظر ہوں اور آپ کی حکومت اِلٰہیہ کا امیدوار ہوں

يحشر فى زمرتكم يكرفى رجعتكم ويملك فى دولتكم و يشرف فى عافيتكم

و یمکن فی ایامکم و تقر عینه غدا برؤیتکم

آگے چل کر ہر مومن عرض کرتا ہے کہ ہماری یہ تمنا ہے کہ خالق ازل ہمیں آپ کے زمرۂ محبان و انصار میں محشور فرمائے اور ہمیں آپ کی اس دنیا پر واپسی کے وقت واپس لائے اور آپ کی حکومت اِلٰہیہ میں ہمیں بھی حصہ دار بنائے اور ہمیں آپ کی مسرتوں اور عافیتوں سے شرف یاب فرمائے اور آپ کے ایام اِلٰہی میں ہمیں بھی تمکین عطا فرمائے اور کل آنے والے سنہری دور میں ہماری آنکھیں آپ کی زیارت سے ٹھنڈی فرمائے

شہنشاہ وفا جناب ابوالفضل العباس علیہ الصلوات والسلام کی زیارت میں بھی یہی ہے کہ خالقِ کون و مکاں ہمیں آپ کے ان مومنین کے ساتھ اٹھائے جنہوں نے آپ کا انتقام آپ کے مخالفین سے لینا ہے ...... ہمارے شہنشاہ معظم عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف کی زیارت میں بھی ہے کہ

فان ادرکنی الموت قبل ظهورك فانی اتوسل بك و بابائك الطاهرين الى الله تعالى و اسئله ان يصلى على محمد و آل محمد و ان يجعل لی كرة فی ظهورك و رجعته فی ايامك لا بلغ من طاعتك مرادی و اشفی من اعدائك فوادی

اے میرے پاک مالک عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف اگر آپ کے ظہور پرنور سے قبل مجھے موت آجائے تو پھر میں آپ جناب اور آپ کے اجداد طاہرین علیہم الصلوات والسلام سے توسل کرتا ہوں کہ مجھے آپ کے ظہور اجلال کے وقت قبر اٹھایا جائے اور آپ کے زمانۂ حکومت اِلٰہی میں واپس بلایا جائے تاکہ میں آپ کے کمال اطاعت کو حاصل کر سکوں اور آپ کے دشمنوں کی بربادی میں شریک ہوکر اپنے زخمی جگر کو شفا یاب کر سکوں ...... اسی طرح سرداب مبارک کی جو مخصوص دعا ہے اس میں بھی اسی طرح کا

مضمون ہے یہ سرداب مبارک وہ مقام ہے جہاں ہمارے شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف نے غیبت اختیار فرمائی تھی یہ مقام سامرہ [عراق] میں ہے اس مقام پر ہر مومن یہ دعا پڑھتا ہے کہ

و ان حال بینی و بین لقائه الموت الذی جعلته علی عبادك حتما و اقدرت به علی خلیفتك رغما فا بعثنی عند خروجه ظاهرا من حفرتی موتزرا کفنی حتی اجاهد بین یدیه فی الصف الذی اثنیت علی اهله فی کتابك فقلت کانهم بنیان مرصوص

اے میرے خالق حقیقی اگر شہنشاہ معظم عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف کی زیارت ولقا اور میرے درمیان تیری متعینہ ومقررہ موت حائل ہو جائے تو پھر ان کے خروج کے زمانے میں مجھے میری قبر سے اٹھانا اور میں اپنا کفن جھاڑتا ہوا باہر نکلوں اور اپنے شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف کے سامنے ان کی نصرت میں جہاد کروں اور اس صف میں شامل ہو کر ان کی نصرت کروں کہ جس کی ثنا تو نے اپنے کلام مقدس میں فرمائی ہے کہ وہ شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف کے جنگجو جوانوں کی صف ہوگی جو سیسہ پلائی دیوار کی مانند میدان میں جم جانے والے ہوں گے ...... اسی طرح دعائے عہد میں ہے کہ

اللهم ان حال بینی و بینه الموت الذی جعلته علی عبادك حتما مقضیا فاخرجنی من قبری مؤتزرا کفنی شاهرا سیفی مجردا قناتی ملبیا دعوة الداعی فی الحاضر و البادی

اے میرے خلاق ازل محبوب حقیقی اگر ہمارے شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف کے خروج اور میرے درمیان تمہاری وہ موت حائل ہو جائے کہ جسے تو نے برحق وحتمی قرار دیا ہوا ہے تو پھر مجھ پر یہ احسان فرمانا کہ جب ہمارے شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف تشریف

لائیں تو مجھے ان کے زمانہ میں قبر سے اس طرح نکالنا کہ میں اپنا کفن جھاڑتا ہوا قبر سے نکلوں میرے ہاتھ میں لہراتی ہوئی تلوار ہو اور میرے ہاتھ میں چمکتا ہوا نیزہ ہو اور میں اس حالت میں دشت وصحراؤں میں دوڑ رہا ہوں کہ میں اپنے مالک حقیقی کو لبیک لبیک کی صدائیں دے رہا ہوں

دوستو! - یہاں میں عرض کروں گا کہ آپ لوگ دعائے عہد کو نماز صبح کے بعد کا معمول بنائیں کیونکہ اس کے بارے میں ہے کہ جو انسان بھی یہ دعا ہر نماز صبح کے بعد کرے گا تو جب شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰهُ فَرَجَهُ الشَّرِيْف کا خروج ہوگا تو وہ کریم ازل ذات عَجَلَ اللّٰهُ فَرَجَهُ الشَّرِيْف اس آدمی کی قبر پر تشریف لائیں گے اور اسے فرمائیں گے کہ تو ہماری نصرت کی خواہش رکھتا تھا اب ہمارا خروج ہو چکا ہے اور ہم اپنے اجداد طاہرین علیہم الصلوات والسلام کے انتقام کا آغاز فرمارہے ہیں اگر تو شریک ہونا چاہے تو آجا

دوستو! - اب آپ خود سوچیں کہ اس سے بڑھ کر کوئی اعزاز ہوسکتا ہے؟ یہ دعا پڑھنے میں صرف دو منٹ لگتے ہیں اور اس کا فائدہ کتنا زیادہ ہے یہ خود سوچیں اس لئے میں عرض کروں گا کہ اس دعا کو معمول بنا کر اپنی عاقبت سنوار لیں

دوستو! - میں نے کل کی گفتگو میں یہ عرض کیا تھا کہ رجعت میں جو ہونا ہے اس کے دو پہلو ہیں ...... ایک پہلو جو ہے اس میں پاک خاندان توحید و رسالت علیہم الصلوات والسلام کے غموں کا ازالہ، ان کے مصائب کا خاتمہ، ان کے گھروں کو دوبارہ آباد کرنا، ان کی لوٹی ہوئی مسرتوں کو لوٹانا، ان کی چھینی ہوئی خوشیوں کو واپس لانا، دکھی ماؤں صلوات اللہ علیہن کی تمناؤں کی تکمیل، ضعیف والدین کی آرزوؤں کی تکمیل شامل ہے اس میں سارے پاک خاندان علیہم الصلوات والسلام کی آبادی اور بحالی کے کام شامل ہیں دوسری طرف دشمنانِ توحید و رسالت سے انتقام ہونا ہے اس دور میں انہیں

دوبارہ زندہ کیا جائے گا اور انہیں جنگ کرنے کا اختیار دیا جائے گا اور اس دور میں شیطان سے بھی آخری جنگ دریائے دجلہ کے کنارے ہونا ہے اس کے بارے میں تفصیل شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف کے خروج کے پانچ ادوار کے ضمن میں بیان کر چکا ہوں یہاں اس کا اعادہ بے جا ہوگا

رجعت کے زمانے میں (جو شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف ہی کے دور حکومت کا ایک حصہ ہے) سارے ظالمین کو ان کے زمانے کے حساب سے اٹھایا جائے گا جیسا کہ کل میں نے عرض کیا تھا کہ سب سے پہلے شہنشاہ کربلا علیہ الصلوات والسلام کی دنیا میں آمد ہوگی اور ان کے ساتھ جملہ شہدائے کربلا و شہدائے عزا بھی ہوں گے اور ان کے ساتھ ہر وہ آدمی ہوگا جس نے کبھی بھی یہ خواہش کی ہوگی کہ کاش میں بھی کربلا میں ہوتا اور اپنے مظلوم آقا علیہ الصلوات والسلام کی نصرت کرتا یا جس نے خواہش کی ہوگی کہ کاش اسے اپنے مظلوم آقا علیہ الصلوات والسلام کے انتقام کا موقعہ ملتا وہ سب ان کے لشکر میں شامل ہوں گے اس وقت جو ظالمین امام مظلوم علیہ الصلوات والسلام کے حق میں ظلم کے مرتکب ہوں گے ان سب کو اٹھایا جائے گا اس میں بھی زمانے کی قید نہیں ہوگی یعنی جس نے امام مظلوم علیہ الصلوات والسلام کی شہادت کا سن کر افسوس نہ کیا ہوگا یا جس نے امام مظلوم علیہ الصلوات والسلام کی شہادت پر خوشی منائی ہوگی یا عزاداری میں شرکت نہیں کی ہوگی اس دکھ کو غیر اہم سمجھا ہوگا یا ان کی نصرت کی حسرت نہ کی ہوگی ان سب کو اٹھایا جائے گا اور ان سب کو لشکر یزید ملعون میں شامل کر دیا جائے گا اور پھر انہیں اختیارِ جنگ دیا جائے گا تاکہ وہ بھی اپنے حسرت پوری کر سکیں اور مومنین کو انہیں قتل کرتے ہوئے مزا بھی آئے اس وقت ایک ایک ملعون کو کئی کئی مرتبہ فی النار کیا جائے گا ان میں سے بعض ملعون تو ایسے ہوں گے جن کے بارے میں ہر مومن کی

خواہش ہوگی کہ اس ملعون کو میں اپنے ہاتھوں سے دردناک اور اذیت ناک طریقے سے قتل کروں جیسے شمر ملعون ہے یا اس کے ہم کردار ملعون ہوں گے تو انہیں ایک مرتبہ نہیں کروڑوں مرتبہ فی النار کیا جائے گا یعنی انہیں ایک ایک مومن کے حوالے کیا جائے گا اور جب ایک مومن اپنے من کی بھڑاس نکال لے گا اور اپنے زخمی جگر کو اس ملعون کے قتل سے شفا یاب کر چکے گا تو پھر اس ملعون کو دوسرے مومن کی حوالے کیا جائے گا اور یہ سلسلہ پہلے مومن سے لے کر آخری مومن تک جاری رہے گا اس کے بعد شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰهُ فَرَجَهُ الشَّرِيْف آخری مرتبہ انہیں زندہ کریں گے اور اس کے بعد انہیں اپنے دست قہریت سے ایک ایک ضرب لگائیں جس وہ ابدی جہنم کے دارِ عقوبت میں پہنچ جائیں گے

دوستو! - یہاں یہ وضاحت کرنا بھی ضروری ہے کہ ظالمین سے انتقام کے بارے میں جو روایات ہیں وہ تین طرح کے ہیں

(1) کچھ روایات ہیں جن میں فرمایا گیا ہے کہ شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰهُ فَرَجَهُ الشَّرِيْف کے خروج کے وقت ظالمین سے انتقام لیا جائے گا جیسا کہ آپ کا ایک نام پاک منتقم بھی ہے

(2) کچھ روایات ایسے ہیں جن میں امام مظلوم علیہ الصلوات والسلام کی رجعت کے وقت انتقام لیا جائے گا جس کا اجمالی ذکر میں کر چکا ہوں

(3) کچھ ایسے گروہوں کے قیام کے بارے میں روایات موجود ہیں جو خروج سے قبل ظالمین پر بطور سزا مسلط کئے جائیں گے ان کی آگے دو قسمیں ہیں

(i) مومنین جیسے جناب مختار ثقفی یا دیگر توابین یا ایسے مومنین شہنشاہ و حکام جو وقتاً فوقتاً اپنے اپنے زمانے کے ظالمین کی گردنیں اڑاتے رہے

(ii) ایسے ظالم حکام جو خود ظالمین پر بطور سزا مسلط کئے جاتے رہے ہیں جیسا کہ

اہل مدینہ نے امام مظلوم علیہ الصلوات والسلام کی نصرت نہیں کی تھی اوران کا ساتھ نہیں دیا تھا تو ایک سال بعدان پر مسلم بن عقبہ ملعون مسلط کر دیا گیا اوراس نے اہل مدینہ کو ایسی سزادی کہ بیان کرتے ہوئے شرم آتی ہے یعنی اصحاب کرام اور تابعین و تبع تابعین کی بہت بڑی جماعت کو انہوں نے دردناک طریقے سے قتل کیا حتیٰ کے ابوسعید خدری جومشہور صحابی اور راویان حدیث میں سے ہیں ان کی بے عزتی کی گئی ان کی سفید داڑھی کو پوری طرح نوچ لیا گیا مسلم بن عقبہ ملعون کے لشکریوں کے گینگ ریپ(Gang Rap) کے نتیجے میں ایک ہزار کنواری لڑکیاں حاملہ ہوئیں، ظلم اس طرح کیا گیا کہ ایک عورت اپنے بچے کو دودھ پلارہی تھی اوراس کے بچے کے منہ میں پستان تھا عین اس وقت ایک ملعون نے اس بچے کی ٹانگ سے پکڑ کر کھینچا تو اس کے منہ سے دودھ کی دھار بہہ رہی تھی اس طرح اس ملعون نے اس بچے کو ٹانگ سے پکڑ کر دیوار پر مارا تو اس کے مغز کے چیتھڑے دیوار پر چپک گئے کیونکہ یہ بھی قانون قدرت ہے کہ ظالم پر اظلم کو مسلط کیا جاتا ہے تاریخ میں بدنام زمانہ واقعۂ حرہ کے تفصیلات دیکھے جاسکتے ہیں

اسی طرح اہل کوفہ پر حجاج بن یوسف ملعون کو مسلط کیا گیا اس نے کوفیوں کا وہ حشر کیا کہ بیان سے باہر ہے جیسا کہ اس نے اپنی فوج میں شرکت کا جب حکم دیا تو اہل کوفہ میں سے ایک بزرگ صحابی اس کے سامنے آیا اوراس نے کہا کہ میں بوڑھا آدمی ہوں میرے چار بیٹے ہیں ان میں تین تو میں نے تمہاری فوج میں بھیج دیئے ہیں ایک بیٹا اپنی خدمت کیلئے رکھ لیا ہے کیونکہ میں معذور ہوں خود کوئی کام نہیں کر سکتا یہ سن کر اس نے کہا تھا کہ میں ایک بوڑھے کیلئے خواہ مخواہ ایک سپاہی کو کم کیوں کروں یہ کہہ کر اس نے اس بوڑھے صحابی کی گردن اڑادی تھی اوراس کے بعد حکم

دیا تھا کہ دریائے فرات کے پل کی دوسری طرف میری فوج کا کیمپ لگا ہوا ہے میں سارے کوفیوں کوفوری طور پر اس میں شامل ہونے کا حکم دیتا ہوں ......اس کا یہ حکم سن کر سارے لوگ اس طرح بھاگے کہ لوگوں کے کچلے جانے کا خوف پیدا ہوگیا اور پل پر اتنا ہجوم ہوا کہ راستہ بند ہوگیا اور کئی لوگوں نے حجاج ملعون کے خوف سے دریا میں چھلانگیں لگا دیں تا کہ ہم جلدی لشکر میں شامل ہو جائیں اور کئی لوگ دریا میں ڈوب کر مر گئے

اسی طرح جب حجاج بن یوسف ملعون مدینے میں آیا تو اس کے پاس رات کو عبداللہ ابن عمر [خلیفہ ثانی کا بیٹا] آئے وہ ملعون اس وقت کمبل ڈالے سو رہا تھا عبداللہ ابن عمر نے اس سے کہا میں اولوا الامر کی بیعت کرنے آیا ہوں اس نے کہا اب تو میں سو رہا ہوں کل آ جانا میں بیعت لے لوں گا اس پر عبداللہ ابن عمر نے کہا میں نے یہ حدیث اپنے کانوں سے سنی ہے کہ جس آدمی کو ایسی حالت میں موت آ جائے کہ جس کی گردن میں کسی کی بیعت کا قلادہ نہ ہو تو اس کی موت جاہلیت کی موت ہے اور مجھے اپنی زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں ہے اگر میں اسی رات ہی مر گیا تو پھر میرا کیا انجام ہوگا ؟ ......اس پر حجاج بن یوسف ملعون نے ایک طنزیہ قہقہہ لگایا اور کہا یہ حدیث امام مظلوم علیہ الصلوات والسلام کے زمانے کہاں گئی تھی ؟ عبداللہ ابن عمر نے کہا اس وقت مجھے یہ حدیث بھول گئی تھی آج یاد آئی ہے

اس پر اس ملعون نے کہا کہ اس وقت میں اٹھنے کے موڈ میں نہیں ہوں اس کے بعد اس نے اپنے کمبل سے بایاں پاؤں نکالا اور کہا آپ بس اسی پاؤں کو بوسہ دے دیں آپ کی بیعت ہو جائے گی ......عبداللہ ابن عمر اس کے پاؤں چوم کر گھر آ گیا

﴿ امیر کائنات علیہ الصلوات والسلام کی رجعت ﴾

دوستو! ۔کل میں نے عرض کیا تھا کہ سب سے پہلے شہنشاہ کربلا علیہ الصلوات والسلام کی رجعت ہوگی ان کے بعد ایک سلسلہ رجعت شروع ہوگا جس میں سارے معصومین علیہم الصلوات والسلام کی رجعت ہوگی اور سب سے آخر میں شہنشاہ انبیا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس دنیا میں تشریف لانا ہے

☆واخذ اللہ میثاق النبیین لما آتیتکم من کتاب والحکمۃ...... کی تفسیر میں امام صادق علیہ الصلوات والسلام نے فرمایا کہ یہ عہد جو انبیا ما سلف سے لیا گیا تھا اس میں لتؤمنن بہ کی ضمیر شہنشاہ انبیا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرف راجع ہے اور ولتنصرنہٗ کی ضمیر امیر کائنات علیہ الصلوات والسلام کی طرف راجع ہے جیسا کہ میں پہلے اس پر تفصیل سے بات کر چکا ہوں یہاں اس کا اعادہ نہیں کرنا چاہتا یہاں صرف اتنا عرض کروں گا کہ امیر کائنات علیہ الصلوات والسلام نے جناب آدم علیہ السلام سے لے کر جناب خاتم الانبیا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تک سارے انبیا و رسل علیہم السلام کی نصرت فرمائی ہے یہ بھی ہے کہ باقی انبیا و رسل علیہم السلام کی نصرت آپ نے غائبانہ فرمائی ہے اور اپنے برادر بجان برابر کی نصرت ظاہری طور پر فرمائی ہے اس لئے زمانہ رجعت میں وہ سارے انبیا و رسل علیہم السلام ان کی نصرت میں حاضر ہوں گے

ابن ابی شیبہ سے فرمایا اللہ کی قسم آدم علیہ السلام سے لے کر خاتم تک کسی نبی کو نہیں بھیجا گیا مگر اسے رجعت میں بلایا جائے گا تاکہ امیر المومنینؑ علیہ الصلوات والسلام جتنی تلوار چلائیں اس کے بعد فرمایا ابھی تک اس آیت کی تفسیر ظاہر نہیں ہوئی

سلام بن مستنیر نے عرض کیا وہ کب پوری ہوگی تو فرمایا جب تمام انبیا و رسل کو اللہ

امیر کائنات علیہ الصلوات والسلام کے گرد جمع فرمائے گا اور لوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم لواءالحمد ان کے ہاتھ میں دیا جائے گا اس روز امیرالمومنین علیہ الصلوات والسلام تمام مخلوق کے امیر اور سردار ہوں گے

اسی طرح امیر کائنات علیہ الصلوات والسلام نے ایک خطبہ میں فرمایا تھا کہ اللہ جل جلالہ نے تمام انبیاؑ سے میری مدد کا عہد لیا تھا لیکن ابھی تک انہوں نے ہماری مدد نہیں کی ہاں یہ نصرت وہ اس وقت کریں گے جب تمام عالمین پر ہماری حکومت ہو گی اللہ آدم علیہ السلام سے جناب خاتم الانبیا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تک سب کو لائے گا اور وہ تمام ہماری نصرت میں ہماری ذات جتنی شمشیر زنی کریں گے

اسی طرح انہوں نے فرمایا تھا کہ اپنے زمانہ حکومت میں ہم اپنے صفین وجمل والے انصار وشہدا کا اس طرح انتقام لیں گے کہ ان کے بدلے میں ایک ایک ملعون ہزار ہزار بروایت دیگر ستر ستر ہزار مرتبہ تہہ تیغ کریں گے

دوستو! ۔ امیر کائنات علیہ الصلوات والسلام کی آمد کو اس طرح بیان فرمایا گیا ہے کہ جس وقت شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف شام سے واپس تشریف لائیں گے تو واپس کوفے میں قیام فرمائیں گے اور وہاں ایک اتنی بڑی مسجد بنائی جائے گی جس کے ایک ہزار دروازے ہوں گے اس کے بارے میں پہلے ہی کسی خطاب میں بیان کر چکا ہوں یہاں یہ عرض کروں گا کہ جب یہ مسجد تیار ہو چکی ہو گی جو انتہائی قلیل وقت میں تیار ہو جائے گی یہ بھی ممکن ہے کہ یہ مسجد کلمۂ ''کن'' سے خلق فرما دی جائے جب آپ جناب مسجد میں تشریف لائیں گے تو اس میں ایک بلیغ خطبہ انشا فرمائیں گے وہ خطبہ ہمارے کتب میں موجود بھی ہے اور میں 1989 میں ایک تقریر اس خطبے کی تشریح پر کر چکا ہوں جب آپ وہ خطبہ انشا فرمانے میں مصروف ہوں گے وہ ہزار

دروازے والی مسجد لوگوں سے کھچا کھچ بھری ہوئی ہوگی ملکوت و جنات کا ایک جم غفیر ہوگا اور آپ کے منبر کے دائیں بائیں سنہری منابر پر باقی معصومین علیہم الصلوات والسلام تشریف فرما ہوں گے جس وقت آپ اس خطبے کے اختتامیہ کلمات پر پہنچیں گے تو اس وقت مسجد اقدس کے باب البادیہ جو حیرہ [نجف الشرف] کی طرف ہوگا اس کے سامنے سے جلالتِ اِلٰہیہ کا حامل ایک لشکر ظاہر ہوگا اس میں وادی السلام کے اسی 80 ہزار صدیقین بھی شامل ہوں گے ان میں امیر کائنات علیہ الصلوات والسلام کے جملہ جاں نثار و فدائی و شیدائی شامل ہوں گے اور اس وقت ان کے علمبردار جناب ہاشم مرقال علیہ السلام ہوں گے بروایتے اس وقت ان کے علمبردار جناب جعفر طیار علیہ الصلوات والسلام ہوں گے جس وقت امیر کائنات علیہ الصلوات والسلام کا لشکر عظیم مسجد کے دروازے پر پہنچے گا تو اس وقت ہمارے شہنشاہ زمانہ تعظیماً سروقد کھڑے ہو جائیں گے اس وقت امیر کائنات علیہ الصلوات والسلام مسجد میں داخل ہوں گے تو شہنشاہ معظم عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف اپنے منبر سے اتر کر ان کے سامنے جھکیں گے اور ان کے دست مبارک کا بوسہ دیں گے اور وہ جناب شفقت پدری کا مظاہرہ فرماتے ہوئے ان کی تاج زرین سے آراستہ جبین مبین پر بوسہ ثبت فرمائیں گے اس کے بعد شہنشاہ معظم عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف انہیں تخت عرش وقار پر متمکن ہونے کی گذارش کریں گے اس وقت شہنشاہ معظم عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف اپنے جد اطہر کے تعارف میں ایک خطبہ انشا فرمائیں گے جس میں فرمائیں گے کہ ھذا السیدا لاکبر ...... یہ شہنشاہ ہی سب سے بڑے سید اور سارے سادات کے سردار ہیں ...... اس وقت سارے حاضرین امیر کائنات علیہ الصلوات والسلام کے سامنے سر بہ خم ہو جائیں گے

﴿ شہنشاہ انبیاصلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی رجعت ﴾

دوستو! - اس کی تفصیل ادوارِ خروج کے ضمن میں پیش کر چکا ہوں مگر یہاں صرف اتنا عرض کروں گا کہ سب سے آخر میں شہنشاہ انبیاصلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم نے اس دنیا میں تشریف لانا ہے اور ان کی رجعت اس وقت ہوگی جب شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰهُ فَرَجَهُ الشَّرِيْف کی آخری جنگ دریائے دجلہ کے کنارے لشکر ابلیس سے ہوگی اس وقت لشکر حق کی یہ کیفیت ہوگی کہ اس پر آثار شکست ظاہر ہوں گے امام صادق علیہ الصلوات والسلام فرماتے ہیں گویا ہم دیکھ رہے ہیں ہمارا لشکر حق پسپا ہو رہا ہے ہمارے لشکر کے فوجیوں کی ایڑیاں دریائے فرات کے پانی میں بھیگ رہی ہیں عین اس وقت ابلیس ایک چیخ مارے گا اور سارے شیاطین سے کہے گا اب بھاگو...... وہ کہیں گے اب تو فتح ہمارے سامنے ہے اور تم فرار ہونے کا حکم دے رہے ہو...... وہ ملعون کہے گا کہ جو میں دیکھ رہا ہوں تم نہیں دیکھ رہے اب وقت معلوم آ چکا ہے تم سارے ذرا اپنی گردنیں اٹھا کر آسمان کی طرف دیکھو...... وہ سارا لشکر ابلیس آسمان کی طرف نگاہ کرے گا تو دیکھے گا کہ شہنشاہ انبیاصلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم آسمان سے نازل ہو رہے ہیں اور ان کی معیت میں ملکوت کے لشکر صف در صف اتر رہے ہیں اور ان کے ہاتھوں میں آتش جہنم کی تلواریں شعلے اگلتی ہوئی نظر آئیں گی ...... (بحوالہ بصائرالدرجات فی باب الرجعت)

آیت وجآء ربك والملك صفاً صفا کی تفسیر میں فرمایا گیا ہے کہ یہ آیت اسی واقعہ کی طرف راجع ہے یعنی یہاں شہنشاہ انبیاصلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی آمد کو رب کی آمد قرار دیا گیا ہے کیونکہ جو اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ ہے وہ تو آنے جانے سے منزہ اور پاک ہے اور جس رب نے آنا ہے وہ یہی جناب ہیں جو اپنے بیٹے کی نصرت کیلئے تشریف لائیں گے

اور اپنے دستِ جبروتی سے ابلیس ملعون کو تہہ تیغ فرمائیں گے

دوستو ! - یہ بھی عرض کردوں کہ اس جنگ میں کئی خوش نصیب لوگ ایسے بھی ہوں گے جو درجہ شہادت کو پائیں گے اور ان کا درجہ کائنات کے سارے شہیدوں سے بلند ہوگا

امام صادق علیہ الصلوات والسلام کا ارشاد ہے کہ ہر مومن کیلئے دو موتیں ہیں ایک بستر کی موت ہے اور دوسری شہادت کی ، جو مومن اس دنیا میں بستر پر فوت ہوگا اسے شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف کے زمانے میں اٹھایا جائے گا اور وہ چہاردہ معصومین علیہم الصلوات والسلام کی نصرت میں تلوار چلائے گا اور ان کی نصرت میں شہید ہوگا اور جو شہید ہوا ہوگا اسے پھر لوٹایا جائے گا تاکہ وہ بستر پہ موت کا مزے لے

دوستو ! - یہاں یہ بات یاد رہے کہ عام آدمی کیلئے تو موت ایک اذیت ناک چیز ہے مگر مومنین کیلئے یہ ایک الذ اللذات چیز ہے اگر مومن کو موت میں کوئی اذیت ہوتی تو مومن کیلئے دوسری موت نہ رکھی جاتی اس سے ایک تو اس کے درجات قربت میں اضافہ ہوتا ہے اس قربت کی جو لذت ہے وہ جنت فردوس کی لذتوں سے بھی لاکھوں گنا زیادہ لذیذ ہے اس لئے مومن کیلئے دو موتیں رکھی گئیں ہیں ......

یہاں یہ وضاحت بھی کرتا چلوں کے جیسے ہر پھل کا ایک علیحدہ ذائقہ و لذت ہوتی ہے اسی طرح بستر کی موت [شہادت] کی ایک علیحدہ لذت ہے اور تلوار سے شہید ہونے کی ایک علیحدہ لذت ہے اور مومنین کو ان دونوں لذتوں سے سرشار کرنا لازم ہے اس لئے اس کیلئے موتین یعنی دو شہادتیں لازم قرار دی گئی ہیں اور ہمیں دعاؤں میں یہ تعلیم دی گئی ہے کہ تم ہمیشہ یہ دعا کرتے رہو

وجعلنی من انصار ہ و اعوانہ و اشیاعہ والذبین عنه وجعلنی من

المستشهد بين يديه طائعا غير مكره

اے میرے خالق ہمیں شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیف کی نصرت کرنے والوں میں قرار دے اور اعانت والوں میں قرار دے اور ان کے شیعوں [نقش قدم پر چلنے والوں] میں قرار دے اور ہمیں ان کی حفاظت کرنے والوں میں قرار دے اور ہمیں ان لوگوں میں قرار دے جو ان کی نصرت میں ان کے سامنے شہید ہونے والے ہیں اور ہمیں ان شہید ہونے والوں میں سے قرار دے کہ جو کمال مسرت و رضا سے ان کی نعلین پر قربان ہو رہے ہوں نہ کہ ان میں سے کہ جو شہادت سے کتراتے ہوئے شہید ہو جائیں گے

یا رب محمدؐ و آل محمدؐ صل علیٰ محمدؐ و آل محمدؐ و عجل فرجهم بقائمهمؑ
عجل الله فرجه الشريف و صلوات الله عليك

یا هو یا من هو لا هو الا هو الحی القیوم یا هو یا من لا یعلم ما هو الا هو الحی القیوم
العلی العظیم
یا مولا کریم عجل الله فرجك وصلوات الله علیك

﴿عجل الله فرجه الشريف و صلوات الله عليه﴾

الحمد لله رب العالمین و صل علیٰ محمدؐ و آلہٖ اجمعین خصوصاً علی حجة الله فی العـالـمین عجل الله فرجه الشریف وآبائه المعصومین وامهاته الطاهرین الطیبین صلوات الله علیهم اجمعین و لعنة الله علیٰ اعدائهم من یوم الازل الی یوم الدین

اے باراتیانِ شبِ بارات!

آج سے دو مجالس کا ایک سلسلہ ہے جو نیمہٗ شعبان کا سلسلہ ہے اس لئے سب سے پہلے تو میں اس مبارک موقعہ پر ملکہٗ عالمین صلوات اللہ علیہا کو اپنی طرف سے اور آپ سب کی طرف سے مبارک باد عرض کروں گا اور ان کے بعد پاک خاندان علیہم الصلوات والسلام کے ایک ایک مقدس فرد کو فرداً فرداً ہدیہ تبریک پیش کروں گا اس کے بعد آپ سب کو مبارک باد عرض کروں گا کیونکہ کل شب برات ہے اور میں اسے آج سے ہی سمجھ کر بات کو آگے بڑھاؤں گا اور اس کی مبارک آج ہی دے رہا ہوں کیونکہ آج بھی شب برات ہے

دوستو! - جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ آنے والی وہ مقدس رات ہے کہ جسے کئی ناموں سے پکارا جاتا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ اس شب کے ہر نام میں ایک علیحدہ معنی ہیں اور ہر نام ایک خاص مقصد کی طرف اشارہ کر رہا ہے

اس شب کو () لیلۃ القدر () شبِ بارات () شبِ برات () شبھ رات [نیک

رات یا خیر کی رات] کہا جا تا ہے

اگر ہم شب بارات کے تلفظ کے حوالے سے بات کریں تو یہ بات ہمارا بچہ بچہ جانتا ہے کہ بارات کسے کہتے ہیں

دوستو !- خوشی کے ساتھ انسان کے تین رویے ہوتے ہیں مثلاً انسان اپنی زندگی میں کئی مرتبہ خوش ہوتا ہے ...... انسان کبھی کبھی خوشی کرتا ہے ...... انسان کئی خوشیاں مناتا ہے ...... یہ خوشی سے انسان کے تین رویے ہیں

خوشی کرنے اور خوشی منانے میں بھی فرق ہوتا ہے کیونکہ جب انسان خوشی کرتا ہے تو اس میں وہ کسی کو شامل نہیں کرتا جو ہو جاتا ہے سو ہو جاتا ہے مگر خوشی منانا اسے کہتے ہیں کہ وہ اپنے گھر میں اس خوشی کو اس طرح سیلی بریٹ (Calibrate) کر کے انجائے (Enjoy) کرتا ہے کہ اس میں اپنے وسائل بھرپورے طریقے سے استعمال کرتا ہے اور اپنے احباب کو پوری طرح شامل کرتا ہے تا کہ اس کے گرد و پیش والوں کو بھی علم ہو کہ آج اسے ایک خوشی نصیب ہوئی ہے وہ اپنی اس تقریبِ جشن نژاد میں اپنے سارے احباب کو شامل کرتا ہے اور پھر اس کاروانِ مسرت کو اس مقام کی طرف لے کر چلتا ہے کہ جہاں اس جشن کا انعقاد طے ہوتا ہے اور اس خوشی میں شامل افراد کو باراتی کہا جاتا ہے اور اس کاروانِ احبابِ مسرت کو بارات کا نام دیا جاتا ہے اس دور میں یہ لفظ صرف شادی بیاہ کیلئے مخصوص ہو کر رہ گیا ہے مگر یہ یہاں تک محدود نہیں ہے

دوستو !- اس شب کو شب بارات اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس جشن مسرت کے مہتمِ اعلیٰ یعنی خلاق کائنات نے یہ خوشی تنہا نہیں منائی بلکہ اس میں اپنی ساری مقدس مخلوق کو شامل کر کے اس خوشی کو منایا اور مقامِ جشن سامرہ شریف تھا جس میں ایک نہیں

لاکھوں بارا تیں اس شب میں اتری تھیں اس جشن کو منانے کی وجہ بھی یہ تھی کہ سارے اولین و آخرین کے مظلومین اس انتظار میں تھے کہ جانے کب ہماری محنتوں کا شجر بارآور ہوگا اب ان کی مظلومیت اور دکھی دل کا تقاضہ یہ تھا کہ ان کی حوصلہ افزائی کی جائے ان کی امید بندھائی جائے کہ سب دیکھ لیں اور ان سے کہا جائے کہ تمہارا منتقم تمہاری امیدوں کا مرکز تمہاری امنگوں کا سرمایا تمہارے آنسو پونچھنے والا اس دنیا میں آرہا ہے چلو سارے ان کے آنے کی خوشی مناؤ تا کہ یہ خوشی ایک عظیم دلاسہ بن جائے ...... اسی طرح ملکوت و ملائکہ حوار ان وغلمان کو بھی اس میں شامل کیا گیا

دوستو! - اس سے قبل بھی خالق نے خوشی منائی تھی مگر اس میں بارات کا کوئی تصور نہ تھا ہر معصوم علیہ الصلوات والسلام کی آمد پر خوشی منائی گئی تھی مگر اس میں علیحدہ علیحدہ مقامات پر جشن منائے گئے تھے ملکہ عالمین صلوات اللہ علیہا کی شادی خانہ آبادی کے موقعہ پر ایک بارات کا سماں تھا مگر اس میں خالقِ کائنات خود باراتی تھا مہتمم نہ تھا مگر اس جشنِ مسرت میں وہ خود مہتمم تھا اس لئے اس نے اسے شب بارات کا نام دلوایا

اگر ہم اسے عربی کے لفظ ''شَبِـــرَ'' کی جمع کی صورت میں ''شبرات'' مان لیں تو الشبر کے معنی ہیں عطیہ، خیر، انعام، تعظیم، فخر سے اکڑنا اور الشبرۃ کے معنی عطیہ اور جمع شبرات یعنی عطیات کے ہوں گے

دوستو! - اگر ہم اس شب کے شب برات والے نام کے حوالے سے بات کریں تو اس میں کئی مصادر کے حوالے سے بات کی جا سکتی ہے مثلاً ہیں ''بَـــرِتَ" در باب سرف کے تناظر میں دیکھیں گے تو اس کے معنی ہیں حیران ہونا ...... اگر ہم بَـــرَتَ در باب ضرب کے تناظر میں دیکھیں گے تو اس کے معنی ہیں کاٹنا قطع کرنا ...... بُـــرت و

مَبرت کے معنی ہیں میٹھا چینی ......بُرت کے ایک معنی ہیں ''ماہر'' اور دوسرے معنی ہیں ''رہبر'' اگر اس کا ماخذ ''بری'' کو بنائیں تو برأت کے معنی تبرا و بریت کی رات ہے

اگر ہم شَبَرَ سے اسے شَبَرَات والے تلفظ کو اختیار کریں تو بھی اس کے معنی عزتیں، اندازے، بالشتیوں کے ہوتے ہیں

دوستو!۔ اگر ہم ان سارے معانی کا مختصر سا مفہوم بنالیں تو وہ اس طرح ہوگا کہ یہ رات ایک میٹھی کائنات کو حیران کرنے والی رات ہے، اللہ جل جلالہ کا عطیہ ہے، اندازے اور عزت والی رات ہے، یہ رات رہبر عالمین عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف کی آمد کی رات ہے، یہ رات ایک انتقام و قیام عدل میں ماہر ذات کی آمد کی رات ہے، یہ مومنین کو مصائب اور آلام سے بری کرنے اور عذاب جہنم سے نجات دینے والی رات ہے اور دشمنوں پر تبرا کرنے کی رات ہے، دشمن سے بیزاری کی رات ہے، اس لئے یہ مومنین تو کیا پورے عالمین کیلئے ایک خوشی کی رات ہے

دوستو!۔ جہاں مومنین کے خصوصیات بیان ہوئے ہیں کہ ''ضحکھم تبسم '' یعنی مومنین قہقہہ لگا کر کبھی نہیں ہنستے بلکہ ان کا ہنسنا مسکراہٹ تک محدود رہتا ہے مگر اس رات میں ہنسنا ہنسانا اس رات کو قہقہہ لگانا بھی عبادت ہے کیونکہ یہ سرمایۂ آل محمدؐ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف کے نزولِ اجلال کی شب ہے

دوستو!۔ یہ تو تھا اس رات کا مختصر سا تعارف اب میں اس رات کی مناسبت سے اپنے شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف کے جس اسم مبارک کو عنوانِ بیان بنا رہا ہوں وہ ایسا اسم مبارک ہے کہ جس سے ہمارے مذہب کا کوئی بچہ بھی ناواقف نہیں ہے کیونکہ ہم اپنے شہنشاہ معظم عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف کے بڑے بڑے زیارات سے لے کر

زیارت مختصرہ تک کئی زیارات میں اپنے شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَهُ الشَّرِيْف کو اس لقب سے خطاب کر کے سلام عرض کرتے ہیں اور ہم عرض کرتے ہیں

السلام علیك یا شریك القرآن عجل الله فرجك و صلوات الله علیك

سب سے پہلے جس بات کی طرف میں اشارہ کرنا ضروری سمجھتا ہوں وہ یہ ہے کہ اکثر حضرات لفظ سلام کو سمجھے بغیر ادا کر دیتے ہیں کہ اور وہ اپنی حیثیت کو بھول جاتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ یہ ہم جو سلام عرض کر رہے ہیں یہ اپنی طرف سے ہے حالانکہ یہ ایک مغالطہ ہے اگر کوئی آدمی اپنی طرف سے سلام عرض کرتا ہے تو یہ اس کی نادانی ہے بلکہ جیسا کہ متعدد زیارات میں سلام عرض کرتے ہیں تو اس میں اس حقیقت کی طرف اشارہ ہے کہ ہم کس حیثیت سے سلام عرض کرتے ہیں جیسا کہ عرض کرتے ہیں سلاماً من عرفك آپ پر اس کا سلام جو آپ کا عارف ہے

یہاں بھی ہم خوش فہمی میں مبتلا ہو جاتے ہیں کہ عارف ہم ہیں اور بحیثیت عارف کے ہم سلام عرض کر رہے ہیں مگر اس فقرے کو دیکھیں کہ حضور آپ کو میں اپنی طرف سے نہیں بلکہ اس ذات کی طرف سے سلام عرض کر رہا ہوں کہ جو آپ کی کلی طور پر عارف ہے یعنی میرا نہیں اس کا سلام ہو جو آپ کو پہچانتا ہے جو آپ کا عارف ہے

دوستو! - یہ تو آپ کو کئی مرتبہ عرض کر چکا ہوں کہ عرفان کا پہلا درجہ مشاہدۂ ناقص ہے اور عرفان کا اعلیٰ ترین درجہ مشاہدہ کلی ہوتا ہے

اب اس سلام میں کسی ناقص مشاہدے والے کی بات تو ہو ہی نہیں سکتی بلکہ ہم اس کی طرف سے سلام کرتے ہیں کہ جو ان کا مشاہدہ کل رکھتا ہے جو ازل سے ان کا عارف ہے اور ان کے ابد تک کا عارف ہے

یہ تو آپ جانتے ہی ہیں کہ جناب جبرائیلؑ جب بھی سرور دو جہاں صلی الله علیه و آلهٖ وسلم کی

خدمت میں حاضر ہوتے تھے تو اس کے بارے میں جملہ شیعہ سنی لکھتے ہیں کہ انہوں نے کبھی بھی اپنی طرف سے سلام نہیں کیا تھا بلکہ ہمیشہ حاضر بارگاہ ہوکر وہ پہلے یہ جملہ عرض کرتے تھےان الله يقرئك السلام یعنی آپ اللہ جَلَّ جَلَالُہُ کے سلام قبول فرمائیں یعنی انہوں نے اپنی طرف سے کبھی سلام نہ کیا تھا کیونکہ وہ اس بات کو جانتے تھے کہ ہمارے سلام ان کے قابل ہی کہاں ہیں جو میں سلام کرتا پھروں وہ اس کی طرف سے سلام عرض کرتا تھا جو ان کا عارف کامل ہے اسی طرح مومن بھی عرض کرتا ہے کہ میرا نہیں میں تو اس کی طرف سے سلام کر رہا ہوں کہ جو آپ کا عارف کامل ہے میری کیا اوقات کہ میں سلام کروں میرے سلام تو ان کے شایان شان ہیں ہی نہیں دوستو! ۔ میں نے عرض کیا تھا کہ ہم زیارت میں عرض کرتے ہیں

السلام عليك يا شريك القرآن عجل الله فرجك و صلوات الله عليك

دوستو! ۔ یہ تو آپ جانتے ہیں کہ جو شخص بھی اپنے اوپر شیعہ ہونے کا لیبل رکھتا ہے وہ انہیں شریک القرآن ضرور مانتا ہے اس کے اس عقیدے کی وجہ چاہے زیارت کا یہ فقرہ ہو یا حدیث ثقلین وہ اسے درست ضرور مانتا ہے یہ علیحدہ بات ہے کہ آج سے اس کا بھی انکار کردے مگر آج تک کسی نے انکار نہیں کیا

دوستو! ۔ یہاں یہ بھی عرض کرتا چلوں کہ حدیث ثقلین ستر طریق سے روایت ہوئی ہے اس میں سے صرف ایک طریق سے کتاب الله و "سنتی" ہے باقی سب میں کتاب الله و عترتی ہےاوراس طریق کے درمیان کئی روات و ناقل مجهول الحال ہیں کئی عدو آل محمد علیہم الصلوات والسلام ہیں اور وہ طریق مقطوع بھی ہے، ضعیف بھی ہے، احاد بھی ہے، منکر بھی ہے، کئی لوگ اس میں متہم بالکذب بھی ہیں اس لئے لفظ سنت کی بجائے عترت درست اور حقیقی لفظ ہے

ہاں تو میں عرض کرر ہا تھا کہ ہم زیارات میں یہ فقرہ ادا کرتے ہیں

السلام عليك يا شريك القرآن عجل الله فرجك

اس فقرے میں جو دوسرا تشریح طلب لفظ ہے وہ ہے ''شریک'' شریک، شرکت، شراکت، مشارکت، شرک، یہ وہ الفاظ ہیں جنہیں ہم اپنی روزمرہ کی گفتگو میں استعمال کرتے رہتے ہیں لیکن اس کے اقسام کے بارے میں کبھی غور نہیں کرتے بات یہ ہے کہ مشارکت کے کئی اقسام ہیں مثلاً

(1) مشارکت صوری ...... ہم شکل وصورت ہونا مشابہہ ہونا

(2) مشارکت صفاتی ...... یعنی صفات و خصائص میں شریک ہونا

(3) مشارکتِ اختیاری ...... کسی کے اختیارات واقتدار میں ساجھے داری

(4) مشارکت افعالی ...... کسی کے افعال میں شریک ہونا

(5) مشارکت مالی ...... یعنی کسی ملکیت میں یا کاروبار میں پارٹنرشپ

(6) مشارکت ذاتی ...... یعنی کسی کی ذات میں شریک ہونا

اس کے بعد درجات شراکت ہوتے ہیں یعنی کون کس چیز میں کتنے فی صد کا شریک ہے جیسا کہ ہم دیکھتے ہیں کہ ایک کاروبار میں کئی لوگ شریک ہو جاتے ہیں تو اس کل کا کئی فیصد حصہ ان میں تقسیم ہوتا ہے یعنی دو آدمی ایک کاروبار میں شریک ہیں تو ان کی شرکت کی شرح کیا ہے کیا یہ نصف و نصف کے حصہ دار ہیں؟

یا کسی کا حصۂ شراکت کم وبیش ہے یعنی کوئی پانچ فی صد کا ساجھے دار ہے، کوئی دس فی صد کا وغیرہ وغیرہ اگر ہم اس تناسب اور شرح کو دیکھیں گے تو پھر یہ قرآن کے شریک نہیں بلکہ قرآن ان کا شریک ہے کیونکہ قرآن کو جو حصہ ملا ہے وہ ان کے کل کا ہزارواں لاکھواں حصہ ملا ہے مگر ہم اس حوالے سے بات نہیں کرتے بلکہ جو بتا در

ہوتا ہے اسی سے بات کا آغاز کریں گے یعنی یہ قرآن کریم کے نصف کے پارٹنر ہیں
اب یہاں ایک اور بات بھی عرض کرتا چلوں کہ شریک القرآن کی جو ترکیب ہے
اس میں قرآن پر الف اور لام بھی موجود ہے یہ ایک علیحدہ موضوع ہے کہ اس
الف اور لام کو ہم معرفہ کا مانیں یا حصر کا یا استغراق یا عہدی یا تخصیصی یا جنسی یا
تمیزی یا زائد وغیرہ مانیں اور ان میں کیا مانیں تو کیا معنی ہوں گے؟

اگر ہم اس پر بات کریں گے تو بات بہت بڑھ جائے گی اور مجلس کا ماحول ان
موضوعات کا متحمل بھی نہیں ہوتا

یہ بھی ہے کہ میں مشارکت کے سارے اقسام و درجات پہ بات کروں گا تو بھی
بات بہت بڑھ جائے گی اس لئے یہاں انتہائی اجمال کے ساتھ چند ایک کا ذکر کرنا
ضروری سمجھتا ہوں سب سے اول ہے مشارکت صوری

﴿ مشارکت صوری ﴾

دوستو! - جیسا کہ میں نے شرکت کے اقسام کے ضمن میں عرض کیا ہے کہ مشارکت کی
ایک قسم ہے شراکتِ صوری یعنی شکل وصورت میں مشارکت ومشابہت یہ مشارکت
شراکت ناقصہ کہلاتی ہے کیونکہ اس میں صرف شکل کی حد تک بات ہوتی ہے مگر یہاں
ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ قرآنِ کریم کی حقیقی صورت وشکل کیا ہے؟ کیا یہ جو
ہمارے سامنے سرخ وسفید کاغذوں پر مختلف قسم کی سیاہیوں سے لکھا ہوا ہے؟ کیا یہی
اس کی حقیقی شکل وصورت ہے؟

دوستو! - قرآن کی حقیقی شکل نورانی ہے اور وہ نور ہے اس کی حقیقت نور ہے یہ
ایک دن اپنی اصلی صورت میں ظاہر ہوگا جیسا کہ اہل سنت واہل تشیع کے حوالے

سے میں نے ماضی کی ایک مجلس میں بیان کیا تھا یہاں صرف اس کا خلاصہ عرض کروں گا کہ قیامت کے دن ایک نوجوان عرصہ محشر میں ظاہر ہوگا اس کے حسن و جمال سے اہل محشر مبہوت رہ جائیں گے متقین سمجھیں گے کہ یہ ہم میں سے ہوگا مگر وہ ان کی صفوں کو عبور کرتے ہوئے آگے بڑھے گا پھر صالحین سمجھیں گے کہ یہ ہم میں سے ہوگا ملکوت سمجھیں گے کہ یہ ہم میں سے ہے انبیا سمجھیں گے کہ یہ شاید ہم میں سے ہے سب کہہ اور سمجھ رہے ہوں گے کہ یہ ہم میں سے ہوگا مگر وہ نورانی نوجوان بڑھ کر شہنشاہ انبیا صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم اور ان کے پاک انوار علیہم الصلوات والسلام کے ساتھ کھڑا ہو جائے گا

یہ بات اس دنیا کی بات نہیں عرصہ محشر کی بات ہے وہ دن عام دن نہیں ہے وہ دن حقائق الاشیاء کے انکشاف کا دن ہے اس دن عقلیں کامل ہوں گی اس بشر نما جوان کو ہر کوئی اپنی مثل سمجھ رہا ہوگا مگر وہ ان کے ساتھ جا کر کھڑا ہو جائے گا جو اس کے شریک صورت ہوں گے

اب یہ تو آپ جان ہی چکے ہوں گے کہ انکشاف حقائق کے دن بھی قرآن صامت کو لوگ اپنی مثل سمجھ رہے ہوں گے مگر یہ ان کا فریب نظر ہوگا اور اگر آج کوئی قرآن ناطق کو اپنی مثل سمجھتا ہے تو یا تو یہ اس کا فریب نظر ہے یا بدنیتی ہے جو ایک حقیقت کا قتلِ عمد ہے

دوستو ! ۔ملکوت اگرچہ نوری ہیں اور قرآن بھی نور ہے مگر حقیقتِ قرآن حقیقتِ ملائکہ سے جدا ہے اور حقیقت یہ بھی ہے کہ اس دن ہر چیز نے اپنی اصل کی طرف رجعت کرنا ہے جیسا کہ ارشاد ہے☆ و کل شئی یرجع الیٰ اصلہٖ

کیونکہ قرآن کی اصل نور محمدؐ یہ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم ہے اس لئے اس نے ان کی طرف ہی

لوٹ کر جانا ہے وہاں امت مرحومہ کے بعض لوگ اور بعض علما بھی اپنی حقیقتِ ذاتیہ کی صورت میں آئیں گے☆ و اذا وحوش حشرت وہ انسانوں کی نہیں بندروں، خنزیروں، کتوں اور درندوں کی شکل میں آئیں گے اس وقت فرمایا جائے گاقال الرسول یا ربی ان قومی اتخذوا هذا القرآن مهجوراً اے میرے مالک انہوں نے قرآن کو چھوڑ دیا تھا اسے اکیلا کر دیا تھا اس کے الفاظ واوراق کو چمٹے رہے تھے اس کی حقیقت اور مقصدیت کو انہوں نے چھوڑ دیا تھا

دوستو!۔آپ نے دیکھا کہ اس دن قرآن ان کی ساتھ شامل ہوگا یہ اس کی طرف چل کر نہیں جائیں گے یعنی شریک القرآن کے معنی ہیں کہ یہ قرآن کے اصل ہیں یہ کل ہیں قرآن جزو ہے اس لئے تو وہ ان کی طرف آرہا ہے یہ اس کی طرف نہیں جا رہے

مشارکت فی الاختیار

دوستو!۔مشارکت افعالی یہ ہوتی ہے کوئی کسی کے افعال میں شریک ہو یعنی جو کچھ ایک شریک اول کر سکتا ہو وہی کچھ شریک ثانی بھی کر سکتا ہو مگر دونوں کسی واحد کھاتے میں وہ افعال کر رہے ہوں اس بات کو ایک مثال سے عرض کروں گا

آپ نے دیکھا ہوگا کہ ایک بازار میں دو جیولرز کی دکانیں ہوں وہ کام ایک کر سکتے ہوں مگر دکانیں جدا جدا ہوں یعنی وہ دونوں علیحدہ علیحدہ دکان کے مالک ہوتے ہوں تو انہیں کوئی شریک نہیں سمجھتا شریک تب مانا جاتا ہے جب وہ ایک ہی دکان کے مال میں ساجھے دار ہوں اور اس میں اپنے اختیارات کی بھی ساجھے داری رکھتے ہوں قرآن کریم کو جب ہم دیکھتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ قرآن کریم بذات خود

تو کوئی اختیارات نہیں رکھتا بلکہ اس کا خزانۂ اختیارات اختیارات الٰہیہ ہیں جس سے وہ اپنے افعال کا مظاہرہ کرتا ہے جو شریک القرآن ہے وہ اس کے اختیارات کلی میں بھی شریک ہے

﴿ مشارکت فی الصفات ﴾

دوستو! ۔ اگر ہم مشارکت فی الصفات کو دیکھنا چاہیں گے تو سب سے پہلے ہمیں یہ دیکھنا ہوگا کہ قرآن کے کیا کیا صفات و خصائص وخصوصیات ہیں جب ہمیں یہ مل جائیں گے تو ہم پھر دیکھ سکیں گے کہ شریک القرآن عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف کے خصوصیات کیا ہیں کہ جن میں وہ قرآن کے شریک ہیں مگر یہ بات نہیں بھولنا چاہیے کہ یہ صرف شریک القرآن ہی نہیں بلکہ ان کے ذاتی اختیارات وصفات وخصائص وخصوصیات اس کے علاوہ ہیں آیئے ہم قرآن کریم کے صفات وخصائص کو خود اس کی زبانی سنتے ہیں

﴿ خصوصیت اولیہ ﴾

دوستو! ۔ قرآن کریم کی خصوصیت اولیہ ہے شفا دینا جیسا کہ وہ خود فرماتا ہے

☆ و ننزل من القرآن ما هو شفاءً ورحمة للمومنين ولا يزيد الظالمين الا خسارا ...... یعنی قرآن مومنین کیلئے شفا ہے اور ظالمین کیلئے مرض یعنی کفر وشرک و ظلم میں اضافے کا موجب ہے یہ بھی ہے کہ انسان کے امراض بہ تعداد ارکان ہیں یعنی امراضِ جسمانی و امراضِ روحانی امراضِ نفسی اور اس میں امراض جسمانی و روحانی ونفسانی سب کیلئے شفا موجود ہے اور یہ اس کے صفات میں سے ہے

دوستو! ۔ اگر آپ اس آیت کو غور سے دیکھیں گے تو پتہ چلتا ہے کہ اس آیت میں

ایک عمومی قانون ٹوٹتا ہوا نظر آتا ہے وہ یہ ہے کہ جب کسی چیز کی تصویر کے دونوں رخ دکھانا مطلوب ہوتے ہیں تو ہمیشہ صفاتِ متضادہ اور الفاظِ متضادہ کو لایا جاتا ہے جیسا کہ اس میں لفظ شفا آیا تھا تو اس کی ضد خسارہ نہیں ہے بلکہ ☆ و لا یــزیـد الـظـالمین الا مرضاً ہوتا مگر یہاں خسارہ آیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اکثر اوقات صحتِ جسمانیہ بھی موجب خسران و خسارہ ہوتی ہے اس لئے یہاں اس حقیقت کو واضح کیا گیا ہے کہ اس قرآن سے مومن و غیر مومن جسمانی صحت حاصل کرسکتے ہیں اس دنیا کی حدتک اس سے استفادہ کرسکتے ہیں مگر بحیثیت آخرت کے یہ ظالمین کے خسارے میں بڑھاوا ہی دے گا

شریک قرآن عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف سے اس دنیا میں لوگ استفادہ کررہے ہیں کیونکہ وہی موجبِ بقائے حیات ہیں نعمات عطا فرمانے والے ہیں وہ مومن سے زیادہ غیر مومن کونواز رہے ہیں مگر اس سے کوئی دھوکہ نہ کھائے بلکہ ☆ ولا یـزیـد الظالمین الا خســـارا فراوانی نعمات سرکشی کو بڑھاتی ہے ظالم کے ظلم کا ڈول بھرتا چلا جاتا ہے دورِغیبت میں تو شریک قرآن عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف نے نعمات کی بارش کردی ہے فراوانی ہی فراوانی ہے مگر ظالمین کے کفر وطغیان کی بھی حدیں ٹوٹ رہی ہیں

خصوصیت ثانیہ

دوستو! ۔ جب ہم قرآن کریم کے خصوصیات و صفات کو دیکھتے ہیں تو اس میں ہمیں پتہ چلتا ہے کہ اس کی ایک خصوصیت وصفت یہ بھی ہے کہ یہ بے مثل ہے اس کی مثال کوئی نہیں لاسکتا جیسا کہ ارشاد ہے ......قل لئن اجتمعت الانس و الجن علی ان یاتوا بمثل ھذاالقرآن لا یا تون بمثلہٖ ......

فرمایا گیا ہے کہ اے جن وانس اگرتم سارے اپنی ساری قوتیں مجتمع ہی کیوں نہ کرلو تو تم اس کی مثل نہیں لا سکتے ...... یہ دعویٰ اصل دعوے کا مقدمہ تھا یعنی سب سے پہلے جو دعویٰ ہوا اس میں دعوے کے دائرے کو بہت وسیع کر کے پیش کیا گیا جب دیکھا کہ اس کی تو کوئی جرأت ہی نہیں کر رہا تو اس کے بعد اس دعوے کو اور بھی آسان کر دیا گیا یعنی یہ فرمایا گیا کہ......قل فاتوا بسورۃ من مثلہٖ

فرمایا اے میرے حبیب صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم ان لوگوں کو اگر اپنی عقل وزبان پر ناز ہے تو ان سے فرما دیں کہ وہ پورا قرآن نہ سہی اس کی ایک سورۃ کی مثل ہی لا کر دکھا دیں تو ہم مانیں ......مگر یہ نہیں لا سکتے آپ ان سے فرما دیں کہ وہ سورہ بقرہ جیسی کوئی بڑی سورۃ نہیں لا سکتے تو سورۃ کوثر اور سورۃ اخلاص جیسی کوئی چھوٹی سے سورۃ لا کر دکھا دیں ...... پھر فیصلہ بھی سنا دیا لایاتون بمثلہٖ اس کی مثل کوئی نہیں لا سکتا جس وقت یہ دیکھا تو اس وقت اللہ نے اپنے چیلنج کو اور بھی آسان کر دیا اور فرمایا

فلیاتو ابحدیث مثلہ ان کانوا صادقین

اگرتم کسی سورۃ کی مثل لا کر نہیں دکھا سکتے تو بس اب سب سے آسان چیز کا چیلنج کرتے ہیں کہ تم صرف ایک آیت اس کی مثل لا کر دکھا دو ...... آپ خود دیکھیں کہ اللہ جل جلالہ نے کس طرح اپنے دعوے کو چلایا ہے یعنی جن وانس کو چیلنج دیا ہے کہ تم چاہے ایک دوسرے کے معاون و مددگار ہی کیوں نہ بن جاؤ تم قرآن کی مثل نہیں لا سکتے اس چیلنج کو خالق نے اور بھی آسان کیا فرمایا چلو سارا قرآن نہیں بلکہ تمہیں اگر اپنے اوپر ناز ہے تو اس کی ایک سورۃ ہی کی مثل کہیں سے لا کر دکھا دو پھر اس چیلنج کو اور آسان کیا اور فرمایا کہ تم اس کی ایک آیت کی مثل ہی لا کر دکھا دو پانچ دس سطر والے آیات نہ سہی ربك فکبر جیسی کوئی چھوٹی سی آیت لا کر دکھا دو اللہ

والی آیت نہ سہی آدم والی آیت نہ سہی ابلیس والی آیت کی مثل لاکر دکھا دو واستکبر و کان من کافرین جیسی کسی آیت کی مثل ہی لاکر دکھا دو......تم کسی نبی والی آیت کی مثل نہیں لا سکتے تو چلو مومنین کے ایک کتے والی یا خنزیر والی آیت جیسی لاکر دکھا دو...... کچھ تو کر کے دکھا دو

دوستو! - آپ فرض کریں کوئی ایک سورۃ کی مثل بنا کر پیش کر دیتا اور کہتا یہ قرآن کی فلاں سورۃ کی مثل لایا ہوں اور اگر کوئی ایسا کرنے کی جرأت کرتا تو اس کا فعل اللہ ﷻ کے چیلنج کو رد کر دینے کے مترادف تھا یعنی کوئی یہ کہہ دیتا کہ کتے والی آیت جیسی تو میں پیش کر سکتا ہوں تو اس کا یہ کہنا گویا اللہ ﷻ کی نعوذ باللہ تکذیب کے مترادف تھا

قرآن نے جب یہ دعویٰ کیا تو بہت سی کوششیں ہوئیں تاریخ گواہ ہے مسیلمہ کذاب ملعون اور ابن صیاد ملعون جیسے لوگوں نے اس چیلنج کو قبول کیا اور سورۃ الدخان اور اور سورہ بینہ جیسے سورہ بنانے کی کوششیں کیں تو سب سے پہلے انہیں خود کفار نے کہا یہ جو کچھ تم نے بنایا ہے یہ اس جیسا نہیں ہے جو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم لائے ہیں دوسری طرف کسی بھی مسلمان نے انہیں مسلمان نہیں مانا سب نے انہیں کافر مانا اور انہیں قتل کیا گیا ایک کو زمانہ رسالت صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم میں فی النار کیا گیا اور دوسرے کو جناب ابو دجانہ بن خراش تمیمی نے پہلی خلافت کے زمانے میں فی النار کیا......ان کے بارے میں سارے متفق ہیں کہ وہ کافر تھے اب دیکھیں اس بات پر تو ساری امت مسلمہ متفق ہے کہ قرآن صامت کی کسی ایسی آیت کی مثل لانے والا تو کافر ہے اور قرآن ناطق کی مثل بنانے والا کیسے مسلمان ہوسکتا ہے؟

دوستو! - صامت کی مثل لانے کی تو کفار نے بھی جرأت نہیں کی ہے اگر کی ہے تو

کفار نے بھی اسے کافر مانا ہے تو جو بزعمِ خویش ناطق کی مثل لانے کا دعویٰ کرتا ہے وہ کفار سے بھی بدتر نہیں ہے تو کیا ہے؟

( ) دوستو! - آپ ایک مرتبہ پھر اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کے چیلنج کو دیکھیں جس میں اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ نے یہ نہیں فرمایا کہ تم ایک سورۃ یا آیت کی مثل بنا کر دکھادو بلکہ فرمایا ہے ''فاتوا'' جس کے معنی کسی بنی بنائی چیز کو پیش کرنا یا سامنے لانا ہوتا ہے اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ نے یہ نہیں فرمایا کہ تم بنا کر لاؤ یہ تو ناممکنات میں سے ہے کیونکہ انسان تو اپنے جیسا انسان بھی بنا کر نہیں لاسکتا بلکہ ایک گندم کا دانہ بھی خود سے بنا کر نہیں لاسکتا تو قرآن والی بات تو اس سے بھی مشکل ہے

پھر یہ بھی ہے کہ معترض یہ بھی کہہ سکتا تھا کہ انسان تو ایک گندم کا دانہ بھی نہیں بنا سکتا ایک کتا اور بلی بھی نہیں بنا سکتا تو اسی طرح سے قرآن بھی نہیں بنا سکتا تو اس میں ایک عام جانور اور قرآن میں کیا فرق رہ جاتا ہے؟

اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کا یہ چیلنج تو پوری فطرت کیلئے ہوسکتا ہے اس کائنات کی ہر چیز کے بارے میں ہوسکتا ہے ایک ایٹم (Atom) سے سولرسسٹم (Solar System) تک ہوسکتا ہے اس میں قرآن کی کیا خصوصیت ہے؟

اسی بات کو دیکھتے ہوئے اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ نے فرمایا کہ تم بنانے میں تو اتنے مجبور ہو کہ خود اپنا ایک بال بھی نہیں بنا سکتے ہاں اس کائنات کی ہر چیز کی کوئی نہ کوئی مثل لاکر دکھا ضرور سکتے ہو یعنی ایک ذرے سے لے کر کائنات تک کی مثال ومثل موجود ہے مگر میرے اس قرآن کی ایک آیت کی مثل بھی موجود نہیں ہے اس قرآن کی ہر آیت اپنی مثال آپ ہے اسی طرح میرے قرآن ناطق کے جتنے آیات اللہ علیہم الصلوات والسلام ہیں وہ بھی اپنی مثل آپ ہی ہیں ان کی بھی کوئی مثال ومثل موجود ہی نہیں ہے

اس بات پر سارے مسالک اسلام متفق ہیں چاہے وہ وہابی ہیں یا بریلوی یا شیعہ یا سنی اہل حدیث یا اہل قرآن وہ سب اس بات پر متفق ہیں اور سب کا یہ متفقہ فتویٰ ہے کہ جو بھی اس قرآن جیسا یا اس کی ایک آیت جیسا کسی اور عبارت کو مانتا ہے وہ کافر ہے ...... اب یہاں یہ بھی سوچنا ہوگا کہ قرآن صامت جیسا اگر کوئی کسی چیز کو قرار دے تو وہ تو کافر ہے اور جو کسی کو قرآنِ ناطق جیسا سمجھتا ہے یا کہتا ہے وہ کیسے مسلمان ہے؟ جو شریک القرآن عَجَلَ اللّٰهُ فَرَجَهُ الشَّرِيف کی مثل کسی اور کو مانتا ہے اس کے بارے میں کیا فتویٰ دینا چاہیے؟ یہ تو کوئی مفتی ہی بتا سکتا ہے

خصوصیت ثالثہ

دوستو! -کبھی آپ نے سنا ہے کہ کسی عالم یا کسی جاہل نے یہ کہا ہو کہ نماز میں قرآن پڑھنا مبطل نماز ہے یعنی نماز میں قرآن کی تلاوت سے نماز باطل ہو جاتی ہے؟

سارے علما کہتے ہیں کہ دوران نماز یا تو قرآن پڑھیں یا پھر دعا کریں اور کسی بھی چیز کو درمیان میں لایا گیا تو نماز باطل ہو جائے گی

اب ہم ان سے یہ تو کہہ ہی سکتے ہیں کہ بھائی قرآن کے جو شریک ہیں انہیں تو نماز سے خارج نہ کریں کیونکہ جہاں جہاں قرآن پڑھنے کی اجازت ہوگی وہاں شریک القرآن کی شراکت ضرور ہوگی آپ ایک شریک کا بلا جرم و خطا حق تلف کر رہے ہیں کیا خدا کو منہ نہیں دکھانا

خصوصیتِ رابعہ

دوستو! -قرآن کریم کی پانچویں خصوصیت پر مبنی جو آیت ہے اس میں کئی صفات و خصوصیات کو یکجا کر کے بیان فرمایا گیا ہے جیسا کہ ارشاد ہے

لو ان قرآناً سیرت به الجبال او قطعت به الارض او کلم به الموتیٰ بل لله الامر جمیعاً......رعد31

اگرکوئی ایسا قرآن ہوتا جس سے پہاڑ چلائے جا سکتے جس سے زمین کوقطع کیا جا سکتا یا جس سے مُردوں سے کلام کیا جا سکتا بلکہ اللہ کے سارے امور انجام دیئے جا سکتے ...... آیت کا ترجمہ تو یہاں تک ہے مگر اس میں سارے مترجمین اپنی طرف سے لکھ دیتے ہیں کہ''وہ یہی قرآن ہے'' مگر آیت میں یہ نہیں ہے کہ''یہی قرآن ہے'' بلکہ یہ ترجمہ ہم خود کرتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ جہاں بھی عقلِ انسانی کے ادراک سے بات آگے کی ہوتو اللہ اپنی بات کو مبتدا پر روک دیتا ہے اس کی خبر تک نوبت نہیں جانے دیتا قرآن کا یہ راز بھی عقل انسان سے بعید تھا اس لئے اسے مبتدا تک روک دیا گیا ہے

دوستو!- آپ نے دیکھا کہ امت مسلمہ کا متفقہ یہ فیصلہ ہے کہ یہ کام اسی قرآن کریم کے ذریعے انجام دیئے جا سکتے ہیں ......اب یہاں سوچنے کی بات یہ ہے کہ قرآن صامت سے تو مردے زندہ کئے جا سکتے ہیں کیا قرآن ناطق مردے زندہ نہیں کر سکتا؟ ارے بھائی انہیں شریک القرآن نہ مانو یا پھر جو کچھ اس قرآن کے بارے میں مانتے ہو کم ازکم اتنا تو انہیں بھی مان لو

قرآن سے پہاڑوں کو چلایا جا سکتا ہے مردوں سے تقریریں کرائی جا سکتی ہیں بلکہ اللہ کے جملہ امور سرانجام دئے جا سکتے ہیں

یہ تو شریک صامت ہے اور جو شریک ناطق وحقیقی ہیں؟

یا تو شریک القرآن ماننا چھوڑ دیں یا پھر یہ مانیں کہ یہ کوہ ہمالیہ کو پرندے کی طرح پرواز کروانے پر قادر ہیں یہ صدیوں کے گڑے مردے زندہ کرنے پر بھی قادر ہیں اب اگر امیر المومنین علیہ الصلوات والسلام یہ فرماتے ہیں☆ انا باعث من فی القبور

قیامت کے دن مردوں کو کھڑا کرنے والے ہم ہی ہیں تو اعتراض کیسا ؟

☆ بل للہ امر جمیعاً بلکہ اللہ کیلئے جتنے امور ہیں وہ سب اس قرآن سے کئے جا سکتے ہیں اب یہ آپ نے خود سوچنا ہے کہ اللہ کیا کیا کام کر سکتا ہے اس کیلئے کون کون سے امور مخصوص ہیں وہ سب کچھ تو شریک صامت کر سکتا ہے شریک جزوی کر سکتا ہے تو پھر کل کے اختیارات کیا ہوں گے ؟

اس دور میں جو شخص ایسی بات کرتا ہے اس پر غالی ہونے کا فتویٰ کیوں دیا جاتا ہے ؟ یہ تو قرآن خود فرما رہا ہے اگر غالی ہے تو پھر خود قرآن نعوذ باللہ غالی ہے کسی اور کو کیوں پریشان کرتے ہو

خصوصیت خامسہ

دوستو ! - قرآن کریم کی اولین خصوصیت جو بیان ہوئی وہ ہے ہدایت متقین جیسا کہ ارشاد ہے ...... آلٓم () ذالك الكتاب لاريب فيه هدى للمتقين () الذين يؤمنون بالغيب و يقيمون الصلواة و مما رزقنٰهم ينفقون () و الذين يؤمنون بما انزل اليك و ما انزل من قبل و بالآخرة هم يوقنون ()

اس آیت میں ان متقین کی نشان دہی کی گئی ہے کہ جن کی ہدایت قرآن صامت فرماتا ہے اور اس کی ہدایت کے چند شرائط بھی بیان ہوئے ہیں کہ جب تک یہ شرائط پورے نہ ہوں گے یہ ہدایت فرما ہی نہیں سکتا یعنی (1) غیب پر ایمان ہو (2) قیام صلواۃ پہلے سے ہو (3) ادائیگی زکواۃ پہلے سے موجود ہو (4) انفاق فی الخیر نیک کاموں میں خرچ بھی کر رہا ہو (5) اس کتاب کو اللہ کی نازل کردہ بھی مانتا ہو (6) اور اس سے قبل جتنے کتب سماوی نازل ہوئے ہیں ان پر بھی پہلے ہی

سے ایمان ہو (7) اور آخرت پر بھی یقین کامل ہو

یعنی اس کا ان لوگوں سے کوئی تعلق نہیں ہے جو ان شرائط میں سے ایک بھی کم رکھتے ہیں یہ بھی ایک علیحدہ موضوع ہے کہ متقین سے مراد کون لوگ ہیں غیب سے مراد کیا ہے؟ صلواۃ سے کیا مراد ہے؟ زکواۃ سے کیا مراد ہے اسی طرح ساری چیزیں تشریح طلب ہیں اور یہاں ان کی تشریح کرنا مناسب نہ ہوگا کیونکہ اس سے قبل میں اپنے ایک بیان میں اس آیت کی مکمل تشریح عرض کر چکا ہوں جس کا یہاں اعادہ کرنا عبث ہوگا ...... میرے لئے یہاں صرف اتنا عرض کرنا ضروری تھا کہ قرآن کی ایک صفت ہے ہدایت کرنا ...... یہ بھی عجیب بات ہے کہ اللہ ﷻ نے یہ ہدایت والا کام تو اپنی صفت کے طور پر بیان فرمایا ہے جیسا کہ اس نے اسی قرآن کی زبانی فرمایا ہے

☆ یهدی اللـه فهو المهتد یعنی اللہ جس کی ہدایت کرتا ہے وہی ہدایت پا سکتا ہے یعنی یہ کام اللہ ہی کا ہے ......مگر پھر یہی قرآن یہ بھی بتا تا ہے کہ ☆ ولـكـل قوم هـاد یعنی ہر قوم میں ایک ہدایت کرنے والا ضرور ہوتا ہے

اسی طرح تورات مقدس کے بارے میں هـدیً و رحمته کے الفاظ بھی موجود ہیں یعنی وہ بھی ہدایت کرتی ہے اب ہمارے مہربان علمائے کرام تو یہ فرماتے ہیں کہ جو صفت اللہ کی ہو وہ تو کسی کو نہیں دی جا سکتی مگر اللہ ﷻ تو اپنے صفات کو دھڑا دھڑ بانٹتا ہوا نظر آتا ہے اس کی کیا وجہ ہے؟

اتنے سارے ہادی ماننا کیا شرک تو نہیں ہے؟ یعنی یہ اللہ کے فعل میں اتنے سارے شریک تو خود قرآن بیان فرما رہا ہے کیا وہ خود شرک کی دعوت دے رہا ہے؟

اب اس بات کو دیکھ کر آپ خود سوچیں گے کہ شرک در صفات کیا چیز ہے اس پہ میں بات نہیں کروں گا میں تو یہی عرض کر رہا تھا کہ یہ قرآن کریم تو صرف متقین کی ہدایت

کیلئے آیا ہے یعنی اس کا کفار سے کوئی تعلق نہیں ہے بلکہ صرف متقین کیلئے یہ ہدایت ہے کیا کبھی آپ نے یہ بھی سوچا ہے کہ کیا یہ بھی ہوسکتا ہے کہ انسان ہدایت کے بغیر متقی بن جائے ؟ کیا یہ ممکن بھی ہے کہ پہلے تو انسان بغیر ہدایت کے متقی اور پرہیزگار بن جائے اس کے بعد اسے ہدایت حاصل ہو؟

بات یہ ہے کہ مقام تقویٰ تک لے جانا اس قرآن صامت کا کام ہی نہیں ہے بلکہ یہ تو قرآنِ ناطق علیہ الصلوات والسلام کا کام ہے

اب عرفانیات کا ایک نکتہ یہاں بیان کرتا ہوں کہ اللہ کی ہدایت یہ ہے کہ وہ ہادی امم کو ان میں مبعوث فرماتا ہے اور ان کی طرف لوگوں کی ہدایت فرماتا ہے اس کے بعد ہادی انہیں تقویٰ کے مقام تک لے جاتا ہے جب وہ اس مقام پر پہنچ جاتا ہے تو قرآن صامت اس کی ہدایت کرتا ہے یعنی اسے مقام حجت زمانہ سے آگاہ فرماتا ہے جب مقام حجت معلوم ہو جاتا ہے تو اللہ جل جلالہ کی معرفت حاصل ہوتی ہے کیونکہ حجت زمانہ اللہ جل جلالہ کے صفات کلی کا حامل و مظہر ہوتا ہے اسے دیکھے بنا اللہ کے صفات و ذات کو سمجھنا ناممکن ہوتا ہے

دوستو! -ایک شیطانی توحید ہوتی ہے دوسری رحمانی توحید ہوتی ہے......ابلیس تو ایک موحد اعظم تھا کہ اس نے اللہ جل جلالہ سے صاف صاف عرض کردیا کہ میں تو تیرے سوا کسی کو جھکنے کا تصور بھی نہیں کرسکتا ...... اس کے اس عقیدے پر تو اسے کوئی اعزاز ملنا چاہیے تھا اسے تو کوئی تمغہ دیا جانا چاہیے تھا مگر ملا کیا؟ ☆فاخرج منها انك رجيم یہاں سے دفعہ ہو جاؤ

دوستو! - یہ بھی ذہن میں رکھیں کہ جس عقیدے میں اللہ جل جلالہ کے سوا کوئی حجت نہ ہو یہ شیطانی توحید ہے رحمانی توحید یہ ہے کہ اللہ کے ساتھ ساتھ حجت کا وجود بھی موجود

رہے گا ہادی کا تصور بھی موجود ہو اللہ جس کی ہدایت کرتا ہے اسے ہادی سے واصل کرتا ہے اور ہادی قرآن سے متعارف کرواتا ہے اور قرآن اسے پھر ہادی کا تعارف کرواتا ہے اور یہی اللہ کا تعارف بن جاتا ہے

طرز ہدایت

دوستو! -اب یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ قرآن ناطق و صامت کا طرز ہدایت کیا ہوتا ہے؟

حقیقت یہ ہے کہ جو بھی مناصبِ اِلٰہیہ ہیں ان میں ہدایت کیلئے بحث و مناظرہ نہیں ہوتا بلکہ بلا واسطہ نفس انسانی کو اپیل کی جاتی ہے جو روحانی طریقے سے ہوتی ہے اور ان دیکھی سچائیوں کے ثبوت میں اپنے مظاہرے سے قائل کر دینا یہی طریقہ ہے یہ بھی ایک سائنٹیفک طریقہ ہے جیسے سائنس دان اپنے دعوے کو لیب میں کر کے دکھا سکتا ہے اسی طرح ہادیٔ حقیقی ہر حقیقت کو اپنے اشاروں سے کر کے دکھا کر منوا سکتا ہے

حجاج بن یوسف کے دربار میں سات دن تک بحث ہوتی رہی جس میں بڑے بڑے علما شامل تھے اور موضوع بحث تھا کہ اللہ کے وجود کو کس طرح ثابت کیا جائے سات دن بعد ایک بڑھیا وہاں آ ٹپکی اور اس کے ہاتھ میں ایک چرخہ تھا اس نے گرما گرم بحث سنی تو پوچھا بچو آپ اتنے کیوں جھگڑ رہے ہیں کیا بات ہے؟ ایک عالم نے کہا بڑی بی یہ آپ کی سمجھ سے باہر ہے ہم علما پریشان ہیں تم پوچھ کر کیا کرو گی؟

اس بڑھیا نے کہا بیٹے بتاؤ تو سہی بات کیا ہے؟

اس عالم نے کہا بڑی بی ہم تو اللہ کے وجود کو ثابت کرنے میں لگے ہوئے ہیں اور سات روز سے ثابت نہیں ہو رہا...... یہ دیکھ کر بڑھیا ہنس پڑی اور کہا اتنی چھوٹی سی

بات پر سات روز سے مغز ماری کر رہے ہو؟ انہوں نے کہا یہ کوئی چھوٹی سی بات نہیں ہے بلکہ ایک بہت ہی مشکل موضوع گفتگو ہے

اس پر اس بڑھیا نے وہ چرخہ زمین پر رکھ دیا اور ساتھ ہی بیٹھ گئی اور کہا اس چرخے سے کہو یہ چلے ...... انہوں نے کہا یہ تو اس وقت تک نہیں چلے گا جب تک اسے کوئی چلانے والا نہ ہوگا ...... اس پر اس نے کہا بیٹے یہ ایک چھوٹی سی مشین بھی کسی چلانے والے کے بغیر نہیں چل سکتی تو یہ پورا نظام عالم کیا کسی چلانے والے کے بغیر ہی چل رہا ہے؟ ...... دراصل تمہارا دماغ چل گیا ہے

قرآن ناطق کا طریقہ ہدایت ان علما جیسا نہیں بلکہ پریکٹیکل (Practical) کر کے دکھانے والا ہے جیسے اس بڑھیا نے چرخے کو کائنات کا ماڈل بنا کر دکھا دیا اسی طرح حجت اللہ دوراں عَجَلَ اللّٰهُ فَرَجَهُ الشَّرِيْف کا طریقہ یہی ہوگا کہ وہ پہلے توحید کے صفات و ذات کے بارے میں آگاہ فرمائیں کہ وہ خالق ایسا ہے ایسا ہے وہ یہ کرسکتا ہے وہ یہ کرسکتا ہے پھر خود ہی اشارے سے رزق بانٹ کر دکھائیں گے، ٹھوکر سے مردے زندہ کر کے دکھا دیں گے بلکہ اللہ کے جملہ صفات کا بلا تکلف استعمال فرمائیں گے جس مقام پر کوئی انہیں اللہ سمجھنے پر مکمل تیار ہو جائے گا وہاں نماز کا ایک ہی سجدہ کر کے اس واجب الوجود کی ذات کو بھی منوا دیں گے یہ ہے حجت کا طریقہ ہدایت کیونکہ یہ قرآن ناطق ہیں صامت نہیں ہیں

دوستو! -آخر میں ہمیں دعا کرنا چاہیے کہ وہ روز سعید اس دنیا میں جلدی آئے کہ جب حکومت اِلٰہیہ کا اعلان ہو اور یہ پوری انسانیت علم و عرفان کا سمندر بن جائے اور کوئی چیز بھی عرفان کی مستی سے خالی نہ ہو اور اس دنیا پر عظمت اِلٰہیہ کا اظہار ہو جائے

﴿آمین یا رب العالمین﴾

یا هو یا من هو لا هو الا هو الحی القیوم یا هو یا من لا یعلم ماهو الا هو الحی القیوم
العلی العظیم
یا مولا کریم عجل الله فرجك وصلوات الله علیك

﴿عجل الله فرجه الشریف و صلوات الله علیه﴾

الحمد لله رب العالمین و صل علیٰ محمدؐ و آلہٖ اجمعین خصوصاً علی حجة الله فی العـالمین عجل الله فرجه الشریف وآبائه المعصومین وامهاته الطاهرین الطیبین صلوات الله علیهم اجمعین و لعنة الله علیٰ اعدائهم من یوم الازل الی یوم الدین

اے باراتیان شب برات !

کل سے ہم نے شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰهُ فَرَجَهُ الشَّرِیْف کے اسم مبارک شریک القرآن پر گفتگو کا ایک سلسلہ جاری رکھا ہوا ہے اور یہ تو آپ کو معلوم ہی ہے کہ ہم نے ان کی زیارت کا ایک فقرہ اس اسم مبارک کے ضمن میں عنوان کے طور پر رکھا ہوا ہے اور وہ ہے

السلام علیك یا شریك القرآن عجل الله فرجك و صلوات الله علیك

اس کے ضمن میں کل میں نے عرض کیا تھا کہ قرآن کریم کے کچھ صفات ہیں کہ جن میں ہمارے شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰهُ فَرَجَهُ الشَّرِیْف شریک غالب ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ قرآن ناطق ہیں اور قرآن کریم قرآن صامت ہے ...... یہ تو آپ کو پہلے ہی بتایا جا چکا ہے کہ صامت اور ناطق کیا ہوتا ہے اس کی تشریح شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰهُ فَرَجَهُ الشَّرِیْف کے اسم مبارک الناطق عَجَلَ اللّٰهُ فَرَجَهُ الشَّرِیْف کے ضمن میں کی جا چکی ہے اس کا یہاں اعادہ نہیں کرنا چاہتا آج یہاں صرف قرآن کے صفات میں شراکت کے بارے میں

عرض کرنا ہے کل میں نے قرآن کریم کی پانچ صفات کا ذکر کیا تھا آج اسی مقام سے مکمل بیان کو آگے بڑھاتے ہیں

خصوصیت سادسہ

دوستو ! - قرآن میں ایک آیت ہے جس میں اس کی ایک خصوصیت بیان ہوئی ہے عرفا کا کہنا تھا کہ یہ خصوصیت آئمہ ہدیٰ علیہم الصلوات والسلام کی ہے اور فریق ثانی کا کہنا تھا کہ یہ محمدؐ آل محمد علیہم الصلوات والسلام کی خصوصیت نہیں بلکہ یہ قرآن کی خصوصیت ہے وہ آیت پہلے عرض کردوں وہ ہے لا رطب و لا یابس الا فی کتاب مبین...... یعنی ایسا کوئی خشک یا تر موجود نہیں ہے کہ جو کتاب مبین میں موجود نہیں ہے

ہم تو یہ کہتے ہیں کہ کتاب مبین سے مراد ہر زمانے کا امام ہوتا ہے مگر دوسرے لوگ اس کی مخالفت کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس سے مراد قرآن کریم ہے کئی لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ اس سے مراد لوح محفوظ ہے مگر عمومی رائے یہ ہے کہ اس کتاب مبین سے مراد قرآن کریم ہے ہم باقی باتوں کو چھوڑ کر عوامی نظریے کو درست مان کر عرض کرتے ہیں کہ ہم تسلیم ہی کر لیتے ہیں کہ قرآن کریم ہی میں ہر خشک وتر موجود ہے اور ان کا کہنا یہ ہے کہ اس موجودگی کا مقصد یہ ہے کہ قرآن کریم میں ہر خشک و تر کا ذکر موجود ہے اور ازل سے ابد تک جو کچھ ہونا ہے یا جو ہو رہا ہے یا ہوگا وہ سب اس قرآن کریم میں موجود ہے ہم فی الحال ان کے اس نظریے کو درست مان ہی لیتے ہیں جب ہم ان کی بات کو مان رہے ہیں تو انہیں اتنا تو ماننا لازم ہوگا کہ قرآنِ صامت میں تو ہر چیز کا ذکر موجود ہو اور قرآن ناطق جو اس کا شریک ہے اسے اس سے محروم کر دینا کہاں کا انصاف ہے وہ بھی تو مانیں کہ ازل سے ابد تک

جو کچھ ہونا ہے اس کا علم بھی قرآن ناطق یعنی شریک القرآن کو ہوتا ہے اس سے کم ازکم علم غیب والا تنازعہ تو ختم ہوتا ہے

( ) دوستو! -اگر ہم ''الا فی کتاب مبین '' کالفظی ترجمہ کریں تو اس میں یہ بات نہیں ہے کہ اس کتاب مبین میں ہر چیز کا علم ہے بلکہ لفظ ''فی'' کو دیکھیں تو ترجمہ یہ ہوتا ہے کہ اس کائنات کی ہر خشک وتر اور ازل و ابد تک کی ہر چیز کتاب مبین کے اندر موجود ہے یعنی ہر خشک وتر بجسمہٖ بعینہٖ اس میں موجود ہے اگر ہم کم ازکم اتنا ہی مان لیں تو پھر یہ ماننا لازم ہو جائے گا کہ قرآنِ ناطق کے نور کے اندر ہی سارے موجودات اپنی زندگی اور وجود کی سانسیں لے رہے ہیں ان کا نور جملہ موجودات سے محیط ہے ...... اب یہاں یہ خود سوچ لینا کہ حاضر و ناظر کیا ہوتا ہے؟

حقیقت یہ ہے کہ اس کائنات کے بارے میں ان کا علم اخباری نہیں احاطی ہے یہ ہر چیز کے جملہ حالات و کیفیات وحرکات وسکنات سے با خبر ہیں مگر کسی کے بتانے کی وجہ سے نہیں بلکہ اپنی موجودگی کی وجہ سے باخبر ہیں

یہاں مناسب ہوگا کہ میں ایک مثال عرض کرتا چلوں کہ ایک سمندر میں کئی مچھلیاں رہتی ہیں ایک دن وہ ایک خفیہ میٹنگ کرتی ہیں ہم فلاں وقت میں رات کو چھپ کر فلاں جگہ سمندر کی تہہ میں جائیں گی اور وہاں کی الجی کھائیں گی مگر خیال رہے کہ یہ بات سمندر کو معلوم نہیں ہونا چاہیے ...... پھر وہ ایسا کرتی ہیں کہ وہاں رات کی تاریکی میں جاتی ہیں اور وہاں الجی کھاتی ہیں اور واپس آ جاتی ہیں پھر ایک دن ایک بڑی مچھلی آ کر کہتی ہے غضب خدا کا ہوگیا ہے کہ ہماری ساری کاروائی کا علم سمندر کو ہو چکا ہے؟

ساری مچھلیاں ایک دوسری سے کہتی ہیں کہ یہ کس نے اسے بتایا ہے ہماری تو خفیہ

میٹنگ تھی اس میں کوئی اور تو شامل تھا ہی نہیں اور غیب کا علم تو اللہ کے سوا کسی کو ہے ہی نہیں تو پھر یہ بات سمندر تک کیسے پہنچ گئی ہے؟

اب آپ بتائیں کیا یہ مچھلیاں سمندر کو لا علم رکھ کر کوئی کام کرسکتی ہیں؟

ارے ہم بھی اپنے زمانے کے امام کے نور کے سمندر ہی میں رہ رہے ہیں اور ہماری حیات کا دارومدار انہی کے نور ان نور پر ہے تو ہماری کوئی چیز ان سے غائب ہی کب ہے جو ہم ان کے علم غیب کی بات کریں جیسا کہ مصباح الہدایہ میں جناب آغا خمینی رضوان اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ مقدس انوار علیہم الصلوات والسلام تو معیت قیومیہ کے حامل ہیں جیسا کہ قرآن کریم میں ہے

افمن ھو قائم علی کل نفس بما کسبت وہ کون قائم ہے جو ہر نفس کے اکتساب پر ہمہ وقت ناظر ہے؟ کسب سے مراد اعمال وافعال وحرکات وسکنات بھی ہیں اور علم وعرفان وخیالات بھی ہیں اب اس سے آگے آپ خود سوچ لیں

کیونکہ جس کے نور کے سمندر میں ہم مچھلی کی طرح رہ رہے اس سے کیا غائب ہے؟

خصوصیت سابعہ

دوستو! - یہ تو آپ جانتے ہیں بلکہ بچہ بچہ جانتا ہے کہ آج تک جتنے علمائے اعلام گزرے ہیں ان میں سے ہر عالم نے اپنی پوری توانائیاں صرف کی ہیں تاکہ وہ قرآن کریم کے اسرار کو دریافت کرسکے اور ان سب کی پوری کوششوں کو جمع کر بھی دیا جائے تو اس قرآن مقدس میں جن علوم واسرار کے خزائن کو پوشیدہ کر دیا گیا ہے اس کا کروڑواں حصہ بھی ڈسکور (Discover) نہیں ہوا

مفسرین کے بارے میں یہ علما کا فرمانا ہے کہ جتنے تفاسیر لکھے گئے ہیں ان میں سب

کچھ ہے سوائے قرآن کی تفسیر کے اور صاحب مقدمہ البرہان نے تو یہ فرمان بھی نقل کیا ہے کہ عقول انسان سے ابعد [بعید ترین] تفسیر قرآن سے زیادہ کوئی چیز ہے ہی نہیں

میرے ایک دوست ہیں جو خاصے پڑھے لکھے ہیں اور عربی فارسی کے ساتھ جدید تعلیم بھی رکھتے ہیں [اس وقت ایک ذمہ دار پوسٹ پر ہیں] ان سے جب پہلی ملاقات ہوئی تو انہوں نے کہا کہ میں کلام اِلٰہی کی تفسیر لکھ رہا ہوں ...... میں نے کہا مجھے اس کی خوشی ہے مگر یہ کام آپ کے بس کا روگ نہیں ہے، اس پر انہوں کہا وہ کیسے؟ اس لفظ کیسے سے گفتگو شروع ہوگئی اور انہوں نے بتایا کہ وہ جدید علوم کے حوالے سے جدید طرز کی عقلی تفسیر لکھ رہے ہیں اور کافی کام کر بھی چکے ہیں میں نے ان سے گذارش کی کہ جناب اس وقت بارہ سو علوم رائج ہیں اور ان میں سے آپ کتنے علوم کے ماہر ہیں؟ اگر اس پر کچھ کام کرنا ہے تو اس کیلئے ان بارہ سو علوم کے سپیشلسٹ سکالرز (Specialist Scholars) کی ایک ٹیم تشکیل دیں جو ایک ایک آیت کو اپنے اپنے علم کے تناظر میں دیکھے اور اس کے بعد اس کے خزائن میں سے کچھ نہ کچھ ملنے کا امکان ہے ورنہ نہیں ہے ...... انہوں نے کہا دیکھیں ہم ''قل ھواللہ احد '' کو کتنے علوم کے تناظر میں دیکھ سکتے ہیں جب ایک ہی کہنا ہے تو سارے سکالرز کو اس پر غور کرنے کی دعوت دینے کی کیا ضرورت ہے؟

میں نے عرض کیا کہ جناب اس کی ضرورت ہے کیونکہ ایک کیمیا دان جب اس پر غور کرے گا تو وہ اس کی وحدانیت کیلئے کیمسٹری کے کلیات سے استدلال کرے گا وہ کہے گا کہ اس کائنات کی تخلیق کے جتنے بھی عناصر ہیں ان میں کوئی ایک ایٹم [عنصر] بھی ایسا نہیں ہے جو نیوکلیس سے خالی ہو اور کسی بھی ایٹم میں کسی بھی صورت میں دو

نیوکلیس [مرکزے] نہیں ہو سکتے جب ایک ایٹم میں دو نیوکلیس نہیں ہو سکتے تو ایک خدائی میں دو خدا کیسے ہو سکتے ہیں؟

ایک جیومیٹری کا ماہر اس طرح بات کرے گا کہ کسی بھی دائرے میں دو مرکز نہیں ہو سکتے اگر کسی دائرے کی پرکار کے دو مرکز مان لئے جائیں تو وہ دائرہ ہوگا ہی نہیں اور جب ہم دائرہ دیکھتے ہیں تو اس کا چاہے مرکز نظر نہ بھی آ رہا تو عقل اس کے وجود سے انکار نہیں کرسکتی

اسی طرح ایک برین فزیشن (Brain Physician) برین فزکس (Brain Phsics) کے حوالے سے بات کرے گا تو وہ یہ ثابت کرے گا کہ انسان کے دماغ دو نہیں ہو سکتے ورنہ یہ پورا باڈی سسٹم (Body System) ہی تباہ ہو جائے گا

اسی طرح ایک نیورولوجسٹ (Neurologist) نیوراولوجی (Neurology) سے ثابت کرے گا کہ ڈی این اے (DNA) کے اندر جو یونی فائیڈ فیلڈ (Unified Field) یا اِن فینیٹ فیلڈ (Infinite Field) ہے وہ ایک ہی ہے اور وہ لا متنا ہی ہے اور ہم اگر اسے نورِ اِلٰہی کا نام دیں تو منکرین خدا کو اس کی وحدانیت کا قائل کیا جا سکتا ہے ...... اسی طرح ہر علم کا عالم اپنے علم کے حوالے سے بات کرسکتا ہے ...... اس کے بعد ہمارے علم بلاغت پر بات ہوئی او لفظ وحی زیر بحث آیا تو انہوں نے یہ آیت تلاوت کی

و اوحینا الی ام موسیٰ ان ارضعیه فاذا خفت علیه فالقیه فی الیم فلا تخافی ولاتحزنی انا رآدوه الیك و جاعلوه من المرسلین [قصص]

ہم نے جناب موسیٰ علیہ السلام کی والدہ ماجدہ سلام اللہ علیہا کو وحی فرمائی کہ آپ اپنے لخت جگر کو دودھ پلائیں اور جب ان کے بارے میں خطرہ محسوس ہو تو انہیں دریا میں

ڈال دیں اور کوئی خوف وحزن نہ کریں ہم انہیں آپ کی طرف لوٹائیں گے اور انہیں مرسلین میں سے قرار دیں گے

میں نے ان کی بات روک کر گذارش کی آپ اس آیت کو علم بلاغت کے ماہر کے سپرد کریں گے تو وہ اس میں سے جو راز نکالے گا وہ آپ نہیں نکال سکیں گے

یہ سن کر انہوں نے فرمایا بھائی اس میں کیا راز ہوسکتا ہے یہ ایک سیدھی سادی آیت ہے جس میں مفہوم ہی مفہوم ہے اس میں کیا بلاغت ہے؟

میں نے عرض کیا اگر اس آیت کی تشریح علم بلاغت کے حوالے سے کی جائے تو بڑی عجیب بنتی ہے

(1) اس آیت میں دو فرد ہیں جناب موسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ ماجدہ سلام اللہ علیہا

(2) اس میں دو خبریں ہیں یعنی لوٹنے کی اور رسول بنانے کی

(3) اس آیت میں دو فعل ماضی ہیں......اوحینا اور خفت

(4) اس آیت میں دو فعل امر ہیں...... ارضعیه و القیه

(5) اس آیت میں دو فعل نہی ہیں..........لاتخافی ولا تحزنی

(6) اس آیت میں دو اسم فاعل ہیں...... رادوه – جاعلوه

(7) اس میں دو ''فی'' ہیں.............. فی الیم – تخافی

(8) اس میں دو عدد ''لا'' ہیں.......... فلا تخافی ولا تحزنی

(9) اس میں دو فائے فوری ہیں..........فاذا – فالقیه

(10) اس آیت میں دو ''الی'' ہیں......"الی" و الیك

(11) دو مادۂ خوف ہیں یعنی.......... خوف و حزن

(12) اس آیت کے ہر ٹکڑے کو جفت جفت بنایا گیا ہے

(13) اس آیت میں بارہ کلمات ہیں جو ٹھیک دو پر تقسیم ہو سکتے ہیں

(14) اور بارہ لکھیں تو اس میں دائیں طرف دو کا عدد لکھنا لازم ہو گا

مزے کی بات یہ ہے کہ میں نے جو نکات بیان کئے ہیں یہ چودہ ہیں جو معصومین علیہم الصلوات والسلام کی تعداد کے مطابق ہیں مگر اس کا داہنا ہندسہ چار ہے جو دو عدد دو سے بنتا ہے یہ تو مجھ جیسے جاہل آدمی کو سمجھ آ رہی ہے اور اس کے ہزاروں لاکھوں نکات وہ بھی ہیں جو میری عقل سے بھی ماورئ ہیں ...... یہ سن کر وہ ہنس کر خاموش ہو گئے اور پھر سنا کہ انہوں نے تفسیر لکھنے کا خیال ترک کر دیا تھا

بات صرف اتنی ہے کہ کلام الٰہی کو کوئی سمجھ نہیں سکتا سوائے راسخون فی العلم کے اور وہ صرف وہ ذوات اقدس علیہ الصلوات والسلام ہیں جو خود قرآنِ ناطق ہیں اب یہ تو آپ سمجھ گئے ہیں کہ قرآن صامت کے اسرار کو بھی کوئی نہیں سمجھ سکتا تو پھر شریک القرآن عَجَلَ اللّٰهُ فَرَجَهُ الشَّرِيْف کے بارے میں کوئی کیسے حتمی رائے قائم کر سکتا ہے؟ ان کے بارے میں ہمیں ماننا چاہیے کہ وہ بھی ہماری عقلوں کی پہنچ سے بہت اونچے ہیں اب میں یہاں کس کس خصوصیت کو بیان کروں

مراحلِ خمسہ

دوستو! - جیسا کہ قرآن کریم کے بارے میں ہے کہ انا انزلناہ فی لیلۃ مبارکۃ...... و انا انزلناہ فی الیلۃ القدر جس رات کو قرآن نازل ہوا وہ بھی لیلۃ القدر تھی اور جس رات کو شریک القرآن کا نزول ہوا وہ بھی لیلۃ القدر

دوستو! - اس آیت میں لفظ ''انزلنا'' قابل غور ہے دیکھئے یہ ایک مسلمہ ہے کہ نزول کا لفظ جب ماورائی حقائق پر بولا جائے تو اس کا مقصد ہمیشہ بلندی سے پستی کی

طرف ہوتا ہے جیسا کہ میں نے اپنے ایک خطاب میں ہبوط ونزول کی بحث میں تفصیل سے بتایا تھا اب یہاں صرف اتنا اشارہ کرنا چاہوں گا کہ قرآن اپنے قبل ازظہور سے لے کر پانچ مراحل سے گزر کرظہور پذیر ہوا ہے اسی طرح قرآن ناطق کے بھی نزولی حالت میں پانچ مراحل ہیں ان دونوں کے پانچ پانچ مقامات ہیں اب ان کا یہاں اجمالی ذکرکرنا ضروری سمجھتا ہوں اس کی وجہ آپ جانتے ہیں یعنی آج کی رات کا یہی موضوع ہے کیونکہ اس لیلۃ القدر میں قرآن ناطق کا نزول ہوا ہے

دوستو!۔کبھی آپ نے سنا ہو کہ کسی عالم یا جاہل نے یہ کہا ہو کہ قرآن کریم بھی کسی مستور کی کوکھ سے پیدا ہوا ہو؟ اگر کسی نے کہا ہو کہ ایسا ہوا ہے اور آپ نے اسے مسلمان سمجھا ہو؟ یا اسے پاگل نہ سمجھا ہو؟

بات یہ ہے کہ جس طرح قرآن کریم کا نزول ہوتا ہے اسی طرح شریک القرآن کا بھی نزول ہوتا ہے اگر پھر کوئی ان کے بارے میں کوئی بات کرے تو اسے ڈانٹ دینا چاہیے کیونکہ یہ توہین ہے

﴿مرحلۂ اول﴾

دوستو!۔قرآن کریم اپنے مقام اول سے جب نازل ہوا تھا تو کئی مراحل سے گزرا تھا ان میں سے اہم مراحل جو ہیں ان کی تعداد پانچ ہے یعنی ان پانچ مراحل سے مرحلہ وارگزرکراس نے ظہورفرمایا تھا اس لئے ان کا ذکر یہاں کرنا ضروری ہے

اس میں سب سے اول جوسوال پیدا ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ قرآن کا مقام اول کہاں

ہے؟ یعنی قبل از نزول یہ کہاں تھا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ وہ مقام اول ذات اِلٰہی ہے کہ اسی کی وجہ سے اسے اسم متکلم ملا ہے کیونکہ یہ اس کے ضمیرِ ذات میں عین ذات کی طرح ہمیشہ سے قیام پذیر تھا

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ قرآنِ ناطقؑ کا مقام اول کہاں ہے؟

عباسیوں کے دور میں ایک بحث چھڑی تھی کہ قرآن حادث ہے یا قدیم اشاعرہ نے اسے قدیم کہا اور معتزلہ نے اسے حادث کہا اور اس میں ایک دوسرے پر کفر و شرک کے فتوے لگے اور قتل عام ہوا بات صرف اتنی تھی کہ قرآن کی حیثیت اولیہ جو مقام اولیہ میں تھی جہاں یہ ذاتِ اِلٰہی کے ضمیر میں عین ذات کی طرح تھا اس کی وہ حیثیت قدیم ہے کیونکہ وہاں یہ صفت اِلٰہی تھا اور اللہ جل جلالہ کی ہر صفت اس کی ذات کی غیر نہیں ہے بلکہ عین ذات ہے اور ذاتِ اِلٰہی قدیمِ واحد ہے اس لئے اس کی وہ حیثیت بھی قدیم ماننا لازم ہوگا مگر جب قرآن کا اس کی ذات سے صدور ہوا تو اس کے بعد کی اس کی ہر حیثیت حادث ہے

یہ تو تھا قرآنِ صامت کے بارے میں فیصلہ اب اسی سے قرآنِ ناطق کے بارے میں خود استنباط کرلیں کہ یہ حادث ہیں یا قدیم؟ کیونکہ ان کا مقام اول بھی ذات اِلٰہی ہے یہ بھی اس کی ذات کے ضمیر میں تب سے موجود تھے جب سے اللہ کی ذات تھی اور یہ اس کی صفت کی حیثیت سے اس مقام پر متمکن تھے اسی مقام کی طرف خطبہ طارق بن شہاب میں فرمایا گیا تھا کہ امام کیا ہوتا ہے؟

اصل القدیم و فرع الکریم ملکی الذات و الٰھی الصفات ہوتا ہے اس کی اصل قدیم ہے اس کی حقیقت مطلقہ قدیم ہے اور اس کی فرع جو اس کی بعد والی حیثیت ہے وہ کریم ہے وہ ملکی الذات ہوتا ہے وہ اللہ کے صفات حسنہ سے متصف ہوتا ہے

یعنی جب یہ اس کے ضمیرِ ذات میں تھے تو یہ اللہ کے صفات کی طرح سے تھے اور جب مقام اول ما خلق اللہ نوری پر ہبوط پذیر ہوئے تو اللہ کے جملہ صفات کا پیراہن ان کی قامت موزوں سے جدا نہیں ہوا ...... اس لئے یہ بھی اپنے مقام اولیہ اور حیثیت اولیہ میں قدیم ہیں حادث نہیں ہیں

مرحلۂ ثانیہ مقام مستقر

دوستو! - آپ نے دیکھا کہ قرآن کا مقام اول کیا تھا ہاں اس کے بعد اس کے دو مرحلے ہیں ایک مرحلۂ صدور ہے اور ایک مرحلۂ نزول ہے

صدور و نزول میں فرق ہے یعنی قرآن اللہ سے نازل نہیں ہوا بلکہ اس سے صادر ہوا ہے اس کے بعد اس کا نزول ہے

جب یہ کلام اِلٰہی اللہ سے صادر ہوا تو اسے ایک مقام پر قیام بخشا گیا پھر اس کے بعد اسے زمانہ رسالت صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم تک وہاں محفوظ رہنا پڑا اس کے بعد اس کا نزول شروع ہوا اور وہ تھوڑا تھوڑا کر کے نازل ہوتا رہا اور یہ سلسلہ 23 برس تک جاری رہا

جب قرآن کریم کا صدور ہوا تو یہ ذات اِلٰہی سے صادر ہوا لیکن ذات اِلٰہی کے صدور کے بعد اسے کسی ایسی چیز کی ضرورت تھی کہ جس پر یہ قیام پذیر ہو سکے اس لئے اس کے صدور سے پہلے اللہ جل جلالہ نے لوح و قلم کو وجود بخشا یہ ایک علیحدہ بات ہے کہ قلم سے مراد کیا ہے؟ اور لوح سے مراد کیا ہے؟ اس پر بھی ایک گفتگو میں روشنی ڈال چکا ہوں مگر یہاں اتنا عرض کرنا ضروری ہے کہ اس کے صدور سے پہلے اللہ جل جلالہ نے لوح و قلم کو لباس وجود بخشا

والله من ورائهم محيط بل هو قرآن مجيد فی لوح محفوظ...... بروج 21

اس آیت کے اسرار پر بات نہیں کرنا چاہتا کیونکہ یہ ایک علیحدہ خطاب کے متقاضی ہیں یہاں صرف اس تصور کی بات کرنا چاہتا ہوں کہ قرآن کریم لوح محفوظ میں تھا...... یعنی قلم کو حکم ہوا لکھ اس نے اس قرآن کو لوح محفوظ پر لکھ دیا یعنی صدور کیلئے دو چیزوں کی ضرورت تھی ایک وسیلۂ انتقال اور ایک مقام قیام کی ...... وسیلہ قلم بنا وہ جو بھی تھا بہرحال وہ وسیلہ تھا اور لوحِ محفوظ اس کا پہلا مقام قیام تھا

جب قرآنِ ناطق ذات اِلٰہی سے صادر ہوا تو اس کیلئے بھی وسیلۂ انتقال و ہبوط درکار تھا اور مقام قیام کی بھی ضرورت تھی اس لئے اللہ نے اس قرآنِ ناطق کیلئے لوحِ ناطق کو اپنے نور سے جدا فرمایا جو نور اول کی مصداق تھی اسی لئے شہنشاہ انبیا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے جو وجود اولیہ کے ضمن میں احادیث نقل ہوئے ہیں ان میں کئی طریق سے یہ حدیث بھی موجود ہے اول ما خلق الله اللوح یعنی اللہ نے سب سے اول لوحِ ناطق کو لباس وجود بخشا کہ جو قرآن ناطق کیلئے مقام قیام و مستقر قرار پایا وہ لوح ناطق کیا تھی؟

قرآن ناطق کیلئے درجۂ لوحیت کی حامل ملکۂ عالمین جناب سیدہ صلوات اللہ علیہا تھیں جتنے بھی قرآن ناطق ذات اِلٰہی سے ہبوط پذیر ہوئے ہیں ان کی حفاظت گاہ اور مستقر نور رسیدۂ کونین صلوات اللہ علیہا تھا اور مقام قلمیت ذات اِلٰہی نے خود لیا تھا کیونکہ ان کے اور اس کی ذات کے مابین کوئی وسیلہ ہے ہی نہیں ...... یہ ایک علیحدہ موضوع ہے اس لئے اس پر روشنی پھر کبھی ڈالیں گے

مرحلۂ ثالثہ مقامِ منزل

دوستو! - یہ تو اس سے قبل میں ایک گفتگو میں عرض کر چکا ہوں کہ نور اول کن کن

مراحل سے گزر کر اس دنیا میں ظاہر ہوا اس میں بیت معمور، صرح، سقف مرفوع، عرش، کتاب مسطور، صرادقات، حجابات، سمائے دنیا وغیرہ پہ روشنی ڈال چکا ہوں اس میں سے پانچ مراحل کو منتخب کر کے ان کے بارے میں عرض کر رہا ہوں جو اس میں اجمالی طور پر نقل ہوئے تھے

اب یہاں یہ عرض کروں گا کہ قرآن کریم کے تیسرے مرحلے کو خالق نے اس طرح بیان فرمایا ہے کہ یہ مقام لوحیت محفوظیہ سے جب ہبوط پذیر ہوا یعنی نیچے کی طرف اپنے اگلے مرحلے کی طرف بڑھا تو یہ اپنی قوس نزولی و ہبوطی کے طریق پر ہبوط پذیر رہا تا اینکہ اس نے آکر کتاب مکنون میں قیام فرمایا یہ عالم ماوریٰ اور عالم مادیات کا کامن پوائنٹ(Common Point) ہے اسے آپ عالم ماوریٰ کا سب سے ادنیٰ درجہ بھی سمجھ سکتے ہیں اور عالم ناسوت [عالم المادیات] کا سب سے اونچا درجہ بھی کہہ سکتے ہیں کیونکہ اس کے بعد عالم ناسوتیہ مادیہ کی سرحد ہے اس سے قبل یہ مافوق المادیات میں مصروف سفر تھا اس مقام کو خالق نے عجیب انداز میں بیان فرمایا ہے جیسا کہ ارشاد ہے

☆فلا اقسم بمواقع النجوم انه لقسم لو تعلمون عظيم انه لقرآن كريم فى كتاب مكنون لا يمسه الا المطهرون تنزيل من رب العالمين

مجھے قسم ہے اس مقام ارفع واعلیٰ کی کہ جہاں ستارے واقع ہوتے ہیں اگر تم سمجھو تو میں نے یہ بہت بڑی قسم کھائی ہے

آپ سمجھ رہے ہیں اللہ جل جلالہ کس چیز کی قسم کھا رہا ہے؟

یوں سمجھ لیں اللہ جل جلالہ فرما رہا ہے کہ مجھے قسم ہے اس مقام کی جہاں ستارے اترتے ہیں ...... اب بھی نہیں سمجھے تو عرض کروں گا کہ اللہ جل جلالہ فرما رہے مجھے دہلیز سیدہ کونین

کی قسم صلوات اللہ علیہا ...... اگر تم سمجھ سکتے تو سمجھ لو کہ میں نے بہت عظیم قسم کھائی ہے انہ لقسم لو تعلمون عظیم...... یقیناً یہ بہت بڑی قسم ہے

اب اس کے بارے میں بھی عرض کروں کہ اس سے قبل اللہ جل جلالہ نے جتنی قسمیں کھائی ہیں اس میں مرکزی ذات اقدس جو ملکۂ عالمین صلوات اللہ علیہا ہیں ان سے اتنی قریب کی نسبت نہیں تھی جیسا کہ لاقسم بھذا البلد مجھے اس شہر کی قسم کے جسے آپ کے قدم مبارک مس فرماتے ہیں اور اس مولود مسعود علیہ الصلوات والسلام کی اور ان کے پاک بابا یعنی جناب عمران پاک علیہ الصلوات والسلام کی قسم

اسی طرح دیگر قسمیں کھائی ہیں مگر کسی قسم کو عظیم نہیں کہا ہاں جب دہلیز سیدہ کونین صلوات اللہ علیہا کی قسم کھائی تو فرمایا کہ یہ قسم میری سب سے عزیز چیز کی ہے

اللہ اتنی عظیم قسم کھانے کے بعد فرماتا ہے انہ لقرآن کریم فی کتاب مکنون لا یمسہ الا المطھرون تنزیل من رب العالمین...... واقعہ 72

یقیناً قرآن کریم کتاب مکنون میں ہے جسے مطہرون کے سوا کوئی مس کر ہی نہیں سکتا کیونکہ یہ رب العالمین کا نازل کردہ ہے

دوستو! - یہ کتاب مکنون کا مقام وہ مقام ہے جو عالم مادیات کا سب سے اونچا مقام ہے ...... یہ بات تو آپ سمجھ گئے

اب قرآن ناطق کے اس مرحلے کو دیکھیں تو یہ بھی اسی طرح کا ہے یعنی عالم المادیات کا سب سے اونچا مقام وجود ظاہر یہ امامت ہے یعنی پاک خاندان تطہیر علیہم الصلوات والسلام کا ظاہری جامہ بشری کا جو ظاہری جسم اطہر ہے اگرچہ یہ نوری ہے مگر ہے مادی کیونکہ اس کا مادہ نور ہے اور اس کا ظاہر بھی مافوق البشریت ہے یہ ان کا بشری لباس ہی کتاب مکنون ہے جیسا آپ نے فرمایا تھا نحن الاسرار الالٰھیہ فی

هیاکل البشریه یعنی یہ اللہ ﷻ کے اسرار ہیں جو جامہ بشریہ میں مخفی ہیں
یہ مقام کتاب مکنون جبین امام ماسبق کی ہوتی ہے یعنی جبین پدری کتاب مکنون کا درجہ رکھتی ہے کیونکہ امام ہی کتاب مکنون ہوتا ہے کہ جو ظاہر رہ کر بھی ہمیشہ مخفی ہوتا ہے کَنَّ اَکَنَّ شی کے معنی ہیں کسی چیز کو گھر میں چھپانا جیسا کہ صاحبان مفردات لکھتے ہیں ...... وَ خُصَّ کَنَنتُ بِمَا یُستَرُ بِبَیتٍ اَو ثَوبٍ وَ غَیرَ ذالکَ من الاجسام
یعنی اس میں ایک تخصیص ہے وہ یہ ہے کہ مکنون ہر اس چیز کو کہا جاتا ہے جسے گھر میں یا اپنے کپڑے میں یا کسی جسمانی چیز میں چھپایا جائے
وہ مکنون جسم اقدس جسم امام ہوتا ہے یا جسے بھی والد کا درجہ ملتا ہے وہ جسم اطہر و اقدس قرآن ناطق کیلئے کتاب مکنون کا مقام رکھتا ہے جو اس جامہ بشری کے اندر پوشیدہ کتاب وجودی کا حامل ہوتا ہے

﴿مرحلہ رابعہ مقام قلبیت و منزلیت﴾

دوستو! - قرآن کریم کے بارے اللہ ﷻ فرماتا ہے کہ یہ لوح محفوظ میں ایک طویل عرصہ رہا اس کے بعد کتاب مکنون میں سکونت بخش ہوا پھر اس نے آگے جب اپنا ہبوطی سفر شروع کیا تو اس کے بارے میں خالق نے فرمایا کہ ہم نے اسے شہنشاہِ جن وانس سید الثقلین صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کے قلب مقدس پر نازل فرمایا اور یہ قرآن کریم کی منزل تھی کہ جس میں اس نے نزول فرمایا جیسا کہ ارشاد ہے☆ نزل علیٰ قلبك
یعنی روح الامین کے ذریعے آپ کے قلب مبارک پر قرآن کو نازل کیا گیا ہے
یہاں یہ بھی عرض کرتا چلوں کہ روح الامین و روح القدس سے مراد ان کی روح ذات ہے نہ کہ جناب جبرائیل علیہ السلام یا کوئی دیگر فرشتہ ...... یہ بھی ایک علیحدہ

موضوع ہے جس پر پہلے کسی خطاب میں بات ہو چکی ہے

اب قرآن ناطق کے کا یہ مرحلۂ رابعہ بھی اسی طرح ہے یعنی مرحلۂ صدور کے بعد ایک طویل عرصہ ہے یہ نور اپنی لوح ناطق میں محفوظ رہا اور اس کا نزول نہیں ہوا پھر جب عوالم کی تخلیق ہوئی تو یہ حجابات سے عالم لاہوت تک اور عالم لاہوت سے عالم ناسوت تک ہبوط پذیر رہا اس پر میں پہلے گفتگو کر چکا ہوں یہاں صرف اتنا عرض کرنا چاہوں گا کہ یہاں اس نور کیلیئے بھی منزلِ قیام کوئی عام چیز نہیں وہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی قلبیت کا مقام ہے

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ قرآن ناطق کسی عام چیز پر تو نازل ہو نہیں سکتا کیونکہ اس کے کیلیئے منزل و مقامِ نزول کیلیئے رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کا قلبِ ناطق درکار ہے کیا آپ کو پتہ ہے کہ وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کا قلب ناطق کون سا ہوتا ہے؟ وہ ہوتی ہے جبینِ مادر صلوات اللہ علیہا کہ یہ قرآنِ ناطق جب اپنی کتاب مکنون یعنی جبین پدر سے سفر ہبوطی کرتا ہے تو پھر یہ قلبِ ناطق یعنی جبین مادری صلوات اللہ علیہا پر نازل ہوتا ہے

﴿طرزِ نزول﴾

دوستو اب یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس نور کا نزول کس طرح ہوتا ہے؟ اس کا طرزِ نزول کیا ہوتا ہے؟

دوستو! - کچھ حقیقتیں ایسی ہوتی ہیں کہ جنہیں انسان کی عقل وفہم وفراست ادراک نہیں کر سکتے جب انہیں خالق بیان فرماتا ہے تو اس کا انداز تمثیلی ہوتا ہے نہ کہ حقیقی جیسا کہ وہ اپنی ذات کے بارے میں جب بیان فرماتا ہے تو وہ تشبیہ کو استعمال

فرماتا ہے جب لوگ تشبیہ سے بات کو سمجھ لیتے ہیں انہیں تنزیہ کا حکم دیتا ہے
اللہ نے تشبیہ کے انداز میں اس طرزِ نزول کو ''القا'' کا نام دیا ہے جس کے معنی کسی چیز میں کوئی چیز اچانک ڈالنا ہوتا ہے پھر کلام اِلٰہی میں القا کی مثالیں بھی دی ہیں مثلاً القائے مؤدتی، القائے قولی، القائے سلامی، القائے وحی، القائے کلامی
جیسا کہ ارشادِ قدرت ہے تُلقون الیھم بالمودۃ...... یہ القائے مؤدتی ہے
پھر فرمایا فالقَو الیھم القول...... سنلقی علیك قولاً ثقیلاً ...... یہ القائے قولی ہے
پھر فرمایا والقوا الی الله یومئذٍ السّلم ...... یہ القائے سلامی ہے میں کس کس کا حوالہ دوں کیونکہ اہل لغت نے اس کے بیس سے بھی زیادہ معنی اور مفسرین نے اس کے پندرہ سے زیادہ اقسام لکھے ہیں اس لئے بات کو طول دینے کی بجائے عرض کروں گا کہ اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ نے اس طرز نزول کو سورۃ النسا میں بیان فرمایا ہے ارشاد ہے
انما المسیحُ عیسیٰ بنُ مریمَ رسولُ اللہِ وَ کَلِمَتُہٗ اَلقٰھا الیٰ مَریَمَ وروحٌ منہُ
یعنی جناب عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے رسول تھے اور وہ اللہ کے کلمہ تھے جنہیں اس نے ان کی والدہ سلام اللہ علیہا کی طرف القا کیا تھا...... اس پر کلمۃ اللہ کے ضمن میں پہلے ہی بیان کیا جا چکا ہے اس کا یہاں اعادہ نہیں کرنا چاہتا یہاں صرف لفظ القا کی حد تک بات کرنا ہے یہاں لفظ القا کو سمجھانے کیلئے ایک عام مثال بھی عرض کرتا ہوں وہ یہ ہے کہ ''القا'' اس طرح ہوتا ہے جیسے نیک خیال مومن کے دل میں ڈالا جاتا ہے اسے القا کہا جاتا ہے اور القا کبھی مادی نہیں ہوتا اسی لئے فرمایا گیا ہے کہ انسان کے قلب میں جو ضمیر ہے وہ جب انسان سے نورانی سرگوشیاں کرتا ہے تو اس کی طرف سے نہیں ہوتیں بلکہ حجت زمانہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف کی طرف سے ''القا'' ہوتی ہیں
اب اسی بات سے سمجھنے کی کوشش کریں کہ قرآن ناطق رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کے

قلبِ ناطق یعنی مادر گرامی صلوات اللہ علیہا کی طرف القا ہوتا ہے

﴿ مقام قلب ناطق ﴾

دوستو! - اب آپ القا کا مفہوم تو سمجھ چکے ہیں تو اس مقام کو بھی سمجھ لیں کہ جہاں آ کر قرآن صامت نازل ہوتا ہے اس کیلئے اللہ جل جلالہ نے کتنا پاکیزہ مقام پسند فرمایا ہے یعنی رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کا قلب مقدس اب اسی سے استنباط کریں کہ جہاں قرآن صامت نازل ہوتا ہے وہ مقام اتنا پاک ہے تو جہاں قرآن ناطق کا نزول ہوتا ہے وہ مستور کتنی پاک ہوگی؟

جو بھی امھات آئمہ صلوات اللہ علیہن ہیں انہیں کم ازکم اتنا تو پاک مان ہی لیں کہ جتنا قلب رسالت مآب صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم پاک ہے

قلب رسول صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی پاکیزگی کو سمجھنے سے پہلے اس حدیث کو ضرور دیکھ لیں ''قلب المومن عرش الله '' عام مومن کا قلب بھی عرش اِلٰہی ہوتا ہے تو قلب رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کیا ہوگا؟

قرآن ناطق کیلئے لوح محفوظ جبین قدسی ہوتی ہے اب جناب عمران علیہ الصلوات والسلام اور جناب عبداللہ علیہ الصلوات والسلام کی جبینوں کو کم ازکم جو درجہ دیں تو وہ لوح محفوظ کے برابر کا تو ہونا ہی چاہیے اور پاک امھات مطہرات صلوات اللہ علیہن کو کم ازکم جو درجہ دینا چاہیے وہ قلب رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کے برابر تو دینا ہی پڑے گا ورنہ شراکت قرآن نہیں ہوگی

دوستو! - ہم طویل زیارتوں کے علاوہ مختصر زیارتوں میں بھی یہی عرض کرتے ہیں

السلام عليك يا شريك القرآن عجل الله فرجك

آج کی رات ان کے نزول اجلال کی مقدس رات ہے آج کی رات قرآنِ ناطق یعنی امام زمانہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف کا نزول ہوا ہے یعنی کتاب مکنون سے قلب رسالت پر یعنی جناب ابو محمد حسنؑ العسکری علیہ الصلوات والسلام کی جبین مبارک سے ملکہ روم سیدۂ دوراں صلوات اللہ علیہا کی جبین مبارک پر نزول ہوا ہے یہ آج ہی ہوا ہے کتاب مکنون سے آج ہی نزول ہوا ہے یہ نہیں کہ نزول میں کچھ عرصہ لگا ہے

یہ نزول کہاں ہوا ہے؟ جبین مادر گرامی صلوات اللہ علیہا پر ...... یہ کب ہوا ہے؟ اس کے بارے میں بات پھر کروں گا پہلے اس طرف توجہ دلانا ضروری سمجھتا ہوں کہ آپ ملکہ عالمین صلوات اللہ علیہا کی عظمت کو اس آئینے میں دیکھیں کہ یہ قرآن ناطق کی ظرف ہیں تو لازماً انہیں اتنا پاک تو ماننا ہی پڑے گا کہ جتنا شہنشاہ انبیا صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کا قلب مبارک پاک تھا

ہمارے علمائے ربانیین کا فرمانا تھا کہ قرآن ناطق کا نزول اجلال والدہ مطاہرہ صلوات اللہ علیہا کی جبین مبارک میں ہوتا ہے مگر مخالفین اس کے خلاف تھے اور کہتے تھے ان کا نزول جسم اطہر میں ہوتا ہے اب ہم اپنی بات کو فرض کرو کے کلیہ کے تحت بھول جاتے ہیں اور ان کے کہنے کو درست فرض کر لیتے ہیں لیکن یہ بات انہیں نہیں بھولنا چاہیے کہ قرآن ناطق کا ظرف کم از کم قلب رسالتؐ جتنا پاک ہونا لازم ہے اب یہ ان کی مرضی کے وہ مادر گرامی صلوات اللہ علیہا کی جبین مبارک کو قلب رسول صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کے برابر پاک و اطہر سمجھیں یا سارے جسم اطہر کو یہ فیصلہ وہ خود کر لیں

کیفیت نزول

دوستو! - یہ بات بھی قابل غور ہے کہ جب شہنشاہ انبیا صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم پر نزول قرآن

ہوتا تھا تو اس کے نزول کی کیفیت کیا ہوتی تھی ؟

اس کے بارے میں دو آرا ہیں پہلی رائے تو یہ ہے کہ جب ان پر قرآن کریم کا نزول ہوتا تھا تو آپ پر ایک غشی جیسا عالم ہوتا تھا اور جسم میں کپکپی طاری ہو جاتی تھی اور آپ فرماتے تھے زملونی دثرونی ...... اور جب یہ آثار ظاہر ہوتے تھے تو اگر ناقہ پر سوار ہوتے تھے تو ناقہ کی ناف زمین پر لگنے کو آجاتی تھی اور وہ وحی کا وزن برداشت نہیں کر سکتی تھی اور اسی کو آثار وحی کہا جاتا تھا

دوسری رائے وہ ہے جس کی بنیاد عمرو ابن ثابت کی روایت پر ہے جیسا کہ اس نے جب امام صادق آل محمد علیہ الصلوات والسلام سے دریافت کیا تھا

سئولا عن الغشية التى كان تاخذ النبى صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم كانت عند هبوط جبرائيل علیہ السلام الخ ...... عرض کیا کہ آپ پر جو ایک کیفیت طاری ہوتی تھی اس کی وجہ کیا تھی کیا وہ جناب جبرائیل علیہ السلام کی آمد کی وجہ سے تھی ؟

فقال لا ان جبرائيل اذا آتى النبى صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم لم يدخل عليه حتىٰ يستاذن ...... فرمایا جناب جبرائیل علیہ السلام کی یہاں کوئی بات نہیں ہے بلکہ ان کی تو یہ حالت ہوتی تھی کہ جب تک آپ سے اذن نہ لے لیتے تھے دراطہر کے اندر داخل نہ ہو سکتے تھے اور جب تک اجازت نہ لے لیتے تھے اس وقت تک سامنے بیٹھنے کی جرأت بھی نہیں کر سکتے تھے ...... اس نے عرض کیا پھر اس کیفیت کی کیا وجہ تھی کہ جو آپ پر طاری ہوتی تھی ؟ وہ غشی ، وہ کپکپی ، وہ سردی کا احساس ، وہ چادر اور کمبل طلب فرمانا یہ سب کیا تھا ؟ ...... فرمایا اس کی وجہ جبرائیل علیہ السلام نہ تھے بلکہ

☆انما ذالك كانت عند مخاطبة الله عزوجل و اياه بغير واسطة و ترجمان فرمایا یہ کیفیت اس وقت پیدا ہوتی تھی جب ان کا محبّ حقیقی اللہ جل جلالہ اپنے محبوب

ازل صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم سے بلا واسطہ کلام فرماتا تھا

لیکن اس میں ان کی ذات منور وانور کا کوئی قصور نہ تھا بلکہ اس کی وجہ کوئی اور تھی فرمایا عدم التحمل للباس الذی یتلبسہٗ یہ صرف اس لباس بشری کی کمزوری تھی کہ جوانہوں نے زیب بدن فرمایا ہوا تھا جو بلا واسطہ انوار الٰہیہ کا متحمل نہ ہوتا تھا یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ایک شخص اگر پہاڑ پر کھڑا ہو اور وہاں تیز ہوا چلے اور اس کے کپڑے پھڑ پھڑانے لگیں تو یہ اس کے کپڑوں کا قصور ہے اس کی ذات تو غیر متزلزل ہے اس موضوع میں 1980 سے قبل ایک مجلس پڑھ چکا ہوں اس لئے یہاں اس کا اعادہ نہیں کرنا چاہوں گا

ہاں تو دوستو میں عرض کر رہا تھا کہ جو بھی صورت ہو اس میں اللہ جل جلالہ کے انوار اور قرآن کریم کے نزول کے وقت ایک کیفیت طاری ہونا کتب سے ثابت ہے اب یہ بھی دیکھیں کہ جب یہی نیمہ شعبان کی شب آئی تو اس رات قرآن ناطق کا نزول ہوا آپ وہ سارے کتب غیبت دیکھ لیں کہ جن میں اس قرآنِ ناطق کے نزول کے بارے میں تفصیل موجود ہے وہ سارے یہی بتا رہے ہیں کہ جب چودہ شعبان کی شام ہوئی تو جناب ابو محمد حسنؑ العسکری علیہ الصلوات والسلام کی پھوپھی پاک صلوات اللہ علیہا ان کی زیارت کو تشریف لائیں تو آپ نے اپنے لختِ جگر عَجَلَ اللّٰهُ فَرَجَهُ الشَّرِیف کی آمد کی نویدِ سعید فخر صد عید دی تو آپ نے فرمایا کہ ہمارے شہنشاہ بیٹے نے شرف مادری کس پاک ذات کو دینا ہے؟

آپ نے فرمایا جس خاتون اول صلوات اللہ علیہا کو ازل میں منتخب فرمایا گیا تھا انہیں دینا ہے اور کسے دینا ہے؟ انہوں نے فرمایا بیٹا ہم تو ابھی ان کے پاس سے تشریف لا رہے ہیں کوئی آثارِ نزول ہیں ہی نہیں ...... فرمایا کتاب مکنون [جبین مبین] سے

قلبِ ناطق [جبین مادرگرامیؑ] پہ نازل ہونے میں دیر ہی کتنی لگتی ہے؟
آج رات آپ یہاں قیام فرمائیں یہ باتیں آپ کے سامنے بارہا پیش کی جاچکی ہے اس لئے انہیں ترک کرتے ہوئے عرض کروں گا کہ پوری رات گزرنے کو آ گئی تا اینکہ رات کی سیاہی پگھل کر سفیدی سحر میں تبدیل ہونے لگی مگر خود والدہ ماجدہ صلوات اللہ علیہا کو ادراکی طور پر معلوم نہیں کہ انہیں یہ اعزاز کیسے ملنے والا ہے
نماز شب ادا فرماتی ہیں کوئی پتہ نہیں ، جب نماز شب ادا فرمالیتی ہیں تو ان کی جبین مبین پر پسینہ اترنا شروع ہوجاتا ہے اور سردی کا احساس ہونے لگتا ہے جسم میں ہلکی ہلکی کپکپی پیدا ہوتی ہے اب یہ کیفیت دیکھیں اور جو کتب میں نزول قرآن کے وقت شہنشاہ انبیاصلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی کیفیت لکھی ہوئی ہے اسے دیکھیں کیا کوئی فرق نظر آتا ہے؟ ...... فرق صرف یہ تھا کہ وہاں صامت نازل ہورہا ہوتا تھا یہاں ناطق نازل ہورہا ہے مگر کیفیت ایک جیسی ہے اگر یہ کیفیت ایک جیسی نہ ہوتو پھر شریک قرآن کیسے کہلائیں ؟

وہاں جو کیفیت سیدالانبیاصلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی ہے یہاں ہمارے شہنشاہ زمانہعَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف کی والدہ پاکصلوات اللہ علیہا کی وہی کیفیت ہے پھر ایک حجاب آ جاتا ہے جس سے ان کا پوری کائنات سے رابطہ منقطع ہوجاتا ہے پھوپھی پاکصلوات اللہ علیہا پریشان ہوجاتی ہیں کہ رابطہ منقطع ہوگیا ہے ایک حجاب آ گیا ہے بات باقی کائنات کی نہیں حقیقت تو یہ ہے کہ اس لمحہ نزولی میں تو خود والدہ ماجدہصلوات اللہ علیہا کا خود اپنی ذات سے بھی رابطہ ختم ہوجاتا ہے وہ لمحہ جو قرآنِ ناطقعَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف کے عین نزول کا لمحہ ہے اس سے خود والدہ ماجدہصلوات اللہ علیہا بھی بے خبر ہیں کہ کس طرح نزول نورِ الٰہی ہورہا ہے

مرحلہ خمسہ مقامِ اظہار

دوستو!۔آپ نے دیکھا کہ اولین چار مراحل میں کس قدر مشارکت ہے اب دیکھیں کہ قرآن کریم کا مقام اظہار کیا ہے؟

شفتین رسالت مآب یعنی شہنشاہ انبیاصلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لب ہائے مبارک سے قرآن کا عالم میں ظہور ہوا جب آپ کو''اذنِ اقرأ'' ملا تو لب ہائے اطہر سے چشمۂ قرآن پھوٹ نکلا ...... یعنی قرآن کریم کا مقام اظہار لب ہائے اطہر ہیں

دوستو!۔قرآن ناطق کا مقام اظہار پہلوئے راست ہوتا ہے یعنی جبین مادر گرامی سے انہیں اذن اظہار ملتا ہے تو پھر دائیں پہلو سے اچانک ظاہر ہو جاتے ہیں جیسا کہ جملہ کتب غیبت میں لکھا ہے جب جناب ابومحمد حسنؑ العسکری علیہ الصلوات والسلام کی پھوپھی پاک صلوات اللہ علیہا ان کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ ہمارے اور ان کے مابین ایک حجاب آ گیا ہے اب ہمیں کیا کرنا چاہیے تو آپ نے فرمایا اب آپ تشریف لے جائیں قرآنِ ناطق کا نزول ہو چکا ہے جب آپ نے جا کر دیکھا تو اپنی والدہ ماجدہ صلوات اللہ علیہا کے دائیں پہلو میں سجدہ شکر میں سر بہ سجود ہیں انگشت شہادت آسمان کی طرف بلند ہے اور آواز آ رہی ہے

☆ان نمن علی الذین استضعفوا ......

یہ صرف قرآن ناطق تو نہیں بلکہ اللہ کے سر العظیم بھی ہیں اس کا بہت بڑا راز بھی ہیں اس لئے ان کی ہر بات کو انتہائی راز داری میں رکھا گیا ہے جیسا کہ میں ملکہ روم صلوات اللہ علیہا کی زیارت کے تشریحی خطابات میں عرض کر چکا ہوں ان کے ایک فقرے کو یہاں صرف نقل کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے

السلا م عليكِ ايَّتَهَا المُستَودَعَةُ اَسرارَ ربِ العالمين

آ پ پر سلام ہوا ے و ہ ذ ا ت ا قد س کہ جو اللہ کے ر ا ز و ں کی ا ما نت دا ر ہیں یعنی جنہیں یہ ر ا ز و د یعت ہو ئے ہیں یہ بھی اللہ کا ا یک بہت بڑ ا ر ا ز تھا کہ جن کا ا مین انہیں بنا یا گیا تھا

اس مقا م پر ہما ر ا فر یضہ ہے کہ اس ر ا ت کی منا سبت سے ہم د عا کر یں کہ اب ان کے عظمت و جلا ل و جبر و ت کا سو ر ج جلد ی طلو ع فر ما ئے اب ان کے مر ا تب عظیم کا او ر ان کے اختیا ر ا ت کبر یا ئی کا آ فتا ب پنہا ں مطلع عا لم پر د ر خشا ں ہو کر کا ئنا ت کی جبین پر نو شتہ مقد ر بد ل د ے او ر ابد ی مسر تو ں کی دلنو ا ز د ھو پ سا ر ے آ لا م کو پگھلا کر خو شیو ں کی چا ند ی میں تبد یل کر د ے

یا رب محمدؐو آل محمدؐ صل علیٰ محمدؐ و آل محمدؐ و عجل فرجهم بقائمهمؑ

عجل الله فرجه الشريف و صلوات الله عليك

یا هو یا من هو لا هو الا هو الحی القیوم یا هو یا من لا یعلم ما هو الا هو الحی القیوم العلی العظیم
یا مولا کریم عجل الله فرجك وصلوات الله علیك

عجل الله فرجه الشریف و صلوات الله علیه

الحمد لله رب العالمین و صل علیٰ محمدؐ و آلہٖ اجمعین خصوصاً علی حجة الله فی العالمین عجل الله فرجه الشریف وآبائه المعصومین وامهاته الطاهرین الطیبین صلوات الله علیهم اجمعین و لعنة الله علیٰ اعدائهم من یوم الازل الی یوم الدین

اے منتظرینِ صابرین

آپ اچھی طرح جانتے ہیں کہ ہم اپنے شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف کے اسمائے مبارکہ کے تشریحات پر ایک سلسلۂ خطاب جاری رکھے ہوئے ہیں آج ہمارے پیش موضوع جو اسم مبارک ہے وہ ہے

نیة الصابرین عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف

جیسا کہ میں آپ کے سامنے کئی مرتبہ اس بات کا اعادہ کر چکا ہوں کہ شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف کے کئی اسمائے مبارکہ مفرد ہیں اور کئی مرکب ہیں اور آج جس اسم مبارک پر ہم گفتگو کرنے چلے ہیں یہ بھی مرکب اسمائے مبارکہ میں سے ہے یعنی یہ دو الفاظ کا مرکب اسم مبارک ہے اس میں ایک لفظ ہے ''نیت'' اور دوسرا لفظ ہے ''صابرین'' اس لئے مناسب ہوگا کہ پہلے ان دو الفاظ کے معانی آپ کے سامنے عرض کروں

پہلا لفظ ہے ''نیت'' ...... یہ ایسا کثیر الاستعمال لفظ ہے کہ اس کے معنی سمجھے بغیر بھی اسے ہر شخص بار بار استعمال کرتا رہتا ہے اور ہمارے محاورات میں بھی اسے کئی طرح سے استعمال کیا گیا ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے ''جیسی نیت ویسی مراد'' اسی طرح سرائیکی میں بھی کہا جاتا ہے ''ہر کوئی نیت دی بار تے بہندا ائے'' یعنی ہر کوئی اپنی نیت کی فصل کے ڈھیر پر ہی بیٹھتا ہے اسی طرح عربی میں ایک حدیث شریف کو محارے کے طور پر بولا جاتا ہے انما الاعمال بالنیات یعنی اعمال کی قدر و قیمت ان کی نیت پر ہوتی ہے بری نیت ہو تو اچھا عمل بھی برا ہو جاتا ہے اور نیت اچھی ہو تو بظاہر برا عمل بھی قابل جزا بن جاتا ہے

یہ لفظ اگرچہ کلام اِلٰہی میں استعمال ہی نہیں ہوا مگر اس کی اہمیت سے کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا اہل لغت نے اس لفظ کے معنی میں پھر عربی ہی کے الفاظ استعمال کیئے ہیں جیسا کہ انہوں نے لکھا ہے کہ نیت کے معنی ارادہ، قصد، حفاظت وغیرہ کے ہیں اگر ہم دیکھتے ہیں کہ تو پتہ چلتا ہے کہ یہ سارے الفاظ عربی کے ہیں اور ان کے اپنے علیحدہ علیحدہ معنی ہیں اور یہ بھی ایک مسلمہ ہے کہ کسی بھی زبان کے دو الفاظ ایسے نہیں ہوتے جو کہ ہمہ پہلو سے ہم معنی ہوں اس طرح یہ لازم ہے کہ ان میں کسی نہ کسی طرح کا اختلاف معنی ضرور ہوگا تو پھر اس کلیہ کی رو سے قصد اور ارادے اور نیت میں بھی فرق ضرور ہونا چاہیے جو کہ ہے

جب ہم اس لفظ کا مادہ دیکھتے ہیں تو وہ ہے ''نَوَی...... نِیَّةً نوىً '' کے معنی ہیں کسی بھی چیز کی گٹھلی ...... یعنی اس کے جتنے بھی معنی ہیں ان میں گٹھلی کا تصور ضرور موجود ہوگا جیسا کہ ہم بھی یہ جانتے ہیں کہ جملہ اعمال ایک اشجار کی طرح ہیں کئی سایہ دار ہیں، کئی صرف پھول دیتے ہیں اور کئی پھلدار ہوتے ہیں تو کئی خار دار بھی ہوتے

ہیں کیونکہ جملہ اشجار اپنی گٹھلیوں ہی سے پیدا ہوتے ہیں اسی لئے جیسی گٹھلی ہوتی ہے ویسا ہی شجر ہوتا ہے اور اعمال کی بھی یہی کیفیت ہے اور جملہ اعمال اپنی اپنی گٹھلی کے مطابق پیدا ہوتے ہیں اور جو چیز یا ''محرک'' اعمال کو پیدا کرتا ہے وہ اس کی گٹھلی کی طرح ہوتا ہے اس لئے اس اصل محرک کو نیت کہا جاتا ہے یہ تو تھی لفظ نیت کی ایک سرسری وضاحت

دوسرا لفظ تھا ''صابرین'' ...... دوستو! - صابرین صابر کی جمع ہے اور صابر وہ ہوتا ہے کہ جو صبر کرنے والا ہو یہ اسم فاعل ہے

اب یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ صبر کیا ہے؟

اس کے بارے میں بھی یہی عرض کروں گا کہ یہ بھی ایک کثیر الاستعمال لفظ ہے اسے بھی بچہ بچہ بغیر معنی سمجھے کثرت سے بولتا ہے اور یہ بھی محاورات کی زینت لفظ ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ ''صبر کا پھل میٹھا ہوا ہے'' اسی طرح کے عربی، فارسی، اردو، سرائیکی، انگلش وغیرہ میں یہ لفظ محاورات میں استعمال ہوتا ہے اہل لغت نے اس کے ستر 70 سے بھی زیادہ معانی لکھے ہیں مگر جب ان سارے معانی میں قدر مشترک تلاش کرتے ہیں تو اس میں پابندی کا تصور ہمیں ضرور نظر آتا ہے یعنی کوئی ایسی چیز جو انسان کو کسی امر سے ہلنے نہ دے جیسا کہ صبر کے معنی ضمانت کے بھی ہیں کیونکہ جو کسی چیز کا ضامن ہوتا ہے وہ اپنی بات کا پابند ہوتا ہے اسی طرح جب ہم کلام اِلٰہی میں اس کے موارد کو دیکھتے ہیں تو وہ بھی کئی طرح کے نظر آتے ہیں یعنی یہ لفظ ''صبر'' کلام اِلٰہی میں کئی معنی میں وارد ہوا ہے مثلاً

(1) مصیبت پر صبر یعنی جزع وفزع نہ کرنا صبر ہے

(2) مشکلات میں اپنے دین پر باقی رہنا صبر ہے

(3) معصیت کے مواقع پر معصیت سے رک جانا صبر ہے

(4) خارجی دباؤ کے باوجود کسی کی معیت نہ چھوڑنا بھی صبر ہے

(5) میدان جنگ میں ثابت قدم رہنا صبر ہے

(6) اپنے رازوں کو محفوظ رکھنا صبر ہے

(7) بھوک اور پیاس میں بھی احکام اِلٰہی کی پابندی صبر ہے

(8) فقر و فاقہ کی کسی سے شکایت نہ کرنا بھی صبر ہے

(9) دکھوں کا شکوہ اپنے مالک کے علاوہ کسی سے نہ کرنا صبر ہے

(10) اپنے سے مافوق کے افعال پر اعتراض نہ کرنا بھی صبر ہے

(11) مخالفت نفس پر قائم رہنا بھی صبر ہے

(12) مقامِ تسلیم و رضا بھی مقامِ صبر ہے

اس کے علاوہ بھی صبر کے کئی مرادات ہیں میں انہی پر اکتفیٰ کرتا ہوں

صاحبانِ علم الاصطلاحات نے اس کی تعریف یہ لکھی ہے

الصبرھو کَفَّ النَّفسَ عَمَّا لا یَنبَغِی یعنی نفس سے نامناسب باتوں کا صادر نہ ہونا صبر ہے

دوستو اب یہ تو آپ نے جان لیا کہ صبر کے کئی اقسام ہیں اور اس کے اصطلاحی معنی کیا ہیں اب یہ بات بتانے کی ضرورت تو نہیں ہے کہ صبر کی جتنی قسمیں ہیں اس نوع انسان میں موجود صابرین کی اتنی ہی قسمیں ہیں

اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ اپنے کلام مقدس میں فرماتا ہے ......والعصر ان الانسان لفی خسر الا الذین آمنوا و عملوا الصالحات و تواصو بالحق و تواصو بالصبر

ہمیں قسم ہے ایک خاص ''عصر'' کی انسان یقیناً خسارے میں ہے سوائے ان لوگوں

کے کہ جو ایمان و امن والے ہیں اور انہوں نے اعمال صالح کئے اور جو ایک دوسرے کو حق اور صبر کی وصیت کرتے ہیں

دوستو! - اہل منطق بھی عجیب چیز ہیں وہ ہر بات میں موشگافیوں کے عادی ہوتے ہیں اور جن ماہرین منطق نے قرآن کریم کی منطقی تفسیر کی ہے وہ لکھتے ہیں کہ والعصر ان الانسان لفی خسر والا جملہ قضیۂ مہملہ جزئیہ ہے جس کے معنی ہیں کہ بعض انسان خسارے میں ہیں اور بعض خسارے میں نہیں ہیں وہ اس میں تبعیض کو داخل کر دیتے ہیں اور وہ اس بات کی پرواہ نہیں کرتے کہ نتیجہ کیا ہوگا وہ منطق کو لاگو کر دیتے ہیں

حقیقت یہ ہے اگر اس میں تبعیض کو داخل کیا جائے تو اس سے پوری سورۃ بے معنی ہو جاتی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ تبعیض کو لانے سے مومنین اور صالحین خود بخود آ جاتے ہیں یعنی جب یہ کہا جائے کہ بعض انسان خسارے میں ہیں اور بعض نہیں ہیں تو اس میں پوری انسانیت کے دونوں طبقے آ جاتے ہیں کہ جو خسارے میں ہیں ان میں برے لوگ آ جاتے ہیں اور جو خسارے میں نہیں ہیں اس میں مومنین و صالحین آ جاتے ہیں اس کے بعد ''الا الذین'' کا استثنا بے معنی ہو جائے گا یعنی ''سوائے ان لوگوں کے'' اب دیکھیں سوائے کیلئے بچا ہی کیا ہے؟

اگر درست صورت حال دیکھی جائے تو اس میں ''الانسان'' میں الف اور لام حصر کا ہے جس سے یہ کلیہ محصورہ بن جاتا ہے کہ سارے ہی انسان خسارے میں ہیں سوائے مومنین و صالحین کے ......

دوستو! - یہ ایک حقیقت ہے کہ صبر انسان کے جملہ کمالات انسانیہ و صفات کمالیہ انسانیہ کیلئے ایک بنیاد ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اس دنیا میں انسان پر جو ابتلا آت یا

آ زمائشیں آتی ہیں ان کے بارہ اقسام ہیں اوران بارہ قسم کے ابتلا آت کے موقعہ پرصبر ظاہر ہوتا ہے

جیسا کہ جنگ و جہاد بھی انسان کے ایمان کیلئے آزمائش ہے تو اس موقعہ پر انسان اگراپنے ایمان کا پابند رہتا ہے تو صابر قرار پاتا ہے اور یہاں یہی ایمان کی زنجیر کا فرار سے روک لینا شجاعت شمار ہوتا ہے جیسا کہ اللہ ﷻ فرماتا ہے

☆ولنبلونکم حتیٰ نعلم المجاھدین منکم و نعلم الصابرین......

یعنی اللہ ﷻ نے مجاہدین اور صابرین کو معلوم کرنے کیلئے جہاد کی آزمائش کی کسوٹی پر پرکھا ہے کہ کون جہاد میں صابر ہے یا ایمان کا پابند ہے اسی طرح فرمایا

☆افحسبتم ان تدخلوا الجنۃ و لما یعلم اللہ الذین جاھدوا منکم و یعلم الصابرین......

کیا یہ اس خوش فہمی میں مبتلا ہیں کہ انہیں آزمائے بناں یونہی جنت میں بھیج دیا جائے گا حالانکہ ابھی تو اللہ نے معلوم ہی نہیں کیا کہ تم میں سے کون مجاہدین فی سبیل اللہ ہیں اورکون صابرین ہیں جو ایمان کی دیواروں کونہیں پھلانگ سکتے

☆والصابرین فی الباساء و الضرأء و حین الباس......

یعنی مومنین کی یہ صفت بیان ہوئی ہے کہ وہ مصائب ومصیبت و ابتلا آت میں اور لڑائیوں میں ثابت قدم رہے

دوستو !-صبر کا سب سے بڑا مظاہرہ میدان جنگ ہی میں ہوتا ہے کیونکہ یہاں جان کا معاملہ ہوتا ہے

جب ہم ماضی کی تاریخ کی اوراق گردانی کرتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ اصحاب پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں سے صرف بارہ خوش نصیب افراد ایسے ہیں کہ جن کے دامن پر

فرار کا دھبہ موجود نہیں ورنہ باقی سارے کسی نہ کسی جنگ میں پیٹھ دکھا کر ضرور بھاگے ہیں ...... اب میں ابتلا آت کی کس کس قسم کا یہاں ذکر کروں ؟

دوستو ! - یہ بات نہیں بھولنا چاہیے کہ اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ نے فرمایا ہے ان الله مع الصابرين کہ اللہ ہمیشہ صابرین کے ساتھ ہوتا ہے اس جگہ کئی لوگ یہ بات بھی سوچ سکتے ہیں کہ اللہ سے تو کوئی جگہ خالی نہیں ہے وہ تو ہر کسی کے ساتھ ہوتا ہے وہ تو پوری انسانیت کو فرما رہا ہے کہ نحن اقرب اليه من حبل الوريد ہم تمہاری شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں تو اس میں یہ کیوں فرمایا جا رہا ہے کہ اللہ صرف صابرین کے ساتھ ہوتا ہے کیا وہ کسی دوسرے کی شہ رگ سے زیادہ قریب نہیں ہوتا ؟

دوستو ! - معیت یعنی ساتھ ہونے کی دو قسمیں ہیں ( ) معیت وجودی ( ) معیت جبی معیت وجودی یعنی اپنے وجود حقیقی کے ساتھ کسی کی معیت میں ہونا جیسا کہ میں نے اسم الحجت عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف کی تشریحی چودہ مجالس میں آپ کے سامنے عرض کیا تھا کہ الحجة قبل الخلق و مع الخلق و بعد خلق کا مطلب کیا ہے؟ اس کے ضمن میں یہ بھی عرض کیا تھا کہ معیت وجودی کے لحاظ سے ہر حجت پوری کائنات کے ساتھ ہمہ وقت موجود رہتی ہے یعنی یہ واجب الوجود ذات یعنی اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کے قرب کی وجہ سے ہوتا ہے کیونکہ ان کا قرب اِلٰہی کلی ہے جزوی نہیں ہے اور قرب اِلٰہی کلی کی یہ صفت ہے کہ وہ اپنے مقرب [جس کے وہ قریب ہے] کے ہر پہلو سے قریب ہوتا ہے اس لئے جہاں جہاں اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کا وجودِ واجب موجود ہوگا وہاں اس کے مقربین کا وجود موجود ہونا لازم ہوگا اس طرح نحن اقرب اليه من حبل الوريد ...... میں نحن جمع کا صیغہ ان مقربین کو شامل کرتا ہے کہ جو اللہ کی قربیت کی وجہ سے موجود ہوتے ہیں ...... میں اس پر مقربین کے عنوان میں تفصیل سے بات کر چکا ہوں اس لئے

یہاں اس کا اعادہ نہیں کرنا چاہتا

( ) معیت حبی ......ان الله مع الصابرین

دوسرے نمبر پر تھی معیت حبی اس میں وجود ساتھ ہو یا نہ ہو ہمدردی ساتھ ہوتی ہے جیسا کہ کسی بھی مقام پر کوئی مقابلہ ہو رہا ہو تو آپ کی ہمدردیاں کسی نہ کسی کے ساتھ ہو ہی جاتی ہیں اسی طرح جب الیکشن ہوتا ہے دو فریق آپس میں لڑتے ہیں یا جہاں بھی دھڑے بندی ہوتی ہے تو ہر انسان کسی نہ کسی فریق کی حمایت میں سوچتا ہے اس کی دلی ہمدردی کسی نہ کسی کے ساتھ ہوتی ہے اسی لئے اللہ ﷻ نے فرمایا کہ جب کسی کو آزمایا جاتا تو اس میں دو دھڑے ہو جاتے ہیں ایک بے صبر اور دوسرا صابرین کا دھڑا ہوتا ہے اور اس میں اللہ ﷻ کی کلی ہمدردیاں صابرین کے ساتھ ہوتی ہیں وہ انہیں پسند کرتا ہے وہ انہیں محبوب رکھتا ہے اس پر بہت سے مفسرین نے بات کی ہے اس لئے میں اسے ترک کرتا ہوں یہ صبر کا موضوع اتنا بڑا ہے کہ اسے ہمہ پہلو بیان کرنے کیلئے کئی عشرے درکار ہیں اور میں اسے اسی ایک مجلس میں سمیٹنا چاہتا ہوں جو ایک ناممکن کام نہیں تو مشکل ضرور ہے

﴿ وجۂ بے صبری ﴾

دوستو! - اب یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کسی سے بے صبری کا مظاہر کیوں ہوتا ہے؟ آخر بے صبری کی وجہ کیا ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ بے صبری ہمیشہ بے خبری اور بے علمی کی وجہ سے ہوتی ہے جیسا کہ جناب خضر علیہ السلام کے واقعہ میں ہے کہ جناب خضر علیہ السلام نے جناب موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا قال انك لن تستطیع معی صبراً آپ ہمارے معاملے میں صبر کی

استطاعت نہیں رکھتے اس پر جناب موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا قال ستجدنی انشاء الله صابراً آپ انشاء اللہ مجھے صابر پائیں گے لیکن اس عہد اور قول کے بعد بھی وہ صبر نہ کر سکے کیونکہ وہ ان رازوں سے بے خبر تھے چونکہ ان کا علم جناب خضر علیہ السلام کے علم سے کم درجے کا تھا اس لئے وہ ان کے افعال پر اعتراض کر بیٹھے اور وہ بھی ایک مرتبہ نہیں بلکہ تین مرتبہ...... یعنی بے صبری وہاں پیدا ہوتی ہے جہاں صاحب ابتلا کا علم رسائی نہ کر سکے کوئی جتنا جتنا صاحب علم ہوگا وہ اتنا ہی زیادہ صبر کرنے والا ہوگا اسی علم کی بنیاد پر صابرین کے اقسام کا تعین ہوتا ہے

اقسامِ صبر

دوستو! - جب ہم قرآن کریم کا گہری نظر سے مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں پتہ چلتا ہے کہ صبر کے نو (9) اقسام ہیں مثلاً

(1) صبر عمومی (2) صبر خاص (3) صبر اخص (4) صبرِ مستحسن (5) صبرِ عزیم (6) صبرِ جمیل (7) صبرِ حسن (8) صبرِ کل (9) صبرِ الٰہی

جیسا کہ آپ سارے جانتے ہیں جملہ مومنین نے کچھ نہ کچھ صبر ضرور کیا ہے کیونکہ صبر ہی تو کمال انسانیہ کی اساس ہے اس میں عمومیت پائی جاتی ہے کیونکہ ابتلا آت کے جو بارہ اقسام ظاہری ہیں اور بارہ اقسام باطنی ہیں ان میں سے ایک مومن کو کسی نہ کسی قسم سے ضرور آزمایا جاتا ہے تو وہ صبر کا مظاہرہ بھی کرتا ہے...... یہاں یہ بھی عرض کردوں کہ ابتلا و آزمائش کی بارہ قسمیں تو وہ ہیں کہ جو برنگ نقمات ہوتے ہیں یعنی ایسی آزمائشیں جن میں جانی، مالی، اولادی، عزتی و ناموسی آزمائشیں ہوتی ہیں مگر کئی آزمائشیں دیکھنے میں اذیت ناک نہیں ہوتیں جو برنگ نعمات ہوتی

ہیں بلکہ بڑی لذیذ ہوتی ہیں مگر انسان کیلیئے بہت بڑی آزمائشیں ہوتی ہیں جیسا کثرت مال کی آزمائش ہے کہ انسان کے دامن کو مال و دولت سے بھر دیا جاتا ہے اوراس کے بعد دیکھا جاتا ہے کہ یہ اس حال بھی ہمیں یاد رکھتا ہے یا اسی مال کے ہم وغم میں ہم سے غافل ہو جاتا ہے حکومت و اقتدار کی آزمائش، مال و اولاد کی آزمائش، ایسی بہت سی آزمائشیں ہوتی ہیں ابتلا برنگ نعمات ہوتی ہے اب میں آگے صرف درجات بتاؤں گا مثالیں آپ کو ملتی چلی جائیں گی یہ تو عمومی صبر تھا کہ جو عام مومنین سے متعلق ہوتا ہے

() دوسرے نمبر پہ ابرار اخیار رضوان الله علیهم اجمعین کا صبر ہوتا ہے

() تیسرے نمبر پہ مقربین رضوان الله علیهم اجمعین کا صبر ہوتا ہے

() چوتھے نمبر پہ انبیا سلام الله علیهم اجمعین کا صبر ہوتا ہے

() پانچویں نمبر رسولان غیر اولوالعزم سلام الله علیهم اجمعین کا صبر ہوتا ہے

() چھٹے نمبر پہ رسولان اولوالعزم سلام الله علیهم اجمعین کا صبر ہے

() ساتویں نمبر آئمہ ہدیٰ علیهم الصلوات والسلام کا صبر ہے جیسا کہ ارشاد قدرت ہے

☆وجعلناهم ائمة يهدون بامرنا لما صبروا

() آٹھویں نمبر پہ سید الانبیا و رسل صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کا صبر ہے یہ کلی صبر ہے جیسا کہ واستعينوا بالصبر والصلواة کی تفسیر میں فرمایا گیا ہے کہ بالصبر رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور صلوات سے مراد امیرِ کائنات علیہ الصلوات والسلام ہیں (تفسیر مراۃ الانوار)

() نویں درجے پر صبر اِلٰہی و خداوندی ہے یہ درجۂ صبر ملکۂ عالمین بی بی صلوات اللہ علیہا کا ہے کہ جس کے مظہر کامل جناب امام زین العابدین علیہ الصلوات والسلام ہیں اس لئے پورے زمرۂ تطہیر میں صبر السجاد یہ علیہ الصلوات والسلام کو امتیازی حیثیت حاصل ہے

ہمارے مذہب کا یہ بھی ایک مسلمہ ہے کہ امامت کیلئے صبر وشجاعت شرط ہے جو شجاع و صابر نہ ہوگا وہ امام نہ ہوگا اور صبر وشجاعت میں یہ شرط ہے کہ اس کے زمانے میں کوئی امام کے برابر شجاع وصابر ہوتا ہی نہیں مگر شجاعت صبر کی فرع ہے اصل کل ہے اور شجاعت اس کی جزو ہے اور زمرۂ تطہیر میں اگر شجاعت کسی کے حصے میں آئی ہے تو وہ امام مظلوم شہنشاہ کربلا علیہ الصلوات والسلام ہیں کہ شجاعت الحسینیہ علیہ الصلوات والسلام ہی سب سے امتیازی حیثیت کی حامل ہے اور اس حوالے سے یہاں پھر ''انامن'' کی صورت نظر آتی ہے کیونکہ شجاعت جزو کل صبر کل ہے اور کل کے مالک جناب سجاد علیہ الصلوات والسلام ہیں اس طرح امام مظلوم علیہ الصلوات والسلام صفت صبر کے حوالے سے اپنے ہی لخت جگر علیہ الصلوات والسلام کے جزو قرار پاتے ہیں اس پر میں امام زین العابدین علیہ الصلوات والسلام کے فضائل کے مجالس میں کافی کچھ عرض کر چکا ہوں یہاں اس کا اعادہ نہیں کرنا چاہتا

﴿ نیاتِ صبر ﴾

اب یہاں ہم اس پوزیشن میں آچکے ہیں کہ جس مقام سے اسم مبارک کی سمت ٹرن (Turn) لے سکتے ہیں کیونکہ آپ کے سامنے صبر کے بارے میں بھی ضرورت کی حد تک معلومات بہم پہنچائے جا چکے ہیں اور صبر کے بارے میں بقدر کفایت وضاحتیں کی جا چکی ہیں اور ...... یہ تو آپ کو معلوم ہی ہے کہ ہمارے پیش بیان جو اسم تھا وہ تھا جناب نیۃ الصابرین عَجَلَ اللّٰهُ فَرَجَهُ الشَّرِيْف یعنی جتنے صابرین حق نے صبر کیا ہے ان کی نیت صبر یہ جناب ہیں یا صبر کے وقت ان کے پیش نظر یہی جناب تھے؟ پہلے ہم اس سوال پر غور کرلیں کہ انسان صبر کیوں کرتا ہے؟

ہر صبر کی ایک نیت ہوتی ہے جیسا کہ کوئی انسان صرف اس لئے صبر کر لیتا ہے کہ لوگ طعن وتشنیع کریں گے ......کئی لوگ اس لئے صبر کرتے ہیں کہ دشمن خوش نہ ہو......کئی لوگ انتقام کی امید میں صبر کر لیتے ہیں ......کئی لوگ آخرت یعنی جنت کیلئے صبر کر لیتے ہیں ......کئی لوگ اس دنیا کے لذات کو اس لئے ترک کرتے ہیں کہ انہیں آخرت میں ہر چیز بمعہ سود وصول کرنا ہے

اللہ نے فرمایا ہے کہ جو لوگ فقر وفاقہ پر صبر کر لیتے ہیں یعنی اس کا اظہار اس کے سوا کسی کے سامنے نہیں کرتے وہی مقصد و مراد کو پا لیتے ہیں

یہاں یہ بات بھی ذہن میں رکھنا لازم ہے کہ انسان کا صبر وہی مستحسن ہوتا ہے جو اختیاری ہو مجبوری کا صبر صبر نہیں ہوتا مجبوری ہوتا ہے

مجموعۂ حیات

دوستو! - اب یہ تو آپ نے سمجھ لیا کے صبر کے درجات ہیں مگر یہاں ایک کلیہ کی وضاحت کرنا چاہتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ

''اِلٰہی عہدہ داروں میں جو جتنی زیادہ زندگیوں کا مجموعہ ہوتا ہے اس کی معنوی و روحانی حکومت اتنی زیادہ دیر تک رائج رہتی ہے''

یعنی جو نبی یا رسول جتنی زیادہ سے زیادہ زندگیوں کا مجموعہ ہوتا ہے اس کی شریعت اس کا حکم اتنا زیادہ عرصے تک منسوخ نہیں ہوتا اسی کا کلمہ چلتا ہے یہ ایک کلیہ ہے اب ہم اس کی مثالیں پیش کریں گے تو آپ ہماری بات کو سمجھ سکیں گے

آپ ماضی کے جھروکے سے جھانک کر دیکھیں حاران کا شہر ہے جناب تارخ [تارح] علیہ السلام کا زمانہ ہے اس دور میں نمرود حاکم ہے اس کے سامنے آذر بیٹھا

ہوا ہے کیونکہ آذر اس کا ایک نجومی بھی تھا اس لئے اس نے اس سے پوچھا ذرا یہ تو بتاؤ کہ ہمارے دین کو کس سے زیادہ خطرہ ہے؟

اس نے علم نجوم کے حوالے سے بتایا یہاں ایک بچہ پیدا ہونے والا ہے جو تمہارے دین کیلئے موت کا پیغام ہے اس نے کہا ذرا یہ تو بتاؤ کہ وہ کس گھر میں پیدا ہوگا؟ اس نے جب زائچہ میں اپنے بڑے بھائی جناب تارخ علیہ السلام کے گھر کا تعین کیا تو بات کو گول کر گیا اور کہا یہ معلوم کرنا فی الحال مشکل ہے ...... اس ملعون نے حکم دیا پھر ایسا کرو کہ کوئی بچہ اس دوران زندہ نہ رہنے پائے اس کے بعد اس نے لاتعداد بچوں کو قتل کروایا تاکہ جناب ابراہیم علیہ السلام کی دنیا میں آمد نہ ہو اس طرح ہزاروں بچوں کی جان کی قربانیوں کے بعد جناب ابراہیم علیہ السلام کی آمد ہوئی

اسی طرح جناب موسیٰ علیہ السلام کا زمانہ آتا ہے تو اس میں فرعون راعمیس اول یہی ڈرامہ پلے(Play) کرتا ہے اور اس طرح جناب موسیٰ علیہ السلام سے قبل ہزاروں بچے شہید ہو جاتے ہیں تب ان کی دنیا میں آمد ہوتی ہے

اسی طرح جناب عیسیٰ علیہ السلام کی دنیا میں آمد سے تھوڑا عرصہ قبل اور ان کے ظہور کے بعد ہزاروں بچے شہید کر دئے جاتے ہیں کبھی آپ نے اس پر غور کیا ہے کہ ہر صاحب شریعت نبی و رسول کی آمد سے قبل یہ بچوں کا قتل کیوں ہو رہا ہے؟

بات صرف اتنی ہے کہ جب روز میثاق اولاد آدم کو ان کی پشتوں سے نکالا گیا تھا تو اس وقت ساری اولاد آدم کے سامنے یہ بھی آفر (Offer) ہوئی تھی کہ تم میں سے کوئی ہے جو اپنی زندگیوں کو ان انبیا کرام کو پیش کرے جو صاحب شریعت ہوں تاکہ ان معصوم بچوں کی زندگیوں کا مجموعہ بن کر دنیا میں جائیں اور ان معصوم بچوں کی معصوم زندگیاں ان کی شریعت اور حکومت معنوی کو بخش دی جائیں اس پر ایک

نبی کو سامنے لا یا گیا جن ارواح نے جن انبیاعلیہم السلام کیلئے قربان ہونا پسند کیا تھا انہیں بطور قربانی اس دنیا میں ان کے زمانے میں آنا پڑا اور انہیں اپنے عالم معصومیت ہی میں زندگیاں دینا پڑیں اس طرح جن انبیا ما سلف علیہم السلام پر زیادہ سے زیادہ بچوں نے قربانیاں دی ہیں ان کی شریعت یا حکومت معنوی اتنی زیادہ دیر تک رائج رہی ہے اس لئے ان کی شریعت جو ایک طرح سے معنوی حکومت ہوتی ہے وہ سب سے زیادہ چلی

جناب ابراہیم علیہ السلام کا زمانہ 2000 ق م ہے اور جناب موسیٰ علیہ السلام کا زمانہ 1300 ق م کا ہے اس طرح شریعت ابراہیمی کم وبیش 700 سال چلی لیکن جناب موسیٰ علیہ السلام کی شریعت پورے تیرہ سو سال چلی ان کے بعد جناب عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت کم وبیش 600 سال چلی

اگر ہم ایک جائزہ لیں تو پتہ چلتا ہے کہ سب سے زیادہ معصوم بچوں نے جناب موسیٰ علیہ السلام کیلئے قربانیاں دی ہیں اس لئے ان کی معنوی حکومت یعنی شریعت سب سے زیادہ عرصہ تک چلی دوسرے نمبر پہ جناب ابراہیم علیہ السلام آتے ہیں یعنی جناب عیسیٰ علیہ السلام سے بھی زیادہ بچے ان پر قربان ہوئے اس لئے ان کی شریعت یا معنوی حکومت 700 سال تک منسوخ نہیں ہوئی اس کے بعد جناب عیسیٰ علیہ السلام کا نمبر آتا ہے ان پر کم بچوں نے قربانی دی اس لئے ان کی حکومت معنوی 600 سال کے قریب چلی جیسا کہ جناب محی الدین ابن عربی فصوص میں فرماتے ہیں کہ جو نبی جتنی زیادہ زندگیوں کا مجموعہ تھا اس کی معنوی حکومت وشریعت اتنی زیادہ عرصے تک چلی

اب یہ بھی دیکھیں کہ جناب لوط جناب ابراہیم علیہ السلام کے خالہ زاد بھائی ہیں ان پر اگر کسی بچے نے قربانی نہیں دی تو ان کا دائرہ نبوت بھی محدود تھا اور ان کی نبوت

بھی ان کی زندگی تک ہی رہی آگے سلسلہ نہیں چلا یعنی جس پر جتنی زیادہ قربانیاں ہوئیں اتنے زیادہ عرصے تک اس کی حکومت شرعی رہی

دوستو! - یہ سن کر آپ کو عجیب لگے گا کہ ہمارے شہنشاہ انبیاصلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر سب سے زیادہ قربانیاں ہوئیں ہیں ہوا یہ کہ روز میثاق جو اولاد آدم سے عہد و پیمان ہوا تھا اس کے بعد خود انبیاعلیہم السلام کو بھی یہ آفر (Offer) ہوئی تھی کہ تم میں سے کون ہے وہ صاحب عزت و وقار جو میرے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر اپنی جان نچھاور کرنے کی سعادت حاصل کرنا چاہتا ہے اس وقت سارے انبیاعلیہم السلام نے لبیک کہا اس پر خالق نے کچھ انبیاعلیہم السلام کو اس دنیا میں ظہور قدسی سے قبل قربانی دینے کا حکم دیا اور کچھ انبیاعلیہم السلام کو رجعت میں اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر قربان ہونے کا اذن دیا اس طرح جو نبی اس دنیا میں شہید نہیں کیے گئے انہیں درجہ شہادت رجعت میں ضرور ملے گا ...... اس لئے ان قربانیوں کی وجہ سے سب سے زیادہ طویل معنوی حکومت سرورِ دوجہاں صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ہے جو قیامت تک ناقابل تنسیخ ہے کیونکہ ان کی ذات اقدس ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاعلیہم السلام کی زندگیوں کا مجموعہ اس لئے ان کی معنوی حکومت غیر متناہی ہے بلکہ مابعد القیامت بھی انہی کی شریعت وحکومت رہے گی

جنت میں جو شریعت رائج ہونا ہے یا رائج ہے وہ بھی انہی کی شریعت وحکومت ہے ممکن ہے کسی کو یہ غلط فہمی ہو کہ حکومت معنوی و شرعی کا تعلق صرف انسان سے ہوتا ہے ایسا نہیں ہے بلکہ یہ تو ایک طرح سے حکومت اِلٰہیہ باطنیہ ہوتی ہے جس کا ایک حصہ انسانیت سے متعلق ہوتا ہے جیسا کہ جناب ابراہیم علیہ السلام جب حج کیلئے بلاتے ہیں تو جو ارواح لبیک کہتے ہیں وہ حج پر ضرور جاتے ہیں یعنی ان کی آواز عالم ارواح میں بھی اس طرح گونجی جس طرح مکہ کے پہاڑوں میں گونج رہی تھی یعنی ان کی

حکومت کا دائرہ عالم ارواح تک پھیلا ہوا تھا اس طرح ان کی حکومت بلکہ ہر حکومت معنوی عالم ملکوت سے لے کر عالم جمادات تک محیط ہوتی ہے اسی لئے تو انبیا علیہم السلام جمادات اور نباتات تک کو استعمال کر کے دکھاتے رہے ہیں

دوستو! - یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ انبیاعلیہم السلام معصوم ہوتے ہیں اس لئے انہیں کسی غیر معصوم کی زندگی نہیں دی جا سکتی تھی انہیں معصوم زندگیوں کا مجموعہ بنانا تھا اس لئے معصوم بچوں کی زندگیاں انہیں دی گئیں لیکن شہنشاہ انبیاصلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذات اقدس کیلئے عام بچوں کی زندگیوں کو خالق نے پسند ہی نہیں کیا بلکہ انہیں انبیا و رسل علیہم السلام کی زندگیوں کا مجموعہ بنا کر بھیجا ہے کیونکہ وہ معصوم بچے معصوم حقیقی نہیں تھے مجازی معصوم تھے یعنی وہ عرفِ عام میں تو معصوم تھے مگر شرعی لحاظ سے محفوظ تھے معصوم نہ تھے اس لئے اللہ جل جلالہ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کیلئے جو زندگیاں پسند فرمائی ہیں وہ معصومین کی زندگیاں تھیں محفوظین کی نہ تھیں اسی وجہ سے آپ کی حکومت ابدی حکومتِ معنویہ میں بدل گئی

دوستو! - یہاں تک تو آپ سمجھ ہی چکے ہیں اب ہم اپنے اصل موضوع کی طرف آتے ہیں وہ یہ ہے کہ ہمارے شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف بھی لاتعداد زندگیوں کا مجموعہ حیات ہیں اس میں ایک تو ان کے اپنے اجداد طاہرین علیہم الصلوات والسلام نے جو قربانیاں دی ہیں یہ سب انہی کی حیات طیبہ کو عطا کی ہیں جیسا کہ ہم اپنے ماحول میں اس کی مثالیں دیکھ سکتے ہیں کہ اپنے بچوں کے مستقبل کو روشن کرنے کیلئے والدین اپنے آرام و چین سکون کی قربانیاں دیتے ہیں اپنا پیٹ کاٹ کے بچوں کا مستقبل بنانے کی کوشش کرتے ہیں کئی لوگ خود بھوکے رہ کر اپنی اولاد کیلئے پونجی جمع کرتے رہتے ہیں تاکہ انہیں فقر و فاقہ سے نہ گزرنا پڑے اسی طرح لاتعداد مثالیں موجود

ہیں یہاں وقت کی قلت کے پیش نظر ایسی مثالیں تلاشنا آپ کے سپرد کرتا ہوں اور میں آگے بڑھتا ہوں

دوستو! - یہ تو آپ کو معلوم ہی ہو چکا ہے کہ پاک خاندان تطہیر علیہم الصلوات والسلام نے اپنا سب کچھ اپنے لخت جگرؑ کیلئے قربان کیا ہے اس کی وجہ یہ تھی کہ یہ تو سارے پاک خاندان علیہم الصلوات والسلام کو معلوم تھا کہ ہماری حکومت واقتدار کا دور وہ ہے جو ہمارے آخری لخت جگر عَجَلَ اللّٰهُ فَرَجَهُ الشَّرِيْف کو میسر آئے گا مگر اس کا زمانہ صرف سات برس کا مقرر تھا یعنی انہوں نے صرف سات سال تک حکومت کرنا تھی جیسا کہ آپ کو بہت سے احادیث میں یہ بات ملے گی شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰهُ فَرَجَهُ الشَّرِيْف نے کل سات سال حکومت کرنا ہے یہ احادیث اپنے مقام پر درست تھے مگر یہ اولین مقررہ زمانہ تھا اور خروج کا وقت بھی 60 ہجری کا مقرر تھا یعنی ساٹھ ہجری کو سات برس کیلئے حکومت آل محمدؐ علیہم الصلوات والسلام کا قیام ہوگا اور اس کے بعد قیامت آ جائے گی لیکن یہ سب کچھ مشروط تھا محتوم نہ تھا اب یہ تو مالک ذات خود ہی جانتے ہیں کہ وہ کس صورت میں واقع ہونا تھا کیا شہنشاہ کربلا علیہ الصلوات والسلام ہی نے قائم آل محمدؐ علیہ الصلوات والسلام کی صورت اختیار کرنا تھی یا کوئی دوسری صورت تھی مگر تھا یہی سن مقرر کیونکہ یہ محتوم [حتمی] نہ تھا اس لئے اس میں تبدیلی کا امکان تھا جب واقعہ کربلا ہوا تو اس سے قبل جو قربانیاں ہوئیں یعنی امیر کائنات علیہ الصلوات والسلام کا ضرب ظلم سے شہید ہونے اور امام مسموم علیہ الصلوات والسلام کا جام بقا نوش فرمانے سے اس کے عرصے میں طوالت آ گئی اور یہ سات سال سے ستر ہزار سال تک پہنچ گیا تھا یعنی اگر شہنشاہ کربلا علیہ الصلوات والسلام قربانی نہ دیتے تو ان کی حکومت قائم ہو جاتی اور پورے ستر ہزار سال تک رہتی جب امام صادق علیہ الصلوات والسلام کا زمانہ آتا ہے تو اس وقت تک ایک لاکھ 80 ہزار

سال تک اسے وسعت مل جاتی ہے مگر جب ان سے حقیقی صورت حال کے بارے میں پوچھا جاتا ہے کہ آپ کے لخت جگر عَجَلَ اللّٰهُ فَرَجَهُ الشَّرِيْف کی حکومت کل کتنا عرصہ رہے گی تو آپ نے فرمایا وہ لا متناہی ہے اس نے کب تک رہنا ہے اسے اللہ کے سوا کوئی جان ہی نہیں سکتا

اس کے علاوہ دور غیبت کی طوالت کی ممکن ہے ایک وجہ یہ بھی ہو کہ جن مومنین نے روز میثاق اپنی جانیں حکومت اِلٰہیہ کو دینے کیلئے لبیک کہا تھا انہیں اس طویل دور میں موقعہ ملے سکے کہ وہ بھی اس میں اپنی طرف سے حصہ دار بن سکیں اس طرح جملہ پاک خاندان علیهم الصلوات والسلام کے اصحاب وانصار کی زندگیاں اورقربانیاں بھی اس حکومت اِلٰہیہ کو حکومت جاوید بنا دینے میں معاون بن گئیں تا اینکہ سب سے آخر میں جناب محمدنفس ذکیہ علیہ السلام جو سید حسنی ہوں گے ان کے قربانی اس حکومت کو ابدی حکومت میں بدل دے گی اوراس طرح ہر مومن جس کے بارے میں فرمایا گیا ہے کہ من مات علی حب آل محمد علیهم الصلوات والسلام مات شهیداً کا ایک مقصد بھی یہ ہے کہ پہلے ان کی زندگیوں کو شہادت کا درجہ دے کر پاک کیا جائے گا تاکہ وہ اس قابل ہوسکیں کہ انہیں شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰهُ فَرَجَهُ الشَّرِيْف کی مقدس زندگی میں شامل کیا جا سکے اس پر پھر کبھی تفصیل سے بات ہوگی کیونکہ یہ موضوع ایک علیحدہ مجلس کا تقاضا کرتا ہے

اس طرح صرف اس حکومت اِلٰہیہ کو جاویدانی حکومت بنانا ہی کافی نہیں تھا بلکہ اسے جملہ دکھوں دردوں آلام و مصائب سے پاک کرنا بھی ضروری تھا یعنی ان کی حکومت میں کوئی ایسی چیز نہ ہو جو کسی کیلئے ناخوشگوار ہو اسے غربت، افلاس، دکھ، درد، غم، مصائب، گریہ و ماتم سے ہر طرح سے پاک کرنا لازم تھا تو اس کیلئے پاک

خاندان علیہم الصلوات والسلام اور ان کے اصحاب اقدس نے ان دکھوں کو اپنے اپنے زمانے میں قبول فرمالیا اور قبل از وقت اپنے حصے میں لے لیا تا کہ ان کی آخری حکومت جملہ دکھوں اور ناپسندیدہ چیزوں سے پاک ہو جائے اور ان کی قربانیوں کی وجہ سے ان کی حکومت اِلٰہیہ جملہ ناپسندیدہ چیزوں سے ہمیشہ ہمیشہ کیلئے پاک ہوگئی

دوستو! ۔ یہ بھی اللہ جلالہ کا وعدہ ہے کہ انی لا اضیع عمل عامل...... یعنی میں کسی عمل کرنے والے کا عمل ضائع نہیں کرتا چاہے وہ کسی عورت نے کیا ہو یا مرد نے کیا ہو اس لئے ان قربانی دینے والوں کو بھی عظیم جزا ملے گی اور اسی یومِ جزا کا نام یومِ رجعت ہے اس پر پہلے ہی اسم مبارک صاحب الرجعت کے ضمن میں عرض کیا جا چکا ہے اس لئے یہاں اس کا اعادہ نہیں کرنا چاہتا

یہ ہمارے شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَهُ الشَّرِیْف نیت الصابرین اسی لئے ہیں کہ سارے پاک خاندان علیہم الصلوات والسلام نے ان کے سارے دکھ آپس میں تقسیم فرمالئے تا کہ ہمارے آخری لعل کو نصیب دشمناں کوئی دکھ درد نہ آئے اور ان کی مسرتیں پورے پاک خاندان علیہم الصلوات والسلام کی بچا کر رکھی ہوئی مسرتیں ہیں ان کے انتقام گویا پورے پاک خاندان علیہم الصلوات والسلام کے بچا کر رکھے ہوئے انتقام ہیں

تیرہ ضربوں کی مصلحت

دوستو! ۔ اگر ہم حساب لگا کر بات کریں تو شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَهُ الشَّرِیْف کی حکومت کو ابدی بنایا بھی شہنشاہ کربلا علیہ الصلوات والسلام نے ہے اس کی ابدیت میں سب سے زیادہ حصہ شہنشاہ کربلا علیہ الصلوات والسلام اور ان کے پاک قافلۂ تسلیم و رضا ہی کا ہے

جیسا کہ میں نے اسم مبارک رحمۃ اللہ واسعہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف کے ضمن میں عرض کیا تھا کہ شہنشاہ کربلا علیہ الصلوات والسلام نے نصرت طلب کی تھی تو ساری مخلوق نے لبیک کہا مگر کسی کی نصرت قبول نہ ہوئی کیونکہ وہ دشمن کے خلاف فتح کو سامنے رکھے ہوئے تھے شہزادہ علی اصغر علیہ الصلوات والسلام کی نصرت منظور ہوئی تھی کیونکہ وہ آخری شہنشاہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف کی حکومت کو ابدی بنانے میں کلی نصرت کر سکتے تھے جو نہ جنات کر سکتے تھے نہ ملکوت نہ کوئی اور چیز یہ کام کر سکتی تھی

دوستو! - میں عرض کر رہا تھا کہ تیرہ ضربوں کی مصلحت کیا تھی؟ میں اس پر زیادہ تفصیل تو نہیں دے سکتا ہاں یہاں صرف ایک راز کو منکشف کرنا چاہتا ہوں کہ جو میرے منعم ازل شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف نے میرے شعور میں ڈالا ہے

دوستو! - آپ نے بارہا یہ تو سنا ہوگا کہ شہنشاہ کربلا علیہ الصلوات والسلام کو تیرہ ضربوں سے شہید کیا گیا تھا مگر کبھی آپ نے یہ بھی سوچا ہے کہ ان ضربوں کی تعداد تیرہ کیوں تھی؟ نہ ایک ضرب کم ہوئی نہ ایک زیادہ تو اس کی وجہ کیا ہے؟

آپ دیکھیں کربلا کا میدان ہے، امام مظلوم علیہ الصلوات والسلام اپنے آخری سجدے کی تیاری کر رہے ہیں، ادھر ظالم ازلی ملعون ہاتھ میں حربہ لے کر آتا ہے، ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیا علیہم السلام کے ارواح یہ منظر دیکھنے کیلئے کربلا میں پہنچ چکے ہیں، پورا عالم ملکوت اس آخری سجدے کو دیکھنے کیلئے حاضر ہے، جنات و ارواح کا ایک سمندر موجیں مار رہا ہے، سارے اس آخری سجدے کو دیکھنے کیلئے آئے ہوئے ہیں اس وقت امام مظلوم علیہ الصلوات والسلام نے سرِ اطہر سجدے میں رکھا شہنشاہ انبیا صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم سے لے کر امام حسن عسکری علیہ الصلوات والسلام تک سارے معصومین علیہم الصلوات والسلام ان کے سب سے زیادہ قریب تشریف فرما ہیں اس وقت ملعون ازل امام مظلوم علیہ الصلوات

کو سجدے میں دیکھ کر ضرب لگانا چاہتا ہی تھا کہ سب سے پہلے شہنشاہ انبیا صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم نے اپنا گلوئے مبارک ان کے گلوئے اطہر پر رکھ دیا...... صاحب سر الشہادتین کا بھی یہی قول ہے کہ امام مظلوم علیہ الصلوات والسلام کی شہادت دراصل شہنشاہ انبیا صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی شہادت تھی یعنی جونہی ملعون ازل نے ضرب لگائی تو شہنشاہ انبیا صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم نے اپنا گلوئے اطہر پیش کیا اور پہلے ضرب انہوں نے اپنے گلوئے مبارک پر قبول فرمائی اس کے بعد اس ملعون نے دیکھا کہ اس کی پہلے ضرب کا کوئی اثر نہیں ہوا اس نے دوسری ضرب لگانا چاہی تو فوراً امیر کائنات علیہ الصلوات والسلام نے اپنا گلوئے مبارک امام مظلوم علیہ الصلوات والسلام کے گلوئے مبارک پر رکھ دیا دوسری ضرب انہوں نے قبول فرمائی اس کے بعد ملکۂ عالمین صلوات اللہ علیہا نے اپنا گلوئے مبارک رکھا اسی طرح سارے معصومین علیہم الصلوات والسلام اپنے گلوئے اطہر پیش کرتے چلے گئے اسی لئے ارشاد ہے کہ جب خروج ہوگا تو سارے معصومین علیہم الصلوات والسلام کے گلو ہائے اطہر پر اس ملعون کی ضربوں کے نشان موجود ہوں گے...... اسی طرح سارے معصومین علیہم الصلوات والسلام اپنا اپنا گلوئے مبارک رکھتے چلے گئے اور ایک ایک ضرب قبول فرماتے گئے تا اینکہ تیرہویں ضرب چلنے کو آ گئی اس وقت ہمارے شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰهُ فَرَجَهُ الشَّرِيْف نے اپنا گلوئے مبارک اپنے جد اطہر علیہ الصلوات والسلام کے گلوئے اطہر پر رکھ دیا...... یہی وہ قیامت کی گھڑی تھی کہ یہ منظر دیکھ کر سارے انبیا ما سلف علیہم السلام کی سانسیں سینوں میں اٹک گئیں ملکوت کی نبضیں ڈوبنے لگیں عالم ارواح کے جملہ مظلومین کی چیخیں نکل گئیں اور خالق سے عرض کیا خالق یہ کیا ہو رہا ہے یہ تو ہمارے منتقم عَجَلَ اللّٰهُ فَرَجَهُ الشَّرِيْف ہیں یہی تو ہمارا آخری سہارا ہیں، یہ کیا ہونے والا ہے؟ جس کیلئے اولین و آخرین نے اپنے زندگیوں کے نذرانے دیئے ہیں کیا انہیں بھی مصائب کا

نشان لگنے دیا جائے گا ؟ سارے عالم ارواح میں کہرام بپا ہوا، ہر طرف سے یہی آواز آئی ، خالق اس خنجر ظلم کو توڑ دے ، ہمارے آخری سہارے کو اس ظلم کی ضرب سے محفوظ رکھ ، جب ایک لاکھ چوبیس ہزار نبی اور عالم ملکوت و عالم ارواح میں کہرام بپا ہوا تو اس وقت امام مظلوم علیہ الصلوات والسلام نے اپنے آخری لخت جگر سے فرمایا بیٹے یہ سب کچھ تو ہم آپ ہی کیلئے کر رہے ہم نے جتنے مصائب برداشت کیلئے آپ کیلئے کئے ہیں آپ اپنا گلوئے مبارک ہٹا لیں ہم سب کچھ دیکھ سکتے ہیں مگر آپ کے گلوئے مبارک پر اس خنجر کا نشان نہیں دیکھ سکتے آپ فوراً اپنا گلوئے مبارک ہٹا لیں عین اس وقت ملعون ازل نے ضرب لگائی سارے عالمِ ارواح و عالمِ ملکوت وانبیا نے دیکھا کہ شہنشاہ کربلا علیہ الصلوات والسلام نے اپنا گلوئے اطہر اپنے لخت جگرؑ کے گلوئے مبارک پر رکھ دیا اور ظالم نے دیکھا کہ امام مظلوم علیہ الصلوات والسلام کا جسم اطہر سجدے میں ہے مگر سر اطہر سجدہ گاہ پر علیحدہ رکھا ہوا ہے گویا امام مظلوم علیہ الصلوات والسلام نے اپنے آخری لخت جگر عَجَلَ اللّٰهُ فَرَجَهُ الشَّرِيْف پر اپنا سر اطہر قربان کر دیا

اس لئے آج بھی ہمارے شہنشاہ معظم عَجَلَ اللّٰهُ فَرَجَهُ الشَّرِيْف فرماتے ہیں

فَلَئِن اَخَّرتَنِیَ الدَّهُورُ وَ عَاقَنِی عَن نَصرِكَ المَقدُورِ وَلَم اَكُن لِمَن حَارَبَكَ مُحَارِباً وَّ لِمَن نَصَبَ لكَ العَدَاوَةَ مُنَاصِباً فلَاَ ندُبنَّكَ صَبَاحاً وَمَسَآءً وَّ لَاَبكَيَنَّ لكَ بَدَلَ الدَّموعِ دَماً......

ہمیں وقت نے مؤخر کر دیا اور آپ کی نصرت سے دور کر دیا اور ہم آپ کی نصرت میں ان سے جنگ بھی نہیں کر سکے جو آپ کے ساتھ جنگ کر رہے تھے اور ہم دشمنوں کے مقابلے کیلئے کھڑا بھی نہ ہو سکے اس لئے ہم دن رات اشکوں کی بجائے خون کے آنسو بہاتے رہیں گے

یعنی آج بھی ہمارے شہنشاہ زمانہ اس وقت کو یاد کر کے گریہ فرماتے ہیں کیونکہ وہ سماں وہ منظر آج بھی ان کے سامنے تازہ ہے کیونکہ امام کے سامنے ماضی حال اور مستقبل ایک جیسے ہوتے ہیں یعنی وہ حال جاری کی طرح ہوتے ہیں اس لئے ان کے غم ومصائب میں کبھی کمی واقعہ نہیں ہوتی

آیئے ہم سب دعا کریں کہ اب ان کے دکھوں دردوں کے خاتمہ کا دن جلدی آئے ،ان کی ابدی خوشیاں جلدی ہوں ،اولین وآخرین کی قربانیوں کا نتیجہ جلدی ظاہر ہواوراس دنیا پر محمدؐ وآل محمدؐ علیہم الصلوات والسلام کی ابدی حکومت جلدی ظاہر ہواور جملہ صابرین کو ان کے صبروں کا میٹھا پھل جلدی ملے

یا رب محمدؐ و آل محمدؐ صل علیٰ محمدؐ و آل محمدؐ و عجل فرجھم بقائمھمؑ
عجل اللہ فرجہ الشریف و صلوات اللہ علیك

یا ھو یامن ھو لاھو الا ھوالحی القیوم یا ھو یا من لا یعلم ماھو الا ھو الحی القیوم العلی العظیم
یا مولا کریم عجل اللہ فرجك وصلوات اللہ علیك

﴿عجل الله فرجه الشريف و صلوات الله عليه﴾

الحمد لله رب العالمین و صل علیٰ محمدؐ و آلہٖ اجمعین خصوصاً علی حجة الله فی العـالـمین عجل الله فرجه الشریف وآبائه المعصومین وامهاته الطاهرین الطیبین صلوات الله علیهم اجمعین و لعنة الله علیٰ اعدائهم من یوم الازل الی یوم الدین

اے طالبانِ سفینۂ نجاتؑ!

آپ کو معلوم ہے کہ ہم اپنے شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف کے اسمائے مبارکہ کے تشریحی خطبات دے رہے ہیں اور آج ہم اس سیریز(Series) کو آگے بڑھاتے ہیں آج کا مرکوزِ بیان جو اسم مبارک ہے وہ ہے

سفینةالنجات عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف

اس سے پہلے کہ میں اس اسم مبارک کی تشریح کروں ایک عوامی بات کی طرف آپ کی توجہ دلانا ضروری سمجھتا ہوں کہ ہمارے مذہبی ادارے اور ان کے جو عام سرپرست ہیں وہ انسان کو ایک گول آف لائف(Goal of Life) دیتے ہیں جس کا نام ہے''نجات'' یہ صرف شیعہ ازم کی بات نہیں ہے نہ صرف اسلام کی بات ہے بلکہ جملہ مذاہب کے اجارہ دار اپنے اپنے فالورز(Followers) کو یہی کہہ رہے ہیں کہ تمہاری سب سے بڑی اچیومنٹ(Achievement) ہے''نجات''

مگر بدقسمتی کا عالم یہ ہے کہ لفظ نجات ایک ایسا لفظ نظر آتا ہے کہ جس کی نہ تو کوئی جامع و مانع تعریف وضع کی گئی ہے اور نہ اس کی حد بندی ہوئی ہے جیسا جس کا جی چاہتا ہے اس سے ویسا ہی مطلب لے لیتا ہے جو جی چاہتا ہے اس کا مفہوم بنا لیا جاتا ہے بدھ مت کے اندر نجات کا تصور نروان کی شکل میں ہے، ہندو دھرم میں نجات کا تصور مکتی ہے اور اس کی وجہ سے ان کے پوترا ستھانوں پر مکتی آشرم بنے ہوئے ہوتے ہیں یعنی وہ کہتے ہیں کہ جب تک ایک روح اپنے (Pass Mark) پاس مارک حاصل نہیں کر لیتی وہ بار بار کسی نہ کسی شکل میں آتی رہتی ہے اس کا آواگون لگا رہتا ہے اسے نظریہ تناسخ بھی کہا جاتا ہے اس کی مثال ایسی ہے کہ جیسے کوئی لڑکا کسی کلاس کا امتحان دیتا ہے اور نتیجہ آنے پر اسے پتہ چلتا ہے کہ وہ کسی نہ کسی مضمون میں فیل ہو گیا ہے تو اسے پھر امتحان میں جانا پڑتا ہے اسی طرح روح یہاں بار بار امتحان میں آتی رہتی ہے جب تک وہ سارے مضامین کلئیر (Clear) نہیں کر لیتی وہ آواگون کے چکر سے نہیں نکل سکتی اور اسے مکتی نہیں ملتی اسی لئے گنگا کے کنارے سینکڑوں مکتی آشرم ہیں جن میں ہزاروں بوڑھے بوڑھیاں آ کر رہائش پذیر رہتی ہیں تاکہ انہیں وہاں موت آئے اور وہ مکتی پا جائیں

لاؤزے کا مذہب جو تاؤازم کے نام سے مشہور ہے اس میں یہ ہے کہ اصل جوہر فنائے محض ہے اور انسان کی نجات حقیقی فنا ہونا ہے یعنی اپنے جوہر حقیقی یعنی فنائے محض میں جذب ہونا ہی اصل نجات ہے اسی طرح عیسائیت و یہودیت نجات کے لیبریشن سالویشن (Liberation Salvation) ایب سالویشن (Absalvation) اور ڈیلیورینس (Deliverance) کے معنی لیتے ہیں اور اسلام میں لفظ نجات کا ایک مبہم سا تصور ہے جو ان سارے مذہب کے تصورات نجات سے خلط ملط صورت میں موجود

ہے یہ ایک حقیقت ہے کہ جو لفظ کثیر الاستعمال ہوتا ہے وہ اپنے معانی میں لاتعداد ابہام کا شکار ہوتا ہے جیسا ایمان ، اسلام ، اللہ ، رسول ، جیسے الفاظ کثیر الاستعمال ہونے کے باوجود ہزاروں توہمات میں گھرے ہوئے ہیں

نجات کے لغوی معنی تو ہیں '' کسی چیز کا کسی چیز سے فاصل ہونا چاہے ارتفاعی صورت میں ہو یا حولی صورت میں '' یعنی کسی چیز سے دور ہونا چاہے پرواز کر کے بلند ہو جانے سے ہو یا سامنے سے فرار ہو جانے کی صورت میں ہوا سے نجات کہتے ہیں

نجات کے عمومی تصور کے لحاظ سے جو معنی ہیں وہ یہ ہیں کہ اپنی ہر ناپسندیدہ چیز سے چھٹکارا پانا یا بچ جانا جیسا کہ اللہ نے فرمایا ہم نے فرعون کے جسم کو نجات دی یعنی اس کو فنا سے بچا لیا نجات کا مادہ نجو ہے جس کے معنی ہیں چھٹکارا پانا اور استنجا بھی نجو سے بنتا ہے اس کے معنی بھی یہی ہیں آلودگی اور نجاست سے چھٹکارا پانا

ہر دور میں انسان سے کہا جاتا ہے کہ تمہاری کامیابی اسی میں ہے کہ تم نجات پا جاؤ یعنی ہمیں زندگی کا اہم ترین مقصد نجات کو قرار دیا گیا ہے مگر یہ بات کبھی بھی واضح نہیں کی گئی کہ نجات کا مفہوم کیا ہے؟

ہاں لوگوں نے اپنی طرف سے اس کے معنی سمجھ رکھے ہیں جو کچھ حد تک درست بھی ہیں یعنی عمومیت کے لحاظ سے درست بھی ہیں مثلاً

() دنیا کے دکھ درد سے چھٹکارا پانا ...... () عذاب قبر و آخرت سے چھٹکارا پانا

() ابلیس کی غلامی سے چھٹکارا پانا ...... () ہر قسمی محتاجی سے چھٹکارا پانا

() اپنے آپ سے چھٹکارا پانا ...... () ظالمین کی اذیتوں سے چھٹکارا پانا

() ظلم اور کفر سے نجات پانا ...... () اللہ کے غضب اور سزا سے بچ جانا

قرآن مقدس میں بھی اس لفظ کو کئی طرح سے استعمال فرمایا گیا ہے میں صرف آیت

کے وہی حصے نقل کروں گا کہ جن میں یہ لفظ کسی نہ کسی طرح آیا ہے جیسا کہ

☆فلما نجاکم الی البر أعرضتم و کان الانسان کفوراً......

فلا تخف نجوت من القوم الظالمین......

لما جآه امرنا نجینا هودا والذین آمنوا معه

لما جآه امرنا نجینا صالحا والذین آمنوا معه......

لما جآه امرنا نجینا شعیبا والذین آمنوا معه......

و نجینا من القریة التی تعمل ا لخبائث

کہیں کرب عظیم سے نجات ہے، کہیں عذاب مھین و غلیظ سے نجات ہے، کہیں سحر و ظلمات سے نجات ہے، کہیں قوم ظالمین سے نجات ہے، کہیں دریا میں ڈوبنے سے نجات ہے، کہیں جناب نوح علیہ السلام کے طوفان سے نجات ہے، کہیں فنا ہونے سے بچ جانے کو نجات کہا گیا ہے، جیسا کہ فرعون سے فرمایا

فالیوم ننجیك ببدنك لتكون لمن خلفك آیة آج ہم نے تمہارے بدن کو نجات بخشی ہے تا کہ تمہارے بعد آنے والوں کیلئے ایک آیت رہے

دوستو! - آپ نے دیکھا کہ کلام اِلٰہی میں لفظ نجات کو لغوی معنی میں بھی استعمال کیا گیا ہے اور اصطلاحی طور پر بھی استعمال کیا گیا ہے کیونکہ اصطلاحاً لفظ نجات کی تعریف یہ ہے ''انسان کا آخرت میں کسی بڑی سزا سے بچ جانا''

یہ تعریف کامل یعنی جامع و مانع نہیں ہے مگر ہے یہی

آپ یہ بھی جانتے ہیں کہ جناب نوح علیہ السلام کو نجی اللہ کا خطاب ملا کبھی آپ نے سوچا ہے کہ اس خطاب کی وجہ کیا تھی؟

ہم یہ سمجھتے ہیں کہ وہ قوم پر مبعوث فرمائے گئے پھر انہوں نے کئی صدیاں تبلیغ فرمائی

کچھ لوگ ان پر ایمان لائے مگر زیادہ تعداد ان لوگوں کی تھی کہ جو ان پر ایمان نہ لائے اور پھر انہوں نے دعا کی اور عذاب بصورت طوفان آیا اور انہوں نے کشتی بنائی اور اس میں 72 رفقا کو سوار کر کے بچا لیا اور باقی سارے لوگ طوفان میں غرق ہو گئے اب آپ دیکھیں کہ لاکھوں انسانوں میں سے صرف 72 افراد کو موت سے بچا لینا کوئی ایسی بات یا کارنامہ ہے کہ جس پر انہیں یہ اعزاز دیا جا سکتا؟

یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ کیا واقعاً وہ 72 آدمی موت سے بچ بھی گئے تھے؟ کیونکہ جب کشتی کوہِ جودی سے ٹکرائی تو وہاں آپ اترے اور اپنے ساتھیوں سمیت رہنے کا پروگرام بنایا ہی تھا کہ وہاں طاعون کی وبا پھوٹ نکلی اور ان ہمراہیوں میں سے ایک بھی نہ بچ سکا اور ان کے بعد ان کے تین بیٹوں کی اولاد سے سلسلہ نسل چلا یعنی جناب سام، جناب ہام اور جناب یافث کی نسل ہی آج اس زمین پر موجود ہے ان نجات پانے والوں میں سے کوئی نہ بچا تھا اس لئے جناب نوح علیہ السلام کو آدم ثانی بھی کہا جاتا ہے...... سوچنے کی بات یہ ہے کہ کیا صدیوں کی تبلیغ کے بعد چند آدمیوں کو مہینہ دو مہینہ کیلئے موت سے بچا لینا اتنا بڑا کارنامہ ہو سکتا ہے کہ جس پر انہیں نجی اللہ کا خطاب دے دیا جائے؟

یہ نجات اس دنیا کی موت سے نہ تھی بلکہ ابدی ہلاکت سے نجات تھی جس میں ایک آدمی کو بچا لینا بھی اس طرح ہے کہ جیسے پوری انسانیت کو بچا لیا گیا ہو یہ تھا وہ کارنامہ نہ کہ اس دنیا میں دریا سے غرق ہونے سے بچا لینے پر انہیں یہ ٹائیٹل ملا تھا اگر ہم اعتباری انداز میں بات کریں تو یوں ہوگا کہ جناب نوح علیہ السلام کے زمانے میں طوفان معصیت آیا جس میں لاکھوں انسانوں کے غرق ہونے کا خطرہ لاحق ہوا تو جناب نوح علیہ السلام نے کشتیٔ اطاعت اِلٰہی تیار فرمائی اس میں اہل ایمان کو سوار

فرمایا اور باقی انسانیت اس طوفان عصیان وطغیان میں غرق ہوگئی مگر انہوں نے اپنے ساتھیوں کو بچالیا

﴿اقسام نجات﴾

دوستو!۔نجات کی دو اقسام ہیں

(1) انسان کا اپنی کسی ناپسندیدہ چیز سے چھٹکارا پانا

(2) انسان کا کسی ایسی چیز سے چھٹکارا پانا جو اس کے پاک مالک کی ناپسندیدہ چیز ہو

ہمارے پیش نظر صرف یہ بات رہتی ہے کہ ہم اس چیز سے نجات حاصل کریں کہ جو ہمیں ناپسند ہے یا جس سے ہمیں کوئی تکلیف پہنچ سکتی ہے یا ہمیں جس چیز سے ذراسی اذیت پہنچ سکتی ہے یہ نجات کا عوامی تصور ہے اہل عرفان کا تصور نجات یہ نہیں ہے کیونکہ عوام وخواص میں یہی فرق ہوتا ہے کہ ان کے درمیان جو تصورات ہوتے ہیں وہ جدا جدا ہوتے ہیں ایک عام آدمی اسی بات کو بہت بڑی چیز سمجھتا ہے کہ اسے اس دنیا میں کسی بھی اذیت ناک چیز کا سامنا نہ کرنا پڑے اور آخرت میں بھی کسی بڑی سزا سے دوچار نہ ہونا پڑے ہمارے اسی عوامی تصور نے اب تو ہمارے اخلاقیات کو تباہ کردیا ہے کیونکہ ہمارے سامنے جو ٹارگٹ (Target) رکھا گیا ہے یہ بہت ہی چھوٹا ہے یعنی ہمیں جو سب سے بڑی اچیومنٹ (Achievement) دی گئی ہے وہ اتنی آسان ہے کہ وہ ہمیں ایک جمپ میں مل جاتی ہے

اس دور میں جب ہم اپنے ہم مسلک بھائیوں کا مشاہدہ وتجزیہ کرتے ہیں تو ان میں لاتعداد اخلاقی وشرعی بیماریاں نظر آتی ہیں کبھی ہم نے سوچا ہے کہ ان بیماریوں کی

وجوہات کیا ہیں؟
ممکن ہے میری رائے غلط ہو یا میرا تجزیہ غلط ہو مگر میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ ہمارے لئے جو گول آف لائف(Goal of Life) دیا گیا ہے وہ بہت ہی سہل الحصول ہے ہمیں اہل منبر کی طرف سے جو مسلسل پیغام مل رہا ہے وہ یہ ہے کہ انسان کیلئے سب سے بڑی چیز ہے آخرت میں جہنم سے بچ جانا اور اس سے بچنے کا ایک ہی نسخہ ہے وہ ہے رونا یا رلانا...... یعنی ہمارے سامنے نوشیرواں اور حاتم جیسی نجات ہی کو بڑی چیز بنا کر پیش کیا جا رہا ہے کیونکہ ان دو لوگوں کیلئے فرمایا گیا تھا کہ یہ شخصیات ایسے تھے جن میں ایک ایک صفت اِلٰہی موجود تھی ایک میں عدل کی صفت تھی دوسرا جواد [سخی] تھا اس لئے ان دونوں کو جہنم میں نہیں ڈالا جائے گا بلکہ ان کیلئے اعراف میں اس دنیا جیسی ایک زمین و مکان فراہم کئے جائیں گے اور انہیں اس دنیا جیسا لذیذ کھانا بھی ملے گا اور وہ جنت میں نہ جاسکیں گے کیونکہ وہ مسلمان نہ تھے مگر وہ جہنم میں بھی نہیں جائیں
ہمارے مومن بھائیوں کو نجات کا جو تصور دیا گیا ہے وہ بھی اسی طرح کا ہے اور جو اس سے بڑھ کر بات کرتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ بھائی آپ کیلئے سب سے بڑا ٹارگٹ ہے ''جنت'' ...... اور جنت کیلئے آپ لوگوں کو کوئی بڑا کام کرنے کی کوئی ضرورت ہے ہی نہیں بلکہ رونے رلانے اور رونے جیسی شکل بنانے پر جنت تو واجب ہو ہی جاتی ہے
اب جس آدمی کو جنت کا پروانہ آپ بغیر کسی مشقت کے پکڑوا دیں اور یہ بھی کہیں کہ یہی سب سے اونچا مقام ہے تو اب اسے نماز روزے اور دیگر اعمال خیر کی طرف راغب ہونے کی کوئی وجہ ہی باقی نہیں بچ جاتی تو وہ پھر خود کو کیوں خواہ مخواہ

کی مشقت میں ڈالتا پھرے؟ جسے بغیر مشقت کے منہ مانگی مراد مل جائے اسے جان جوکھوں میں ڈالنے کی کیا ضرورت ہے؟

ہمیں تو یہی کچھ کہا جارہا ہے کہ آخرت کی سزا سے بچ جانا ہی بڑی بات ہے مگر ہم تو آپ کو جنت بھی ساتھ میں دے رہے ہیں آپ کی نہ ہینگ لگے اور نہ پھٹکڑی اور رنگ چوکھے سے بھی زیادہ ہوتو پھر کیا کسی کو اعمال خیر کی طرف راغب کیا جا سکتا ہے؟ کیا اسے اخلاقی ترقی کا درس دیا جا سکتا ہے؟ جس آدمی کو ہم جنت کا سرٹیفکیٹ(Certificate) پکڑادیں کیا اسے پھر برائیوں سے روکا جا سکتا ہے؟

یہ انسان کی فطرت ہے کہ جب بھی اسے معلوم ہوجائے کہ اب اس سے کوئی پوچھنے والا نہیں ہے تو اس پر نفسانی خواہشات ٹوٹ پڑتی ہیں یہی وجہ ہے کہ ہمیں رجائیت کی تبلیغ میں اعتدال کا حکم ہے کیونکہ جب امید بڑھ جاتی ہے تو انسان سرکش ہوجاتا ہے جیسا کہ آج ہم ہوچکے ہیں ...... اس کی وجہ ایک تو ہماری منزل مراد کے تصور کا نقص ہے کہ ہمیں منزل مراد جنت بتائی گئی ہے

دوسرا نقص ہماری تبلیغ میں ہے کہ ہم اس منزل مراد کے حصول کو اتنا سہل بنا چکے ہیں کہ اب کسی کو کوئی اچھائی اور نیکی سوجھتی ہی نہیں سارا سال سمگلنگ اور اسی طرح کے سارے کالے دھندے کرنے والے سال میں ایک آدھ مجلس کرواکے اس میں بڑے بڑے ذاکرین ومقررین وعلما کو بلاکر چند ٹیسو بہانے کے بعد ہر قسمی اعمال و فرائض سے سبکدوش ہوجاتے ہیں

دوستو! - میں یہ نہیں کہتا کہ یہ حدیث شریف نعوذ باللہ نادرست ہے بلکہ میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اسے سمجھنے میں ہم غلطی کررہے ہیں؟

جیسا کہ قبلہ جناب میرادیم نقوی صاحب نے فرمایا تھا کہ صرف رونا کافی نہیں ہے

بلکہ اس کے ساتھ کچھ شرائط جڑے ہوئے ہیں ورنہ کربلا میں جو لوگ ظلم کر رہے تھے وہ بھی رو رہے تھے اور دربار یزید ملعون میں جب ملکہ عصمت وطہارت صلوات اللہ علیہا نے خطبہ انشا فرمایا تھا تو وہ ملعون بھی رو رہا تھا اگر رونے پر ہی جنت موقوف ہے تو پھر ان ملاعین کے بارے میں کیا کہیں گے؟

یعنی رونے کے ساتھ کافی شرائط بھی ہیں

کیا جنت ہماری منزل مراد ہے؟

دوستو اب خود سوچیں کہ انسان کی زندگی کا ٹارگٹ اور گول کیا صرف نجات ہوسکتا ہے؟ کیا شریف شہری اسے کہتے ہیں جو سزا یافتہ نہ ہو؟

دوستو! ۔ہمیں یہ دھوکہ ہوا ہے کہ ہماری زندگی اور اعمال زندگی کا مقصد صرف نجات ہے کیا گناہوں کے باوجود نجات پاجانا یا سزا سے بچ جانا کوئی بڑا مقصد ہوسکتا ہے؟ جبکہ ہمارے سامنے اسی سزا سے بچنے کو بہت بڑی چیز بنا کر پیش کیا جارہا ہے اور اسی کو مقصد اعمال قرار دیا جارہا ہے

دوستو! ۔ ہم اکثر سوالات فرض کرو کے کلیہ کے تحت حل کرتے ہیں تو یہاں بھی ہم اسی کلیہ کو اپلائی (Apply) کرتے ہیں فرض کرو ہمیں رونے رولانے اور رونی شکل بنانے سے جنت مل بھی جائے تو کیا جنت اس قابل بھی ہے کہ ہم اسے منزل مراد بنا سکیں؟

دیکھئے سارے مسالک کہتے ہیں کہ بلعم باعور کا گدھا بھی جنت میں جائے گا یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اصحاب کہف کا کتا بھی جنت میں جائے گا اگر بات کو اسی طرز پہ آگے بڑھائیں تو شہنشاہ انبیا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب سے جو کتے منسوب ہوں

گے وہ بھی تو جنت میں ضرور جائیں گے ...... اسی طرح سلمان پاکؓ سلام اللہ علیہ کے حکم پر جن کتوں نے مدائن میں پہرے دیئے تھے ان کا بھی جنت میں جانا لازم ہوگا اسی طرح جن گدھوں کو شہنشاہ انبیا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے مخلص اصحاب کرام نے اپنے تصرف میں لایا ہوگا وہ بھی تو جنت میں ضرور جائیں گے اسی طرح آگے سوچا جا سکتا ہے ...... اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ایک طرف جنت کا ایک حصہ گدھوں گھوڑوں اور کتوں سے بھرا ہوا ہو اور اسی میں ہم جیسے مومنین کو بھی ڈال دیا جائے تو کیا یہ جنت کسی مہذب انسان کی منزل مراد ہوسکتی ہے؟

کیا انسان کسی طویلے میں باندھ دیا جائے تو کیا یہ اس کی آئیڈیل لائف یا آئیڈیل پلیس(Ideal Life or Ideal Place) ہوسکتی ہے؟

کل چہاردہ معصومین علیہم الصلوات والسلام کا دور حکومت آئے اور اس میں ان کے شاہی تخت آراستہ ہوں اور وہاں کئی خوش نصیب لوگ ان کی خدمت میں موجود ہوں ان کی زیارت سے مشرف ہورہے ہوں اور اس وقت کئی ملکوت ہمارے جرائم کی لسٹ لے کر ان کی خدمت میں حاضر ہوں اور عرض کریں کہ ان کے باقی اعمال تو یہ ہیں نہ کہیں حلال وحرام کی تمیز ہے، نہ نماز وعبادت کا کہیں ذکر ہے، نہ دیگر فرائض شرعی کہیں نظر آتے ہیں، نہ ہی اخلاقی پابندیوں کا کہیں تذکرہ ہے، ہاں یہ محرم کے ایام میں روتے ضرور تھے اس کے علاوہ ان کا کوئی کام قابل ذکر نہیں ہے یہ سن کر شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہٗ الشَّرِیْف فرمائیں کہ یہ ہمارے جد اطہر کے رونے والے ہیں اور ہمارا رونے والوں سے جنت کا وعدہ ہے اس لئے انہیں ہمارے دربار میں مت لاؤ کیونکہ ہم انہیں دیکھنا نہیں چاہتے ان کے گناہوں کی یہ سزا ہے کہ ہم انہیں اپنی زیارت سے محروم کرتے ہیں ہاں تم انہیں جنت کے کسی گوشے میں ڈال دو

اب یہاں آپ خود سوچیں کہ کیا ہمیں یہ جنت ضرورت بھی ہے؟
کیا ایسی جنت کسی شریف النفس انسان کیلئے منزل مراد ہوسکتی ہے؟
کیا اس جنت سے جہنم بہتر نہیں ہے؟
دوستو! - ہماری منزلِ مراد جنت نہیں ہے جیسا کہ جناب اختر چنیوٹی مرحوم کا ایک شعر ہے مجھے پوری طرح یاد تو نہیں مگر تھا کچھ اس طرح کا

اختر درِ بتولؑ سے ادنیٰ سی شے نہ مانگ
نادان تو نے خواہشِ جنت فضول کی

گوہر مقصود

دوستو! - اب یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ہماری زندگی اور اعمالِ حیات کا ٹارگٹ(Target) کیا ہونا چاہیے؟
اس کا جواب یہ ہے کہ ہمارا گول آف سٹرگلز(Goal of Struggle) جنت نہیں بلکہ ہمارے سامنے صرف ایک مقصد ہونا چاہیے اور وہ یہ ہے کہ ہم کسی نہ کسی طرح سے اپنے شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰهُ فَرَجَهُ الشَّرِيْف کے انصار و اصحاب میں شامل ہوسکیں یہی ایک انسان کی معراج سعادت ہے کہ جب شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰهُ فَرَجَهُ الشَّرِيْف تشریف لائیں تو ہم ان کی نصرت اور خدمت کے شرف سے مشرف ہوں کیونکہ جنت تو وہ کسی کو بھی عطا فرما سکتے ہیں مگر اپنی خدمت اور نصرت کیلئے انہوں نے ایک میرٹ(Merit) رکھا ہوا ہے کہ جو اس میرٹ (Merit) پر پورا اترے گا اسی کو یہ اعزاز ملے گا اور یہی وہ اعزاز ہے کہ جس کے بارے میں فرمایا گیا ہے کہ اس اعزاز کو پانے والا افضل اہل کل زمان ہوگا ہمیں اس دور میں جہد مسلسل کی ضرورت ہے کہ ہم مسلسل یہ کوشش

کرتے رہیں کہ اس دور میں بھی اپنے شہنشاہ زمانہعَجَلَ اللّٰهُ فَرَجَهُ الشَّرِيْف سے مربوط رہیں اور مابعدالخروج بھی ان کے جانثاروں میں شامل ہوجائیں اور اپنا یہ نجس خون اتنا پاک کرلیں کہ اسے اپنے آقا کی نعلین پر بہاتے ہوئے احساس نجاست نہ رہے کیونکہ بہت سی احادیث میں ہے کہ آپ کی نعلین پر قربان ہونے والوں کا درجہ ستر شہدائے بدر کے برابر ہوگا اور بعض احادیث میں تو ستر ہزار شہدائے بدر کے برابر کا درجہ بھی بیان فرمایا گیا ہے ...... یہ آپ خود سوچیں کہ اتنے اونچے میرٹ (Merit) کیلئے کتنی جدوجہد کرنا ضروری ہوگی کیونکہ جو آدمی کمپی ٹیشن (Competition) میں شریک ہوتا ہے اسے بہت سی اضافی محنت کرنا ضروری ہوتی ہے چاہے وہ جسمانی کام کا کمپی ٹیشن (Competition) ہو یا یا ذہنی، چاہے وہ اولمپک کا میدان ہو یا شہادت کا، جہاں بھی کمپی ٹیشن(Competition) ہوگا وہاں اضافی محنت کرنا ناگیز ہوگا اسی طرح ہمیں اپنے شہنشاہ زمانہ اپنے مربی اپنے مالک حقیقیعَجَلَ اللّٰهُ فَرَجَهُ الشَّرِيْف کی نصرت کیلئے عام روٹین(Routine) سے بہت زیادہ محنت کرنا لازم ہے کیونکہ ہم دیکھ رہے ہیں کہ ہم اس روٹین(Routine) کے اعمال کی بنیاد پر اپنی روحانیت ڈیویلپ(Develop) نہیں کرسکتے اور نہ ہی کرسکے ہیں اور نہ ہم اس عمومی نظریات واعمال کی بنیاد پر اخلاقی وروحانی ترقی کر پائے ہیں ہاں اگر ہمیں اس قابل بننا ہے کہ ہم اپنے شہنشاہ زمانہعَجَلَ اللّٰهُ فَرَجَهُ الشَّرِيْف کی خدمت کے معراج کو پائیں تو پھر ہمیں روحانیاتی راستہ اختیار کرنا پڑے گا، تزکیات نفس کی دشوارگزار وادیوں سے گزرنا پڑے گا، ہمیں لذات نفس کو کچلنا پڑے گا اور نفس کشی کے پرخار صحرا میں پابرہنہ چلنا پڑے گا ورنہ ہم اپنی منزل مراد کو نہ پاسکیں گے

میں سمجھتا ہوں کہ اگر ہم اپنے ہم مسلک بھائیوں میں شعور بیدار کرلیں کہ ہمیں سب

کچھ اپنے شہنشاہ زمانہ عَجلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف کی خدمت کے مقام تک پہنچنے کیلئے کرنا ہے تو ان میں کوئی بھی اخلاقی برائی باقی نہ رہے گی ان کے کردار کو وہ جلا ملے گی کہ جس سے ملکوت کی آنکھیں بھی خیرہ ہو جائیں گی اور دنیا کا کوئی بھی نقاد ہمارے کردار میں سے کیڑے نہ نکال سکے گا کیونکہ ہماری منزل مراد جنت جیسی سہل الحصول چیز نہیں ہو گی کہ جسے ماتم کے ایک ہی ہاتھ سے حاصل کیا جا سکے

ہماری جنت تو اپنے شہنشاہ زمانہ عَجلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف اور ان کے اجداد طاہرین علیہم الصلوات والسلام کی بزم قدسی ہو گی جو بغیر جہد مسلسل کے حاصل نہیں ہو سکتی

دوستو! - جیسا کہ میں نے پہلے نجات کی اقسام کے ضمن میں عرض کیا تھا کہ نجات کی ایک قسم تو وہ ہے جو عوامی ہے یعنی دنیا و آخرت کے دکھوں سے چھٹکارا پانا

مگر دوسری قسم وہ ہے جس سے عرفا کا طریق مراد ہے یعنی ہر اس چیز سے نجات پانا جو اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ اور پاک خاندان تطہیر علیہم الصلوات والسلام کی ناپسندیدہ ہے یعنی ہر اس عمل سے نجات پانا ہے کہ جو ہمارے شہنشاہ زمانہ عَجلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف کو پسند نہیں ہے

ہر اس قول سے نجات پانا ہے کہ جو ہمارے ولی مہربان آقا عَجلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف کو پسند نہیں ہر اس حرکت و سکون ، فعل و فکر ، خیال و گمان ، نیت و خواہش سے چھٹکارا پانا ہے کہ جو ہمارے کریم آقا عَجلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف کیلئے ناپسندیدہ ہے چاہے وہ کردنی ، خوردنی ، نوشیدنی چیز ہی کیوں نہ ہو...... اگر ہم خود کو اس کوشش میں مصروف کر دیں گے تو اپنے اندر ایک عزت نفس کا احساس بیدار پائیں گے جو ہم سے کوئی بھی گھٹیا حرکت سرزد نہ ہونے دے گا جب ہم تزکیات نفس کے ذریعہ اپنے من کو ٹرانس پیرنٹ (Transparent) بنالیں گے تو پھر ہمارے اور ہمارے شہنشاہ زمانہ عَجلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف کے مابین کوئی بھی چیز مانع نہ رہے گی ہم جب چاہیں گے اپنے محبوب ازل عَجلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ

الشَّرِیْف کی زیارت سے مشرف ہو جائیں گے کیونکہ وہ تو ہمہ وقت ہر جگہ موجود ہیں ہمیں تو صرف اپنے اندر الیکٹرونک سسٹم (Electronic System) ٹیون (Tune) کرنا پڑے گا انہوں نے کہیں باہر سے تھوڑی آنا ہے وہ موجود تو پہلے ہی سے ہیں ہم خود کو ٹیون (Tune) ہی نہیں کر پا رہے ہیں

اب یہاں پہنچ کر میں اس قابل ہو چکا ہوں کہ آپ کے سامنے اپنے شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف کا وہ اسم مبارک تلاوت کردوں کہ جو میرا موضوعِ بیان ہے اور وہ ہے

شهنشاه معظم سفينة النجات عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف

یعنی ہمارے شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف مومنین کیلئے کشتی نجات ہیں

دوستو! - میں نے اس سے قبل آپ کو کئی تصورات نجات اور مرادات نجات کے بارے میں آگاہ کیا تھا اب یہاں یہ بھی عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ہمارے شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف کی ذات وہ سفینۂ نجات ہے کہ جو نجات کے جملہ تصورات پر محیط ذات ہے ان کی نجات کسی قسم میں محدود نہیں ہے بلکہ نجات کی جتنی بھی قسمیں ہوسکتی ہیں یہ اس ہر قسم کی نجات عطا فرماتے ہیں چاہے وہ بحیثیت فرد کے ہو یا جماعت کے یہ ہر صورت میں نجات بخش ہیں

مثلاً دشمن سے نجات کا یہ عالم ہے کہ جناب ابوالوفا شیرازی سے شہنشاہ انبیا صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم نے فرمایا تھا کہ جب کسی کے سینے پر دشمن سوار ہوا اور اس کی تلوار کی دھار اس کی گردن کو چھو رہی ہو تو عین اس وقت ہمارے اس آخری لختِ جگر عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف کو استغاثہ کر کے آزمانا ایسے ویسے موقعوں کی تو بات ہی نہیں

فقر و فاقہ سے نجات حاصل کرنا ہو تو ان سے توسل کرنا کیونکہ میقائیل علیہ السلام کسی کا ایک گندم کا دانہ نہ بڑھا سکتے ہیں نہ گھٹا سکتے ہیں جب تک ان کی مہر نہ گلے

بحیثیت جماعت شیعان بحرین کا واقعہ دیکھیں جب جناب علی ابن عیسیٰؒ ہمارے شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف کے نام استغاثہ کرتے ہیں تو ایک رات میں پوری قوم شیعہ کو ظالمین کے مکر وکید سے نجات عطا فرماتے ہیں اسی طرح جس معاملے میں بھی دیکھیں گے آپ کو یہی نجات عطا فرماتے ہوئے مصروف نظر آئیں گے حتیٰ کے اگر کوئی راستہ بھی بھول گیا ہے اور صحرا وجبل میں بھٹک کر مرنے کا خطرہ لاحق ہو جاتا ہے تو اس وقت انہیں رہنمائی فرما کر اپنے نجات دہندہ ہونے کا ثبوت دیتے ہوئے دیکھا جا سکتا ہے کتب غیبت آپ کے سامنے ہیں آپ ایک ایک کرب و مصیبت کو تلاش کرتے جائیں اور سینکڑوں واقعات دیکھتے جائیں کہ انہوں نے کس طرح نجات بخش کر بتا دیا ہے کہ ہم ہی سفینہ نجات ہیں یہ نہیں کہ یہ آئندہ کے کسی زمانے میں نجات دینے والے ہیں بلکہ یہ اپنے دورامامت ہی سے نجات کا وہ سفینہ ہیں کہ جس کی آغوش میں تڑپتی انسانیت سستا رہی ہے

اس دور میں شیعہ دشمن متحد ہو رہے ہیں ہمیں بعض تنظیمیں یہ کہتی ہیں کہ سارے شیعہ کلاشنکوف اور جی تھری اور ایل ایم جی وغیرہ خریدو اور جدید اسلحہ سے لیس ہو کر دشمن کا مقابلہ کرو مگر میں یہاں یہ بھی عرض کروں گا کہ ہمیں جس اسلحہ کی سب سے پہلے ضرورت ہے وہ ہے روحانیت کا اسلحہ، کردار کی سچائی کا (Ammunition) امونیشن ہی ہمارے تحفظ کی ضمانت بن سکتا ہے ہم ان دنیاوی اور مادی ویپنز (Weapons) پر انحصار کرنے کی بجائے اپنے نجات دہندہ سے رابطہ پیدا کریں اور ان کا وعدہ یہاں تک ہے کہ وہ تو ایک راہ میں بھٹکتے ہوئے راہی کو بھی یونہی نہیں مرنے دیتے بلکہ وہ اسے راستہ بھی بتاتے ہیں زیارت بھی کرواتے ہیں تو ہم بحیثیت قوم کے اگر ان سے نجات کیلئے رابطہ کرتے ہیں تو کیا وہ ہماری رہنمائی نہیں

فرمائیں گے؟ کیا وہ ہمیں اپنی زیارت سے شرفیاب نہیں فرمائیں گے؟

دوستو! - اس دور میں اپنے شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف سے رابطے کی بہت ضرورت ہے کیونکہ اس دور میں ہمارے گرد دنیاوی اور دینی ہلاکتوں کے سائے منڈلا رہے ہیں ہماری اجلی عقیدتوں کو مسخ کرنے کیلئے غلیظ گٹروں سے نجاسات کے سیاہ طوفان نکل رہے ہیں اس لئے ہمیں اپنے سفینۂ نجات عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف کے دامن امان میں پناہ لینا چاہیے

اس دور میں سب سے بڑی نجات جو ہماری قوم کو ضرورت ہے وہ ہے ابلیس کی غلامی سے نجات حاصل کرنا، کیونکہ اس دور میں نفس عمارہ فرعون کی طرح ہمارے جسم کی مملکت خدا داد پر مسلط ہو چکا ہے اور خواہشاتِ نفس کی ٹاسک فورس دن رات ہمارے درپئے ہلاکت ہے، ابلیس نے اپنی غلامی کی زنجیر کے حلقوں کو اور زیادہ تنگ کر دیا ہے، معصیت اور ظلم کی ضربوں سے ہماری روح لہولہان ہو چکی ہے اور اس شیطانی اطاعت کے بارِ گراں سے ہماری کمریں چٹخا رہے لے رہی ہیں اس لئے یہ عین وہ وقت ہے کہ جب ہمیں اپنے سفینہ نجات میں پناہ لینا چاہیے

انسان کی اصل نجات یہ نہیں کہ کسی دشمن سے یا دکھ درد سے یا عذاب قبر سے نجات حاصل کر لے بلکہ اصل نجات تو یہ ہے کہ انسان اپنے مالک کی ہر ناپسندیدہ چیز سے نجات حاصل کر لے

دوستو! - یہ بات نہیں بھولنا چاہیے کہ جب بھی اور جس قسم کی نجات کوئی اپنے پاک مالک عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف سے طلب کرتا ہے تو وہ نجات عطا فرماتے ہیں جیسا کہ اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ نے مومنین سے وعدہ فرمایا ہے کہ......كذالك حقا علينا ننج المومنين

یہ ہم پر مومنین کا حق ہے کہ ہم انہیں نجات بخشیں اور یہ بھی حقیقت ہے کہ اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کسی

کی حق تلفی نہیں فرماتا اور اس کے وعدوں کو پورا کرنا ہمارے زمانے کے شہنشاہ معظم عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف کا فرض ہے اس لئے اپنے حق کو ان سے طلب کرنا ہمارا فریضہ ہے ہمیں ان کی مدد سے ان اعمال وافعال کو چھوڑنا ہے کہ جو ان کی نصرت اور خدمت کی راہ میں رکاوٹ بنتے ہیں ہماری زندگی کا مقصد یہ نہیں کہ ہم آخرت کی عیاشی کیلئے یہاں کے لذات کو ترک کریں بلکہ ہماری معراج یہ ہے کہ ہم اپنے شہنشاہ معظم عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف کی نصرت کے اعزاز کو پانے کیلئے ان کی خدمت کی سعادت سے فیضیاب ہونے کیلئے ان کی اطاعت کو اختیار کریں، ہماری نیت یہ ہو کہ کل جب ان کا منبر عدل واقتدار آرستہ ہو تو ان کے سامنے ہم مجرم کی طرح پیش نہ ہوں بلکہ ان کے انصار کی طرح پیش ہوں اور ان کے قیام عدل میں ان کے معاون کار کی حیثیت سے کام کریں ان کی حکومت اِلٰہیہ کے ہم کارکن ہوں، نہ کہ ایک کرپٹ افسر کی طرح اپنی فائلیں پکڑے سر جھکائے اپنے گناہوں کی معافی طلب کرنے میں مصروف ہوں ہمیں تو ان کے سامنے سرخرو ہونا چاہیے نہ کہ شرمندہ ہو کر جانا چاہیے...... ہم اگر گنہگار کی طرح ان کے سامنے مجرمانہ انداز میں پیش ہوں گے تو اس کا تو امکان ہے کہ وہ معاف فرما دیں گے مگر اس کا کوئی امکان نہیں کہ کسی کرپٹ آدمی کو وہ اپنی خدمت کا عہدہ عطا فرمائیں گے یا اس پر فخر کریں گے یا اپنے لشکر میں جگہ عطا فرمائیں گے کیونکہ ان کا سارا نظام تو عدل پر مبنی ہونا ہے اس میں کسی کرپٹ آدمی کیلئے کوئی گنجائش نہیں ہوگی اس لئے ہمیں قبل از وقت توبہ کرنا چاہیے اور اپنی اصلاح کر لینا چاہیے کیونکہ فرمایا یہی گیا ہے کہ لاینفع نفس ایمانھا یعنی اس دن کسی کا ایمان لانا بھی نفع بخش نہ ہوگا اور اگر کوئی ایمان تو رکھتا ہوگا مگر وہ اپنی اصلاح نہیں کر چکا ہوگا تو اس کیلئے بھی حکومت اِلٰہیہ سے استفادہ و استفاضہ

کا کوئی چانس نہیں ہے بس یہی ذہن میں رکھنا ہے کہ ہمارا ٹارگٹ نجات یا جہنم سے نجات نہیں ہے بلکہ اپنے مالک ومحبوب ازل عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف کی خدمت وغلامی ہے اس کے علاوہ جو کچھ ہے وہ خودغرضی ہے

نجات کلی

دوستو!۔اس دور کے بارے میں تو عرض کر چکا ہوں مگر یہ ساری نجاتیں نجات اُخریٰ کے مقدمات ہیں اصل نجات تو حکومت اِلٰہیہ ہے یعنی ہمارے شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف کا دورحکومت ہے کیونکہ حقیقی نجات اور ہر قسمی نجات تو صرف ان کے سنہری دورحکومت میں یا اس گولڈن ایج(Golden Age) ہی میں حاصل ہوگی اس مقدس دور میں انسانیت کا سفینۂ نجات اپنے ساحل مراد تک پہنچ جائے گا

آمین یا رب العالمین

یا رب محمدؐو آل محمدؐ صل علٰی محمدؐ و آل محمدؐ و عجل فرجهم بقائمهمؑ
عجل الله فرجه الشريف و صلوات الله عليك

یا ھو یا من ھو لا ھو الا ھو الحی القیوم یا ھو یا من لا یعلم ما ھو الا ھو الحی القیوم العلی العظیم
یا مولا کریم عجل اللہ فرجک وصلوات اللہ علیک

﴿عجل الله فرجه الشريف و صلوات الله عليه﴾

الحمد لله رب العالمين و صل علىٰ محمدؐ و آلہٖ اجمعین خصوصاً علی حجة الله فی العالمین عجل الله فرجه الشريف وآبائه المعصومين وامهاته الطاهرين الطيبين صلوات الله عليهم اجمعين و لعنة الله علىٰ اعدائهم من يوم الازل الی يوم الدين

اے طالبانِ فوز العظیم!

جو لوگ میرے کل کے خطاب میں موجود تھے وہ تو جانتے ہی ہیں کہ کل ہم نے اس عوامی نظریے پر بات کی تھی کہ جو اس وقت ہمارے ہم مسلک لوگوں میں مقصدِ حیات و اعمال ہے یعنی ہمارے لئے اس وقت نجات کو مقصد حیات یا منزلِ مراد بنا کر پیش کیا جاتا ہے...... آج ہم اس بات کو آگے بڑھانا چاہتے ہیں

دوستو! - جیسا کہ میں نے کل عرض کیا تھا کہ ہمارے ہاں جو نظریہ نجات رائج ہے اس میں آخرت کے کسی بڑے عہدے کی خواہش موجود ہی نہیں بلکہ سزا سے بچنے کو مقصد حیات و مقصد اعمال قرار دیا گیا ہے یعنی سب سے بڑی اچیومنٹ (Achievement) یہ ہے کہ ہم کل قیامت کے دن کسی بڑی سزا سے بچ جائیں اگر ہلکی پھلکی سزا مل بھی جائے تو کوئی ہرج نہیں ہاں کوئی بڑی سزا نہ ملے یہی سب سے بڑی کامیابی ہے جبکہ کل میں نے یہ عرض کیا تھا کہ یہ کوئی ایسی چیز نہیں ہے کہ جس کی

خواہش کی جائے یہ تو وہ مقام ہے جو پاک خاندان علیھم الصلوات والسلام کی محبت کا پہلا تحفہ ہے

اس دور میں منبر پہ اس موضوع پر دھواں دھار تقریر یں ہو رہی ہیں کہ نجات عمل پر ہے یا عقیدے پر؟ اس پر دو فریق ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کیلیئے ایک دوسرے کو کوئی لفظی ''کلا چنگ'' اور دھوبی پٹڑے لگا رہے ہیں مگر یہ کوئی نہیں بتاتا کہ نجات ہے کیا چیز؟

میں یہ عرض کروں گا کہ نجات تو معمولی سی چیز ہے اس لئے اس کیلیئے کسی بڑے عمل کی ضرورت ہے ہی نہیں بلکہ یہ تو پاک خاندان علیھم الصلوات والسلام کی محبت کا پہلا تحفہ ہے جو صرف تولا وتبرا سے حاصل ہو جاتا ہے عزاداری کے ایک آنسو اور پرسہ داری کے سینے پہ پڑنے والے ایک ہی ہاتھ سے حاصل ہو جاتا ہے مگر یہ اصل مقام نہیں یہ کوئی اتنا بڑا عہدہ نہیں کہ جس کی خواہش کی جائے کیونکہ جب کسی نے امام صادق علیہ الصلوات والسلام کی بارگا میں عرض کیا کہ آقا میرے حق میں دعا فرمائیں کہ مجھے جنت نصیب ہو...... اس وقت امام علیہ الصلوات والسلام نے مسکرا کر فرمایا کہ جنت میں تو تم موجود ہو دعا یہ کرواؤ کہ تمھیں کوئی اس جنت سے نکال نہ دے...... اس نے عرض کیا آقا میں کس جنت میں موجود ہوں؟ تو آپ نے فرمایا ہماری ولا اور محبت ہی جنت الفردوس ہے یعنی یہ چیز تو انسان کو ولائے آل محمد علیھم الصلوات والسلام کے پہلے تحفہ میں ملتی ہیں اب اس کے حصول کی خواہش کرنا تحصیل حاصل کے برابر ہے اس لئے ہمارے سامنے جو مقصدِ حیات ہونا چاہیے وہ یہ نہیں کہ ہمیں جہنم سے نجات ملے یا جنت ملے بلکہ ہمارے سامنے تو ایک اور منزل ہے جو نجات سے بھی بہت اونچی چیز ہے اور وہی چیز ہمارے لئے قابلِ حصول اور وہی ہمارے لئے ایم آف لائف یا گول آف سٹرگلز

(Aim of Life or Goal of Struggles) ہے

سب سے پہلے میں ایک وضاحت کرتا چلوں کہ نجات یا کامیابی کے مفہوم کے دو پہلو ہیں جس کے لیے عربی میں دو مختلف الفاظ استعمال ہوتے ہیں ایک ہے ''نجات'' اور دوسرا ہے ''فوز''

اسے میں ایک مثال سے پیش کرتا ہوں ...... ایک بادشاہ کے دربار میں ایک ہی وقت میں دو آدمی پیش ہونے کو آئے ایک آدمی کسی جرم میں ملوث تھا اور دوسرا آدمی ایک نجومی تھا جسے بادشاہ نے بلایا تھا کہ میں تمہارا امتحان لوں گا اگر تم امتحان میں کامیاب ہو گئے اور تم ہمارے معیار پر پورے اترے تو ہم تمہیں دربار میں شاہی کرسی عطا کریں گے اور تمہیں اپنے رتنوں میں داخل کر دیں گے اور ہاتھی کی سواری کا اعزاز بھی دیں گے ...... شرف باریابی دینے کے بعد نجومی کا امتحان لینے کی غرض سے بادشاہ نے پہلا سوال یہ کیا کہ تم اپنے علم نجوم کے ذریعے یہ بتاؤ کہ میں آنے والے مجرم کو سزا دوں گا یا چھوڑ دوں گا؟ اس نے کہا بادشاہ آپ مجھے کاغذ دیں میں اس پر اپنا جواب لکھ دوں گا آپ اپنے فیصلے کے بعد اسے پڑھ لیں اس نے ایسا ہی کیا اس کے بعد اس مجرم کو بلایا گیا اور اس کے کیس کی سماعت کی گئی اور اس پر جرم ثابت ہو گیا اس پر بادشاہ نے کہا تم مجرم ہو اس لئے ہم تمہیں سزا کا حکم دیتے ہیں عین اس وقت اس کی ماں آ گئی اور اس نے رونا شروع کر دیا اس پر بادشاہ کو اس پر رحم آ گیا اور اسے چھوڑ دینے کا حکم دیا اور وہ سزا سے ''نجات'' پا گیا

اس کے بعد بادشاہ نے نجومی سے فیصلے والا کاغذ طلب کیا تو اس میں یہی لکھا تھا کہ پہلے اسے سزا ملے گی اس کے بعد اس کی ماں رحم کی اپیل کرے گی اور اسے سزائے

موت سے نجات مل جائے گی ...... یہ فیصلہ دیکھ کا بادشاہ نے کہا اے نجومی تم اپنے امتحان میں ''کامیاب'' ہوگئے ہو...... اسے بادشاہ نے اپنے درباری ہونے کا اعزاز دے دیا اور وہ رتن کے عہدے پر فائز ہوگیا اس پر اس نجومی نے سب کو مبارک دی اور کہا کہ میں نے فوزِ عظیم کو پالیا ہے

بات یہ ہے کہ ہمارے سامنے نجات کوئی منزل مراد نہیں ہے بلکہ ہمارے سامنے منزلِ مراد ''فوز'' ہے

اب یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ فوز کیا ہے؟

دوستو! - ماہرین ''علم اللغات'' کہتے ہیں کہ فوز کے معنی ہیں کامیابی یا موت یا ہلاکت وغیرہ ماہرین ''علم المفردات'' فرماتے ہیں کہ

الفوزُ الظَّفرُ بِالخَیرِ مع حُصُولِ السَّلامۃِ یعنی فوز وہ فتح ہے جو خیر و سلامتی کے ساتھ حاصل ہو جائے

ماہرین ''علم الاصطلاح'' فرماتے ہیں کہ

''فوز اس کامیابی کو کہتے ہیں کہ جس کے بعد کوئی حسرتِ حصول نہ رہ جائے''

دوستو! - یہ بھی عرض کرتا چلوں کہ خالق نے کلام اِلٰہی میں تین طرح کے فوز کا ذکر فرمایا ہے (1) فوز المبین (2) فوز الکبیر (3) فوز العظیم

﴿فوز المبین﴾

فوز المبین یہ ہے کہ انسان یوم خروج و قیامت کے اولین عذاب سے بچ جائے اور اس میں بھی انسان کا اپنا کوئی کمال نہ ہوگا بلکہ اس میں رحمت اِلٰہیہ شامل حال ہوگی جیسا کہ ارشاد ہے

قل انی اخاف ان عصیت ربی عذاب یوم عظیم ٥ من یصرف یومئذ فقد رحمته و ذالك الفوز المبین

اگر ہم نافرمانی کریں تو اس نافرمانی کے معاملے میں ہم تو اس یوم عظیم کے حساب سے ڈرتے ہیں کہ جس سے اگر کوئی بچ جائے گا تو یہ رحمت اِلٰہیہ کو پائے گا اور یہ ایک فوز مبین ہے یہاں یہ بات تو آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ یہ فوز ایک مجرم کیلئے آخری منزل ہوسکتی ہے

یعنی فوز مبین پہلی سزا سے بچ جانا ہے مبین کے بارے میں تو میں کسی سابقہ مجلس میں عرض چکا ہوں یہاں اس کا اعادہ نہیں کرنا چاہتا

فوزالکبیر دوسری منزل کی کامیابی کا نام ہے جیسا کہ ارشاد ہے

ان الذین آمنوا و عملواالصالحات لهم جنات تجری من تحتها الانهار ذالك فوز الکبیر...... یعنی وہ لوگ جو ایمان لائے اورانہوں نے اپنے اعمال کو صالح کیا ان کیلئے ایسی جنتیں ہیں کہ جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں اور یہ ان کیلئے فوز کبیر ہے دوستو! - یہ بات تو آپ نے دیکھ لی ہے کہ فوزالمبین میں عمل کی ضرورت نہیں ہے بلکہ صرف عقیدہ کافی ہے اورعقیدہ رحمت اِلٰہیہ کی عطا ہے مگرفوزالکبیر میں ایمان کے ساتھ اعمال صالحہ کا ہونا شرط ہے اورفوزالکبیر کیلئے کل چھ شرائط ہیں اگر انہیں پورا کیا جائے تو فوزالکبیر مل جاتا ہے فوزالکبیر کے شرائط یہ ہیں

(1) اطاعت اِلٰہی اطاعت رسول صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم اور اطاعت امام زمانہ علیہ الصلوات والسلام (2) جسمانی وروحانی ہجرت (3) جہاد جانی مالی جہاد اکبر و اصغر (4) صبر

(5) خشیۃ اللہ (6) صدق بس اتنے ہی شرائط پورے کرنے پر فوز الکبیر کا حصول ہو جاتا ہے

﴿فوز عظیم﴾

یہ وہ فوز ہے کہ جو سب سے اونچا مقام ہے جیسا کہ ارشاد فرمایا گیا ہے کہ اللہ نے مومنین سے اس جنت کا وعدہ فرمایا ہے کہ جس میں نہریں بہتی ہیں اور جنات عدن میں مساکن طیبہ کا وعدہ بھی فرمایا ہے اس کے بعد فرماتا ہے

رضوان من الله اكبر ذالك هوالفوز العظيم

اللہ جل جلالہ کی رضا کا درجہ ان جنات ومساکن طیبہ سے بہت اونچا ہے اور یہی رضوان اِلٰہی فوز العظیم ہے

دوستو! ۔ میں نے پہلے بھی یہ عرض کیا ہے کہ فوز کے اصطلاحی معنی یہ ہیں

''فوز اس کامیابی کو کہتے ہیں کہ جس کے بعد کوئی حسرتِ حصول نہ رہ جائے''

یعنی کہ ترقی کی اس منزل کو فوز کہا جاتا ہے کہ جس سے آگے کوئی سوچ ہی نہ سکے یا جس سے آگے کی کوئی خواہش وحسرت ہی نہ کر سکے

یہ بات بھی یاد رکھنا چاہیے کہ خواہش کرنے والوں کی تین اقسام ہوتی ہیں

(1) مجرمین

انسان جب مجرم ہوتا ہے تو اس کی اولین خواہش یہ نہیں ہوتی کہ کوئی مجھے اس جرم کی شنوائی کے وقت خود جج بنا دے بلکہ وہ اس سے آگے سوچ ہی نہیں سکتا کہ اسے کوئی سزا نہ ملے اس کی پہلی اور آخری خواہش یہی ہوگی کہ وہ اس جرم میں کہ جو اس نے کیا ہے اور اس پر ثابت ہے وہ اس سے کسی طرح بری ہو جائے یا پھر اسے

معاف کر دیا جائے اور اگر ایسا ہو جائے تو وہ بڑی خوشی سے یہ گا تا ہوا باہر آ تا ہے کہ '' جان بچی سو لاکھوں پائے خیر سے بدھو گھر کو آئے '' سرائیکی میں کہتے ہیں '' لکھ کھٹیا ڈومنی جو ڈوم سلامت آیا '' یہ بھی ایک کامیابی ہی ہے یہ انسان کی آخری منزل نہیں ہوسکتی بلکہ مجرم کی آخری منزل ہوسکتی ہے اب جو دوسری منزل ہے اس میں انعام بھی شامل ہوتا ہے

(2) خواہش ابرار

دوستو ! - یہ بات بھی آپ کو بتائی جا چکی ہے کہ ابرار ان لوگوں کو کہتے ہیں کہ جو مجرم تو نہیں ہوتے مگر ان کے اعمال ناقص ضرور ہوتے ہیں جیسا کہ کہا جاتا ہے حسنات الابرار سیئات المقربین حقیقت یہ ہے کہ ابرار کی خواہش صرف جہنم سے نجات تک محدود نہیں ہوتی بلکہ اس کے ساتھ ان کے دل میں جنت کے حصول کی بھی خواہش ہوتی ہے وہ جہنم سے نجات پر اکتفی نہیں کرتے

(3) فوز عظیم

دوستو یہ انسان کی فطرت ہے کہ جب تک اس کے سامنے کوئی بلندی رہتی ہے اس میں اسے پانے کی حسرت رہ جاتی ہے اس کے دل میں ایک آرزو ایک خواہش ہمیشہ مچلتی رہتی ہے کہ وہ اس بلند مقام کو بھی پالیتا یا پا سکتا مگر ایک مقام ایسا بھی ہوتا ہے کہ جہاں انسان کی ترقی کے سارے راستے ختم ہو جاتے ہیں اور انسان ایک ایسے پہاڑ پر کھڑا ہوتا ہے کہ جہاں سے آگے اسے کوئی دوسری چوٹی نظر آتی ہی نہیں ...... مقربین کو اپنے مقامات کے بعد وہ مقامات نظر آتے ہیں کہ جو پاک خاندان علیہم الصلوات والسلام کے انوارِ ذات کے ہیں جنہیں پانے کی انسان ویسے بھی

خواہش نہیں کرسکتا اسی طرح کسی بھی فرد کے خواہشات اور ترقی کی آخری منزل جو ہوسکتی ہے اس کی کا نام ہے''فوز عظیم''اور یہ اس وقت حاصل ہوتا ہے کہ جب انسان اس دنیا سے کلی طور پر نجات حاصل کر لیتا ہے

ابرار کیلئے جو مقام ہے اس کے متعلق فرمان ہے کہ جب وہ اس دنیائے فانی کو چھوڑ کر دار آخرت میں اس مقام پر جائیں گے تو وہاں ہمیشہ دعا کرتے رہیں گے کہ ربنا اتمم لنا نورنا یعنی وہاں وہ بلند سے بلند مقام کی تمنا کرتے رہیں گے اور اس کی طرف بڑھتے بھی رہیں گے مگر یہ سلسلہ دوری نہیں اور نہ ہی غیر متناہی ہے بلکہ اس کی ایک حد ہے جہاں اس نے جا کر ختم ہو جانا ہے اور وہ مقام مقربین ہے جو اس کی''پیک آف گین''(Peak of Gain) ہے جہاں پہنچنے کا نام ہے''فوز عظیم'' فوز عظیم کے بعد''مقام دعا''نہیں بلکہ''مقامِ شکر''ہے کیونکہ اس سے آگے پاک خاندان علیھم الصلوات والسلام کے انوارِ ذات کے مقامات ہیں جن کی خواہش کوئی عبد نہیں کرسکتا

فوزِ انواعِ موجود

دوستو!۔اب یہاں یہ بھی عرض کردوں کہ انواعِ موجود کے سامنے جو ترقی کی آخری منزل ہوتی ہے جسے میں سیٹس فیکشن پوائنٹ(Satisfaction Point) کہتا ہوں وہ جدا جدا ہوتا ہے یعنی ہر نوع کے سامنے ایک اعلیٰ ترین مقام ہوتا ہے جہاں جا کر اس کی ترقی کی خواہش باقی نہیں رہتی بلکہ اس کے اندر کا محرک آگے کا سوچ ہی نہیں سکتا اس کیلئے ہم ابسلیوٹ ایلیویشن(Absolute Elevation) کی اصطلاح استعمال کرتے ہیں جیسا کہ ابسلیوٹ(Absolute) زیرو 273 سینٹی گریڈ پہ جا کر

مادے کے ایٹم کی حرکت ختم ہو جاتی ہے اسی طرح (Absolute Evaluation) ابسلیوٹ ایلیویشن پر انسان کی ترقی کی خواہش یا حسرت باقی نہیں رہتی

اگر ہم اس تھیوری (Theory) کو انواع تک لے جائیں تو یوں کہا جا سکتا ہے کہ ہر نوع کی ابسلیوٹ ایلیویشن (Absolute Evaluation) جدا جدا ہوتی ہے جیسا کہ جمادات کی ابسلیوٹ ایلیویشن (Absolute Evaluation) نباتات اور نباتات کی آخری منزل حیوان اور حیوان کی آخری منزل انسان اور انسان کی آخری منزل یا ابسلیوٹ ایلیویشن (Absolute Evaluation) اللہ جانے کیا ہو گی؟

اسی طرح ملکوت کی اپنی ایک ابسلیوٹ ایلیویشن (Absolute Evaluation) ہو گی

اسی طرح انبیاعلیہم السلام کی اپنی ابسلیوٹ ایلیویشن (Absolute Evaluation) ہو گی

اسی طرح رسولوں کی ابسلیوٹ ایلیویشن (Absolute Evaluation) سب سے منفرد ہو گی

آج انیس ماہ رمضان کی رات ہے اس شب کے ساتھ بھی ایک ذات کا فقرہ مشہور ہے کہ جب ابن ملجم ملعون نے ضرب لگائی تو امیر کائنات علیہ الصلوات والسلام نے سجدے میں جاتے ہوئے فرمایا انی فزت برب الکعبہ ہمیں رب کعبہ کی قسم کہ ہم نے کامیابی کی آخری منزل یعنی اپنی ابسلیوٹ ایلیویشن (Absolute Evaluation) کو پا لیا ہے

دوستو! - اب مجھے یہ تو معلوم نہیں ہے کہ کیا امیر کائنات علیہ الصلوات والسلام کے سامنے بھی کوئی ایسی منزل تھی کہ جس تک وہ پہنچنا چاہتے تھے اور وہ اس رات کو ایک سجدے سے اس مقام پر پہنچ گئے؟ ان اسرار پر پھر کبھی بات کریں گے

﴿حصولِ فوز﴾

اب یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ فوز کا حصول کس طرح ہو سکتا ہے؟

دوستو! - اس کا جواب اس طرح دیا جا سکتا ہے کہ اس کائنات میں موجود جملہ انواع کیلئے فوز کا درجہ جدا جدا ہے اور ان سب کیلئے حصول فوز کا ذریعہ قربانی ہے جیسا کہ میں نے 1978 کے خطبات میں فلسفۂ قربانی پر ایک خطبہ دیا تھا آج اس کا یہاں اعادہ تو نہیں کرنا صرف یاد دہانی کی حد تک عرض کرنا چاہتا ہوں

دوستو! - یہ ایک حقیقت ہے کہ اس کائنات میں موجود جملہ انواع کیلئے معراج سعادت یہ ہے کہ وہ اپنی نوع سے بالا نوع پر قربان ہوں اور ہر قسمی قربانی دیں جیسا کہ نوع جمادات جو سب سے نیچے والی نوع ہے اور اس سے اوپر والی نوع ہے نباتات اب اس کلیہ کے مطابق نوعِ جمادات کا نوعِ نباتات پر قربان ہونا معراج سعادت ہے اسی طرح نوع نباتات کا نوع حیوان پر قربان ہونا ہی اس کا مقصد حیات ہے یعنی اس کی حیات کی حقیقی اور اعلیٰ ترین قیمت ہے اسی طرح نوع حیوان کا نوع انسان پر قربان ہونا اس کا معراجِ سعادت ہے اور ہر نوع کے اندر اس نوع کے اقسام ہوتے ہیں ان میں بھی فضیلت و شرافت کا پیمانہ قربانی ہوتا ہے یعنی وہی افرادِ نوع باقی نوع سے افضل ہوں گے جو اپنے سے اوپر والی نوع پر زیادہ سے زیادہ قربانیاں دیتے ہیں

اس کی ایک مثال عرض کرتا ہوں کہ حیوانات میں گیدڑ، چوہے، کتے سے لے کر ہاتھی تک ہیں ادھر ایک سیل کے جرثومے سے لے کر شارک اور وہیل مچھلی تک ہیں مگر ان میں سے افضل کون ہے؟ جو اپنی نوعِ اعلیٰ یعنی انسان کے سب سے زیادہ

کام آتا ہے اور انسان پر سب سے زیادہ قربانی دیتا ہے وہ یہ اہلی جانور ہیں جو انسان پر اپنی خدماتی قربانیاں دیتے ہیں، اپنے بچوں کا اولین حق یعنی دودھ کے معاملے میں ایثار کرتے ہیں اور اپنے بچوں کی بجائے ہمیں پلا دیتے ہیں اسی طرح اپنی جان کی قربانی دے کر انسان کے پیٹ کے جہنم کو سرد کرتے ہیں، اپنے جسم کا لباس یعنی اون اتار کر ہمیں دیتے ہیں اور ہمارا سردی سے تحفظ کرتے ہیں، سواری کے کام آتے ہیں، حتیٰ کے ہم اپنے استحقاق سے زیادہ بھی ان سے قربانیاں لیتے ہیں یعنی اپنے تفریح طبع کیلئے ان کی جانیں لیتے ہیں، انہیں آپس میں لڑا کر شغل بناتے ہیں، یہ ایک ظلم ہے کہ جس کی سزا ہمیں بہت بری طرح بھگتنا پڑے گی مگر انہوں نے کبھی انکار نہیں کیا تو میں عرض یہ کر رہا تھا کہ حیوانات میں سے سب سے افضل وہ جانور ہیں جو انسان پر قربان ہوتے ہیں اسی طرح جملہ انواع عالم میں یہ قانون ہے کہ کسی بھی نوع سے جتنے انواع نیچے ہوں گے ان سب کیلئے معراج شرافت وفضیلت یہ ہے کہ وہ اپنے انواع بالا پر قربان ہوں اور یہی قربان ہو کر معراج سعادت کو پانا ان کیلئے کہلاتا ہے ''فوزِ عظیم''

اب یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ فوز عظیم کس طرح ثابت ہوتا ہے؟ یعنی اس کا فلسفہ یا لاجک (Logic) کیا ہے؟

میں اس کے جواب میں کئی مرتبہ کی دہرائی ہوئی بات یہاں دہراؤں گا اور وہ ہے جناب آغا خمینیؒ رضوان اللہ علیہ کے استاد محترم جناب آیت اللہ سبزواریؒ رضوان اللہ علیہ کا واقعہ ان کا واقعہ اس طرح ہے کہ انہوں نے اپنے گھر کیلئے یہ قانون بنا کر دیا ہوا تھا کہ اس گھر کا کوئی جانور ان کیلئے ذبح نہ کیا جائے چاہے کتنی بڑی مجبوری ہی کیوں نہ ہو ان کیلئے کسی جانور کو ذبح نہیں کرنا ہے یہ حکم انہوں نے سختی سے دے رکھا تھا

ایک وقت ایسا آیا کہ وہ بیمار ہوئے تو بیماری شدت اختیار کر گئی، اہل خانہ حکیم کو بلا لائے، اس نے کہا ان کے جسم میں خون کی کمی کی وجہ سے کمزوری ہے اس لئے ان کی غذا کا خیال رکھیں اور انہیں فوری طور پہ یخنی دینا شروع کر دیں اور ابھی ابھی انہیں یخنی دیں، اہل خانہ نے فوراً نوکر بھیجا کہ جس مخصوص قصاب سے وہ گوشت خریدکرتے ہیں اس سے گوشت لاؤ جا کر دیکھا تو اس کا سارا گوشت بک چکا تھا اور اس کے پاس گوشت تھا نہیں اور انہوں نے کسی اور سے گوشت لینا نہیں تھا اس لئے وہ نوکر خالی ہاتھ واپس آ گیا اور اس نے جب اہل خانہ کو آ کر ساری صورت حال سے آگاہ کیا تو ان کی دختر نیک اختر نے مجبوری کے وجہ سے اور والد محترم کی صحت کے پیشِ نظر ان کے حکم سے صرفِ نظر کرتے ہوئے گھر کی ایک مرغی اسے دی کہ اسے جلدی سے ذبح کر کے لاؤ تا کہ ان کے کھانے میں تاخیر نہ ہو، سو اس نے ایسا ہی کیا مگر جب وہ خادم دروازے پر گوشت لایا تو اس وقت علامہ صاحب کی اس پر نگاہ پڑی تو فوراً دختر سے سوال کیا یہ کیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا بابا جان یہ مرغی کا گوشت ہے؟ انہوں نے دریافت فرمایا یہ کہاں سے آیا ہے؟ انہوں نے ساری صورت حال عرض کر دی کہ یہ تو ہمارے اپنے گھر کی مرغی ہے اور ہم نے اسے ذبح کرنے کا حکم دیا تھا کیونکہ بازار میں گوشت موجود تھا ہی نہیں اور آپ کی صحت کیلئے گوشت کی فوراً ضرورت تھی سو ہم نے اپنی مرغی دے دی، انہوں نے فرمایا کیا آپ کو ہمارا حکم بھول گیا تھا؟ انہوں نے عرض کیا جی نہیں ہمیں آپ کا فرمان یاد تھا مگر آپ کی صحت کا معاملہ تھا اس لئے ہم نے آپ کے حکم سے صرف نظر کیا ہے

اس پر انہوں نے جلال فرمایا تو ان کی صاحبزادی نے عرض کیا بابا جان میں آپ کی بیٹی ہوں مسائل فقہ واحکام شریعہ سے میں بھی واقف ہوں مگر میں آج تک یہ

معلوم نہیں کر سکی کہ آپ نے یہ اپنے لئے گھر کے جانوروں کے ذبح کرنے پر جو پابندی لگائی ہے یہ کس قانون کے حوالے سے ہے؟ ......انہوں نے فرمایا بیٹی آج اس کی وجہ بھی سن لیں ...... فرمایا جب خالق نے انواع عالم کو خلق فرمایا تھا تو ان میں درجات مقرر فرمائے تھے اور اس میں ہر نوع کی فضیلت کے ساتھ اس کی عبادت میں بھی درجات تھے اس پر اس وقت کچھ انواع کی بعض اقسام نے یہ عرض کیا تھا کہ خالق ہمیں اپنے سے اعلیٰ انواع کے عبادات میں سے بھی کچھ حصہ عطا فرما اور ہمیں ان کی عبادات میں شامل فرما اس طرح خالق نے ان کی استدعا پر کرم فرمایا اور ان سے فرمایا کہ یہ بات اس طرح ہوسکتی ہے کہ تمہیں اپنی جان کی قربانی دینا پڑے گی جن جن اقسام نے اس قربانی کو قبول کیا تھا خالق نے انہیں انسان پر حلال فرمایا تھا تا کہ انسان انہیں ذبح کرے اور انہیں کھائے وہ انسان کا جزو بدن بن جائیں اور انسان کی بنیادی انرجی (Energy) بن جائیں اور انسان اس قوت سے جو نیک اعمال وعبادات کرے گا اس میں وہ جانور بھی برابر کے شریک ہوں گے ہم نے ان جانوروں کے ذبح کرنے سے اس لئے روکا تھا کہ اگر کوئی جانور صرف ہمارے لئے ذبح ہوا اور ہم اسے اس کے معیار کی عبادت فراہم نہ کر سکے تو کل بروز قیامت یہ ہمارا گریبان گیر ہوگا اور کہے گا کہ میں نے تو عبادت کیلئے اپنی جان کی قربانی دی تھی تو نے تو میری جان کی قربانی کو رائیگان کر دیا ہے اس وقت ہم کیا جواب دیں گے؟

ان کی صاحب زادی نے عرض کیا بابا جان آپ بازار سے بھی تو گوشت منگوا لیتے ہیں کیا وہ جانور یہی مطالبہ نہیں کریں گے؟

اس پر انہوں نے فرمایا بیٹی جو جانور بازار میں ذبح ہوتا ہے اسے کئی لوگ مل کر

کھاتے ہیں اس میں سے امام علیہ الصلوات والسلام کے زائر بھی آ کر گوشت لیتے ہیں اور مومنین بھی گوشت لیتے ہیں اس طرح اس جانور کو کہیں نہ کہیں سے اس کے معیار کی عبادت ضرور مل جائے گی مگر جو صرف ہمارے لئے ذبح ہوگا تو وہ تو صرف ہم ہی سے تقاضہ کرے گا ؟

دوستو! - اس بات سے آپ سمجھ چکے ہوں گے کہ قربانی کا لاجک (Logic) کیا ہے؟

بات یہ ہے کہ جس طرح دیگر جانوروں کا فوز عظیم اس میں ہے کہ وہ اپنی سے بالا نوع پر قربان ہوں اسی طرح انسان کا فوز عظیم بھی اسی میں ہے کہ وہ بھی اپنی نوع سے بالاترین نوع یعنی محمدؐ آل محمدؐ علیہم الصلوات والسلام پر قربان ہو ورنہ وہ کبھی بھی فوز عظیم کو نہیں پا سکتا جیسا کہ ہم جب بھی شہدا کربلا علیہم الصلوات والسلام کی زیارت کرتے ہیں یا زیارات منقولہ پڑھتے ہیں تو اس میں یہی عرض کرتے ہیں یا لیتنی کنت معکم فافوز فوزاً عظیما ہائے کاش ہم بھی آپ کی معیت میں ہوتے اور آپ پر اپنی جان نچھاور کر کے فوز عظیم حاصل کرتے

اس کی وجہ یہی ہے کہ اس پاک گھر کے کسی بھی فرد پر جان کو قربان کرنا ہی فوز عظیم ہے اور یہی انسان کیلئے معراج سعادت ہے یہی انسان کی سب سے بڑی کامیابی ہے اور یہی انسان کی زندگی کی اعلیٰ ترین قیمت ہے

دوستو! - یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ جب نوع اعلیٰ قربانی طلب کرے اور اس وقت قربانی نہ دینا خسران عظیم ہوتا ہے

جیسا کہ آقائی و مرشدی دام ظلہ التعالیٰ نے اپنے ایک خطبہ مبارک میں فرمایا کہ واقعہ کربلا کے وقت مومنین وہی تھے جو قربان ہو گئے تھے اس وقت جو لوگ باقی رہ

گئے تھے وہ مرتد ہو چکے تھے کیونکہ جو بھی اپنے زمانہ کے امام کے قربانی طلب کرنے پر یا ان کے نصرت طلب کرنے پر نصرت نہیں کرتا وہ مرتد ہو جاتا ہے

اس دوران ایک شخص نے عرض کیا آقا جو لوگ اس وقت اس بات سے لاعلم تھے کہ کربلا میں کیا ہو رہا ہے تو کیا وہ بھی مرتد ہو چکے تھے؟ آقائی و مرشدی دام ظلہ التعالیٰ [ہمیشہ سلامت رہیں] نے فرمایا ہاں واللہ وہ بھی مرتد ہو چکے تھے اس کے بعد فرمایا کہ تم سوچ رہے ہو گے کہ وہ کیسے مرتد ہو چکے تھے جب کہ انہیں معلوم تک نہ تھا مگر سنو یہ واقعہ کربلا ایک ہی دن میں نہیں ہوا بلکہ مدینہ طیبہ سے تیاری سے لے کر شہادت کے دن تک پانچ ماہ اور تیرہ دن کا واقعہ ہے اس کا آغاز 28 رجب کو ہوتا ہے اور اختتام 10 محرم کو ہوتا ہے اب خود سوچیں کہ جو شخص پورے پانچ ماہ تک اپنے شہنشاہ زمانہؑ سے اس درجہ غافل ہے کہ اسے یہ تک معلوم نہیں کہ ان کے شب و روز کیسے گزر رہے ہیں ان کے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟ جس آدمی کو یہ تک معلوم نہیں کہ میرے امام زمانہ [ہمیشہ سلامت رہیں] پر کوئی کڑا وقت آ چکا ہے تو وہ آدمی مرتد نہیں تو کیا ہے؟ فرمایا حقیقت یہ ہے کہ جو شخص اپنے امام زمانہؑ سے ایک دن کیلئے بھی غافل ہوتا ہے وہ مرتد ہو جاتا ہے یہ تو پورے پانچ ماہ کی بات ہے...... اس بات کی ساری دنیا کو خبر ہو چکی تھی کہ امام مظلوم علیہ الصلوات والسلام اپنے پاک پردہ داران توحید و رسالت صلوات اللہ علیہن کے ساتھ مدینہ طیبہ سے سفر اختیار فرما چکے ہیں اور یہ بھی انہیں معلوم تھا کہ دشمن کے عزائم کیا ہیں اس کے باوجود غافل رہنا اور معلوم تک نہ کرنا کہ ان کے ساتھ کیا ہو رہا ہے یہ ارتداد نہیں تو کیا اسلام ہے؟ ہاں جو لوگ بعد میں قربان ہوئے ہیں وہ توابین ہیں اور ان کے حیثیت ایسی ہے کہ جیسے نماز کا وقت گزر جانے پر نماز ادا کی جائے مگر جب تک انہوں نے جان کی

قر بانیاں نہیں دی ہیں وہ بھی مرتد ہی رہے تھے

دوستو ! - حقیقت یہ ہے لشکر توابین نے جب توبہ کا عزم کیا تھا اور اس کے بعد نصرت کی تو تب وہ توابین میں شامل ہوئے تھے نہ کہ ناصرین میں

یہ بھی حقیقت ہے کہ فوز عظیم ان لوگوں کے حصے میں آیا جو کربلا معلیٰ میں شہادت و نصرت کے عرش معلیٰ پر معراجِ سعادت پر فائز ہوئے

بعد میں ہزاروں لوگوں نے قربانیاں دی ہیں مگر انہیں وہ مقام نہیں مل سکا جو بروقت قربانی دینے والے خوش نصیبوں کو ملا ہے کہ آج بھی جب ہمارے شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰهُ فَرَجَهُ الشَّرِيْف ان کی زیارت کرتے ہیں تو ایک ایک سعیدِ ازلی سے مخاطب ہوکر یہ فقرہ وہ جناب بھی فرماتے ہیں بابی انت و امی ہمارے پاک ماںؑ باپؑ آپ پر قربان ...... یہ کتنا بڑا فوز ہے اس کے بارے میں کوئی سوچ ہی نہیں سکتا

دوستو ! - یہ تو آپ سمجھ ہی چکے ہیں کہ فوز عظیم کیا ہے اب پھر ایک بار اپنے شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰهُ فَرَجَهُ الشَّرِيْف کے اسم مبارک کو دیکھ لیں وہ ہے

''شہنشاہ معظم فوز المومنین عَجَلَ اللّٰهُ فَرَجَهُ الشَّرِيْف''

یہاں اس مغالطہ کو رفع کرنا بھی ضروری ہے کہ جو مقام شہدائے کربلا علیہ الصلوات والسلام کو ملا وہ کسی کو بعد میں نہیں مل سکتا بلکہ ہر زمانے کے پاک امام علیہ الصلوات والسلام کی جو بھی جس زمانے میں شہدائے کربلا جیسی بروقت نصرت کرتا ہے یا کرے گا اسے یہی مقام مل سکتا ہے کیونکہ چہاردہ معصومین علیہم الصلوات والسلام کا نور ایک ہے، مرتبہ ایک ہے، حیثیت ایک ہے، شان ایک ہے تو ان پر قربان ہونے والوں کے مقام میں بھی تفاوت نہیں ہونا چاہیے بشرطیکہ حالات یا سچویشن (Situation) ایک جیسی ہو

ہمارے شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰهُ فَرَجَهُ الشَّرِيْف کے انصار و اصحاب کو افضل اہل کل زمان اس

لئے فرمایا گیا کہ یہاں سچویشن(Situation) وہ کربلا معلیٰ والی نہیں ہے کیونکہ وہاں صورت حال یہ تھی کہ شہنشاہ کربلاعلیہ الصلوات والسلام سب سے آگے آگے تھے اور پاک خاندان تطہیر کے سارے افرادعلیھم الصلوات والسلام اور پاک پردہ داران توحید ورسالت صلوات اللہ علیھن کے خیام سامنے لگے ہوئے تھے اور دشمنوں کے عزائم سامنے تھے

مگر یہاں صورت حال اس سے مختلف ہے کہ امام زمانہعَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف غائب ہیں بظاہرعَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف سامنے کوئی نہیں جو کچھ کرنا ہے ایک طرح سے پس پشت کرنے کے برابر ہے یہ کام انتہائی مشکل ہے وہاں مالک پاکعلیہ الصلوات والسلام کے حکم پر جان قربان کرنا ان کی توفیق سے بہت آسان تھا مگر یہاں ایک صبر آزما انتظار، حوصلہ شکن طوالت، وقت کا توبہ فگار طوفان، لذات دنیا، اس دور میں یہ تمنا کرنا کہ مولا مجھے اپنے شہنشاہ زمانہعَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف کی نصرت میں شہادت کا درجہ عطا فرمایہ دل سے کہنا بڑا مشکل ہے مگر ہے یہ فرض اور اس کے بغیر فوز عظیم کا حصول ناممکن ہے اور یہ درجہ افضل اہل کل زمان کا ہونا ثابت ہے

ہمیں جو دعائیں تعلیم فرمائی گئی ہیں ان میں اس بات کا جذبہ بھی فراہم کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ ہم شہادت عظمیٰ کی تمنا کریں جیسا کہ کئی ادعیہ میں اس سے ملتے جلتے فقرے موجود ہیں اللھم اجعلنی من المستشھدین بین یدیہ طائعاً غیر مکرہ فی الصف الذی نعت اھلہ صفا کانھم بنیان مرصوص

اے میرے خالق مجھے اپنے شہنشاہ زمانہعَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف کے سامنے شہید ہونے کی سعادت عطا فرما اور میری شہادت اجباری نہ ہو بلکہ میں ہنسی خوشی ان کی نعلین پر قربان ہو جاؤں اور مجھے اس صف میں شامل فرما کے جن کی تعریف میں تونے فرمایا ہے کہ وہ سیسہ پلائی دیوار کی طرح قائم ہو جاتے ہیں

یعنی آ خری زمانے میں اپنے شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف پر قربان ہونے کی تمنا رکھنا اور وہاں اس درجہ شہادت کا ادراک کرنا ہی فوز عظیم ہے اسی لئے یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ ہمارے شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف کی فوج میں نصرت کرنے والوں کو ستر یا ستر ہزار شہدائے بدر کا ثواب ملے گا...... میں یہاں ان کی نعلین پر قربان ہونے والوں کے فضائل بیان کروں گا تو بہت زیادہ وقت صرف ہو جائے گا کیونکہ ان کے فضائل سے کتابیں چھلک رہی ہیں اور ان سے کسی نے انکار بھی نہیں کیا اس لئے اب ہم اپنے بیان کو آگے بڑھاتے ہیں

شہادت اور دور آخر

دوستو!۔ اب یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب ہمارے شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف کا ظہور وخروج ہوگا تو ہم تو یہ سمجھتے تھے وہ سارا نظام خود ہی سنبھال لیں گے ہمیں تو کسی مصیبت سے نہ گزرنا پڑے گا بلکہ گھر بیٹھے بٹھائے حکومت اور اقتدار مل جائے گا مگر یہاں تو یہ سننے کو مل رہا ہے کہ ہمیں وہاں بھی شہید ہونا پڑے گا یعنی گردن وہاں بھی کٹوانا ہوگی تو اس کا کیا فلسفہ ہے کہ وہاں اللہ کے کن فیکونی نظام کو ایکٹیو (Active) کر کے سارے دشمنوں کو فتح کر لینا چاہیے ہمیں لڑانے کی کیا ضرورت ہے؟ اور لڑانا بھی ہے تو سیدھی سیدھی فتح دے دیں اس میں ہماری جانوں کی قربانیاں لینے کی کیا ضرورت ہے؟

دوستو!۔ یہی وہ اہم نکتہ ہے جو ہمیں سمجھنا ہے کیونکہ اس موضوع پر بہت سے احادیث ہیں کہ ہر مومن کیلئے دو موتیں ہیں ایک بستر پہ طبعی موت اور دوسری شہادت کی موت جو اس دنیا میں شہید نہیں ہو سکے انہیں رجعت میں یا شہنشاہ زمانہ

عَجَلَ اللّٰهُ فَرَجَهُ الشَّرِيْف کے زمانے میں یہ اعزاز ملنا ہے

یہاں یہ بات یاد رکھنا چاہیے کہ اگر شہادت یا موت میں مومن کیلئے کوئی اذیت ہوتی تو اسے کبھی بھی اس اذیت سے نہ گزارا جاتا...... سچ تو یہ ہے کہ انسان اپنے سے اعلیٰ نوع کے ساتھ متصل نہیں ہوسکتا جب تک اپنے آپ کو فنا نہ کرے یہی اپنی ذات کو اپنے مالک عَجَلَ اللّٰهُ فَرَجَهُ الشَّرِيْف کی ذات میں فنا کرنا ہی اصل منزلِ مراد ہے

دوستو! - حقیقت یہ ہے کہ ہمارے سامنے تین قابل حصول اعزاز ہیں

( ) درجہ نصرت ( ) درجہ خدمت ( ) درجہ شہادت

درجہ نصرت یہ ہے کہ ہم ان کے انصار میں شامل ہوں ......اور درجہ خدمت یہ ہے کہ ہم ان کے ان خدمت گاروں میں شامل ہوں جو ان کے قریب رہ کر ہمہ وقت خدمت میں مصروف رہتے ہیں یہ مقام درجہ نصرت سے بہت اونچا ہے اس لئے ہمیں اپنے اندر جملہ اچھائیاں صرف اس لئے پیدا کرنا چاہییں کہ ہم اپنے شہنشاہ معظم عَجَلَ اللّٰهُ فَرَجَهُ الشَّرِيْف کی خدمت کرسکیں ہم اس قابل بن جائیں کہ ان کے خدام میں شامل ہو جائیں ہم محرمات شریعہ سے بچیں تو اس کی نیت یہ ہے کہ ہم جملہ حرام کام صرف اس لئے چھوڑ رہے ہیں کہ ہمیں اپنے آقا عَجَلَ اللّٰهُ فَرَجَهُ الشَّرِيْف کی خدمت کا اعزاز مل جائے اور ہمیں اپنے فرائض کو اس لئے ادا کرنا چاہیے کہ ہم کسی فرض کی ادائیگی میں کوتاہی کی وجہ سے اپنے آقا عَجَلَ اللّٰهُ فَرَجَهُ الشَّرِيْف کی خدمت سے محروم نہ ہو جائیں یہ بات نہیں بھولنا چاہیے کہ نجات بلا محنت مل جاتی ہے جو کوئی بڑی چیز نہیں ہے لیکن درجہ خدمت و نصرت و شہادت کیلئے سخت محنت کرنا پڑتی ہے

تیسرا درجہ ہے شہادت کا کیونکہ نصرت کرنے والے بہت ہوں گے مگر شہادت کا درجہ بہت کم خوش نصیبوں کو حاصل ہوگا اور ہماری آخری خواہش خدمت نہیں

شہادت ہونا چاہیے کیونکہ اپنے زمانے کے شہنشاہ زمانہ علیہ الصلوات والسلام کی نصرت میں شہادت پانا ہی فوز عظیم ہے جیسا کہ ہم سعیدان کربلا علیہم السلام کے اس مرتبہ عظیم کو دیکھ کر زیارات میں عرض کرتے ہیں ☆یا لیتنی کنت معکم فافوز فوزاً عظیما ...... کاش ہم بھی آپ کی معیت میں ہوتے اور آپ کے ساتھ اپنے آقا علیہ الصلوات والسلام کی نعلین پر جان نچھاور کر کے فوز عظیم کو پا لیتے کیونکہ شہادت کے بعد ہی انسان فوز عظیم کے درجہ کو حاصل کرسکتا ہے

دوستو اس دور میں یہودیت نے ایک زبردست منصوبہ بندی کے ساتھ عالم اسلام سے روح اسلام چھیننے کا پروگرام بنایا ہے ...... آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ دنیا کی دو قومیں انتہائی بزدل قومیں ہیں ایک یہودی اور دوسری ہندو بنیے ...... یہ انتہائی ڈرپوک ہوتے ہیں اس لئے یہ انتہائی مکار اور چالباز و شاطر ہوتے ہیں اس دور میں یہ دونوں ایک دوسرے کے حلیف بن چکے ہیں اور عالم اسلام کے خلاف متحد ہو کر ان سے روح اسلام چھیننے کے منصوبے پر کام کر رہے ہیں اور یہ بھی آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ ساری دنیا کے کفار آپ کی کسی بات سے نہیں ڈرتے صرف جذبہ شہادت سے ڈرتے ہیں کیونکہ مسلمانوں میں جب بھی جذبہ شہادت بیدار ہوتا ہے تو کفار پر عذاب الٰہی کا نزول ہو جاتا ہے اس لئے انہوں نے عالم اسلام میں دو طرح کا کام شروع کر دیا ہے ایک طرف وہ ہماری نوجوان نسل کو زنخے بنانے کے منصوبہ پہ کام کر رہی ہیں دوسری طرف جن لوگوں کو وہ زنخا نہیں بنا سکتی انہیں جہاد کے نام پر آپس میں لڑانے میں مصروف ہیں اور آج ڈیوائیڈ اینڈ رول (Divide and Rule) کی بجائے ڈیوائیڈ اینڈ ایکسپائر(Divide and Expire) پہ کام ہو رہا ہے

اب ذرا یہ بھی دیکھ لیں کہ ان منصوبوں پر کس طرح عمل ہو رہا ہے

یہودیوں اور ہندوں نے مل کر الیکٹرانک میڈیا (Electronic Media) اور سٹلائیٹ میڈیا(Satellite Media) پہ قبضہ کرلیا ہے اوراس وقت ساری دنیا کے سٹلائیٹ چینل (Satellite Channels) یہودی لابی کے قبضے میں ہیں اس میں انہوں نے عالم اسلام کو جوآئیڈیل(Ideal) شخصیات دینا شروع رکھی ہیں وہ ایسی ہیں جوشکل وصورت میں زنخے لگیں جیسا کہ آپ مائیکل جیکسن کو دیکھ لیں اورایم ٹی وی کے سارے آرٹسٹ دیکھ لیں سارے زنخے [ہیجڑے] نظر آتے ہیں جن میں مردانہ حسن ایک فیصد بھی موجود نہیں ہے، ڈاڑھی مونچھیں صاف، ہونٹوں پہ لپ سٹک، گالوں پہ فلی پینٹ، اداؤں میں زنانہ پن، صحت کے لحاظ سے دوشیزۂ نازک اندام، پاپ جاز میوزک پہ تھرکتی ہوئی لچکیلی کمریا، کاندھوں پہ بڑھی ہوئی لہراتی ہوئی زلف سیاہ مار، اب آپ دیکھ کرنہیں بتاسکتے کہ یہ عورت ہے یا مرد ہے؟ ......

ان کے اس منصوبے پراس طرح حسن وخوبی سے عمل ہورہا ہے کہ کوئی روک تک نہیں سکتا اورسارے سٹلائیٹ سٹار دیکھیں اس میں سب سے زیادہ چینل انڈیا کے ہیں یا وہ ہیں جو یہودی لابی کے ہیں اورجن پر دن رات فحاشی کا درسِ زندہ جاری ہے یہ بھی ایک نفسیاتی حقیقت ہے کہ مرعوب قومیں راعب قوموں کی نقل کرتی ہیں اورستم ظریفی یہ ہوتی ہے کہ وہ ان کی اچھائیوں کی بجائے ان کی برائیوں میں نقل کرتی ہیں اسی وجہ سے ہمارے نوجوان ایک مرعوب قوم کی طرح ان کی نقل اتارنے میں مصروف ہیں اور یہی ہماری بدقسمتی ہے کہ ہمارے نوجوان ان کی اچھائیوں کی نقل نہیں اتارر ہے بلکہ ان کی بری عادتوں کی نقل پہ کمر بستہ ہیں اور آج ہمارے نوجوان ایک محبوبہ طناز کی طرح کمر لچکاتے ہوئے بیوٹی پالر سے فل

میک اپ کروا کے باہر نکلتے ہیں اور ایک نوجوان روہانسی شکل بنا کر آ کے ماں کو شکایت کرتا ہے ممی وہ نکڑ والا چھوکرا مجھے چھیڑتا ہے......اب اس نوجوان کو کون بتائے کہ تم نوجوان ہو تمہارے سامنے تو بڑے بڑے سورماؤں کو نظریں جھکا لینا چاہیے تھیں اور تم ایک دلہن کی طرح دوسرے کی آنکھ برداشت نہیں کر سکتے تو دشمن کے سکڈ میزائیل کے سامنے کیا جم سکو گے ...... دیکھئے دوستو! - سچی بات یہ ہے کہ مرد کا حسن اس میں نہیں کہ اس کے چکنے گال ہوں، وہ نازک اندام ہو، بلکہ مردانہ حسن اس میں ہے کہ اس کے کھردرے خدوخال ہوں، ان کے انگ انگ سے مردانگی اور شجاعت ٹپکتی ہو، عورتیں نازک بیلوں کی طرح منڈیروں پر چڑھی خوبصورت لگتی ہیں اور مرد تو ایک تناور درخت کی طرح سڈول، مضبوط، جفاکش، جفاجو، محنت کی تھکان میں نہایا ہوا بہت خوبصورت لگتا ہے...... دوستو! - کبھی آپ نے اس بھینسے کو دیکھا ہے کہ جو دریا سے نہا کر نکلتا ہے اور اپنے بدن پر کیچڑ مل کر کسی نرسل کا پودا اکھاڑ کر سر پہ رکھے ہوئے بھینسوں کے ریوڑ کے آگے آگے چلتا ہے تو کتنا خوبصورت لگتا ہے

کبھی آپ نے اس پہلوان کو دیکھا ہے جو کسی سے کشتی کرتا ہے اور جسم پر مٹی لگائے ہوئے شجاعت سے سینہ پھیلائے ہوئے میدان میں چلتا ہے تو کتنا خوبصورت لگتا ہے......کبھی آپ نے اس مکینک کو دیکھا ہے جو کسی بڑے سے ٹرک کو اوورہال کر کے ڈیزل سے سیاہ لباس اور چہرے پہ کالے تیل کے ساتھ پسینے کے قطرے ٹپکاتا ہوا باہر آتا ہے وہ کتنا خوبصورت لگتا ہے......کبھی آپ نے اس فوجی جوان کو دیکھا ہے جو مٹی و گرد و غبار میں ڈوبا ہوا چہرے پہ کیموفلاج کیلئے سیاہ لکیریں لگائے مشین گن یا ہاتھ میں راکٹ لانچر لئے چل رہا ہوتا ہے تو اس کا چہرہ کتنا دلکش لگتا ہے ایسے مناظر

پہ لاکھوں میک اپ شدہ چہرے قربان کئے جاسکتے ہیں
آپ نے کئی مرتبہ مردانہ حسن کو اپنے عروج پر دیکھا ہوگا آپ نے بریو ہارڈ کو دشمنوں میں کلہاڑا لے کر لڑتے دیکھا ہوگا اور اس کا خون میں نہایا ہوا جسم اس کا دشمن کے خون کے چھیتڑوں میں غلطان اور جنگ کے گرد و غبار سے اٹا ہوا چہرہ مردانہ حسن کا شہکار نظر آتا ہے آپ نے کسی جوان مرد کو اپنے اعلیٰ مشن کیلیئے ٹکٹکی پہ بندھے ہوئے برہنہ جسم پر کوڑے کھاتا ہوا دیکھا ہے؟ جب وہ ہر کوڑے پر گا رہا ہو

اے پتر ہٹاں تے نہیں وکدے توں لبھدی پھریں بازار کڑے

اے سودا نقد وی نہیں لبھدا توں لبھدی پھریں ادھار کڑے

ان جوانوں کے مردانہ حسن کو دیکھ کر ایسا لگتا ہے کہ کوڑا بھی ان پر فریفتہ ہو کر بار بار ان کے جسم سے لپٹ جاتا ہے اور ان کے جسم سے بغلگیر ہوتے ہوئے فخر محسوس کر رہا ہو...... آپ نے کبھی ماتمی حلقے میں کسی تنومند نوجوان کو اپنی چوڑی چھاتی پر پوری قوت سے تڑاخ تڑاخ ماتم کرتے ہوئے دیکھا ہے کہ جس کے انگ انگ سے جوانی اور مردانگی اور شجاعت چھلک رہی ہوتی ہے جس کے گرد آلود جسم اور پشت سے زنجیر کا بہتا ہوا لہو اور ہاتھوں میں گنگناتی ہوئی زنجیر اور چہرے پر مردانگی کی جلالت آنکھوں میں بے خوفی اور بے نیازی کی چمک اور ہونٹوں پر مردانہ گمبھیر آواز میں یا حسین علیہ الصلوات والسلام کی صدا کتنی دلکش اور فریفتہ کرنے والی اور کتنی حسین لگتی ہے پسینے سے شرابور جسم کو جب زنجیر آ کے بوسے دیتی ہے تو گرد و پیش کی فضا جھوم اٹھتی ہے اور اس کی ایک ایک ادا کو فطرت کی دیوی ٹکٹکی باندھے دیکھ دیکھ کر مسحور ہو جاتی ہے

دوستو! - مرد تو اپنی مردانگی کی وجہ سے مرد ہوتا ہے اور آج ہمارے جوانوں سے

یہی مردانگی چھینی جا رہی ہے اور انہیں زنخا بنایا جا رہا ہے کلین شیو، بیوٹی پالر کے پینٹ کیئے ہوئے، بڑی بڑی زلفیں، آراستہ کیئے ہوئے گالوں میں ''اوئی اللہ'' کہتے ہوئے جوانوں کو دیکھ کر تو انسانیت شرم سے پانی پانی ہو جاتی ہے کہ یہ بھی انسانیت کی ناک کٹوانے کیلئے پیدا ہونے تھے؟

دوستو! - آپ اپنے اندر مردانگی پیدا کریں اور مولا کی نصرت کیلئے سٹرانگسٹ بوائز (Strongest Boys) بن جائیں اور ایسے جوان بنیں کہ جن پر اولین و آخرین رشک کریں یہ تمہاری جوانیاں یہ شباب تمہارے پاس مولا کی امانت ہیں، ان کی بھرپور حفاظت کریں، اسے کسی بری لت سے نقصان نہ پہنچائیں، انہیں عیاشی کی ہیروئن لگا کر ایکسپائیر (Expire) نہ کریں اس کی اس طرح حفاظت کریں کہ جیسے مولا کریم عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف نے تمہیں اپنی قربانی کا ایک بکرا پالنے کیلئے دیا ہے...... یہ تمہارا جسم شعائر اللہ کی طرح ہے کیونکہ یہ بھی مولا عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف پر قربان ہونا ہے اس لئے اس کی تعظیم بھی تقویٰ کے قریب ہے اور اس کی عزت کرنا سیکھو اس کا احترام کرو اور بدکاری سے اس کی تذلیل نہ کرو اسے آلودہ کر کے اس کی بے حرمتی نہ کرو اس کا احترام کرو اور اپنی مردانگی کی حفاظت کرو ایک جواں مرد بن کر اپنے شہنشاہ زمانہ کا انتظار کرو اور ہمیشہ دعا کرتے رہو کہ شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف اس جسم کو اپنی نعلین پر قربان کرنے کی توفیق عطا فرمائیں

آؤ سارے مل کر یہی دعا کریں کہ شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف ہمارے سارے ماتمی نوجوانوں کو اپنی نصرت میں قربان ہونے کا اعزاز عطا فرمائیں اور اپنے جد مظلوم علیہ الصلوات والسلام کے انتقام میں شامل فرما کر معراج سعادت عطا فرمائیں اور ہمیں اپنے سامنے شہید ہونے کا اعزاز عطا فرمائیں کیونکہ ہمارے لئے یہی فوز عظیم ہے یہی

بات میں نے پہلے عرض کی تھی کہ نجات بغیر محنت کے حاصل ہو جاتی ہے اس سے اگلے مراتب کیلئے محنت درکار ہوتی ہے مرتبہ جتنا اونچا ہوتا ہے محنت اتنی زیادہ کرنا لازم ہوتی ہے کیونکہ ہمارے لئے جو منزل قرار دی گئی ہے وہ فقط نجات کی نہیں بلکہ فوز عظیم کی ہے اس لئے ہمیں بہت محنت کرنا ہوگی ہمیں اپنی سیرت و کردار و افعال اقوال و احوال کو اس انداز میں ڈھالنا ہوگا کہ ہم اپنے شہنشاہ کی نصرت میں شہادت پانے کے قابل ہو جائیں اور ہمیں اپنے اس نجس خون کو اس قدر پاک کرنے کی ضرورت ہے کہ جسے اپنے مالک کی بارگاہ قدس میں نذرانے کے طور پر پیش کیا جا سکے کیونکہ اس مقدس بارگاہ میں تو نجس خون نذر نہیں کیا جا سکتا ...... جبکہ ہم دیکھتے ہیں کہ ہم عموماً پاک ذوات علیہم الصلوات والسلام کی جو نیاز کرتے ہیں اس میں بھی کوئی پاکیزہ جانور نذر کرتے ہیں کوئی شخص کتا نذر نہیں کرتا اور نہ ہی کوئی قربانی کے دن کتا قربان کرتا ہے اسی طرح ہمیں بھی مولا کریم عَجَلَ اللّٰهُ فَرَجَهُ الشَّرِيْف کی قربانی بننا ہے تو اس کیلئے خود کو پاک کرنا لازم ہے، اپنے آقا عَجَلَ اللّٰهُ فَرَجَهُ الشَّرِيْف کے قدموں میں اپنی جانیں قربان کرنا یہی مومنین کیلئے فوز عظیم ہے اور یہ فوز کس نے عطا فرمانا ہے؟ وہ ہیں ...... فوز المومنین عَجَلَ اللّٰهُ فَرَجَهُ الشَّرِيْف

اب یہی دعا کرنا چاہیے مالک ازل و ابد ہمیں یہ فوز عظیم عطا فرمائے

آمین یا رب العالمین

یا رب محمدؐ و آل محمدؐ صل علیٰ محمدؐ و آل محمدؐ و عجل فرجھم بقائمھمؐ

عجل الله فرجه الشريف و صلوات الله عليك

یا ھو یا من ھو لاھو الا ھوالحی القیوم یا ھو یا من لا یعلم ماھو الا ھو الحی القیوم العلی العظیم
یا مولا کریم عجل اللہ فرجك وصلوات اللہ علیك

عجل الله فرجه الشريف و صلوات الله عليه

الحمد لله رب العالمين و صل علیٰ محمدؐ و آلهٖ اجمعين خصوصاً على حجة الله فى العالمين عجل الله فرجه الشريف وآبائه المعصومين وامهاته الطاهرين الطيبين صلوات الله عليهم اجمعين و لعنة الله علیٰ اعدائهم من يوم الازل الى يوم الدين

اے مولیان ولایت اللہ!

عرفان زندگی بخش ہوا کا وہ بے نیاز جھونکا ہے جو قصرِ قلب کی کھلی ہوئی کھڑکیوں سے خاموشی سے داخل ہوتا ہے مگر کسی بند کھڑکی کے کھلنے کا لمحہ بھر انتظار نہیں کرتا اس لئے ہمیں نزولِ عرفان کے لمحات میں ہمہ تن وصول بن کر بیٹھنا چاہیے

آج پھر میں اپنے منعم ازل مالک مطلق محسن الست یعنی شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰهُ فَرَجَهُ الشَّرِيْف کے اسمائے مبارکہ میں سے ایک مرکب اسم مبارک پر انہی کے عطا کردہ شعور کے مطابق گفتگو کرنا چاہتا ہوں مگر یاد رہے کہ یہ جو میں عرض کر رہا ہوں یہ بھی میرے ظرف کے مطابق ہے ان کی حقیقت اس سے اجل وارفع واعلیٰ ہے

آج کا اسم مبارک ہے شہنشاہ معظم جناب ولی الاوصیا عَجَلَ اللّٰهُ فَرَجَهُ الشَّرِيْف

اس میں جو دو لفظ ترکیب یافتہ ہیں وہ دونوں آپ کیلئے نئے نہیں ہیں اور شاید اس اسم مبارک کا ایک مفہوم آپ کے ذہن میں بھی موجود ہوگا کیونکہ آپ لوگ جانتے

ہیں کہ ولی کے معنی سرپرست یا شرعی وارث کے ہیں اور اوصیا سے مراد ان کے اجداد طاہرین علیہم الصلوات والسلام ہیں یعنی شہنشاہ انبیا صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کے جتنے بھی وصی ہیں یہ ان کے ولی شرعی ہیں یعنی وارث ہیں

حقیقت یہ ہے کہ بات یہاں تک نہیں ہے بلکہ جتنے انبیا ما سلف علیہم السلام اس دنیا سے گزرے ہیں ان میں سے کوئی نبی ایسا نہیں گزرا جس کے بارہ وصی نہ ہوں اس طرح ان کی ولایت شرعی کا دائرہ جملہ اوصیا تک پھیلتا چلا جاتا ہے مگر میں ان سب کو اس دائرے میں لا کر بات کروں گا تو بات بہت لمبی ہو جائے گی اس لئے میں اسی مفہوم کو سامنے رکھ کر بات کو آگے بڑھاؤں گا کہ جو پہلے سے آپ کے ذہنوں میں موجود ہے مگر یہ ایک علیحدہ بات ہے کہ وہ مفہوم موجود ہونے کے باوجود اپنے سے مخفی و پوشیدہ ہو

وہ مفہوم جو آپ لوگوں کے ذہن میں بھی موجود ہو گا وہ یہ ہے کہ ہمارے شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف اپنے اجداد طاہرین علیہم الصلوات والسلام کے ولی و وارث ہیں اور اس بات سے کوئی بھی انکار نہیں کر سکتا کہ یہ اپنے اجداد طاہرین علیہم الصلوات والسلام کے ولی و وارث ہیں کیونکہ عقلاً، شرعاً، روایتاً، قانوناً، اخلاقاً، رواجاً، انہیں کوئی بھی یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ اپنے اجداد طاہرین علیہم الصلوات والسلام کے وارث و ولی نہیں ہیں بلکہ ہر وہ آدمی جو چاہے منزل انسان تک پہنچا ہے یا نہیں وہ یہ بات ماننے پر مجبور ہے کہ ولی الاوصیا ہمارے شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف ہی ہیں کیونکہ والدین کا وارث بیٹا نہیں ہو گا تو کون ہو سکتا ہے؟

اب یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ کون سی چیز ہے جس کے یہ ولی ہیں؟

اس سوال کے جواب کیلئے ہمیں ایک مرتبہ پھر اس اسم مبارک پر نگاہ غائر کرنا ہو گی

کیونکہ اسم مبارک ہے ولی الا وصیاعلیہ الصلوات والسلام یہاں ان کے رشتے کے حوالے سے بات نہیں ہو رہی بلکہ ان کے مناصب اعلیٰ جو لا تعداد ہیں ان میں سے ایک منصب کے حوالے سے بات ہو رہی ہے فرمایا یہ گیا ہے کہ اپنے والدین واجداد طاہرین علیھم الصلوات والسلام کے حوالے سے تو وارث وولی ہیں ہی ہیں مگر یہ اوصیائے اطہار علیھم الصلوات والسلام کے ولی ووارث ہیں

عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ یہ ان کی وصایت کے وارث ہیں، ان کی وصایت کے امین ہیں، ان کی وصایت کے متولی ہیں، ان کی وصایت کے ولی وسرپرست ہیں، یہ بھی اپنے مقام پر بجا ہے مگر یہ آخری حد نہیں ہے بات اس سے بھی آگے کی ہے

اب یہاں میں کوئی لمبی چوڑی گفتگو نہیں کرنا چاہتا بلکہ صرف ایک حدیث آپ کے سامنے تلاوت کرنے کا اعزاز حاصل کرنا چاہتا ہوں اور وہ حدیث قدسی ہے ......

ویسے تو ہر حدیث قدسی ہی ہوتی ہے مگر بعض احادیث سے کوئی نہ کوئی اختلاف کرتا ہوا پایا جاتا ہے مگر حدیث قدسی ایسی حدیث کو کہتے ہیں کہ جس سے کوئی انکار نہ کرتا ہو اور یہ بھی عرض کر دوں کہ عرفا کا فرمانا ہے کہ حدیث قدسی اللہ کا وہ کلام مقدس ہے جو بلا واسطہ نازل ہوا تھا اور وہ حدیث قدسی یہ ہے

من طلبنی وجدنی ومن وجدنی عرفنی ومن عرفنی احبنی و من احبنی عشقنی و من عشقنی عشقتہٗ ومن عشقتہٗ فقتلتہٗ ومن قتلتہٗ فعلی دیتہٗ ومن علی دیتہٗ فانا دیتہٗ

اس کا ترجمہ یہ ہے کہ اللہ جل جلالہ کا ارشاد ہے کہ جو بھی مجھے طلب کرتا ہے وہ مجھے ضرور پالیتا ہے اور جب وہ مجھے پالیتا ہے تو وہ میرا عارف ہو جاتا ہے اور جو میرا عرفان حاصل کر لیتا ہے وہ میرا محبّ بن جاتا ہے اور جو مجھ سے محبت کرتا ہے وہ مجھ پر

عاشق ہو جاتا ہے اور جو مجھ پر عاشق ہو جاتا ہے میں بھی اسی پر عاشق ہو جاتا ہوں اور جس پر میں عاشق ہو جاتا ہوں میں اسے معراج شہادت پر پہنچا تا ہوں اور جسے میں قتل کرواتا ہوں اس کی دیت [معاوضہ] مجھ پر واجب ہو جاتی ہے اور جس کی دیت میرے ذمے ہو تو میں خود اس کی دیت [معاوضہ] بن جاتا ہوں

یہ حدیث عمومیت کی حامل ہے یعنی اس میں کسی فرد کی یا قوم کی یا نسل کی یا مذہب کی تخصیص نہیں ہے بلکہ جو بھی طلب کرے گا وہ پالے گا یہ ایک طویل موضوع ہے کیونکہ کوئی یہ بات سوچ سکتا ہے کہ مذہب کیسے شرط نہیں؟ تو اس پر کئی مجالس درکار ہیں آپ بھی اس نقطے پر غور کرنا شروع کر دیں گے تو کئی باتیں خود بخود سامنے آجائیں گی

میں عرض کر رہا تھا کہ جس نے بھی طلب کیا ...... یعنی طلب کامل شرط ہے باقی کوئی شرط نہیں جب طلب پیدا ہو گئی تو اس کے بعد سارا سلسلہ تکمیل کی طرف بڑھنا شروع ہو جاتا ہے

اس میں سب سے پہلا مگر سب سے اہم لفظ ہے '' طلب ''

طلب کی تعریف یہ ہے کہ '' کسی موجود کو پانے کی جدوجہد سے بھرپور خواہش جو ہر صورت میں مطلوب کے حصول تک لائے '' اس میں کوئی شرط نہیں ہے وہ موجود چاہے مشاہداتی ہو یا غیر مشاہداتی ومعنوی ہو روحانی ہو ......

دوستو! - یہ بھی عرض کر دوں کہ خواہش اور طلب میں بھی فرق ہے مثلاً خواہش بلا جدوجہد بھی ہو سکتی ہے ...... خواہش ناکافی جدوجہد کی حامل بھی ہو سکتی ہے مگر طلب میں اتنی مقدار میں جدوجہد شامل ہوتی ہے کہ جس سے مطلوب کا حصول ہو جائے یعنی جتنی کوشش مطلوب کو حاصل کرنے کیلئے درکار ہو اس میں وہ کوشش موجود ہو

ایک آ دمی یہ خواہش کرتا ہے کہ ملک کا وزیراعظم بن جاؤں مگر وہ خواہش ایک دل آفرین خیال کی طرف اس کے من میں رہتی ہے وہ اس کیلئے کوئی کوشش نہیں کرتا یہ خواہش ہے ...... کچھ لوگ وزیراعظم بننے کی خواہش بھی کرتے ہیں اور حتیٰ المقدور کوشش یا جدو جہد بھی کرتے ہیں مگر ایک وزیراعظم بننے کیلئے کفایت کرنے والی جدو جہد نہیں کر پاتے اس لئے وہ اپنا مطلوب حاصل نہیں کر سکتے کیونکہ ان کی کوشش ناکافی تھی اگرچہ انہوں نے اپنی پوری کوشش کی مگر وہ اس عہدے کی ضرورت سے کم مقدار میں تھی اس لئے ناکام رہے جیسے کوئی آدمی ایک من وزن اٹھانے کیلئے ایک من کے برابر کی طاقت صرف کرے گا تو تب ہی اٹھا سکے گا ہاں کسی آدمی میں ایک من وزن اٹھانے کی طاقت ہے اور وہ اپنی ساری طاقت صرف کر کے بھی ایک من کو نہیں اٹھا سکتا بس اسی مثال سے سمجھ لیں کہ طلب کے اندر ایک شدید خواہش بھی ہوتی ہے اور اس میں مطلوب کے مطابق کوشش بھی ہوتی ہے جب یہ دونوں چیزیں شامل ہو جائیں تو ایک ''طالب'' بنتا ہے

آپ نے دیکھا ہوگا کہ ہمارے اکثر مدرسوں پہ ایک حدیث لکھی ہوتی ہے ☆ طلب العلم فریضة...... یعنی علم کی ایسی جدو جہد سمیت خواہش کہ اسے حاصل کئے بغیر دم نہ لینا یہ سب پر فرض ہے

اس کی طرح فرمایا گیا ہے اطلب العلم ولو کان بالصین علم کو ہرگز نہ چھوڑو چاہے چین تک بھاگنا پڑے، یعنی علم کو حاصل کئے بناں دم نہ لو بہ الفاظ دیگر علم کو حاصل کرنے کی شدید خواہش اور اس قدر جدو جہد کرو کہ اسے حاصل کر کے ہی دم لو

دوستو! - آپ نے دیکھا ہے کہ دنیا کا ہر آدمی اس خواہش کا اظہار کرتا ہوا نظر

آتا ہے کہ میں ......اللہ کو پالوں ...... میں اللہ کو پالوں ...... مگر اللہ جل جلالہ کو پانے والے کروڑوں میں ایک یا دو ہوتے ہیں جبکہ اللہ جل جلالہ نے فرمایا ہے ☆من طلبنی وجدنی ...... یعنی جس جس نے بھی مجھے طلب کیا اس نے پالیا......اس کا مطلب یہی نکلا کہ بات صرف خواہش کرنے کی نہیں بلکہ اس میں اپنی پوری توانائیوں کو جھونک دینے کی ہے یعنی اس خواہش میں اس قدر کوشش جدوجہد و محنت بھی شامل ہونا ضروری ہے کہ جو حصول مطلوب کیلئے کافی ہو جائے نہ کہ اس کا مطلب انگلش والے لفظ ڈیمانڈ (Demand) کا ہے جس کے معنی ''مانگ'' کے ہیں

امید ہے اب آپ لفظ طلب کا مفہوم کچھ نہ کچھ سمجھ چکے ہوں گے اس کے بعد ہمارے سامنے دوسرا لفظ ہے ''وجدنی''

﴿ وجد ﴾

دوستو!۔عربی میں ''وجد'' کے معنی ''پانے'' کے ہیں

''واجد'' یعنی پانے والا اور ''موجود'' جسے پایا گیا ہو''وجود'' کے معنی دریافت و حصول کے ہیں جیسا کہ آپ دیکھتے ہیں کہ ایک شاہد ہوتا ہے ایک مشہود ہوتا ہے اور ایک شہود ہوتا ہے اسی طرح لفظ وجود بھی ہے جس کے معنی ہیں ''ہونا'' یہ لفظ ''عدم'' کی ضد ہے اور عدم کے معنی ہیں ''نہ ہونا'' اسی طرح اللہ کا اسم مبارک واجد بھی ہے مگر وہ ''موجود'' بھی ہے اور اس کا ایک وجود بھی ہے اور وہ عام وجود نہیں واجب الوجود ہے یعنی وہ پایا جاتا ہے اور کوئی زمانہ یا وقت ایسا فرض بھی نہیں کیا جا سکتا جب وہ پایا نہ جاتا ہو

دوستو!۔ یہ بھی تو آپ جانتے ہیں کہ اس دنیا میں تو بہت سے چیزیں پائی جاتی ہیں

کئی اشیا پائی جاتی ہیں، کئی حالتیں پائی جاتی ہیں، صورتیں پائی جاتی ہیں، خصوصیات پائے جاتے ہیں، یعنی کچھ چیزیں ایسی ہیں جنہیں حواس خمسہ وعشرہ پا سکتے ہیں جیسے رنگ، خوشبو، آوازیں، ذائقے وغیرہ اسی طرح کئی چیزیں ہیں جنہیں عقل پا سکتی ہے مثلاً علم، دانش، کیفیات نفسی، محبت، نفرت، غضب وغیرہ کچھ چیزیں ہیں جنہیں حاسۂ اخلاق پا سکتا ہے جیسے اچھے برے صفات ہیں

اب یہ بھی ہے کہ کچھ چیزیں انسان ان حواس وقویٰ وصلاحیتوں سے پا سکتا ہے یا محسوس یا معلوم کرسکتا ہے مگر ایک مرحلہ وہ بھی ہوتا ہے جب انسان اپنی ساری عطا کردہ صلاحیتوں کی قوتِ ادراک سے ماوریٰ کسی چیز کو پالیتا ہے تو اسے اصطلاحی طور پر کہتے ہیں ''وجدان''

اب لفظ ''وجد'' کے معنی آپ سمجھ چکے ہیں تو اس عنوانیہ حدیث قدسی کا پہلا جملۂ شرطیہ دیکھیں وہ تھا☆من طلبنی وجدنی یعنی جس نے بھرپور جدوجہد سمیت ہمیں پانے کی خواہش کی تو پس اس نے پا ہی لیا

دوستو!۔اب یہاں سوال ہوتا ہے کہ یہاں اللہ کو پانے سے مراد کیا ہے؟

صاحبان مفردات فرماتے ہیں کہ جب ''وجد'' کا لفظ اللہ جل جلالہ کیلئے استعمال ہوتو اس کا پانا اس طرح نہیں کہ جیسا انسان معلوم کرلیتا ہے کہ فلاں چیز اس عالم ہست میں موجود ہے لیکن یہاں معنی اس کی ذات کے حصول کے نہیں ہیں بلکہ

☆ مایُنسبُ الٰی اللہ تعالیٰ من الوجودِ فَبِمعنی العلم المجردِ اذ کان اللہ تعالی منزھا عن الوصف و بالجوارح ولآلات......

یعنی جب پانے کی نسبت خالق کی طرف ہوتو اس سے مراد اس کے علم مجرد کا حصول ہوتا ہے کیونکہ وہ ذات واجب الوجود اپنی وصف میں اعضا وجوارح وآلات سے

منزہ و پاک ہے اس لئے اسے فزیکلی (Physically) پانا، حاصل کرنا، محسوس کرنا، یا معلوم کرنا ناممکن ہی نہیں محال ہے

اب یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ جو فرمایا گیا ہے ''وجدنی'' [مجھے پالے گا] اس کا مطلب کیا ہے؟

دوستو! - یہ ایک مسلمہ ہے ☆کل شی یرجع الی اصلہٖ ہر چیز اپنی اصل کی طرف رجعت کرتی ہے اصل کی طرف واپس لوٹتی ہے مگر اس رجعت میں لازم نہیں کہ وہ اپنی ''اصل اعلیٰ'' کے نقطۂ کمال کو پالے کیونکہ کسی چیز کی طرف لوٹ کر جانا اور بات ہے اور اس چیز کو ''پانا'' اور بات ہے

دیکھئے اس عالم موجود میں جتنے موجودات ہیں ان کے اصل دو ہیں

() اصل خیر () اصل شر...... لیکن اصل الاصول ان کے اوپر ہے اس کے بارے میں ہم بات نہیں کریں گے کیونکہ اس پر پہلے ہی کسی اسم مبارک کے ضمن میں بات کی جا چکی ہے یہاں ہم اپنی بات کو اسی پر روکیں گے کہ اصل موجودات دو ہیں یعنی خیری و شری

اب ہم دیکھتے ہیں کہ جن موجودات کی اصل شری ہے وہ بھی اپنے اصل کی طرف لوٹتی ہیں اور جن کی اصل خیری ہے وہ بھی اپنی اصل کی طرف لوٹ کر جاتی ہیں مگر یہ لازم نہیں کہ وہ اپنی اپنی اصل کے کمال کو پالیں...... کیونکہ خیر کا کمال کمالِ خیر ہوگا اور شر کا کمال کمالِ شر ہوگا یعنی دونوں کی انتہائیں ہی ان کا کمال ہوتی ہیں...... اہل شر جو ہوتے ہیں وہ اصل شر کی طرف لوٹتے ہیں مگر لازم نہیں ہوتا کہ ہر ملعون شمر و یزید ملعون کے مقام تک پہنچ سکے کیونکہ کمال شر کو پہنچنے والے سارے ظالمین نہیں ہوتے بلکہ وہ بد بخت ملعون گنے چنے ہوتے ہیں اور وہ ظالم ظلم کی آخری حد تک

جد و جہد کرنے والے شقی ہی ہوتے ہیں جو شر کی آخری منزل تک جاتے ہیں
اسی طرح اہل خیر جو ہوتے ہیں ان میں سے بھی ہر فرد اپنی اصل خیر کی طرف لوٹتا ہے مگر ہر فرد اپنے اصل علیٰ کے مقامِ کمال کا ادراک نہیں کرسکتا بلکہ وہ بھی چند خوش نصیب و سعید ازلی ہی ہوتے ہیں ......اسی لئے آپ نے سنا ہوگا کہ جنت کی کئی اقسام ہیں کئی اعلیٰ جنتیں ہیں کئی ادنیٰ ہیں اسی طرح جہنم کے طبقات ہیں کئی اوپر ہیں کئی اسفل السافلین کے ہیں
دوستو! - یہ بات یاد رکھنا چاہیے کہ جو اپنی ''اصل اعلیٰ'' کے مقام و مرتبۂ کمال کو پالیتے ہیں گویا وہ اللہ جل جلالہ کو پالیتے ہیں
یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ خیر کی ''اصل اعلیٰ'' کیا ہے؟
دوستو! - اس کا جواب ہم انسان کے حوالے سے دیں گے تو بات جلدی سمجھ میں آجائے گی ...... دیکھیئے انسان کا اعلیٰ ترین رکن روح ہے اور یہ بھی آپ جانتے ہیں کہ روح کا تعلق عالم امر سے ہے اور عالم امر کیا ہے؟
جدید سائنسی زبان یعنی نیورالوجی (Neurology) برین فزیالوجی (Brain Physiology) نیوروفزیالوجی(Neuro Physiology) جیسے علوم کے حوالے سے بات کریں تو عالم امر کو ہم یونی فائیڈ فیلڈ(Unified field) کہہ سکتے ہیں جو اِنفنٹ (Infinite) [لامتناہی] سیلف ریفلر [خود وجدانی] فیلڈ(Field) ہے کہ جسے خود اس کے سوا کوئی نہیں جانتا ...... اس فیلڈ سے روح کا تعلق ہوتا ہے اس لئے روح کی حقیقت کو بھی کوئی نہیں جانتا کیونکہ یہ عالم امر یا بہ الفاظ جدید یونی فائیڈ فیلڈ (Unified field) ہے جسے ٹی ایم سٹی(T.M.City) کے ذریعے ٹرانسل ڈینٹل میڈی ٹیشن(Trancel Dental Meditation) سے پانے کی باتیں ہورہی ہیں یہ بھی عرض

کر دوں کہ جدید نیورالوجی (Neurology) میں تو یونی فائیڈ فیلڈ مارشل (Unified Field Marshal) کا کوئی تصور نہیں ہے مگر عرفانیات میں ایک یونی فائیڈ فیلڈ مارشل (Unified Field Marshal) ہوتا ہے جسے صاحب الامرؑ علیہ الصلوات والسلام کہا جاتا ہے...... ایک انسان کا مرتبہ کمال یہ ہے کہ وہ اس ذات صاحب الامر علیہ الصلوات والسلام سے واصل ہو جائے اور اسی ذات کا مکاشفۂ باطن ہی حصول اِلٰہی قرار پاتا ہے...... اسی کا نام وصول الی اللہ ہے

دوستو! - آپ نے لاتعداد احادیث میں دیکھا ہوگا کہ آئمہ ہدیٰ علیہم الصلوات والسلام نے فرمایا ہے کہ فلاں عمل کرنے والا ہمارے مرتبہ یا درجہ کو پہنچ جاتا ہے فلاں عمل کرنے والا فلاں نبی کے مرتبہ یا درجہ کو پالیتا ہے...... اس میں ان کی مرتبہ نبوی و رسولی کو پانے کی بات نہیں ہے بلکہ یونی فائیڈ فیلڈ مارشل (Unified Field Marshal) کے قرب کے درجات کے ان نقاط کا ذکر ہے ورنہ کوئی انسان کتنا ہی اونچا کیوں نہ ہو جائے ذاتیات کے لحاظ سے انبیا کی صف میں شامل نہیں ہوسکتا اور نہ ہی اعمال کی بنیاد پر کوئی نبی یا نبی جیسا بن سکتا ہے کوئی انسان چاہے کتنا بڑا عامل کیوں نہ ہو وہ معصوم نہیں بن سکتا اس لئے مرتبہ نبوت میں جانے کا مقصد درجاتِ قرب تک جانے کا ہے نہ کہ مرتبۂ ذات تک جانے کا

اب یہ تو آپ سمجھ گئے ہیں کہ ''وجدنی'' کا مقصد کیا ہے یعنی صاحب الامر علیہ الصلوات والسلام کے کمال قرب کو پانا ہی وجدان اِلٰہی ہے اب ہم اگلی منزل کی طرف بڑھتے ہیں

﴿عَرَفَنِیْ﴾

دوستو! - یہاں یہ سوال ہوسکتا ہے کہ انسان جب نورِ اِلٰہی جو نورِ حجتؑ ہوتا ہے اسے

پا لیتا ہےتو اسے کیا ملتا ہے؟ اس کا ثمر کیا ہے؟
اس کا جواب حدیث قدسی یہ دیتی ہے کہ اسے ''عرفان اِلٰہی'' ملتا ہے
اس دور میں ہم بڑی بڑی باتیں کرنے والوں کو عارف سمجھتے ہیں مگر حقیقت یہ ہے کہ عرفان کا حصول وجدان کے بعد ہوتا ہے جیسا کہ اس حدیث قدسی میں ہے کہ ''من وجدنی عرفنی'' یعنی جو مجھے پا لیتا ہے وہ میرا عارف ہو جاتا ہے
دوستو! ۔ یہ بات تو میں کئی مرتبہ دہرا چکا ہوں کہ عرفان کا نقطۂ آغاز مشاہدہ ہے جس آدمی نے مشاہدہ نہیں کیا وہ جو بھی ہو مگر وہ عارف نہیں ہوسکتا کیونکہ عرفان کا حصول [وجدان] مشاہدہ کے بغیر ممکن ہی نہیں ...... اس سے مشاہدہ ظاہری نہیں جو 63 سال تک کفار نے بھی کیا، ابوجہل برسوں کے مشاہدے میں عارف نہیں بن سکا حقیقت یہ ہے کہ وجدان اس ''مرتبہ اعلیٰ'' میں ''کمال اصل اعلیٰ'' کا مشاہدہ ہے
دوستو! ۔ حقیقت یہ ہے کہ مشاہدہ روحانیات کے حصول سے ہوتا ہے اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ جو دین سچا ہوگا وہ مشاہداتی ہوگا اس میں مشاہدہ ضرور ہوگا جس دین میں مشاہدے کا ثبوت موجود نہ ہو وہ دین نمبر دو دین ہے جو دین مشاہدات سے انکار یا تردید کرے وہ جھوٹا دین ہے
اس دور میں علمائے کرام بھی کہتے ہوئے نظر آتے ہیں کہ مشاہدہ نہیں ہوسکتا ہے حقیقت یہ ہے کہ جس آدمی کو اللہ کے انوار ازلیہ علیہم الصلوات والسلام میں سے جس ذات اقدس سے زیادہ محبت ہو ان کا مشاہدہ اس دنیا میں بھی ہوسکتا ہے اس لئے لازم ہے ہمیں اس دین کو قبول کرنا چاہیے کہ جس میں مشاہدہ ہو کیونکہ مشاہدے ہی سے ایمان مستحکم ہوتا ہے اطمینان قلب ہوتا ہے جناب ابراہیم علیہ السلام جیسا نبی وخلیل بھی عرض کرتا ہے ☆رب ارنی کیف تحی الموت ...... خالق مجھے دکھادے کہ تو

مردے کیسے زندہ کرے گا؟ جواب ملتا ہے کیا آپ کا اس پر ایمان نہیں ہے؟ تو عرض کرتے ہیں کہ ایمان تو ہے مگر مشاہدہ ہو جائے گا تو اطمینان قلب ہو جائے گا اس سے یہ ثابت ہوا کہ جناب ابراہیم علیہ السلام جیسے نبی وخلیل کو بھی اطمینان قلب کیلئے مشاہدے کی ضرورت ہے تو ہمارا بغیر مشاہدے کے اطمینان قلب کیسے ہوسکتا ہے؟

کبھی آپ نے سوچا ہے کہ ابلیس کو ابلیس کیوں کہا جاتا ہے؟ ......عرفا کا فرمانا ہے لفظ ابلیس ''ابلس اورابلاس'' سے ہے یعنی مایوس کرنے کا عمل ......اس کا مطلب یہ ہوا کہ ابلیس وہ ہے جو مایوس ومتحیر کرے یا مشاہدہ انوار سے مایوس کرے اس لئے ہمیں انوار اِلٰہیہ یعنی جو اللہ کے انوار ازلیہ واولیہ ہیں ان کا مشاہدہ ہر دور ہر زمانے میں ہوسکتا ہے

ایک آیت ہے فرمایا گیا ہے ☆ واخذناھم بغتةً فاذھم مبلسون ......ہم نے ان کا اچانک مواخذہ کیا جبکہ وہ ناامید و مایوس ہوگئے تھے ...... یعنی ابلیس ہی ہمیں مشاہدے سے مایوس کرتا ہے اس لئے میں عرض کرتا ہوں کہ مشاہدہ بہت آسان ہوتا ہے ہاں بات صرف واصل کرنے والے کی ہے اگر کوئی واصل کرنے والا مل جائے تو مشاہدے میں تقویٰ کی بھی شرط نہیں ہر مجھ جیسا گنہگار بھی زیارت انوار سے مشرف ہوسکتا ہے ...... یہاں میں مشاہدے کے درجات واقسام ومراتب پہ بات نہیں کروں گا کیونکہ یہ میں پہلے ہی کئی مرتبہ کر چکا ہوں اور معرفت کے اقسام و درجات بھی عرض کر چکا ہوں یہاں صرف اتنا عرض کروں گا کہ توجیدِ نورِ اِلٰہی کے بعد ہی کوئی مومن عارف بن سکتا ہے اس سے پہلے کا داعی کاذب وجھوٹا ہے

یہ تو اب آپ سمجھ گئے ہیں کہ توجید ووجدان اِلٰہی کا ثمر عرفان یعنی مشاہدہ ہے

﴿احبنی﴾

دوستو! - جب ہم اس حدیث کو یہاں تک لا چکے ہیں تو اس سے اگلی منزل کی طرف بھی بڑھ جائیں ...... وہ یہ ہے کہ عرفان تو وجدان کے نتیجے میں ملتا ہے اور عرفان کا بھی تو کوئی ثمر ہونا چاہیے

دوستو! - اگر ہم اس حدیث شریف کو دیکھتے ہیں تو اس میں اس طرح کا بیان ہے کہ جیسے کوئی بڑا ایک چھوٹے بچے کو انگلیاں پکڑوا کر ایک ایک سیڑھی چڑھا رہا ہو اس حدیث میں یہی فرمایا گیا ہے کہ☆ من عرفنی احبنی ...... یعنی جو عرفان حاصل کر لیتا ہے اور وہ عارف بن جاتا ہے تو تب وہ اللہ کا محبّ بن جاتا ہے

یہ بات بھی بڑی عجیب بات ہے کہ محبت کا درجہ عرفان ومشاہدے کے بعد آتا ہے ہم تو آج تک یہی سمجھتے رہے تھے کہ ہم سب محبت کرنے والے ہیں اگر چہ ہماری طلب بھی صادق نہیں وجدان ومشاہدے سے کوسوں دور ہیں اس کے باوجود ہم اپنے آپ کو محبّ یعنی محبت کرنے والے سمجھتے ہیں

یہ بات تو متعدد مرتبہ میں بیان کر چکا ہوں کہ محبت کا درجہ الفت کے بعد آتا ہے یعنی محبت کا سب سے پست درجہ الفت ہے جس کا تعلق صرف مالی قربانی تک کا ہوتا ہے اور محبت کا درجہ جانی قربانی تک جاتا ہے اور مؤدت کا درجہ ناموس وعزت کی قربانی تک جاتا ہے مگر یہاں یہ بیان فرمایا جا رہا ہے کہ وجدان کے بعد عرفان و مشاہدہ ملتا ہے اور مشاہدے کے بعد انسان اس پوزیشن میں آتا ہے کہ اسے محبّ کہا جا سکے یعنی مشاہدے کے بعد انسان اپنی جانی قربانی دیتے ہوئے جھجک تک محسوس نہیں کرتا محبوب پر اپنی جان نچھاور کرتے ہوئے اسے خوشی ملتی ہے اسی لئے ہمیں جو

دعا تعلیم ہوئی ہے اس میں یہی فرمایا گیا ہے ☆ واجعلنی من استشهد بین یدیه طائعا غیرا مکراً ......اے میرے خالق مجھے میرے محبوب ازل عَجَلَ اللّٰهُ فَرَجَهُ الشَّرِیف کے سامنے اس طرح شہادت سے سرفراز فرما کہ میں اس شہادت کو انتہائی خوشی سے قبول کروں نہ کہ بطرز اکراہ و مجبوری، بلکہ قربان ہوتے ہوئے اتنی خوشی مل رہی ہو جتنی سزائے موت کے مجرم کو اپنی رہائی کی خوشی ہوتی ہے

دراصل ہمیں یہ حکم دیا گیا ہے کہ تم مرتبہ محبّ کی تمنا کرو تا کہ تمہارا نام محبوں میں لکھا جائے ہاں جب یہ نام محبوں میں لکھا جائے گا تو پھر تمہیں اپنے محبوب ازل پر قربان ہوتے ہوئے انتہائی خوشی ہوگی

دوستو!- یہ بات ہمارے لئے بھی ایک دعوت فکر و احتساب ہے آگے میں کوئی بات نہیں کروں گا کیونکہ یہ اپنے من کی کتاب میں سے ہر کوئی ورق ضمیر الٹا کر خود پڑھ سکتا ہے

دوستو!- یہ تو آپ نے جان لیا ہے کہ عرفان و مشاہدے کا ثمر جو ہے وہ ''محبت الٰہی'' ہے جو پاک خاندان علیهم الصلوات والسلام کی محبت ہی ہے

﴿عشقنی﴾

دوستو!- یہ تو آپ سمجھ گئے ہیں کہ مشاہدہ عرفان دیتا ہے، عرفان سے محبت پیدا ہوتی ہے اور محبت سے کیا پیدا ہوتا ہے؟ ...... وہ ہوتا ہے ''عشق'' یہی عشق ہے جو اپنے پست ترین درجہ پر مؤدت اور اپنے بلندترین درجہ پر عشق کہلاتا ہے

عشق حقیقی عرفان و مشاہدہ و محبت و مؤدت کے مراحل سے گزرنے کے بعد خود بخود پیدا ہوتا ہے جبکہ مؤدت کرنا پڑتی ہے کیونکہ مؤدت کا موضوع پہلے بیان کیا جا چکا

ہے اس لئے یہاں صرف اتنا عرض کرنا تھا کہ محبت جب اپنے کمال پر پہنچتی ہے تو وہاں عشق بن جاتی ہے اور جب عشق کا مقام حاصل ہو جائے تو یہ مقام ولایت اللہ ہے

دوستو اب آپ سوچ رہے ہوں گے کہ یہ بات کہاں سے آ گئی ہے کہ عشق کا مقام ہی ولایت اللہ ہے کیونکہ یہ بات تو اس حدیث میں نہیں ہے آیئے ہم ماضی کی طرف تصور کی ایک زقند لگاتے ہیں

رات کا وقت ہے، دور دور تک پھیلا ہوا ایک دشت ہے، دس محرم کا چاند افق کے زرد چہرے پر آثار تفکر سجائے فلک کے آنچل سے جھانک جھانک کر چاروں طرف دیکھ رہا ہے، پورے دشت پر ایک سناٹا چھایا ہوا ہے، اس دشت میں لگے ہوئے کچھ خیام ایسے نظر آ رہے ہیں جیسے چاندنی کے دریا میں حباب چمک رہے ہوں، ان خیام کے اندر منتخب روزگار افراد کا امتحان ہو رہا ہے، سامنے مسند پر کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام تشریف فرما ہیں، شہزادہ علی اکبر علیہ الصلوات والسلام کے ہاتھوں میں چراغ ہے، جناب شیخ عبدالعلی ہروی اعلی اللہ مقامہٗ کے بقول تین ہزار کے قریب افراد خیام کے اندر باہر بیٹھے ہوئے ہیں، ان میں سے کچھ خوش نصیبوں کو من طلبنی وجدنی کے مراحل طے کروائے جا رہے ہیں ...... ساری بات آپ نے سنی ہوئی ہے میں یہاں صرف اتنا بتانا چاہتا ہوں کہ تین مرتبہ چراغ بجھایا گیا، پہلی مرتبہ طلب کا امتحان ہوا کئی ناکام ہوئے چلے گئے، اس کے بعد وجد کا امتحان ہوا کیونکہ طلب قوی تھی اس لئے پھر چراغ بجھائے گئے مگر کوئی گیا نہیں، اس کے بعد عرفان و مشاہدے کے دروازے کھولے گئے، امام مظلوم علیہ الصلوات والسلام کی دستار کے وارث فرماتے ہیں اس وقت امام کائنات علیہ الصلوات والسلام نے ہر شہید کی آنکھوں سے حجابات ہٹا دیئے

تھے انہیں ان کے مقامات عالیہ تک دکھائے گئے اور نور اقدس کی جھلک ملی تو محبت کامل ہوگئی اس وقت سارے اصحاب نے اپنے اپنے جذبات کا اظہار کیا اور سب نے متفقہ طور پر یہی فیصلہ دیا کہ اب اگر ہماری گردنیں لاکھوں بار تلوار کی دھار سے آزمائی جائیں تو ہم جائیں گے نہیں، جب محبت قوی ہوئی تو عشق بن گئی، رگوں میں سے خون خارج ہوگیا عشق دوڑنے لگا، دلوں سے دھڑکنیں چھن گئیں عشق دھڑکنے لگا، سانسوں سے ہوا باہر ہوگئی سینے میں عشق آ جا رہا تھا...... یہ مقام عشق تھا اور حدیث میں کیا ہے؟

☆من عشقنی عشقتہٗ...... کہ جو مجھ پر عاشق ہوتا ہے تو میں اس پر عاشق ہو جاتا ہوں، جب یہ ارواح قدسی مقام عشق پر پہنچ گئے تو عین اسی وقت امام مظلوم علیہ الصلوات والسلام نے اس حدیث کا تصدیقیہ جملہ ادا فرمایا...... اپنے اصحاب کی طرف نگاہ فرمائی اور فرمایا ☆السلام علیکم یا اولیاء اللہ...... اے اولیائے اِلٰہی ہم آپ کے عشق کو سلام کرتے ہیں...... یعنی یہاں ان کے عشق پر خود امام عاشق بن جھوم رہے ہیں یہاں صرف ایک بات کی طرف اشارہ کروں گا کہ اللہ جل جلالہٗ نے اولیائے اللہ کی شان کیا بیان فرمائی ہے؟

☆ ان اولیا اللہ لا خوف علیهم ولاهم یحزنون ...... یقیناً جو اولیاء اللہ ہوتے ہیں نہ انہیں کوئی خوف ہوتا ہے اور نہ کوئی حزن ہوتا

خوف آنے والے نقصان کا ہوتا ہے اور حزن گزرے ہوئے نقصان پر ہونے والے دکھ کو کہتے ہیں...... اب دیکھئے امام کائنات علیہ الصلوات والسلام نے انہیں کیا منصب عطا فرمایا ہے؟ اولیا اللہ کا...... اب یہ اس مقام پر پہنچ گئے کہ انہیں نہ تو کسی آنے والے طوفان کا ڈر تھا اور نہ کسی گزرے ہوئے نقصان کا دکھ تھا اب یہ اس مقام پر

پہنچ چکے تھے انہیں سارے اختیارات عطا فرما دیئے گئے تھے

یہ مقام انہیں تب ملا جب ان کے سامنے ان کی اصل اعلیٰ بے نقاب کر دی گئی نور امام ان کے باطن پر متجلی ہوا بہ الفاظ دیگر ان کی اصل اعلیٰ وہ طینت نوری تھی کہ جس سے ان کے ارواح کی تخلیق ہوئی تھی جو نور اطہر کی مانندہ طینت تھی وہ اصل اعلیٰ یعنی طینت طیبہ کی حقیقت باطنیہ ان کے سامنے بے حجابانہ آ کھڑی ہوئی تو انہوں نے اپنے سر سجدے میں رکھ دیئے وہ ایک رات میں قرب اِلٰہی کے کئی درجات طے کر گئے اس وقت امام مظلوم علیہ الصلوات والسلام نے ان سے فرمایا اب تم سر اٹھاؤ اب تم اولیا اللہ ہو......اس وقت ذات لا یخلف المیعاد نے اپنا وعدہ پورا کیا جو قرآن کریم میں فرمایا تھا کہ لنبلونکم بشیء ......اللہ جل جلالہٗ ان پر اس طرح صلوات پڑھنے لگا جیسا کہ وہ اپنے حبیب ازل صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر پڑھ رہا تھا

اب آپ یہ بھی سمجھ چکے ہیں کہ عرفان محبت دیتا ہے اور محبت عشق بخش ہے

﴿فقتلته﴾

دوستو! - باقی سارے مرحلے اس کاروان منزل توحید نے رات کو طے کر لئے باقی ماندن درجات دن کو طے کئے اب اگلا مرحلہ تھا...... خالق نے اس حدیث میں کیا فرمایا ہے ☆ومن عشقتہٗ فقتلتہٗ ...... کہ جس پر میں عاشق ہو جاتا ہوں میں اسے قتل کر دیتا ہوں

قتل کے معنوی اقسام دو ہیں ( ) قتل ظاہر ( ) قتل باطن

قتل ظاہر یہ ہے کہ جسے شہادت کہا جاتا ہے مگر اس شہادت سے پہلے اس کا باطنی قتل ہوتا ہے قتل عشقی ہوتا ہے جیسا عاشق کسی کے حسن پر مرمٹتا ہے اور کہتا ہے میرے محبوب

نے اپنے جلووں سے مجھے قتل کر دیا ہے ...... اکثر عرفا کے کلام میں اپنے قتل کا ذکر ہوتا ہے وہ قتل شہادت معنوی ہوتی ہے اور پھر کئی خوش نصیب اس شہادت معنوی کے بعد شہادت ظاہری کے درجے پر فائز ہوتے ہیں یہ دونوں شہادتیں ایسی ہوتی ہیں جن کی بنیاد مشاہدے پر ہوتی ہے اس لئے شہادت کو شہادت کہا جاتا ہے کہ اس میں مشاہدہ ہوتا ہے شہود ہوتا ہے آنکھوں دیکھی گواہی ہوتی ہے

دوستو! - یہ بات یاد رہے کہ انسان وجدان کے بعد مشاہدے میں داخل ہو جاتا ہے مگر اس کے مشاہدہ کی لو پھر بڑھتی جاتی ہے جیسے جیسے وہ قریب سے قریب تر ہوتا چلا جاتا ہے تو اس کے مشاہدے میں ظہور نور کی شدت پیدا ہوتی چلی جاتی ہے جیسا کہ ہم دور سے کسی پہاڑ پر آگ جلتی دیکھتے ہیں تو ایک ننھے منے ستارے کی طرح ٹمٹماتی نظر آتی ہے جیسے جیسے انسان اس کے قریب ہوتا جاتا ہے اس کا سائز، ساخت، ہیئت، لو، لپٹ، بڑھتی اور واضح ہوتی جاتی ہے اسی طرح مشاہدہ حق میں ابتدائی مشاہدہ خفیف ہوتا ہے لیکن اس کے جمال پر عاشق مرمٹتا ہے اور اس کے لمحاتی ہجر کو بھی برداشت نہیں کرسکتا اور وہ دعائے کمیل کا یہ فقرہ دہراتا ہے

☆ربی اصبر علی عذابك و كيف تصبر علی فراقك ...... اے میرے محبوب اے میرے مربی میں تہارے عذاب پر تو صبر کرسکتا ہوں مگر میں تمہارے فراق اور دوری پر کیسے صبر کرسکتا ہوں؟

اسی طرح جب کربلا کی صبح ہوئی تو گویا شمع شہادت روشن ہوئی اور پروانے جان دینے کیلئے انگاروں پہ کروٹیں بدل رہے تھے زندگی کا ہر سانس عذاب کی طرح لگ رہا تھا اور وہ زندان عناصر سے نکل کر جنت وصال میں جانے کیلئے بیقرار تھے اب آگے جو ہوا وہ آپ کو معلوم ہے اس لئے ہم اپنے منزل کی طرف بڑھتے ہیں

﴾اصل الاعلیٰ﴾

دوستو!۔ اب یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ دیگر صالحین ومومنین وشہداعلیھم السلام کی اصل تو طینت نوری تھی کہ جو نوراول یعنی پاک خاندان علیھم الصلوات والسلام کی طینت نوری بدنی کا بقیہ تھی لیکن خود پاک خاندان علیھم الصلوات والسلام کے افراد بھی تو ان مراحل سے گزر رہے تھے ان کی اصل کیا تھی؟ کہ جسے پانا ان کیلئے معراج کا درجہ رکھتا تھا

دوستو!۔ میں یہ تو عرض کر چکا ہوں کہ مومنین کی اصل صاحب الامر کا نور ہوتا ہے اور جو ذوات صاحبان الامر ہیں ان کی اصل نور ہویت اِلٰہیہ ہوتا ہے جس طرح دیگر شہدا اپنی اصل یعنی نور محمدیہ البیضہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کیلئے بیقرار تھے

اسی طرح اس نور سروری صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاک افراد کا جو وجدان تھا وہ اپنی حقیقت اولیہ کا وجدان تھا جیسا کہ میں بارہا یہ باتیں آپ کے سامنے عرض کر چکا ہوں یہ نور تطہیر اپنی اصل الاعلیٰ کیلئے مصروف طلب و وجد تھا جب اس پاک گھر کے اِلٰہی افراد عشقنی کی منزل سے محو پرواز ہوئے تو ہر شہزادے میں بے پناہ تڑپ تھی ہر شہزادہ اپنی اصل سے ملنے کیلے بہت پیاسہ تھا آپ تاریخ کربلا کو دیکھیں آپ کو پتہ چلے گا کہ سوائے کردگار وفا علیہ الصلوات والسلام کے کوئی شہزادہ ایسا نہیں جس نے یہ عرض نہ کیا ہو کہ **العطش ....اسقینی من الماء**......یعنی پیاس کا اظہار نہ کیا ہو کردگار وفا علیہ الصلوات والسلام کا استثنٰی کیوں کیا ہے اس پر پھر کبھی بات ہوگی

ان میں سے سب سے زیادہ بیقرار شہزادہ علی اکبر علیہ الصلوات والسلام تھے جو فرما رہے تھے بابا جان میں بہت پیاسہ ہوں مجھے شربت دیدار اِلٰہی سے سیراب فرمائیں یہ بات تمہاری سنی ہوئی ہے

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ پیاس کب بجھی ؟
آپ کتب مقاتل اٹھا کر دیکھیں جب شہزادہ علی اکبر علیہ الصلوات والسلام آخری مرتبہ اہل حرم سے وداع ہو کے میدان میں تشریف لے گئے انہوں نے جنگ کی لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ شہزادہ پاک کی ذات سے لے کر ان کی والدہ ماجدہ صلوات اللہ علیہا تک ایک سلسلۂ نگاہ قائم تھا ...... شہزادہ پاک علیہ الصلوات والسلام کی نگاہ فوج شام پر تھی ...... شہنشاہ وفا علیہ الصلوات والسلام اپنے رہوار پر سوار ہو کے ایک بلند مقام پر تشریف فرما تھے اوران کی نگاہ شہزادہ پاک پر تھی ...... امام مظلوم علیہ الصلوات والسلام خیام کے سامنے ایک کرسی پر تشریف فرما تھے اوران کی نگاہ شہنشاہ وفا علیہ الصلوات والسلام پر تھی ...... ادھر خیام کے دروازے پر جناب فضہ سلام اللہ علیہا کھڑی ہوئی تھیں ان کی نگاہ امام مظلوم علیہ الصلوات والسلام پر تھی ...... ادھر خیام کے اندر شریکۃ الحسین بی بی صلوات اللہ علیہا جنہوں نے شہزادے کو بڑے ناز سے پالا تھا ان کی نگاہ جناب فضہ سلام اللہ علیہا پر تھی ...... قناتوں کے اندر ایک خیمہ تھا جس میں شہزادے پاک کی والدہ ماجدہ صلوات اللہ علیہا مصلے پہ تشریف فرما تھیں اوران کی نگاہ عالیہ بی بی صلوات اللہ علیہا پر تھی ...... یہ ایک سلسلہ نگاہ تھا یہ ایک نگاہوں کی زنجیر تھی یہ ایک تسبیح کے دھاگے کی طرح کا سلسلہ تھا جس میں تطہیر کا ہر دانہ پرویا ہوا تھا

اب کیفیت یہ ہے کہ جب شہزادہ پاک دشمنوں پر حملہ کر کے کسی آنے والے ملعون کو فی النار کرتے ہیں تو جناب عباس علیہ الصلوات والسلام کے چہرے پر مسرت کے آثار ظاہر ہوتے ہیں ...... انہیں دیکھ کر شہنشاہ کربلا علیہ الصلوات والسلام کے رخ انور پہ مسرت اور اطمینان کی لہر دوڑ جاتی ہے جب ان کے رخ انور پہ مسرت کی لہر نظر آتی ہے تو جناب فضہ سلام اللہ علیہا کے چہرے پہ ایک مسرت دوڑ جاتی ہے ...... جب جناب فضہ سلام

الله علیہا کے چہرے پہ مسرت کی جھلک نظر آتی ہے تو عالیہ بی بی صلوات اللہ علیہا کے رخ انور پہ بھی مسرت کی سرخی چھا جاتی ہے ...... ادھر ان کے چہرے پہ اس ماں کی نگاہ ہے جس نے زندگی میں کبھی اپنے جوان بیٹے کو بیٹا بھی نہیں کہا جب وہ ان کے رخ انور پر مسرت کی لہر دیکھتی ہیں تو ماں کی ممتا مطمئن ہو جاتی ہے کہ میرا لعل ابھی تک تو جنگ کر رہا ہے خیر سے ہے ...... اسی طرح جب شہزادہ پاک دشمنوں میں گھر جاتے ہیں تو شہنشاہ وفا علیہ الصلوات والسلام کے چہرے پہ زردی چھا جاتی ہے آگے یہ زردی امام مظلوم علیہ الصلوات والسلام کے چہرے پہ منتقل ہو جاتی ہے ان کے رخ انور پہ آثار تفکر دیکھ کر جناب فضہ سلام اللہ علیہا کے چہرے پہ زردی چھا جاتی ہے ...... ان کے چہرے کا رنگ متغیر دیکھ کے عالیہ بی بی صلوات اللہ علیہا فرماتی ہے خالق میرے لعل کی حفاظت فرما ...... اس وقت مصلے پر تشریف فرما دکھی ماں صلوات اللہ علیہا ان کے چہرے پہ زردی دیکھتی ہیں تو دل ڈوبنے لگتا ہے ...... کربلا کے میدان میں ہر لحہ یہ ان چہروں کے رنگ بدل رہے ہیں کبھی خوشی ،کبھی فکر کے آثار مسلسل میدان سے آخری خیمے تک آ رہے ہیں اچانک منقذ بن مرہ ملعون نے ظلم کا تحفہ پیش کیا شہزادے پاکؑ کا عمامہ گھوڑے کے بائیں طرف گرا اور تلوار دائیں طرف ہاتھ سے چھوٹ کر گری ...... یہ منظر دیکھا شہنشاہ وفا علیہ الصلوات والسلام نے انہوں نے بایاں ہاتھ جگر پہ رکھا اور دایاں ہاتھ تلوار کے قبضے پر ...... ادھر امام مظلوم علیہ الصلوات والسلام نے ان کی یہ کیفیت دیکھی تو ان سے کرسی چھوٹ گئی اور عمامہ گلے میں آ گیا ...... ادھر جناب فضہ سلام اللہ علیہا نے یہ منظر دیکھا تو چہرے پہ موت کی زردی چھا گئی اور زمین پر بیٹھ گئیں ...... جونہی پالنے والی دکھی ماں نے ان کی یہ حالت دیکھی تو جیسے کھڑی ہوئی تھیں وہیں زمین پر بیٹھ گئیں اور ان کی چادر کا دامن سر اطہر سے متحرک ہوا ...... ادھر سگی ماں صلوات اللہ علیہا نے جب

ان کی یہ حالت دیکھی تو فوراً مصلے پہ سر سجدے میں رکھ دیا اور فرمایا الحمداللہ
تاریخ بتاتی ہے کہ شہزدہ علی اکبر علیہ الصلوات والسلام کی والدہ پاک صلوات اللہ علیہا نے پھر اس وقت سجدے سے سر اٹھایا جب جناب فضہ سلام اللہ علیہا نے آکر اطلاع دی کہ آپ کے جوان بیٹے کا آخری وقت ہے اور شہنشاہ کربلا صلوات اللہ علیہا آپ کو یاد فرما رہے ہیں
اس وقت فرمایا فضہ سلام اللہ علیك ذرا مجھے سہارا دینا آخر مجھے جوان بیٹے کی لاش پہ جانا ہے مجھ سے اٹھا نہیں جاتا ...... یہ میں نہیں بتا سکتا کہ یہ بیٹے کی لاش پر کیسے پہنچیں ......
ہاں جب یہ جوان بیٹے کے سرہانے پہنچیں تو گود میں سر لیا اور پیشانی سے خون آلود زلفیں ہٹائیں اور ایک بوسہ ثبت فرمایا دھیرے سے فرمایا بیٹا آپ تو بہت پیاسے تھے ناں؟ شہزادے نے آہستہ آہستہ آنکھیں کھولیں اور عرض کیا آپ میری پیاس کی فکر نہ کریں میرے سامنے جدا طہر صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کھڑے ہوئے ہیں اور باہیں کھول کر فرما رہے ہیں

☆ یقول العجل العجل فان لك كاساً مذخورة حيى حتى تشربها الساعته

میرے بیٹے جلدی ہمارے پاس آؤ ہمارے پاس آپ کیلئے وہ کاسہ معین ہے جو صرف آپ کیلئے ہی ہے آپ اس سے سیراب ہو جائیں اس کے بعد آپ کو اپنی حقیقت ازلی کی پیاس کبھی محسوس نہیں ہوگی ...... پھر والدہ پاک صلوات اللہ علیہا کے ہاتھوں بوسہ دے کر عرض کیا کیا اب مجھے اجازت ہے؟ مجھے نانا جان صلوات اللہ علیہا یاد فرما رہے ہیں ...... دکھی ماں نے رو کر فرمایا بیٹا پہلے بھی تو آپ نے مجھے بہلا کر اجازت لے لی تھی اب میں بھلا کیسے روک سکتی ہوں فی امان اللہ ...... اس وقت شہزادے پاکؑ نے بچپن کے انداز میں باہیں والدہ پاک صلوات اللہ علیہا کے گلے میں ڈالیں

انا للہ و انا الیہ راجعون

سارے مل کر دعا کریں کہ ان کا پاک منتقم عَجَلَ اللّٰهُ فَرَجَهُ الشَّرِيْف جلدی آئے ، یہ دکھی ماں صلوات اللہ علیہا اپنے لعل کی بھرپور خوشیاں دیکھے، اپنے لعل کو سہرہ باندھے، سارے یہی دعا کریں کہ یہ شہزادہ پھر ماں کے ارمان پورے کرنے جلدی آئے اور ان کا انتقام جلدی ہو

آمین یا رب العالمین

یا رب محمدؐ و آل محمدؐ صل علیٰ محمدؐ و آل محمدؐ و عجل فرجھم بقائمھمؑ
عجل الله فرجه الشريف و صلوات الله عليك

یا ھو یامن ھو لاھو الا ھوالحی القیوم یا ھو یا من لا یعلم ماھو الا ھو الحی القیوم العلی العظیم
یا مولا کریم عجل اللہ فرجك وصلوات اللہ علیك

عجل الله فرجه الشريف و صلوات الله عليه

الحمد لله رب العالمین و صل علیٰ محمدؐ و آلہٖ اجمعین خصوصاً علی حجۃ اللہ فی العالمین عجل الله فرجه الشريف وآبائه المعصومين وامهاته الطاهرين الطيبين صلوات الله عليهم اجمعين و لعنة الله علىٰ اعدائهم من يوم الازل الى يوم الدين

اے بادہ بدستان عرفان!

عرفان لیلۃ القدر کے لمحہ تشریق کی طرح ہوتا ہے جو صرف منتظر آنکھوں کی جھولی میں جلوے کی بھیک ڈال جاتا ہے لیکن کسی آنکھ کے کھلنے کا لمحہ بھر انتظار نہیں کرتا......کل سے ہم ایک حدیثِ قدسی پہ بقدرِ عطائے شعور ایک سلسلہ بیان جاری رکھے ہوئے ہیں وہ حدیث قدسی یہ ہے

من طلبنی وجدنی ومن وجدنی عرفنی ومن عرفنی احبنی و من احبنی عشقنی و من عشقنی عشقتہٗ ومن عشقتہٗ فقتلتہٗ ومن قتلتہٗ فعلی دیتہٗ ومن علی دیتہٗ فانا دیتہٗ

جس نے مجھے طلب کیا اس نے مجھے پا لیا

انسان کیلئے سب سے پہلا مگر سب سے اہم کام ہے ’’طلب‘‘

جب انسان طلب کرنا شروع کر دیتا ہے تو اگلی سیڑھیاں مالک خود بخود طے کرواتا جاتا ہے انسان کے ذمے صرف ’’طلب‘‘ ہے لیکن طلب کا مطلب مانگنا یا خواہش

کرنا یا ڈیمانڈ (Demand) نہیں بلکہ طلب اتنی کوشش کو کہا جاتا ہے کہ جو مطلوب تک پہنچا سکے ، طلب ایک جد و جہد کا نام ہے نہ کہ خواہش کرنے یا بھیک مانگنے کا
حقیقت یہ ہے کہ جب فرد اپنی اصل کے کمال کو پانے کی بھرپور کوشش کرتا ہے تو منزل ''وجد'' پہ پہنچ جاتا ہے

﴿ اثراتِ وجدان ﴾

دوستو ! - یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ انسان جب منزل وجدان پر پہنچتا ہے تو پا لینے کا نتیجہ اور اثرات کا ظہور کیسے ہوتا ہے؟
عرفانیاتی طور پہ دیکھا جائے تو یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ انسان جس کے قرب میں جاتا ہے اس کے قرب کے نتیجے میں اُس کے یعنی ''مُقَرِّبْ کے مُقَرَّبْ'' میں صفات و خصوصیات پینی ٹریٹ (Penetrate) [سرایت پذیر] ہوتے ہیں اور انسان میں اس کے خصوصیات داخل ہو جاتے ہیں ...... جیسا کہ عام مثال دی جاتی ہے کہ جو چیز آگ کے جیسے جیسے قریب ہوتی جاتی ہے اس میں آگ کی خصوصیات و صفات داخل ہونا شروع ہو جاتے ہیں یعنی اس کا درجہ حرارت بڑھنا شروع ہو جاتا ہے اسی طرح جب کوئی اپنی اصل اعلیٰ کے قرب میں جاتا ہے تو اس میں اس کی اصل کے صفات و خصوصیات داخل ہو کر ظاہر ہونا شروع ہو جاتے ہیں جیسا کہ میں اکثر مثال دیتے ہوئے عرض کرتا ہوں کہ مومنین کی اصل اعلیٰ معصوم ہے اور عصمت میں جذب شعور کی صلاحیت ہوتی ہے، معصوم چاہے مجازی ہی کیوں نہ ہو وہ اپنے اندر شعور کو جذب کر کے اپنے جیسا بنا دیتا ہے جیسا کہ ہم دیکھتے ہیں کہ کوئی بزرگ جب کسی بچے کو گود میں لے کر پیار کرتا ہے تو بچے کی مجازی معصومیت اس کا شعور سلب کر لیتی ہے

اور وہ اپنی بزرگی کو بھول جاتا ہے اور اس کے ساتھ اس جیسی توتلی زبان بولنا شروع کردیتا ہے اس جیسے حرکات کرنا شروع کردیتا ہے اسی طرح جب کوئی انسان معصوم ازل علیہ الصلوات والسلام کے نور کے قرب میں جاتا ہے تو اس سے بھی سلب شعور ہوتا ہے جس سے وہ معصوم جیسے افعال واقوال حرکات وسکنات کا مظاہرہ کرتا ہے ایک وقت ایسا آتا ہے کہ وہ ایک عام آدمی کو معصوم ازل نظر آنا شروع ہوجاتا ہے اور ایک عام انسان اس شک میں مبتلا ہوجاتا ہے کہ شاید یہی شخص ہمارا امام ہے یا نبی ہے

دوستو!۔ یہاں یہ بات بھی عرض کرتا چلوں کہ عقل کی آخری حد ''طلب'' ہے یعنی عقل کا بھرپور استعمال صرف طلب کیلئے ہوسکتا ہے جب انسان مرتبہ وجد میں جاتا ہے تو عقل وہاں کام نہیں کرتی کیونکہ وہاں قرب معصوم علیہ الصلوات والسلام کا حصول ہوتا ہے جب کوئی شخص قرب معصوم میں چلا جاتا ہے تو وہاں جا کر عقل وشعور تو معصومیت سلب کرلیتی ہے جب عقل سلب ہوجاتی ہے تو وہاں عقل سے نہیں عشق سے کام چلانا پڑتا ہے کیونکہ معصومیت میں صلاحیت انجذابِ شعور و عقل ہوتی ہے وہاں عقل سلب ہوجاتی ہے وہاں عشق کی عملداری ہوتی ہے

دوستو!۔عقل کا کام یہ ہوتا ہے کہ وہ طلب کی طرف راغب کرے طلب کو پیدا کرے اور طلب کو خالص یا پیوری فائی (Purify) کرے، اسے کامل کرے یعنی یہ عقل کا کام ہے کہ وہ بتائے کہ مجھے اپنے اصل اعلیٰ کو پانے کیلئے کیا کیا کرنا چاہیے جب پالیا تو عقل کو چھٹی

دوستو!۔ میں عرض کررہا تھا کہ ''طلب'' وجدان تک پہنچاتی ہے اور وجدان مشاہدہ ہوتا ہے اور مشاہدے سے سچی محبت پیدا ہوتی ہے اور محبت قرب میں لے

جاتی ہے تو معصومیت کا قرب عقل وشعور پر متصرف ہو جاتا ہے اور عقل سلب ہو جاتی ہے وہاں عشق ہی عقل کا چارج سنبھال لیتا ہے اس طرح وہاں ہر فیصلہ عقل سے نہیں عشق کے حکم سے ہوتا ہے

بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق
عقل ہے محو تماشائے لب بام ابھی

عقل وعشق کے بارے میں پہلے ہی بہت کچھ عرض کر چکا ہوں یہاں یہ بات عرض کرتا چلوں کہ عشق اپنی کمزورسی حالت میں تو وجدان کے بعد شروع ہو جاتا ہے مگر اپنے نقطۂ کمال پہ ''عشقنی'' کی منزل پر پہنچتا ہے

دوستو!...... صاحبان عرفان فرماتے ہیں کہ معرفت کا ماحصل محبت ہے اور محبت کا ماحصل مؤدت ہے اور مؤدت کی انتہا عشق ہے اور عشق ہی منزلِ قلندر ہے، مرادِ سالک ہے، مقصودِ عارف ہے، طریقِ فقرا ہے، معقلِ عشاق ہے، محملِ توحید ہے

اب یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ عشق کیا ہوتا ہے؟

دوستو!...... اس سوال کا جواب دینے کیلئے ہمیں عشق کے پست ترین درجوں سے بات شروع کرنا ہوگی

دوستو!...... عرفا فرماتے ہیں کہ عشق میں یہی ایک خوبی ہوتی ہے کہ وہ حسن کا وفادار ہوتا ہے یعنی عشق ہمیشہ حسن کے تابع ہوتا ہے حسن ہوگا تو عشق ہوگا اگر حسن نہیں ہوگا تو عشق نہیں ہوگا یہ عشق پیدا ہی حسن کی سرزمین پر ہوتا ہے اور کہیں بھی یہ نہیں اُگ سکتا

اب آپ نے یہ تو معلوم کر لیا کہ عشق کا پروانہ ہمیشہ حسن کی شمع پر مرتا ہے تو اب دیکھنا یہ ضروری ہو گا کہ ''حسن'' کیا چیز ہے؟ کیونکہ ہمیں جب تک ''حسن'' کے بارے میں معلوم نہیں ہو گا ہمیں عشق کے بارے میں کوئی حتمی نتیجہ نہیں ملے گا

دوستو!...... ''حسن'' علم جمالیات کا اہم ترین موضوع ہے مگر ہم مروجہ علمِ جمالیات سے آگے کی بات کرتے ہیں کیونکہ آج جو جمالیات رائج ہے اس میں ''حسن'' کے بارے میں دو مکاتبِ فکر ہیں

( ) ایک مکتبۂ فکر یہ کہتا ہے کہ حسن ''موضوعی'' چیز ہے اور یہ حسین اشیا کی ذاتیات سے تعلق رکھتا ہے یعنی جو چیز حسین لگتی ہے وہ فی نفسہٖ حسین ہوتی ہے

( ) دوسرے مکتبۂ فکر کی رائے یہ ہے کہ حسن ''معروضی'' چیز ہے کہ بذاتِ خود نہ کوئی چیز حسین ہوتی ہے نہ ہی قبیح بلکہ بقول شاعر

حسن کیا ہے عشق کا حسنِ خیال

کیونکہ ایک چیز کسی انسان کو حسین لگ رہی ہوتی ہے تو عین اسی وقت دوسرے انسان کو وہ قبیح نظر آ رہی ہوتی ہے جیسا کہ مشاہدہ ہے کہ ایک عورت پر کوئی انسان مجنوں بنا ہوا ہوتا ہے تو دوسرے کیلئے وہ کسی ڈائن اور چڑیل سے کم نہیں ہوتی اس سے ثابت ہوا کہ حسن فی نفسہٖ و ذاتہٖ کچھ نہیں ہے بلکہ انسان کے حاسۂ جمالیات کی پیدا کردہ صورت واہمہ ہے...... اور وہ کہتے ہیں کیونکہ ہر انسان کا حاسۂ جمالیات ایک دوسرے سے جدا جدا ہوتا ہے اس لئے ہر انسان کا تصورِ حسن جدا جدا ہے جیسا کہ ہر تالے کی چابی جدا ہوتی ہے اور ایک مخصوص چابی ہی ایک تالے کو کھول سکتی ہے اسی طرح ایک مخصوص حسن ہی ایک انسان کے حاسۂ جمالیات کو بیدار کر سکتا ہے جبکہ وہ حسن کسی دوسرے کے حاسۂ جمالیات کو بیدار نہیں کرتا

اس کے جواب میں پہلا مکتبۂ فکر کہتا ہے کہ ایک حسین وادی کا حسن سب کو اچھا لگتا ہے، ایک حسین پھول سب کو اچھا لگتا ہے، بعض فلمی چہرے سب کو حسین لگتے ہیں، جھرنوں اور بہاروں کا حسن، صبح کو نکلتا ہوا ٹھنڈا سورج، نیلگوں پہاڑوں کے گھونگھٹ میں منہ چھپاتا حنائی سورج، سب کو اپنے حسن سے مسحور کردیتا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ ان چیزوں میں فی نفسہٖ حسن موجود ہے ورنہ سب کو ان کا متاثر کرنے کا عمل یکساں نہ ہوتا

دوستو!...... ماہرین جمالیات کے یہ دونوں مکاتیب فکر صدیوں سے آپس میں برسر پیکار ہیں دلائل کا پلڑا کبھی ایک طرف بھاری نظر آتا ہے تو کبھی دوسری طرف لیکن کچھ حضرات ایسے بھی ہیں جو ان دونوں مکاتیبِ فکر میں مفاہمت و مصالحت کرواتے ہوئے نظر آتے ہیں بلکہ وہ کہتے ہیں کہ حسن نہ ہی کلی طور پر موضوعی ہے اور نہ ہی کلی طور پر معروضی ہے بلکہ حسن میں دونوں صفات پائے جاتے ہیں یعنی اس میں ''موضوعیت'' بھی ہوتی ہے اور ''معروضیت'' بھی ہوتی ہے مگر اس مکتبۂ فکر کے لوگ اس کا تعین نہیں کرتے کہ کونسی چیز یا شق میں ''موضوعیت'' ہے اور کونسی جز میں ''معروضیت'' ہے اور اگر یہ دونوں ایک چیز میں جمع ہوتی ہیں تو ان کا تناسب کیا ہوتا ہے؟ ......اور اس تناسب کو پرکھنے کا پیمانہ کیا ہے؟

دوستو!...... یہ تینوں اپنے اپنے میدان میں خوب جم کر لڑتے ہیں مگر میں یہ سمجھتا ہوں کہ ''حسن'' کی دو قسمیں ہوتی ہیں (i) حسنِ ناقص (ii) حسنِ کامل

جو حسن ناقص ہوتا ہے وہ معروضی ہوتا ہے وہ حسین چیز کو عارض ہوتا ہے اور کچھ وقت کے بعد وہ آہستہ آہستہ کم ہوتا چلا جاتا ہے اور آخر میں فنا ہو کر قباحت میں بدل جاتا ہے مثلاً ایک پھول کا حسن ہے تو وہ اس پھول کو عارض ہوتا ہے اس لئے وہ عارضی ہوتا ہے اسی طرح کسی حسین چہرے پر وہ عارض ہوتا ہے اس لئے ایک دن وہی چہرہ اپنی آب

وتاب کھو دیتا ہے

اسی طرح حسنِ ناقص ومعروضی کا جو عشق ہوتا ہے وہ بھی معروضی ہوتا ہے یعنی ایک پھول جب تک حسین رہتا ہے اس کے حسن کی شمع جلتی رہتی ہے تو اس وقت تک عشق بھی پروانہ واراس کے گرد گھومتا رہتا ہے اور جب اس کے حسن کی شمع بجھ جاتی ہے تو یہ پروانہ بھی رخصت ہو جاتا ہے کیونکہ عشق کی خصوصیت ہی یہی ہے کہ وہ حسن کے تابع ہوتا ہے حسن سے وفادار ہوتا ہے اور جب حسن ہی نہ رہے تو وفاداری کیسی ؟ ......معروضی طور پر حسین چیزوں کا عشق بھی عارضی ہوتا ہے جیسا کہ علامہ اقبال نے بھی کہا تھا کہ

نہ وہ حسن میں رہیں شوخیاں نہ وہ عشق میں رہیں گرمیاں

نہ وہ غزنوی میں تڑپ رہی نہ وہ خم ہے زلفِ ایاز میں

دوستو! - یہ ایک حقیقت ہے کہ جب ایاز کی زلفوں کا خم اپنا حسن گنوا بیٹھتا ہے تو غزنوی کا عشق بھی سرد خانوں میں دب جاتا ہے کیونکہ ایاز کی زلفوں کے خم کا حسن معروضی ہوتا ہے اس لئے غزنوی کا عشق بھی معروضی ہی ہوتا ہے

دوستو! ...... یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ حسنِ ناقص کی آگے دو قسمیں ہوتی ہیں

(i) حسنِ کلی وناقص (ii) حسنِ جزئی وناقص

حسن کلی وناقص وہ ہوتا ہے جو کسی چیز کے اندر کلی طور پر مگر عارضی طور پر پایا جائے جیسا کہ ہم ایک پھول میں دیکھتے ہیں کہ اس کی ہر جز میں حسن پایا جاتا ہے مگر وہ عارضی ہوتا ہے اسی طرح ہم ایک یاقوت کو دیکھتے ہیں تو وہ کلی طور پر حسن کا مرقع نظر آتا ہے مگر وہ ہوتا عارضی ہے اس سے ثابت ہوا کہ حسن معروضی وناقص کی ایک صورت حسن کے مکمل حسین ہونے کی شکل میں ہوتی ہے

دوستو! ......حسن معروضی ناقص جزئی وہ حسن ہوتا ہے جو حسین موصوف کی کسی ایک جز

میں پایا جاتا ہے جیسا کہ بعض پھول حسین ہوتے ہیں مگر ان کا صرف رنگ خوبصورت ہوتا ہے بعض کا رنگ اتنا زیادہ خوبصورت نہیں ہوتا مگر اس کی نفاست اور تازگی میں حسن ہوتا ہے اسی طرح جب ہم انسان کے اندر اس کی مثالیں تلاشتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ انسان کے اندر کئی طرح کے حسن پائے جاتے ہیں مثلاً

()حسنِ صورت () حسنِ کلام () حسنِ خلق () حسنِ عمل () حسنِ سیرت

() حسنِ آواز () حسنِ معاشرت () حسنِ زن وغیرھم

دوستو! ۔اسی طرح آپ حسن کے ساتھ اضافتیں لگاتے جائیں اقسام حسن ملتے چلے جائیں گے اور اس طرح ان جیسے سیکڑوں حسن تلاشے جا سکتے ہیں جو اس بات کو ثابت کرتے ہیں کہ بعض انسانوں میں کلی طور پر حسن موجود نہیں ہوتا بلکہ کسی کی آواز حسین ہوتی ہے، کسی کی صورت، کسی کا طرز معاشرت، کسی کا انداز بیان وغیرہ حسین ہوتے ہیں اور یہ ساری چیزیں کسی میں جمع نہیں ہوتیں

دوستو!...... جب آپ کے سامنے جزئی حسن کی صورت سامنے آ گئی ہے تو اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ انسانوں میں معروضی و جزئی حسن کی طرح معروضی و جزئی عشق بھی پایا جاتا ہے جو صرف اس جزوحسن سے تعلق رکھتا ہے جو متعلقہ شخص میں پائی جاتی ہے یعنی اگر کسی میں حسن کلام ہے تو اس سے صرف عشق کلام ہی کا تعلق ہوگا اور اگر کسی میں حسن خلق ہے تو دوسری طرف عشق خلق کا اس سے تعلق ہوگا اور اگر کسی کی آواز میں حسن پایا جاتا ہے تو اس سے متاثر بھی عشق آواز ہی ہوگا نہ کہ کلی طور پر انسان سامنے والے سے محبت کرے گا جیسا کہ بعض لوگ ایسے ہیں جو انڈیا کی مشہور گلوکارہ لتا منگیشکر کی آواز کے عاشق ہیں مگر اس کی صورت سے نفرت کرتے ہیں یا کم از کم اسے حسین تصور نہیں کرتے ہیں کیونکہ اس میں حسنِ آواز ہے تو ادھر عشق آواز ہے ...... اب جس طرح

آپ حسن کے ساتھ اضافتیں لگا کر اس کے اقسام تلاش کر سکتے ہیں اسی طرح عشق کے ساتھ بھی اضافتیں لگاتے چلے جائیں آپ کو تعداد حسن کے مطابق ،عشق کے اقسام مل جائیں گے

دوستو! ...... یہ ایک کلیہ ہے کہ جب معشوق پر حسن عارض ہوتا ہے تو عاشق کو عشق لاحق ہو جاتا ہے اب یہ معشوق پر منحصر ہے کہ اسے کون سا حسن عارض ہوتا ہے؟ ...... اسے جیسا بھی حسن عارض ہوگا عشاق پر ویسا ہی عشق لاحق ہو جائے گا

﴿ موضوعی حسن ﴾

دوستو! ...... یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ جب حسن معروضی ہوگا تو عشق بھی معروضی ہی ہوگا اور جب حسن موضوعی ہوگا یعنی فی ذاتہٖ ہوگا یا جز و ذات ہوگا تو عاشق کا عشق بھی جز و ذات ہوگا بہ الفاظ دیگر اگر حسن قائم فی الذات ہوگا تو عاشق میں عشق بھی قائم فی الذات ہوگا عارض نہیں ہوگا

دوستو! ...... جب حسن اعمال وافعال واقوال میں پایا جائے تو اسے عربی میں حسنہ کہتے ہیں جس کی ضد ''سئیہ'' ہے لیکن یہ بات یاد رہے کہ حسن کی شکل وہیئت اپنی اپنی صورت معروضی میں جدا جدا ہوتی ہے کیونکہ رنگ کا حسن علیحدہ ہوتا ہے خدوخال کا حسن علیحدہ ہوتا ہے خوشبو اور صوت کا حسن ان سب سے جداگانہ ہوتے ہیں اسی طرح عمل وسیرت کا حسن دیگر سارے حسنوں سے جداگانہ ہوتا ہے اسی طرح حسن کی ظاہری جتنی قسمیں ہیں ان سب کا حسن ایک منفرد انداز وساخت وہیئت کا ہوتا ہے اور باطن کا جو حسن ہوتا ہے اس کی ہیئت ان سب سے جداگانہ ہوتی ہے بعینہٖ ظاہری حسن کے ساتھ جو عشق ہوتا ہے اس کی صورت جداگانہ ہوتی ہے اور جو باطنی حسن ہوتا ہے اس کا عشق بھی باطنی ہوتا

ہے اور اس کی صورت وساخت جداگانہ ہوتی ہے

دوستو!...... جو حسن قائم فی الذات ہوتا ہے وہ حسین پر اس وقت تک قائم رہتا ہے جب تک اس حسین کا وجود قائم رہتا ہے اسی طرح اس سے جو عشق قائم ہوتا ہے وہ بھی قائم بالذات ہوتا ہے، جب تک عاشق کا وجود باقی رہتا ہے اس کا عشق قائم رہتا ہے کیونکہ جو حسن قائم بالذات ہو وہ معشوق کے وجود کے روز اول سے اختتام وجود تک باقی رہتا ہے اور جب تک حسن رہتا ہے اس کے عاشق کا عشق بھی قائم رہتا ہے کیونکہ عشق حسن کا وفادار ہوتا ہے

دوستو!...... یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ جس قدر حسن کامل ہوگا اس سے تعلق رکھنے والا عشق بھی اسی قدر کامل ہوگا اور اس کی وفاداریاں بھی اسی قدر کامل ہوں گی

یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ معشوق کے حسن میں جتنے فی صد قباحت موجود ہوگی عشق میں اتنے فی صد عدم خلوص موجود ہوگا اس کی وفاداریوں میں اتنے فی صد کمی ہوگی یا یوں سمجھ لیں کہ حسن میں جتنے فی صد نقص ہوگا عشق میں بھی اتنے فی صد نقص ہوگا

دوستو!...... میں مؤدت کے موضوع پہ کافی مرتبہ بات کر چکا ہوں کیونکہ مؤدت کی تعریف اور تشریح جملہ علوم متاولہ میں جدا جدا ہوتی ہے اس لئے میں اسے مختلف علوم کے حوالے سے پیش کرتا رہا ہوں مگر آج جمالیات کے حوالے سے عرض کرنا چاہوں گا

دوستو!...... یہ ایک حقیقت ہے کہ ظاہری حسن کو عاشق کی بصارت دیکھ سکتی ہے یا ادراک کرتی ہے، حسن کلام وصوت کو سماعت دیکھتی ہے، حسن خوشبو کو حسِ شامہ دیکھتی ہے، حسن معاشرت وسیرت کو حاسئہ اخلاق دیکھتا ہے جبکہ حسن باطن کا ادراک بصارت نہیں کرسکتی بلکہ اس کا ادراک بصیرت کرتی ہے یعنی حسنِ ذات کو قلب دیکھتا ہے اس لئے اس کا عشق باطنی بھی قلب کی گہرائیوں سے ہوتا ہے اور حسنِ حقیقی کو صرف عرفان

دیکھ سکتا ہے اور حسنِ ازل کو وجدان ہی دیکھ سکتا ہے

دوستو!...... مشاہدۂ حسن سب سے پہلے عاشق کو علم عطا کرتا ہے اور علم ہی اسے عرفان پر اکساتا ہے اور عرفان محبت پیدا کرتا ہے محبت کی شدت کا نام مؤدت ہے اور مؤدت کی دو قسمیں ہوتی ہیں (i) مؤدت ناقصہ (ii) مؤدت کاملہ

مؤدت ناقصہ یہ ہے کہ انسان کسی پر اپنی جان و مال وعزت و ناموس لٹا دے مگر اس میں اس کا دل خوش نہ ہو جیسا کہ انسان اپنے والدین کی بیماری پر سارا گھر بیچ کر انہیں بچا لیتا ہے تو اسے والدین کے بچ جانے کی خوشی بھی ہوتی ہے مگر اس میں گھر کے لٹ جانے کا دکھ بھی ہوتا ہے لیکن مؤدت کامل یہ ہوتی ہے کہ انسان اپنے محبوب پر خرچ ہونے والی چیز کو اس طرح قبول کرے کہ اس کی لٹائی ہوئی ہر چیز کو محبوب نے قبول کر کے احسان فرمایا ہے...... عاشق اپنے محبوب پر سب کچھ لٹا کر بھی محبوب کا احسان سمجھتا ہے کہ اس نے اسے قبول تو کر لیا ہے اور یہی مؤدت دراصل عشق کہلاتی ہے

دوستو!...... صاحبان عشق کہتے ہیں کہ عشق کا تعلق صرف حسن سے ہوتا ہے اس کے علاوہ کسی دوسری چیز کا ادراک کر ہی نہیں سکتا جیسا کہ سماعت کا تعلق آواز سے ہوتا ہے اور وہ کسی دوسری چیز کو ادراک کرنے کی صلاحیت ہی نہیں رکھتی اسی طرح عشق بھی حسن کے علاوہ کسی شئے کو دیکھ ہی نہیں سکتا...... عشق کی آنکھ صرف حسن کے رنگ دیکھ سکتی ہے باقی سارے رنگوں کے معاملے میں وہ کلر بلائنڈ (Color Blind) ہوتی ہے...... عشق حسن کی شعاع میں ایسا گم ہوتا ہے کہ اسے حسن کے علاوہ کچھ بھی نظر نہیں آتا یعنی نہ خاندان، نہ ذات پات، نہ سیرت و کردار، نہ عزت و ذلت، نہ تخت و تاج، نہ تکلیف و اذیت، نہ نام و نمود، نہ نفع و نقصان، نہ دنیا و عقبیٰ، نہ اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یعنی عشق کسی دوسری چیز کا ادراک کر ہی نہیں سکتا اس لئے تو فرمایا گیا تھا کہ ☆المحب لا یلام ......

یعنی جو عاشق ہوتا ہے وہ قابل ملامت ہوتا ہی نہیں

دوستو!...... اب یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا حسن میں قوت تسخیر ہوتی ہے جو عشق کو اپنے اندر جذب کر لیتی ہے یا عشق میں اشتیاق و وارفتگی ہوتی ہے جو حسن میں جذب ہو جاتا ہے یعنی اصل کشش کس میں ہوتی ہے حسن میں یا عشق میں؟...... اس سوال کو اس طرح بھی قائم کیا جا سکتا ہے کہ کیا حسن عشق کو اپنے اوپر عاشق کر لیتا ہے یا عشق حسن پر عاشق ہو جاتا ہے؟...... عشق میں کھینچنے کی صلاحیت ہوتی ہے یا عشق میں کھنچنے کی؟

دوستو!...... حقیقت بدیہی ہے کہ عشق میں کوئی عمل نہیں پایا جاتا بلکہ اصل عمل تصرف و تسخیر حسن میں ہوتا ہے ہاں اسے ہم اس طرح بیان کر سکتے ہیں کہ پہلے حسن میں جذب کرنے کی صلاحیت ہوتی ہے اس کے بعد عشق میں جذب ہونے کی صلاحیت ہوتی ہے اور کیونکہ جب حسن اپنے کمالیہ نقاط کو چھو رہا ہو تو وہ غیر عاشق میں بھی عشق پیدا کر کے اس پر تصرف کر لیتا ہے اور اس سے ہوش و حواس اور احساسات و مدرکات کو سلب کر کے اپنے اندر جذب کر لیتا ہے جیسا کہ ہم جناب یوسف علیہ السلام کے واقعہ میں ان مصری عورتوں کو دیکھتے ہیں کہ جو غیر عاشق تھیں مگر جب انہوں نے مشاہدۂ حسن کیا تو اس میں ان کا شعور سلب ہو گیا یعنی عشق ہوا نہیں بلکہ حسن نے پیدا کر دیا اور انہیں صفِ عشاق میں کھڑا کر دیا اور اس کے بعد ان کے ہوش و حواس و عقل و شعور و احساسات کو سلب کر کے اپنے اندر جذب کر لیا اور ایک طرح سے سب کو مجذوب بنا دیا اور ایسا تصرف کیا کہ ان کی ایک کے بعد ایک انگلی کٹتی چلی گئی مگر انہیں کسی چیز کا احساس تک نہ ہوا یعنی ان کا احساسِ اذیت تک سلب کر لیا...... اس بات سے یہ بھی ثابت ہو جاتا ہے کہ عشق حسن کا وفادار نہیں ہوتا بلکہ حقیقت میں حسن عشق کو اپنا وفادار بنا لیتا ہے یا اپنا غلام بنا لیتا ہے اور عشق کو ہمیشہ حسن کا وفادار رہنا پڑتا ہے اور یہ عشق کی مجبوری ہے اس کا اختیاری

معاملہ نہیں ہے

دوستو!......اب اس سوال پر بھی ایک نظر ڈالتے چلیں کہ عشق پیدا کب ہوتا ہے؟

یا یہ سوال سمجھیں کہ عشق عاشق کو کب لاحق و عارض ہوتا ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ عشق کا پیدا ہونا مشاہدۂ حسن پر مبنی ہے یعنی اگر عاشق کی بصارت یا بصیرت حسن کے شایانِ شان ہوتو حسن اپنے بند قبا کھول دیتا ہے اور عاشق اس کا مشاہدہ کرتا ہے تو گرفتار ہو جاتا ہے جیسا کہ حضرت عدم فرماتے ہیں ......ع

وہ پرندے جو آنکھ رکھتے ہیں سب سے پہلے اسیر ہوتے ہیں

یعنی آنکھ سے مراد صرف یہ چہرے پر جمی ہوئی دو آنکھیں نہیں ہوتیں بلکہ وہ آنکھیں اور ہوتی ہیں جو مشاہدۂ حسن کرتی ہیں اس پر زیادہ بات نہیں کرسکتا

حقیقت یہ ہے کہ جب تک انسان مشاہدے تک رسوخ پیدا نہ کرے عشق کر ہی نہیں سکتا اور اگر مشاہدے کے بناں دعوائے عشق کرتا ہے تو وہ ''خواہ مخواہ عشق'' کہلاتا ہے جو ایک بیوقوفانہ مشغلہ مانا جاتا ہے جیسا کہ کہانیوں میں ہوتا تھا کہ ایک بادشاہ نے سن لیا کہ فلاں بادشاہ کی بیٹی بڑی خوبصورت ہے وہ وہیں اس کے عشق میں بیمار پڑ گیا...... یہ خواہ مخواہ عشق کہلاتا ہے جس کا حقیقت سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہوتا اس لئے عشق ہوتا ہی مشاہدے کے بعد ہے جیسا کہ حدیث قدسی میں فرمایا گیا تھا کہ

☆ومن وجدنی عرفانی ......یعنی جو مجھے پالیتا ہے وہ میرا عرفان حاصل کر لیتا ہے اور عرفان کا نقطۂ آغاز مشاہدہ ہے آگے مشاہدے کی اقسام سے عرفان کی اقسام پیدا ہوتی چلی جاتی ہیں اس لئے یہ ماننا پڑے گا کہ عشق کی بنیاد مشاہدہ ہے اور مشاہدے کے بعد عشق پیدا ہوتا ہے اور اس کے بعد وہ حسن کا وفادار غلام بن جاتا ہے

دوستو!...... یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ عشق ہمیشہ حسن کا وفادار ہوتا ہے عشق ہمیشہ حسن

کے تابع ہوتا ہے لیکن حسن کبھی عشق کا وفادار نہیں ہوتا ......اس کی وجہ یہ ہے کہ حسن شہنشاہ ہے اور عشق جانثار غلام ہے ......حسن خدا ہوتا ہے تو عشق اس کا عبد ہوتا ہے، حسن صنم ہوتا ہے تو عشق اس کا پجاری ہوتا ہے اس لئے کوئی شہنشاہ اپنے غلام کا اور کوئی صنم اپنے پجاری کا اور کوئی خدا اپنے عبد کا پابند نہیں ہوتا بلکہ عبد اور غلام ہی اس کا پابند ہوتا ہے ہاں حسن اگر پابند ہوتا ہے تو وہ حسنات کا ہوتا ہے یعنی جب عاشق میں کمال عشق کی وجہ سے حسنات پیدا ہو جائیں تو پھر معشوق اپنے عاشق کا عاشق ہو جاتا ہے عاشق اپنے معشوق کا معشوق ہو جاتا ہے جیسا کہ حدیث قدسی میں فرمایا گیا ہے کہ

☆ومن عشقنی عشقتہٗ ......یعنی جو مجھ ذاتِ بے نیاز سے عشق کرتا ہے تو میں بھی اس پر عاشق ہو جاتا ہوں یعنی جب عشق میں حسنات یعنی حسنِ عشق پیدا ہو جاتا ہے تو عشق میں بھی عشقِ حسنات پیدا ہو جاتا ہے

دوستو!۔اب آپ دیکھیں کہ اللہ جل جلالہ نے فرمایا کنت کنزاً مخفیا ...... میں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا مجھے یہ محبوب ہوا کہ پہچانا جاؤں تو میں نے تخلیق فرمادی، یعنی اس کی تخلیق کی وجہ عشق ہے جیسا کہ چچا غالب فرماتے ہیں ......ع

ہم کہاں ہوتے اگر حسن نہ ہوتا خودبین

یعنی اس ذات اجل وارفع نے تخلیق فرمایا تو عشق کی وجہ سے یعنی اس حسن ازل نے جسے بھی جامۂ وجود عطا فرمایا ہے اسے اپنے عشق کیلئے جامۂ وجود بخشا ہے کیونکہ اس حسن ازل نے جس سے عشق کیا ہے اور اسے اپنے عشق کا مرکز قرار دیا ہے وہ لازماً حامل حسنات ہوگا ......اب یہ تو آپ جانتے ہیں کہ حسنت جمیع خصالہ کون ہیں؟

دوستو! ......سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ مرکز حسن ازل ہیں کہ جن کا حسن ازلی وابدی ہے اس لئے ان کے لئے جو عاشق حقیقی درکار تھا وہ بھی ازلی وابدی ہونا لازم تھا اور اللہ

جل جلالہ کے سوا کوئی ازلی وابدی ذات تھی نہیں تو لازم تھا کہ اسی کو اس ازلی وابدی حسن سے عشق ہونا تھا اور وہ اپنے محبوب کو دل دے بیٹھا کیونکہ اس کے پاک محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صاحب حسنات تھے اور حسن ہمیشہ حسنات سے وفادار ہوتا ہے اس طرح سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس حسن ازل کے عاشق قرار پائے مگر کمال حسنات اور ان کے ازلی وابدی حسن کی وجہ سے اللہ جل جلالہ بھی اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر عاشق ہوا

دوستو! ...... یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اللہ جل جلالہ میں بھی ازلی حسنات تھے جن کی وجہ سے محسن قرار پایا اور سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بھی ازلی حسنات تھے جس کی وجہ سے وہ بھی محسن عالمین قرار پائے لیکن ان حسنات کا مشاہدۂ عام ناممکن تھا اب ضرورت اس بات کی تھی کہ ان حسنات اِلٰہی اور حسنات حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تجسیم کی جائے یعنی ان حسنات کو مجسم کر دیا جائے تا کہ ساری کائنات اپنی کھلی آنکھوں سے ان حسنات کا مشاہدہ کرے اور انہیں پتہ چلے کہ عشق جو حسنات کا وفادار ہوتا ہے تو آخر کیوں؟ بس اللہ جل جلالہ نے فوراً اپنے حسنات کو تجسیم عطا فرمائی اور سامنے جو صورت آئی اس صورت مجسم کا نام رکھا

جناب حسن المجتبیٰ علیہ الصلوات والسلام ...... اور اس کے بعد سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حسنات کی تجسیم ہوئی تو جو صورت سامنے آئی اس کا نام رکھا گیا جناب حسین المجتبیٰ علیہ الصلوات والسلام

دوستو! ...... یہ بات آپ کو معلوم ہے کہ حَسن حسین محسن حُسن احسان یہ سارے الفاظ ایک ہی مادے سے مشتق ہیں اور یہ بھی عرض کر دوں کہ حسین حسن کی تصغیر ہے یعنی چھوٹا حسن جو ہوا سے حسین کہتے ہیں

اب یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب یہ نور ایک ہی ہے تو پھر یہ چھوٹا اور بڑا حسن کیوں فرمایا گیا ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ جو حسنات اِلٰہی کی صورت میں سامنے آئے انہیں تکبیر عطا کی گئی اور جو سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حسنات کی تجسیم کی صورت میں سامنے آئے انہیں تصغیر عطا فرمائی اور یہ اس مرتبے کی تکبیر و تصغیر ہے جو اللہ جل جلالہ اور اس کے پاک حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مابین تھی ورنہ من حیث الذات یہ سارے صاحب تکبیر ہیں کسی میں کوئی تصغیر موجود ہی نہیں ہے ...... ان کی تکبیر بھی تکبیر اِلٰہی کی طرح کی ہے جیسا کہ ہم کہتے ہیں ''اللہ اکبر'' تو اسے کسی سے بڑا نہیں کہتے ہیں بلکہ اس کی بڑائی بیان کرتے ہیں اسی طرح حسین علیہ الصلوات والسلام کہہ کر ہم انہیں کسی سے چھوٹا نہیں کہتے بلکہ ان کی ماتحتی بیان کرتے ہیں ورنہ یہ دونوں حسن ہیں اسی لئے انہیں پاک حسنینؑ یعنی دو حَسَن کہا جاتا ہے

دوستو ! امام حسن المجتبیٰ علیہ الصلوات والسلام کے فضائل بہت کم بیان ہوتے ہیں مگر ان کی فضیلت کی انتہا ہمیں اس وقت نظر آتی ہے کہ جب ان کی ماتحتی میں امام حسین علیہ الصلوات والسلام جیسی مقدس و منزہ ذات نظر آتی ہے اور ان کی اطاعت کرتی ہوئی نظر آتی ہے

دوستو ! ...... اب یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اللہ جل جلالہ نے قرآن پاک میں عشق کا تذکرہ نہیں فرمایا تو کیوں ؟ جبکہ اس کی اولین صورت یعنی مؤدت کا ذکر فرمایا ہے

اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن کے احکام کی بنیاد یہ کہ ☆لا یکلف الله نفسا الا وسعها یعنی انسان کو جو تکلیف شرعی دی گئی ہے وہ بقدر وسعت ہوتی ہے یعنی انسان کی قوتِ برداشت سے باہر کسی چیز کا حکم نہیں دیا جاتا کیونکہ تکلیف مالا یطاق عموماً جائز نہیں ہوتی اور عشق بقدرِ وسعت نہیں ہوتا بلکہ عشق بقدر قدرت ہوتا ہے اس لئے اللہ جل جلالہ نے شرعاً عشق کا مکلّف نہیں فرمایا

دوستو ! ...... یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ عوائد کی تین قسمیں ہوتی ہیں

(i) عائد بقدر وسعت ...... (ii) عائد بقدر ضرورت ...... (iii) عائد بقدر قدرت

یعنی جب کوئی فریضہ یا حکم یا ذمہ داری عائد ہوتی ہے تو اس کی تین ہی قسمیں ہوتی ہیں یعنی انسان کسی کی نصرت کرتا ہے یا کسی کی مدد کرتا ہے تو اس کی تین حالتیں ہوتی ہیں

پہلی حالت یہ ہوتی ہے کہ انسان سے کوئی آدمی کہتا ہے میں ایک لاکھ روپے کا مقروض ہوں اور قرض خواہ مجھے تھانے میں ذلیل کروانا چاہتا ہے اور میں صاحبِ استطاعت نہیں ہوں آپ میری مدد کریں ...... آپ فوراً اپنی جیب میں ہاتھ ڈال کر پانچ ہزار روپے نکال کر دے دیتے ہیں تو یہ مدد [عائد] بقدر وسعت ہے جبکہ اس کی ضرورت ایک لاکھ روپے تھی مگر آپ نے اپنی استطاعت کو دیکھتے ہوئے اس کی مدد کی ہے

اس کی دوسری قسم یہ ہے کہ آپ کا بیٹا کسی کیس میں پھنس جاتا ہے اور پولیس کچہری کے اخراجات ایک لاکھ کے ہیں مگر آپ کے پاس استطاعت دس ہزار کی ہے یہ دیکھ کر آپ یہ کوشش کرتے ہیں کہ جس قدر روپے آپ کو ضرورت ہیں انہیں فراہم کریں چاہے اس میں گھر بیچنا پڑے یا زمین یا جائداد لیکن ضرورت کے برابر رقم مہیا کرنا ضروری ہوتا ہے تو یہ عائد بقدر ضرورت ہے

تیسری صورت یہ ہے کہ ایک نابینا آ کر روٹی کا سوال کرتا ہے اور کوئی کریم علیہ الصلوات والسلام اپنے غلام سے فرماتا ہے اسے روٹی عطا کی جائے وہ عرض کرتا ہے کہ وہ اونٹ پر بندھی ہوئی ہے وہ کریم علیہ الصلوات والسلام فرماتے ہیں وہ اونٹ اسے دے دیں ...... غلام عرض کرتا ہے کہ جناب اونٹ تو سات سو اونٹوں کی قطار میں ہے میں اسے نکال کے پیش کرتا ہوں، وہ کریم علیہ الصلوات والسلام فرماتے ہیں وہ ساری اونٹوں کی قطار ہی اس نابینا کو دے دیں ...... یہ عائد اس کی ڈیمانڈ اور ضرورت اور مالک کی وسعت کے مطابق نہیں تھا بلکہ بقدر قدرت تھا

دوستو! ۔عشق کی تکلیف بقدر قدرت ہوتی ہے یعنی عشق پر جتنا بوجھ ڈالا جائے وہ عشق

کیلئے تکلیف مالایطاق کا درجہ نہیں رکھتا کیونکہ عشق میں کوئی بھی وزن برداشت سے زیادہ شمار ہوتا ہی نہیں ہے

دوستو!...... عشق کیونکہ حسن کے ایک ردعمل کی طرح ہوتا ہے اس لئے اس کی اصل اعلیٰ حسن ہی ہوتا ہے اور جیسا کہ میں عرض کررہا تھا کہ ہر چیز اپنے اصل اعلیٰ کے قرب کی کشش رکھتی ہے

اصلِ اعلیٰ

دوستو!- میں یہ عرض کررہا تھا کہ ہر چیز اپنے اصل اعلیٰ کی طرف بڑھتی ہے لیکن یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ اصل اعلیٰ ایک نہیں ہے جیسا کہ ہماری منزل کمال معصومین علیھم الصلوات والسلام ہیں اس سے آگے ہم نہیں جاسکتے مگر خود انوارِ الٰہیہ ازلیہ وابدیہ علیھم الصلوات والسلام کی منزل کمال ذات واجب الوجود ہے اور یہ بھی ہے کہ وہ اس کے کمال قرب ہی میں سدا رہتے ہیں ان کا ظاہر ہمارے ساتھ ہوتا ہے ان کا باطن عین کمال قرب پر واقع ہوتا ہے ہاں جب یہ انوار اپنے ظاہر کو اپنے باطن سے متصل فرماتے ہیں یا بہ الفاظ دیگر ان کا باطن ان کے ظاہر پر طاری ہوجاتا ہے تو ان لمحات میں اس مقام پر انہیں دیکھ کر بڑے بڑے امام امت بھی یہی کہتے ہوئے نظر آتے ہیں

و مات شافعی و لیس یدری...... علیؑ ربہٗ ام ربہ اللہ

کہ شافعی تاحیات یہ فیصلہ نہ کرپایا کہ رب العالمین اللہ جل جلالہ ہے یا نصیری ہی سچ کہتے ہیں

دوستو!-کل میں نے عرض کیا تھا کہ سرِزمین کربلا پر جو واقعہ ہورہا تھا اس میں عام دیکھنے والوں کو حق و باطل کی ایک جنگ نظر آتی ہے خیر و شر کا تصادم نظر آتا ہے

چراغ مصطفوی سے شرار بولہبی ستیزہ کارنظر آتا ہے مگر عارف کی نگاہیں اس واقعے کوایک اور زاویہ سے دیکھتی ہیں وہ کیا دیکھتا ہے؟

وہ دیکھتا ہے کہ میدان طلب و وجد اور محبت وعشق میں کئی عشاق ازل اپنے اصل اعلیٰ کے مرتبۂ کمال کو پانے کی بھرپور جدو جہد کر رہے ہیں اصحاب جاں نثار اپنی اصل اعلیٰ سے واصل ہونے کیلئے بیقرار ہیں خاندان توحید و رسالت علیہ الصلوات والسلام اپنی اصل اعلیٰ سے واصل ہونے کیلئے تڑپ رہا ہے اور دوسری طرف کئی شقیان ازلی اپنی اصل اعلیٰ شقاوت کبریٰ کو پانے کیلئے بھرپور کوشش کر رہے ہیں اور اسفل السافلین تک پہنچنے کی سرتوڑ کوشش کر رہے ہیں یعنی وہاں ہر کوئی اپنے کمال کی طرف مصروف پرواز تھا شر اپنے کمال کی طرف لڑھک رہا تھا اور خیر اپنے کمال کی طرف محو پرواز تھی ہر فرد اپنے ظاہر کو بھول چکا تھا کفار اپنی ظاہری اوقات کو بھلا کر قادر و قہار سے مصروف پیکار تھے اور اصحاب و انصار اپنی بشریت کو فراموش کر کے نورانیت میں جذب میں ہونے کی جدو جہد کر رہے تھے اور خاندان تطہیر کے انوار قدسی علیہم الصلوات والسلام اپنے ظاہر اور اختیارات الٰہیہ کو بھول بھلا کر اپنی حقیقت ازلیہ و ابدیہ کی طرف محو پرواز تھے یہ میدان جنگ نہ تھا بلکہ اپنی اپنی منزل کمال کو پانے کی جولان گاہ تھا...... یہاں میں سب کی بات کروں گا تو بات بڑھ جائے گی ہم صرف امام مظلوم علیہ الصلوات والسلام ہی کو دیکھتے ہیں

امام مظلوم علیہ الصلوات والسلام صبح سے اپنے اصحاب و انصار کو ان کی منزل اعلیٰ تک پہنچانے میں مصروف رہے جیسے ایک ملاح مسافروں سے ایک کشتی بھر کر دوسرے کنارے تک پہنچا آتا ہے پھر واپس آتا ہے دوسرا ''پور'' [مسافروں کی کھیپ] تیار ہوتی ہے پھر وہ انہیں کشتی پر سوار کرتا ہے اور انہیں دوسرے کنارے تک لے جاتا ہے

اسی طرح امام مظلوم علیہ الصلوات والسلام نے پہلی کشتی میں اصحاب وانصار کا ''پور'' بھرا اورانہیں ان کی منزل اعلیٰ تک پہنچایا مگراس دوران پاک خاندان علیھم الصلوات والسلام کے سارے افراد بہت بیقرار تھے کہ ہمیں اپنے اصل اعلیٰ سے واصل فرمایا جائے وہ باربار سفارشیں ڈھونڈ رہے تھے کہ ہمیں جلدی نمبر مل جائے مگر یہ اس ناخدا علیہ الصلوات والسلام کی رواداری تھی کہ وہ پہلے غیروں کو سرفراز فرمارہا تھا اوراپنوں کو تاخیر میں ڈالے ہوئے تھا جیسے کوئی مہمان نواز پہلے کھانا مہمانوں کو پیش کرتا ہے اور گھر والوں کو بعد میں دیتا ہے اسی طرح یہاں امام مظلوم علیہ الصلوات والسلام ایثار فرمارہے تھے اورسعادت ازلی سب سے پہلے مہمانوں کی جھولی میں ڈال رہے تھے اسی طرح بعد میں اپنے پاک گھر کے نوری افراداطہار علیھم الصلوات والسلام کی باری آئی تو ان میں سے جو زیادہ بیقرار تھا اسے سب سے پہلے روانہ فرمایا گیا یہ سلسلہ چلتا رہا...... ظالمین اپنے ظلم کی ذلت سمیٹتے چلے گئے اور مظلومین علیھم الصلوات والسلام اپنے مقام اعلیٰ سے واصل ہوتے چلے گئے

آخر وہ مرحلہ بھی آ ہی گیا کہ جب امام کائنات علیہ الصلوات والسلام بظاہر تنہا رہ گئے اور پاک پردہ دارانِ توحید ورسالت صلوات اللہ علیھن سے آخری بار وداع ہوئے اور میدان کی طرف روانہ ہوئے عاشق ذات اِلٰہیہ کے دل میں عشق کی بے پناہ تڑپ اورزبان مبارک پر یہ اشعار ہیں جوان کے مافی الضمیر کا اظہار فرمارہے ہیں...... فرماتے ہیں

ترکت الخلق طرا فی ھواک　　　و ایتمت العیال لکے اراک

فرمارہے ہیں اے میرے معشوق ازل میں تو تمہارے عشق میں تمہاری طرف محو پرواز ہوں اور پوری کائنات ومافیھا سے اس درجہ بے نیاز ہوکر محو پرواز ہوں کہ

مجھے تو اپنے بچوں کی یتیمی کا خیال تک نہیں ہے تو پھر تو کس لئے مجھ سے حجاب میں ہے ذرا بے حجابانہ میرے سامنے ''آ'' تاکہ میں اپنی ان آنکھوں سے تمہارا دیدار کروں

آوازِ قدرت آتی ہے اے میرے کریم عاشق علیہ الصلوات والسلام آپ میری ملاقات کیلئے اس درجہ بیقرار ہیں تو پھر مجھے فرمایئے میں آپ کو عرش پر اٹھالوں؟

عاشق ذات عرض کرتا ہے یہ تو میری محبت کو نیلام کرنے کے مترادف ہے مجھ سے ملنا ہے تو زمین کربلا سے بہتر کوئی معلیٰ ہے ہی نہیں، اس لئے تمہیں یہاں آجانا چاہیے ......آجاؤ نہ

آواز قدرت آتی ہے میرے عاشق ازل و ابد میں فرماتا ہوں کہ میں آپ کو عرش پہ اٹھالوں اور آپ فرماتے ہیں ہماری محبت کی اس طرح نیلامی نہ کرو آپ یہ کیا فرما رہے ہیں؟

عرض کرتے ہیں اے میرے محبوب ویسے تو تیری ذات بھی ہر جگہ ہمہ وقت موجود ہے اور ہماری ذات بھی ہر جگہ ہمہ وقت موجود ہے بات تو روبرو ہونے کی ہے وہ چاہے عرش معلیٰ پر ہوں یا کربلا معلیٰ پر...... مگر عرش پہ جانا میرے عشق کی توہین ہے میری محبت کی نیلامی بھی ہے اور خلاف قانون بھی ہے لیکن تمہارا فرش پہ ظہور فرمانا اعزاز ہے

آواز قدرت آتی ہے آپ کا عرش پر آنا کس طرح خلاف قانون ہے؟

عرض کرتے ہیں اے میرے محبوب ازل تم بتاؤ تمہارا سب بڑا محبوب و معشوق کون ہے؟ ......فرمایا اے میرے کریم عاشقؑ وہ آپ کے نانا جان صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہیں

عرض کیا خالق جب تو انؐ سے ملاقات کا مشتاق تھا تو اس وقت تو ان کے پاس آیا

تھا یا تو نے انہیں اپنے پاس بلایا تھا؟

فرمایا ہم نے انہیں عرش معلیٰ پہ اپنے پاس بلایا تھا

عرض کیا خالق اب خود دیکھو یہ قانون تمہارا بنایا ہوا ہے کہ جو محبوب ہے وہ اپنے محبّ کے پاس خود آئے جو معشوق ہے وہ اپنے عاشق کے پاس خود چل کر آئے ...... وہاں میرے نانا جان صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تمہارے محبوب ومعشوق تھے اس لئے وہ تمہارے پاس چل کر آئے اب میں معشوق نہیں تم معشوق ہو میں محبوب نہیں تم محبوب ہو قانون بھی تمہارا ہے اب فیصلہ بھی تم ہی سنا دو کہ تمہیں آنا چاہیے یا مجھے؟ ......تو پھر آجاؤ ناں کربلا میں

کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام نے فرمایا اے میرے محبوب پہلے میرے نانا پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے عرش پر جانے کی زحمت فرمائی تھی اب تو فرش پر آنے کی زحمت فرما تا کہ تجھے بھی تو معراج کی سعادت ملنا چاہیے کیونکہ ہمارا معراج تیرا گھر ہے اور تیرا معراج ہمارے گھر میں ہے ہم نے تیرے عرش کو معلیٰ بنایا ہے اب میرے کربلا کو تو معلیٰ بنا دے ...... یہاں آجاؤ ناں ......اسے اپنا گھر سمجھ کر ہی آجاؤ ناں ......

آواز قدرت آتی ہے اے میرے کریم عاشق دیکھو کربلا کا میدان دکھ درد کا میدان ہے، اس میں بہت بڑی ڈسٹربنس (Disturbance) ہے، یہاں عرش کا ماحول بڑا پرسکون ہے، یہاں نور عظمت کے احمریں قالین آراستہ ہیں، یہاں نور جلالت کے اخضری پردے لگے ہوئے ہیں، یہاں کرسئ قدرت آپ کی نشست کی مشتاق ہے، بام عرش پہ لواء الحمد لہرا رہا ہے، نور جبروت سے آراستہ صرادقات عرش ہیں، عرش کے گرد لاتعداد قدسی اور کروبیاں کی صدائے حمد وثنا وتسبیح وتہلیل ماحول کو آپ کے شایان شان بنا دے گی آپ یہاں آجائیں

کریم کربلاعلیہ الصلوات والسلام عرض کرتے ہیں اے بے نیاز ازل وابد آج اپنی بے نیازی مجھے سونپ کر مجھے نیاز مند دیکھنا چاہتے ہو...... ذرا یہ فیصلہ بھی تو فرما دیں کہ کیا نورِ عظمت کے احمریں قالینوں سے میرے جوان بیٹوں اور بھائیوں کے خون کا زمین کربلا پر بچھا ہوا یہ سرخ قالین کم ہے؟

کیا آپ کے نورِ جلالت کے حجاباتِ قہریہ سے میری بہنوں اور بیٹیوں کے خیام کم ہیں؟

کیا بامِ عرش پر لہراتے ہوئے لواالحمد سے میرے عباس علیہ الصلوات والسلام کا ٹوٹا ہوا علم کم ہے؟ ...... کیا صرادقاتِ عرش سے میرے وفادار بھائی کے زمین پر سجے ہوئے بازو کم ہیں؟

تمہاری کرسیٔ نور سے میری یہ مقتل گاہ کم ہے؟

کیا تمہارے قدسیوں اور کروبیاں کی تسبیح و تہلیل سے میری بہنوں اور بیٹیوں صلوات اللہ علیھن کے بینوں کی صدا کم ہے؟

کیا یہ دردانگیر ماحول تمہارے شایانِ شان نہیں ہے؟ ہم تو سب کچھ تیرے راستے پہ لٹا کر بیٹھے ہیں ...... آ جاؤ ناں

بعض عرفائے کرام لکھتے ہیں جب یہ مکالمہ ہوا تو اس وقت شہنشاہ کربلاعلیہ الصلوات والسلام زمین پہ رونق افراز تھے بعض لکھتے ہیں یہ مکالمہ زین ذوالجناح پر ہی ہوا اور امام عشاق ذات علیہ الصلوات والسلام نے جب زین ذوالجناح پر نماز جمعہ ادا فرمائی تو کوچ پہ آخری سجدہ ادا فرمایا اس کے بعد سر اٹھایا تو وحدانیت الکبریٰ کے جلوہ ذات کو مجرداً متجلی پایا تو پھر فوراً سجدہ شکر کیلئے زمین کی طرف جھکے کیونکہ شکر کا افضل ترین سجدہ خاک پر ہی ہوتا ہے اس وقت آپ نے زین چھوڑ دی اور زمین کی طرف

روانہ ہوئے اور خاک کربلا پر اپنی جبین مبارک اس طرح رکھ دی کہ پہلے پیشانی کو زمین پہ رکھا اور فرمایا ''شکر ألك'' اس کے بعد دایاں رخسار خاک پر رکھا اس کے بعد بایاں رخسار خاک پر رکھا اور شکرادا فرمایا

یہ سارے لوگ جانتے ہیں اللہ کا وعدہ ہے کہ☆ و اذ تاذن ربکم لئن شکرتم لازیدنکم...... تم شکر کرو میں اپنی نعمت کو اور بڑھا دوں گا

یہاں شہنشاہ کربلاعلیہ الصلوات والسلام نے شکرادا کیا تجلی ذات وفور پذیر ہوئی اور اس طرح ان کے جسم نورانی پر تجلی ذات کا غلبہ ہوا کہ وہ نور ذات میں مستغرق ہوکر رہ گئے اور انہیں ماسوا اللہ کا ہوش تک نہ رہا گویا ماسوا اللہ کا وجود ذات واجب الوجود میں نابود ہوگیا، ظالمین یہ سمجھے کہ انہیں غش طاری ہوگیا ہے، نعوذ باللہ یہ زخموں سے نڈھال ہوکر بے ہوش ہو گئے ہیں مگر یہ وہ بے ہوشی نہیں کہ جس میں کسی چیز کا ہوش ہی نہ رہے بلکہ یہ ہوش کامل کا ادراک تھا، تکمیل عشق میں انجذاب کے عمل کی وجہ سے یہ کیفیت تھی، حسن اولیۂ ازلیہ میں مستغرق ہونے والی ''خود بے خبری'' تھی، جیسا کہ حسن یوسف کو دیکھ کر زنان مصر میں ''خود بے خبری'' طاری ہوگئی تھی کیونکہ وہ عورتیں عام بشری نسا میں سے تھیں اس لئے انہیں حسن نبوی نے ''خود بے خبری'' طاری کردی تھی مگر عشاق ازل کے انوار اِلٰہیہ میں صرف حسن ازلیہ اِلٰہیہ ہی یہ کیفیت پیدا کرسکتا ہے

دوستو ! - جب شہنشاہ عشاق مبدہ عشق اِلٰہیہعلیہ الصلوات والسلام نے اپنے آئینہ وجود میں اپنی حقیقت اولیہ ازلیہ نوریہ کو متجلی پایا تو اس کے حسن میں جذب ہوکر ایسے مستغرق ہوئے کہ ایک لا متناہی ''خود بے خبری'' طاری ہوگئی اسے بے ہوشی کہنا حسن ازل کی بھی توہین ہے اور مقام عشق حسینیہ علیہ الصلوات والسلام کی بھی توہین ہے

دوستو! - اس حقیقت کو سمجھو! بے ہوشی وہ تھی جو طور پہ جناب موسیٰ علیہ السلام کو ہوئی تھی کیونکہ وہ اس نور کے جلوے کے متحمل نہیں ہو سکے تھے حالانکہ وہ نور ایک کروبی کا تھا جو خود شہنشاہ انبیا صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کے نور ذات کے اسی ہزارویں حصے سے پیدا کیا گیا تھا مگر اس کی تجلی کے متحمل جناب موسیٰ علیہ السلام جیسے صاحب شریعت رسول و نبی نہیں ہو سکے تھے، ادھر اللہ جل جلالہ کا نور ذات ہے اور اپنی جملہ جبروتیوں سمیت سراپا انکشاف بن کر سامنے متجلی ہوتا ہے تو یہاں تحمل ہی تحمل پاتا ہے کیونکہ یہ بھی اسی نور کا حصہ ہے جو اس کا متحمل ہو رہا ہے اس کے سامنے اس کی اپنی اصل اعلیٰ ہی کھڑی ہے

دوستو! - یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ امام عشاق ازل علیہ الصلوات والسلام سے ذات حق پہلے مخفی تھی یا ان کی کوئی غیر ذات تھی بلکہ اس کی مثال اس طرح ہے کہ جیسے بدن میں روح ہوتی ہے یعنی اگر ہم سمجھانے کیلئے یہ کہہ دیں تو شاید آپ سمجھ سکیں کے بلا تشبیہ نور اولیہ سرور یہ ایک جسم کی طرح ہے اور نور ذات الٰہی اس کی روح کی طرح ہے اور اس تجلی کی مثال ایسی ہے جیسے کسی آدمی کے اندر کی روح اس کے سامنے مجسم حالت میں کھڑی ہو جائے اور وہ اس میں مستغرق ہو جائے اسی طرح ہم اس جلوہ گری کو فرض کر سکتے ہیں مگر حقیقت اس سے بہت ارفع و اعلیٰ تھی جسے لفظوں میں بیان نہیں کیا جا سکتا

جناب وفائی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جب ذات واجب الوجود کا نور دشت کربلا میں متجلی ہوا تو شہنشاہ کربلا علیہ الصلوات والسلام نے سجدۂ شکر ادا کرنے کیلئے زین ذوالجناح کو ترک فرما دیا اس کی وجہ یہ تھی کہ جب بھی کوئی سوار کسی محترم ذات کو سامنے روبرو پاتا ہے تو احتراماً سواری سے اتر جاتا ہے اسی طرح نور جل جلالہ کو روبرو پا کر شہنشاہ معظم علیہ الصلوات والسلام نے زین ذوالجناح کو چھوڑ دیا جب آپ نے زین ذوالجناح کو

ترک فرمایا تو اس وقت اللہ جل جلالہ نے بصوت تکلیمی فرمایا

آمد الہامش کہ اے جانان ما

خوں بہائے تست جان جان ما

اس وقت ارشاد قدرت ہوا اے میرے محبوب عاشق اب تو تمہاری دیت کوئی دوسری چیز نہیں ہوسکتی بلکہ مجھ اللہ کی جان ہی تمہارے خون کا معاوضہ ہوسکتی ہے وہی دیت ہوسکتی ہے...... یہی وہ مقام ہے جس کے بارے میں فرمایا گیا تھا

من عشقنی عشقتہٗ ومن عشقتہٗ فقتلتہٗ ومن قتلتہٗ فعلی دیتہٗ ومن علی دیتہٗ فانا دیتہٗ

یعنی جو مجھ پر عاشق ہوتا ہے تو میں بھی اسی پر عاشق ہوجاتا ہوں ...... جب وہ عاشق ہوا تو اس نے اسے منزلِ شہادت کی طرف بڑھایا کیونکہ شہادت کی وجہ کوئی اور نہیں تھا بلکہ وہ خود ہی تھا اس لئے اس خون ناحق کی دیت بھی اسی کے ذمے جاتی تھی ...... اس نے عالم موجود میں دیکھا کہ اس شہنشاہ کربلا علیہ الصلوات والسلام کے خون کا بدلہ اب کیا دوں ؟

جنت کو دیکھا وہ پہلے ہی ان کے پاس موجود تھی اگر موجود نہ بھی ہو تو بھی ساری جنتیں مل کر ان کے ذوالجناح کے ایک زخمی سم کا معاوضہ بننے کی صلاحیت نہ رکھتی تھی چہ جائیکہ وہ ان کی جان اور ان کے خون کی قیمت بن سکنے کی صلاحیت رکھتی

یہاں یہ وضاحت کرنا ضروری ہے کہ معاوضہ یا خون بہا یا دیت وہ چیز بن سکتی ہے جو مقتول کے ورثا کی نظر میں کوئی قیمت رکھتی ہو جیسا کہ عرب میں 80 اونٹ دیت کیلئے مقرر تھے کیونکہ ان لوگوں کی نظر میں اونٹ ایک دولت تھی اسی طرح زرنقد کی حیثیت بھی اسی طرح ہے کہ اگر دیت لینے والوں کی نظر میں اس کی کوئی اہمیت ہوگی

تو وہ لیں گے ورنہ وہ دیت بننے کے قابل نہ ہوگی جیسا کہ اگر کوئی منسوخ کرنسی اٹھا کرلائے تو کیا قبول کرلی جائے گی یا وہ دیت ہوجائے گی ؟

آج جس طرح سائنس ترقی کررہی ہے ممکن ہے کل کوئی ملک سونا اور چاندی بنالے اوراس کی قیمت ایک کانسی یا پیتل کے برابر ہوجائے تو کیا دیت وہی رہے گی جو سابقہ دور میں سونے یا چاندی کی ایک مقررہ مقدار میں دی جاتی تھی ؟

میرے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ دیت وہ چیز قرار پاتی ہے جواس مقتول کے ورثا کیلئے بھی ایک دولت یا قیمتی چیز تصور ہوتی ہو...... اب اس پاک گھر کا معاملہ تو اور ہی مختلف ہے کیونکہ ان کی نظر میں اگرکوئی دولت ہےتو وہ ہے ہی اللہ جل جلالہ اوراس کے علاوہ ان کے سامنے تو دنیا وعقبیٰ کی ہر چیز قطمیر [کھجور کی گٹھلی کی جھلی] کے برابرنہیں ہے اب انہیں کسی خون کے معاوضہ میں دنیا یا عقبیٰ کی کوئی چیز دی بھی جائے توان کیلئے تو وہ ایک رائی برابر قیمت نہیں رکھتی تو پھران کی دیت کیا ہوگی؟ اسی چیز کو دیکھتے ہوئے اللہ جل جلالہ نے عین عدل پرمبنی فیصلہ سنایا اورفرمایا کہ ان کی دیت یعنی ان کے خون کا معاوضہ خود مجھ اللہ کے سوا کوئی ہو ہی نہیں سکتا

اس نے یہ یونہی نہیں فرمادیا بلکہ اس نے فرداً فرداً عرش، کرسی، لوح وقلم وغیرھم سب پر نگاہ ڈالی اوراپنے میزان عدل اِلٰہی میں تول کر دیکھا تو اس کا پورا عالمِ موجوداس جان کی قیمت تو کجا ان کی کسی ایک چیز کا معاوضہ بھی نہیں بن سکتا تھا اس وقت خالق نے آواز دی اے میرے ''محبوب عاشق'' [محبوب کہنا و من عشقنی عشقتہٗ کا تقاضہ تھا کہ جو مجھ پر عاشق ہوتا ہے میں اس پر عاشق ہوجاتا ہوں] فرمایا اے میرے معشوق عاشق اب تو میرے خزانۂ توحید میں کوئی بھی ایسی چیز نہیں ہے جو آپ کے مقدس خون کا معاضہ و دیت بننے کے قابل ہواس لئے اب مجھ اللہ کی جان

کے سوا تیرے خون کا معاوضہ کوئی چیز نہیں بن سکتی تو اسے قبول فرما لے، سبحان اللہ
دوستو! - آپ خود سوچیں کیا جنت اتنی قیمتی ہوسکتی ہے کہ وہ اس پاک گھر کے کسی
پاک فرد کے مقدس خون کا معاوضہ بن سکے؟ یہ جنت تو جناب جون علیہ السلام اور
جناب حر علیہ السلام کے خون کا معاضہ بھی نہیں بن سکتی تو اللہ کے انوار الٰہیہ علیہم الصلوات والسلام
کی جان کی قیمت کیسے بن سکتی ہے؟

یہ عرش، یہ کرسی، یہ لوح وقلم ان کے خون پاک کا معاوضہ قرار دینا اس مقدس خون
کی نیلامی کے برابر ہے بلکہ اس مقدس خون کی توہین ہے اسی لئے اللہ جل جلالہ نے
میزان عدل میں تول کر فیصلہ دیا کہ ان کے خون کی دیت مجھ اللہ کی جان ہی ہوسکتی
ہے

دیت ومعاوضہ

دوستو! - اب ہم ایک منزل اور آگے جاتے ہیں
آپ نے کلام الٰہی میں دیکھا ہوگا اور ہمارے کتب فقہ میں اس کی تفصیل بھی موجود
ہے اس لئے میں اس کے بارے میں زیادہ تفصیل میں نہیں جاؤں گا بلکہ میں یہاں
اتنا عرض کروں گا کہ وَدِیَۃٌ مُّسَلَّمَۃٌ اِلٰی اَھْلِہٖ...... یعنی حکم فرمایا گیا ہے کہ جب بھی
کسی کے خون کا معاوضہ دیا جائے تو اس کے اہل کو دیا جائے یعنی جو بھی مقتول کے
وارثٌ ہوں گے یا جو بھی مقتول کا ولی شرعی ہوگا دیت اسی کا حق ہے اور وہی شرعاً
دیت کا مالک ہے اور اس پر حق تصرف رکھتا ہے وہ دیت کی جو بھی چیز ہو اسے جہاں
چاہے خرچ کرسکتا ہے
اب ایک مرتبہ پھر دیکھیں کہ مقتول وشہید کون ہیں؟ ......شہنشاہ کربلا علیہ الصلوات والسلام

ان کے خون کا معاوضہ اور دیت کیا ہے؟ ......خود اللہ جل جلالہ کی ذات اقدس

اور دیت کا مالک بالتصرف کون ہوتا ہے؟ ......مقتول کا ولی شرعی

اب ہمیں یہاں یہ نتیجہ نکالنے میں کوئی امر مانع نہیں ہے کہ اللہ جل جلالہ کی ذات اقدس امام مظلومیت علیہ الصلوات والسلام کے خون کا معاوضہ ہے اور معاوضے کے مالک ان کے ولی شرعی یعنی امام زین العابدین علیہ الصلوات والسلام ہیں تو پھر اللہ کے مالک یہی جناب ہوں گے یا نہیں؟

جب یہ اللہ کے مالک ہو گئے تو پھر ان کی مرضی اللہ جسے عطا فرمائیں یا نہ فرمائیں کیونکہ جو چیز ملکیت ہوتی ہے اس کی اپنی کوئی مرضی نہیں ہوتی بلکہ مرضی مالک کی ہوتی ہے اب اگر یہ فرمادیں کہ شئنا شاء الله یعنی جو ہم چاہتے ہیں اللہ وہی کچھ چاہتا ہے تو اعتراض کیسا؟ ......اب اس بات کو ہم اور آگے بڑھاتے ہیں

دیکھئے امام مظلوم علیہ الصلوات والسلام کی دیت کے طور پر اللہ جل جلالہ کسے ملا؟ امام زین العابدین علیہ الصلوات والسلام کو ......اس مقام پر کوئی سوچ سکتا تھا کہ اللہ صرف مملکت ولایت کے چوتھے تاجدار علیہ الصلوات والسلام کو ملا ان کے بعد ان کا الوہیت پر حق تصرف ختم ہو گیا مگر ایسا نہیں ہوا کیونکہ جب ہم دیکھتے ہیں تو وہ پتہ چلتا ہے کہ انہیں بھی شہید کر دیا گیا اب اللہ جل جلالہ مملکت ولایت کے پانچویں تاجدار علیہ الصلوات والسلام کو دو حوالوں سے اللہ جل جلالہ ملا ایک تو بابا پاک کی وارثت میں اور ایک ان کی دیت کے طور پر اسی طرح ہم مملکت ولایت کے گیارہویں تاجدار جناب ابو محمد حسن العسکری علیہ الصلوات والسلام تک دیکھتے ہیں تو سارے شہید نظر آتے ہیں اس طرح ان کے بعد اللہ کا وارث کون ہوا؟ ...... ہمارے شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰهُ فَرَجَهُ الشَّرِیْف

اس طرح ان سارے اوصیائے اطہار علیہم الصلوات والسلام کے جو ناحق خون بہائے گئے

سب کے ولی شرعی کون ہوئے ؟ ...... ہمارے شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف اب یہ کہنے میں تو کوئی ہرج نہیں ہوگا کہ میں کہہ دوں کہ اس دور میں اللہ کے مالک و وارث ہمارے شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف ہیں اسی لئے ان کا ایک نام اقدس ہے

جناب ولی الاوصیا عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف

دوستو! - اب یہ بھی ثابت ہوا کہ جملہ اوصیائے اطہار علیہم الصلوات والسلام شہید ہیں اور یہ بھی ثابت ہوا کہ اس گھر کے ہر شہید کی دیت اللہ جل جلالہ آپ ہے اور اب یہ بھی ثابت ہے کہ اس دور میں سارے اوصیائے اطہار علیہم الصلوات والسلام کے ولی شرعی ہمارے شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف ہیں ...... یہ ساری باتیں وہ بدیہی باتیں ہیں جو ہر آدمی سمجھ سکتا ہے، یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ استقرا و استخراج کا میدان بہت وسیع ہوتا ہے اگر ہم اس میں سفر شروع کر دیں گے تو بہت سے ناگفتنی نتائج بھی سامنے آئیں گے

اب اس میدان کی وسعت کی ایک جھلک آپ کے سامنے پیش کرتے ہوئے آگے بڑھوں گا

( ) قانون دیت یہ ہے کہ دیت ہمیشہ ورثا کو دی جاتی ہے جو بھی وارث ہوگا وہی دیت کا مالک ہوگا اولین و آخرین کے قتل وخون کے وارث ہیں ہمارے شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف اب یہ تو ماننا ہوگا کہ اللہ ان کی جو بھی دیت دے گا اس کے مالک ہمارے شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف ہی ہوں گے ...... اب یہ بھی آپ کو معلوم ہے کہ ان شہدا کی دیت تو خود اللہ ہی ہے اب دیت جو بھی مقرر ہوگی اس کا وارث ہمارا مالک ہوگا ...... اب دیت اللہ ہے تو اللہ کا وارث و مالک کون ہوگا ؟

( ) دوستو! - دیت احسان نہیں ہوتی حق ہوتا ہے اب یہ بھی ماننا پڑے گا کہ اللہ

ﷻ نے انہیں اپنی مرضیاں سونپ دی ہیں تو یہ اس کا احسان نہیں یہ ان کا حق تھا جو انہیں دیا گیا ہے ......اگر وہ ایسا نہ کرتا تو اس کی عدل پہ حرف آتا تھا

( ) دیت مشروط نہیں ہوتی ہمیشہ غیر مشروط ہوتی ہے یعنی دیت کا مالک اس بات کا پابند نہیں ہوتا کہ وہ دیت کو کہاں کہاں خرچ کرے گا ......اور نہ دیت دینے والا دیت لینے والے پر کوئی شرط یا پابندی لگا سکتا ہے کہ یہ دیت تم فلاں فلاں مصرف میں صرف کر سکتے ہو یا کسی کو مفت میں نہیں دے سکتے یا فلاں قسم کے آدمی کو نہیں دے سکتے اس طرح کی کوئی شرط دیت میں نہیں ہوتی بلکہ جسے دیت مل جاتی ہے وہ اس کا مالک بالتصرف ہوتا ہے جہاں جہاں اس کا جی چاہے جس جس طرح اس کا جی چاہے اسے خرچ کر سکتا ہے یہ اس کی مرضی ہے کہ وہ دیت کی چیز کسی عالم کو اس کے علم کے حوالے سے دے یا کسی مزدور کو اس کی مزدوری میں دے دے یا کسی بھیک مانگنے والے کو بغیر استحقاق کے دے دے، یہ وہ قانون ہے جسے نہ دنیا کا کوئی قانون روک سکتا ہے اور نہ ہی اللہ ﷻ اسے روک سکتا ہے کیونکہ یہ اس کی ملکیت ہے اس پر کوئی شرط عائد نہیں ہوسکتی پھر دیکھیں ہمارے شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف کو اللہ ملا ہے دیت میں اب ان کی مرضی جسے چاہیں اللہ عطا فرمادیں جسے چاہیں نہ دیں اب کون جبر کر سکتا ہے ...... اب اگر کسی نے اللہ کو پانا ہے تو پھر اس در پہ آنا پڑے گا کسی اور در سے اللہ نہ ملے گا

( ) دوستو! - یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ دیت جو بھی مقرر ہو اس کے متعلقات متصلہ پر بھی مالک کا تصرف اور اختیار رہوتا ہے جیسا کہ اگر دیت اسی 80 اونٹ مقرر ہیں تو ان کے گوشت پوست اون بعد والی اولاد غرض ہر وہ چیز جو ان اونٹوں کی ملکیت ہوگی اس کا مالک وہ ہو جائے گا جو صاحب دیت ہوگا ......اس سے یہ ثابت ہوا کہ

اللہ جل جلالہ دیت کے طور پر ہمارے شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف کو ملا ہے تو اس کی جتنی ملکیت ہے اس کے مالک بھی ہمارے شہنشاہ زمانہ ہی ہوں گے ...... اب یہ سوچنا آپ کی بات ہے کہ اس کی ملکیت میں کیا کیا ہے

( ) دوستو ! - یہ تو آپ سمجھ چکے ہیں کہ دیت کا مالک جو بھی ہوگا اسے حق حاصل ہے کہ وہ دیت کو جہاں چاہے صرف کرے جس طرح چاہے خرچ کرسکتا ہے جیسا کہ دیت کے اونٹوں کا مالک چاہے تو بیچ دے ذبح کرے یا کسی کو بخش دے دیت پر اسے پورا حق حاصل ہوتا ہے ...... اس بات سے بھی کئی نتائج مستخرج ہوتے ہیں

( ) دوستو ! - یہ بھی آپ جان چکے ہیں کہ جو چیز ملکیت ہو جاتی ہے یعنی دیت میں جو چیز بھی ملے اس کے اختیارات بھی اس کے مالک کے ہو جاتے ہیں جیسا کہ دیت کے اونٹوں کے ذاتی اختیارات ان کے مالک کے ہاتھوں میں ہوتے ہیں چاہے جسے بخش دے اونٹ کو اعتراض کا کوئی حق نہیں رہتا ...... اس سے بھی کچھ نتائج مستخرج ہوتے ہیں وہ بھی خود ہی نکال لینا

( ) دوستو ! - یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اگر کسی نے دیت سے استفادہ کرنا ہے ہو تو اسے مالک ہی سے اسے لینا لازم ہوگا جیسا کہ دیت میں ملنے والے اونٹ سے کوئی شخص کام لینا چاہتا ہے تو اسے مالک کی اجازت لینا ضروری ہے اس بات سے بھی کئی نتائج نکل سکتے ہیں وہ بھی خود ہی نکال لیں میں تو صرف استخراج کے میدان کی وسعت کے بارے میں عرض کررہا ہوں

( ) دوستو ! - یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ مالک کی اجازت کے بغیر کوئی دیت کی چیز سے استفادہ کرتا ہے تو وہ اس پر حرام ہوتا ہے چاہے دیت میں ملنے والے اونٹ پر حج ہی کیوں نہ کیا جائے تو وہ حج بھی باطل ہے ...... اس مسلمہ سے بھی کئی نتائج مستخرج

ہوتے ہیں ...... وہ نتائج بھی آپ نکال سکتے ہیں

( ) دوستو! ۔کبھی کسی نے یہ بھی سنا ہے کہ کوئی شخص کہے کہ میرے گھر میں اونٹ تو آ سکتے ہیں مگر مالک کو میں نہیں آنے دوں گا

( ) دوستو! ۔اگر کوئی شخص کہے کہ ملکیت کے ذکر سے نماز باطل نہیں ہوتی مگر اس کے مالک کے ذکر سے ہوتی ہے امیر کائنات علیہ الصلوات والسلام کی تلوار کے ذکر سے نماز باطل نہیں ہوتی مگر ان کے ذکر سے باطل ہوتی ہے یہ بات کتنی عجیب ہوگی؟

دوستو! ۔ یہ بھی یاد رہے کہ اگر اللہ جل جلالہ کا ذکر بھی ان کی اجازت کے بغیر نماز میں کیا جائے گا تو وہ مال غیر میں ناجائز تصرف کے مترادف ہوگا کیونکہ اللہ جل جلالہ کا ذکر بھی انہی کی ملکیت ہے

دوستو! ۔ یہاں ایک بات کرتا چلوں کہ قرآن کی سورہ حدید میں امیر کائنات علیہ الصلوات والسلام کی ذوالفقار کا ذکر موجود ہے کہنے والے کہتے ہیں قرآن پڑھنے سے نماز باطل نہیں ہوتی تو اس کا مقصد یہی ہوا کہ مالک کا ذکر مبطل ہے اور ملکیت کا ذکر درست ہے ...... کہنے والے کہتے ہیں کہ اللہ جل جلالہ کا ذکر نماز میں واجب ہے اور اگر قانون دیت سے دیکھا جائے تو وہ بھی ایک حوالے سے ان کی ملکیت قرار پاتا ہے یہ میں نہیں کہہ رہا حدیث قدسی اسے دیت بناتی ہے اور باقی بات فقہ کرتی ہے اب اس کا ذکر تو نماز میں داخل نہ ہو تو نماز باطل ہے اور اس کے مالک کا ذکر کیا جائے تو نماز باطل ہے یہ کیا منطق ہے؟

( ) دوستو! ۔ اگر کوئی کہے کہ مالک کا واسطہ دے کر ان کی ملکیت سے کچھ طلب کرو مالک سے کچھ طلب نہ کرو تو کیا لوگ اس پر نہیں ہنسیں گے یعنی کوئی امیر کائنات علیہ الصلوات والسلام کی کسی چیز سے کچھ مانگے تو کوئی اعتراض نہ ہو اور ان سے کچھ مانگ لے

تو فتوے لگ جائیں تو یہ بھی جائے تعجب نہیں ہے؟

ہمارا ہر روز کا مشاہدہ ہے کہ ہر محتاج انسان کسی صاحب ثروت سے مدد طلب کرتا ہے تو اللہ کا واسطہ دیتا ہے یعنی مدد انسان سے طلب کرتا جو چیز مانگتا ہے وہ انسان ہی سے مانگتا ہے مگر واسطہ اللہ کا دیتا ہے، مگر آج کہنے والے کہتے ہیں کہ پاک خاندان علیہم الصلوات والسلام سے کچھ طلب نہ کرو یہ شرک ہے ہاں اللہ کو ان کا واسطہ دو اور مانگو اللہ سے، کیا یہ الٹی گنگا نہیں بہہ رہی ہے؟

( ) دوستو! - یہ چند چیزیں میں نے استخراج کی وسعت کی طرف اشارہ کرنے کیلئے بیان کر دی ہیں کیونکہ میدان استخراج بہت وسیع ہے میں یہاں اس کے بارے میں کلی طور پر کچھ عرض نہیں کرنا چاہتا کیونکہ یہ بات میرے موضوع سے خارج ہے

دوستو! - یہاں ایک ممکنہ غلط فہمی کا ازالہ بھی کرتا چلوں کیونکہ میں نے یہ عرض کیا ہے کہ اللہ کے مالک شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰهُ فَرَجَهُ الشَّرِيْف ہیں اس سے کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ سب کا مالک تو اللہ جل جلالہ ہے وہ کسی کی ملکیت نہیں ہوسکتا اور جو اس کے کسی ملکیت کہے وہ قابل فتویٰ ہے......

دوستو! - بات یہ ہے کہ عرفائے کرام رضوان اللہ علیہم فرماتے ہیں کہ جس طرح ایک غلام اپنے مالک کی ملکیت ہوتا ہے اسی طرح مالک بھی اپنے غلام کی ایک طرح سے ملکیت ہوتا ہے کیونکہ جب مالک اسے کہتا ہے کہ یہ میرا غلام ہے تو وہ ایک طرح سے اسے اپنی ملکیت بتا رہا ہوتا ہے اسی طرح جب کوئی غلام کہتا ہے کہ یہ میرا مالک ہے تو وہ ایک طرح سے اپنی عبدیت کے حوالے سے اسے اپنی ملکیت ثابت کر رہا ہوتا ہے یہ عبد و معبود کا جو رشتہ ہے اس میں دونوں طرف کی ملکیت کا تصور جب تک نہ ہو یہ تعلق کامل نہیں ہوتا اسی لئے جب ہم یہ کہتے ہیں کہ ''اے میرے اللہ'' ......تو یہ لفظ

میرے کی نسبت اسے ہمارا بنا دیتی ہے اور کوئی چیز ہماری ہوگی تو اس میں ہماری ملکیت کا تصور ضرور ہوگا ...... لیکن ہم جب کہتے ہیں وہ ہمارا اللہ ہے تو ہماری بات سو فیصد یقینی نہیں ہوتی جب اس کے انوار ذات اسے اپنا کہتے ہیں یا وہ ذات واجب الوجود خود کو جنکا فرماتی ہے تو وہ عبدیت کے اس مقام پر یقینی طور ہوتے ہیں کہ جہاں وہ اپنے مالک کو اپنے ملکیت کہہ سکتے ہیں

دوستو! - آیئے ہم سب مل کر دعا کریں کہ ان مظلومیت کا اختتام جلدی ہو اور اللہ جل جلالہ کی حکومت ابدی کا قیام جلدی ہو اور ہمار شہنشاہ زمانہ اپنی جد اطہر پہ ہونے والے سارے مظالم کا قرضہ پوری طرح امت ملعون سے وصول فرمائیں

آمین یا رب العالمین

یا رب محمدؐو آل محمدؐ صل علیٰ محمدؐ و آل محمدؐ و عجل فرجهم بقائمهمؑ
عجل الله فرجه الشريف و صلوات الله عليك

يا هو يا من هو لا هو الا هو الحی القيوم يا هو يا من لا يعلم ماهو الا هو الحی القيوم العلی العظيم
يا مولا كريم عجل الله فرجك وصلوات الله عليك

عجل الله فرجه الشريف و صلوات الله عليه

الحمد لله رب ا لعالمين و صل علیٰ محمدؐ و آلہٖ اجمعين خصوصاً علی حجة الله فی العـالـمين عجل الله فرجه الشريف وآبائه المعصومين وامهاته الطاهرين الطيبين صلوات الله عليهم اجمعين و لعنة الله علیٰ اعدائهم من يوم الازل الی يوم الدين

اے طالبانِ صراط مستقیم

اس دنیا میں انسان اپنے معاملات میں بہت زیرک ہوتا ہے اور اپنے دنیاوی امور کے معاملے میں یہ بہت دور اندیش ہوتا ہے اور اس میں ایک فی صد بھی خطرہ مول لینا نہیں چاہتا حتیٰ کہ خود خالق اکبر پر بھی بھروسہ نہیں کرتا بلکہ اپنے امورِ دنیا کو خود اپنی ذات پر منحصر سمجھتے ہوئے ذرا بھر غفلت نہیں کرتا یہ علیحدہ بات ہے کہ وہ اپنے فائدے اور نقصان کو نہ پہچان سکے یا اس کی قوت فیصلہ درست نہ ہو مگر یہ دنیاوی امور میں ہمیشہ فائدہ ہی فائدہ ڈھونڈتا رہتا ہے، لیکن یہ بھی عجیب بات ہے کہ جب یہی زیرک انسان اپنی آخرت کے امور میں مصروف عمل ہوتا ہے تو پھر ہزاروں خوش فہمیوں کو اپنے اوپر مسلط کر لیتا ہے اور خوش اعتقادی کے نام پر بے جا غفلت، سہل انگاری، سستی، تن آسانی اور تن پروری کا مظاہرہ کرتا ہے اور اس میں وہ بے جا توقعات اور خالق و مالک ذات پر بڑے اعتماد کا اظہار کرتا ہے اور اس کی ہر بات سے پتہ چلتا ہے کہ یہ تو پوری طرح خالق و مالک ذات پر توکل کرتا ہے یہ تو

پکا مسلمان ہے مگر اس کی ان باتوں کے پیچھے کوئی بڑا عقیدہ نہیں ہوتا بلکہ امور آخرت میں اس کی بے یقینی اور عدم ایمان ہی کارفرما ہوتا ہے
آپ کسی آدمی کو دیکھیں جو کاشتکار ہو اور کاشت کا موسم ہو تو وہ ادھار لے کر بھی اپنی فصل کاشت کرتا ہے اور اپنی زمین کو خالی نہیں چھوڑتا اپنے گھر کے دانے اٹھا کر مٹی میں رول دیتا ہے کیونکہ اسے یقین ہے کہ اس کا ایک ایک دانہ کئی گنا بڑھے گا وہ ایک خرچ کر رہا ہے تو ہزار نہیں تو سو تو ضرور ملیں گے اس لئے وہ اس انوسٹ منٹ (Investment) سے نہیں جھجکتا بلکہ اس میں زیادہ سے زیادہ خرچ کرنا چاہتا ہے مگر جب آخرت کے امور میں اسے کچھ خرچ کرنا ہوتا ہے تو وہ اسے اس طرح خرچ کرتا ہے کہ جیسے یہ کوئی غیر منافع بخش چیز پر خرچ کر رہا ہو بلکہ آج تو صورت حال یہ ہے کہ جو حقوق اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ نے انسان پر واجب قرار دیئے ہیں انہیں بھی ادا نہیں کرنا چاہتا بلکہ حقوق اللہ اور حقوق العباد کو کوئی شخص ادا کرنا ہی نہیں چاہتا اور اگر کوئی ادا کرتا بھی ہے تو وہ انہیں تاوان یا جرمانے کی طرح ادا کرتا ہے اور اس میں بھی وہ ایسے مذہبی اجارہ داروں کی تلاش میں رہتا ہے کہ جو زیادہ سے زیادہ اسے رعایت اور چھوٹ دیں تاکہ اس کا ایک ایک پیسہ بچ جائے اور انسان کو اگر کوئی عالم ربانی یہ حکم دے کہ تمہارے ذمے ایک ہزار روپیہ بنتا ہے اور دوسرا عالم یا مسجد کا مولوی کہہ دے کہ میاں ان عالم ربانی صاحب کو اس میں اشتباہ ہوا ہے تمہارا ایک روپیہ کم بنتا ہے تو انسان فوراً اس مسجد کے مولوی کی بات کو درست مان لے گا کیونکہ اس نے ایک روپیہ کی اسے رعایت دی ہے یہ اس چھوٹے مولوی کو اس بڑے عالم پر ترجیح دے دے گا کیونکہ یہ تو چاہتا ہے کہ کسی طرح وہ مومن کامل بھی بنا رہے اور اس کا خرچ بھی کم سے کم ہو دنیاوی طور پر اس کا کوئی خرچ نہ ہو

میں ایک مغربی ماہر اخلاقیات کی کتاب پڑھ رہا تھا اس میں اس نے ایک بہت خوبصورت بات کہی جو ہمارے نفسیاتی رویوں کی عکاسی کرتی تھی اس نے کہا ہم یہ سمجھتے ہیں کہ دنیا اور آخرت دونوں جہاں صرف صاحبان دولت کے ہیں کیونکہ جو صاحبِ ثروت ہوتا ہے وہ اپنے آغاز جوانی سے عیاشی میں مبتلا ہو جاتا ہے اور اپنی عیاشی پر بے تحاشہ دولت اڑاتا ہے اسی طرح وہ اس دنیا کی عیاشی کے بھرپور مزے لیتا ہے اور جب بوڑھا ہو جاتا ہے اور عیاشی کرنے کے قابل ہی نہیں رہتا اور اس کی صحت عیاشی کی اجازت نہیں دیتی تو پھر وہ اپنی دولت کا ایک معمولی سا حصہ کسی چرچ یا مندر یا مسجد کو دے دیتا ہے یا خود ہی کوئی عبادت گاہ بنوا دیتا ہے یا کسی مذہبی ادارے کی مدد کر کے جنت کا گھر بھی مول لے لیتا ہے گویا اس کے دونوں ہاتھوں میں لڈو ہوتے ہیں

حقیقت یہ ہے کہ اس کا مقصد صرف اور صرف عیاشی ہوتی ہے اور وہ دولت کے بل بوتے پر اس دنیا میں بھی عیاشی کرتا ہے جب یہاں کی عیاشی کے قابل وہ نہیں رہتا تو پھر جنت کے حوران وغلمان کو اپنی عیاشی کا نشانہ مشق بنانے کیلئے دولت خرچ کر کے عیاشی کیلئے جنت کا ایک گھر بک کروانے کی کوشش کرتا ہے

دوستو! - اگر ہم اس کی ان باتوں کو دیکھیں تو پتہ چلتا ہے کہ اس نے ہمارے ذہنوں کی خوب ترجمانی کی ہے کہ ہم اس دنیا میں بھی عیاشی کرنا چاہتے ہیں اور جب تک ہم اس دنیا کی عیاشی کے قابل رہتے ہیں تو اس وقت تک ہم آخرت پر یقین ہی نہیں رکھتے اور جب ہم یہاں کی عیاشی کے قابل نہیں رہتے اور موت ہمارے سامنے اپنے مکروہ جبڑے کھول کر کھڑی ہو جاتی ہے تو پھر اگلے جہان کی عیاشی کی سوچتے ہیں کہ عیاشی کی رہی سہی کسر ہم وہاں نکالیں گے

دوستو! - میں عرض کر رہا تھا کہ انسان اپنی اس دنیا کے کسی معاملے میں فائدے کا کوئی ایک پوائنٹ(Point) بھی مس نہیں کرنا چاہتا لیکن آخرت کے معاملے میں لا پرواہی کا بھرپور مظاہرہ کرتا ہے اور مالی واجبات کی ادائیگی کو اپنے لئے اذیت آمیز تاوان سمجھتا ہے، حالانکہ یہ ساری چیزیں خود انسان کا تزکیہ کرتی ہیں جیسا کہ فرمایا گیا ہے کہ لوگ تزکیہ نفس کو ریاضات میں تلاش کرتے ہیں مگر اس کی اصل بنیاد تزکیۂ مال میں ہے ......خمس و زکواۃ کو اسی لئے فروعات میں شامل کیا گیا تھا کہ اس سے انسان کا تزکیہ ہوتا ہے انسان ان کی ادائیگی کی وجہ سے پاک ہوتا ہے اور اس طرح غرباء کی بحالی بھی ہو جاتی ہے

خمس

دوستو! - شیعہ خیرالبریہ اثنا عشریہ مذہب میں زکواۃ کے بعد خمس کو واجب قرار دیا گیا ہے اب یہاں یہ بھی عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں یہ صرف سادات کا حصہ ہے جیسا کہ قرآن کریم میں فرمایا گیا ہے کہ

☆واعلموا انما غنمتم من شیءٍ فان للہ خمسہٗ و للرسول ولذی القربیٰ و لیتامیٰ و المساکین وابن السبیل......

اس سے پہلے کہ میں اس کا ترجمہ کروں یا اس پر تبصرہ کروں اس کے بارے میں کچھ ابتدائی معلومات دینا ضروری سمجھتا ہوں اس آیت کے نزول کی وجہ یہ ہے کہ اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے جس میں کسی بھی حالت و کیفیت وصورت کے لوگوں کو نظر انداز یا اگنور (Ignore) نہیں کیا گیا بلکہ جملہ شعبہ ہائے حیات اور صورت و حالتِ حیات کے لوگوں نے اسلام میں شامل ہونا تھا اور جملہ طبقات کے

لوگوں نے دائرہ اسلام میں داخل ہونا تھا اس لئے اسلام ایک جامع طرز حیات ہے اور اس میں معاشی ، معاشرتی ، عمرانی ، اقتصادی اصولوں کا ہونا ضروری تھا تا کہ یہ جملہ امور میں کفایت کر سکے اور اس سے جملہ طبقات حیات و انسانیت کے لوگ استفادہ کرسکیں اس میں حقوق اللہ سے لے کر حقوق جار [ہمسایہ] تک کسی کو بھی فراموش نہیں کیا گیا یعنی ایک فرد سے لے کر جماعت اور جماعت سے لے کر ملک اور ملک سے لے کر پورے گلوبل ویلج (Global Village) تک کی ہر چیز کیلئے قوانین و اصولِ قوانین (Basic Principle of Laws) [بیسک پرنسپل آف لاز] تک کو بیان فرمایا گیا ہے یہاں میں ان سارے پہلوؤں پہ روشنی تو نہیں ڈال سکتا صرف اتنا عرض کروں گا کہ اسلام کے سامنے جو سب سے اولین ترجیح یا پریارٹی (Priority) تھی وہ تھی انسانیت اور انسانیت کی حساس ترین شکل غریب انسانیت کی غربت ہے اس لئے امیروں سے زیادہ اسلام نے غریب کو سامنے رکھا اور اس کی غربت کو مرکزیت عطا فرمائی جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ ہسپتال کا اہم ترین فرد مریض ہوتا ہے اسی طرح دین میں اہم ترین فرد غریب ومفلس و نادار طبقہ ہوتا ہے اور یہ بھی ایک تاریخی حقیقت ہے کہ جس مذہبی جماعت میں امرا پرستی شروع ہو جائے وہ مذہبی جماعت سب سے پہلے اخلاقی طور پر کنگال ہوتی ہے اور اس کے بعد وہ ایک نمائشی دینی جماعت بن جاتی ہے اس میں سے روح مذہب نکل جاتی ہے اور اس کی روحانیت فنا ہو جاتی ہے

یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اس دنیا کے رائج الوقت جتنے سسٹم موجود ہیں اس میں ارتکاز مال چند افراد کے گرد ہوتا رہتا ہے اور اس کی وجہ سے امیر امیر سے امیر تر ہوتا جاتا ہے تو دوسری طرف غریب ’’غریب سے غریب تر‘‘ ہوتا جارہا ہے اور

اس جدید دور میں بھی وسائل مخصوص ہاتھوں میں ہیں اور وہ استحصالی طبقہ نادان اور کم فہم انسانوں کو اپنی ملکیت بنائے ہوئے ہیں اور یہی حقیقت تھی کہ جس کی وجہ سے سوشلزم و کمیونزم کو مقبولیت حاصل ہوئی کیونکہ اس میں بھی حقوق ذات کا خیال نہ رکھا گیا تھا اس لئے وہ بھی ناکام ہوگیا اب میں یہاں سوشلزم کی ناکامی کے وجوہات تو بیان نہیں کروں گا ہاں یہ بات ضرور عرض کروں گا کہ اس کی ناکامی کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ جو لوگ انقلاب لائے تھے اور انہوں نے عوام کو اقتدار و اختیارات میں شامل کر کے ہر ڈیکٹیٹر (Dictator) سے نجات دینا تھی وہ یہ بات بھول گئے کہ کہیں وہ خود تو ڈیکٹیٹر (Dictator) نہیں بن رہے

ایک حکایت ہے کہ ایک آدمی کی بکری کو بھیڑیا اٹھائے جارہا تھا اور وہ مدد کیلئے چلا رہی تھی اس وقت اس کا مالک بھاگا اور اسے بھیڑیے سے چھڑا لیا پھر اس نے بکری کی حالت دیکھی تو پتہ چلا کہ وہ کافی زخمی ہے تو اس نے اس کی گردن پر چھری رکھ دی، اس وقت بکری نے کہا مالک تو نے مجھ پر احسان کیا اور مجھے بھیڑیئے سے چھڑا لیا مگر کام تو تو بھی وہی کر رہا ہے جو وہ کر رہا تھا وہ بھی مجھے مارنا چاہتا تھا اور تو بھی مار ہی رہا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ تمہیں میری ذات سے کوئی دلچسپی نہ تھی بلکہ تو اور بھیڑیا دونوں کی نگاہ میرے گوشت پر تھی جو تم دونوں کھانا چاہتے تھے

یعنی اکثر لوگ غریبوں کو ایک ظالم سے نجات دینے کے بعد ان پر خود ٹوٹ پڑتے ہیں جس کی وجہ سے اکثر انقلاب ناکام ہوئے ہیں ...... اور اسلام کا یہ اصول ہے کہ اس میں مرکزی شخصیات و افراد غریب ہی ہوتے ہیں اور حکم بھی یہی ہے کہ جب آپ کسی بھی ملک میں تبلیغ کیلئے جائیں تو سب سے پہلے آپ غریبوں میں تبلیغ کریں کیونکہ اسلام غریب انسان کی بحالی کا حکم دیتا ہے اور اسی لئے اللہ نے اپنی عبادت

خاص کے ساتھ سینکڑوں مقامات پر غریب کے حق کا اپنی عبادت کی طرح ذکر کیا ہے اور فرمایا ہے اقیموا الصلواۃ و آتوالزکواۃ بار بار نماز اور زکواۃ کو برابر اور متصل بیان فرمایا ہے

حکومت اسلامیہ میں اللہ ﷻ نے غرباء میں دو اقسام پائے اس میں ایک طبقہ تو تھا عام مسلمانوں کا، اللہ ﷻ نے ان کی بحالی کیلئے زکواۃ کا حکم دیا کہ ہر صاحبِ نصاب زکواۃ ادا کرے اور غرباء پر اسے تقسیم کیا جائے اسے تو اس طرح واجب قرار دیا کہ جیسے اس نے اپنی عبادت کی تاکید فرمائی اس کی بھی تاکید فرمائی مگر یہ تو اس طرح تھا جیسے انسان کسی جانور کو حلال و ذبح کرتا ہے اور ذبح کئے بغیر تو مال ہی حرام ہوتا ہے اسی طرح زکواۃ کے بغیر مال ہی حرام رہتا ہے اب کارِ خیر میں استعمال تو اس کے بعد ہونا ہے کیونکہ اس سے قبل تو مال اس قابل ہی نہیں تھا کہ اسے کارِ خیر میں لگایا جاسکے ہاں زکواۃ کی ادائیگی کے بعد وہ حلال ہوا ہے ہاں اب اگر کوئی اس سے نیک کام کرتا ہے مومن بھائی کی مدد کرتا ہے یا غریبوں کے رفاہی کام کرتا ہے تو اب قابل جزا ہوگا ورنہ اس کے بغیر تو ایسے ہی تھا کہ جیسا کوئی طبعی موت مرنے والی حرام و مردار گائے اللہ کے نام پر خیرات کردے یا غربا پر تقسیم کر کے جنت کی امید بھی رکھے

جب تک مال پاک نہ ہو صدقات اور دیگر امورِ خیر میں خرچ کرنا بے سود ہوتا ہے بلکہ مزید گنہگار رہنا تا ہے

اسلام کے دائرے میں غریبوں کا جو دوسرا طبقہ تھا وہ سادات کا تھا اسے اللہ ﷻ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کے احترامِ نسل کی وجہ سے معزز و مکرم فرمایا اور ان پر صدقات کو حرام قرار دیا کیونکہ زکواۃ بھی ایک صدقہ ہی تھا اس لئے وہ لوگ جو

آل رسولؐ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم میں سے تھے وہ اس سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے تھے اگر اللہ جل جلالہ ان کی بحالی کیلئے کوئی چیز فرض نہ کرتا تو یہ خلافِ عدل تھا کہ ایک طرف کسی عام امتی کے بارے میں اتنی تاکید فرمائی کہ اسے اپنی عبادت کے ساتھ یاد کیا گیا دوسری طرف آل رسول صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم پر خود ہی زکواۃ اور صدقات کو حرام قرار دیا اور ان میں سے جو غریب ہوں ان کی مدد کیلئے کوئی ''مد'' مقرر نہ کی یہ بات خلافِ عدل تھی اس لئے خالق نے غریب سادات کی امداد کیلئے پوری امت کو حکم دیا

☆واعلموا انما غنمتم من شیءٍ فان لله خمسهٗ و للرسول ولذی القربیٰ و لیتامیٰ و المساکین وابن السبیل......

کہ تم لوگوں نے اپنی کمائی کا پانچواں حصہ دینا ہے اس میں خالق نے اس خمس میں شریک افراد کا ذکر بھی کیا ہے جیسا کہ آیت میں بیان ہوا ہے کہ اس میں ذی القربیٰ آل رسول صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم ہیں اور ان کے جو یتیم ہوں یا مسکین ہوں یا سادات میں سے جو کوئی مسافر ہوں(1) اس کے بعد خمس کے بارے میں یہ بھی آگاہ فرمایا کہ اس میں کس کس کا کتنا حصہ ہے

﴿غَنِمتُم﴾

دوستو! - اس آیت میں کئی لوگوں نے لفظ غنمتم کے معنی مالِ غنیمت کے لئے ہیں مگر یہ درست نہیں ہے کیونکہ اللہ جل جلالہ نے ایک اور مقام پر اس کی وضاحت فرمائی ہے کہ اس میں غنمتم کے معنی کسبتم ہے یعنی اپنی کمائی کا پانچواں نہ کہ مال غنیمت کا کہ جو جنگوں کی صورت میں حاصل ہوتا ہے جیسا کہ ارشاد ہے

(1) یہاں لفظ ابن سبیل کے بقدر ضرورت لفظی معنی بیان کئے ہیں ورنہ عرفانی معانی جو ہیں وہ تو میں پہلے ہی اسم سبیل عَجَلَ اللّٰهُ فَرَجَهُ الشَّرِيْف کے ضمن میں بیان کر چکا ہوں

☆فکلوا مما غنمتم حلالًا طیباً و اتقوا الله ان الله غفور رحیم

تم لوگ جو بھی کماؤ یا پاؤ اس میں سے حلال وطیب کھاؤ اور تقویٰ اختیار کرو کیونکہ حلال خوری کی تاکید عام ہے اس لئے غنیمت کیلئے مخصوص نہیں سمجھی جاتی اور اس آیت میں غنمتم سے غنیمت کی بجائے کل کمائی مراد لی جاتی ہے

﴾ اطلاق خمس ﴿

عبداللہ بن سنان سے حضرت امام جعفرؑ صادق علیہ الصلوات والسلام نے فرمایا تھا

کل امرء غنم او اکتسب الخمس مما اصاب لسیدة صلوات الله علیها ولمن یلی امرها من بعدها من ذریتها الحجج علی الناس فذلك لهم خاصة یضعونه حیث شاؤوا و حرم علیهم الصدقة حتی الخیاط یخیط قمیصاً بخمسة دوانیق فلنا منه دانق الامن احللناه من شیعتنا تطیب لهم الولادة انه لیس من شی ء عند الله یوم القیامة اعظم من الزنا انه لیقوم صاحب الخمس فیقول یارب سل هؤلاء بما ابیحوا

ہر آدمی جب کماتا ہے، جو کماتا ہے اور نفع حاصل کرتا ہے اس میں ملکہ عالمین صلوات اللہ علیہا کا اور ان کی ذریت طاہرہ کا (جو لوگوں پر حجت خدا ہیں) حق خمس واجب ہے جو ان ذوات مقدسہ علیہم الصلوات والسلام کے ساتھ مخصوص ہے یہ جہاں چاہیں خرچ کر سکتے ہیں چونکہ ان پر صدقہ حرام قرار دیا گیا ہے حتی کہ اگر کوئی درزی ایک قمیص پانچ دانق کی اجرت میں سیتا ہے تو اس اجرت میں سے ایک دانق ہمارا حق ہے [دانق ایک سکہ تھا جو ایک درہم کا چھٹا حصہ یعنی تقریباً چار پیسے سے کچھ زیادہ کی قیمت کا تھا]

جیسا کہ تفسیر برہان میں حکیم موذن بن عبس سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت امام جعفرؑ صادق علیہ الصلوات والسلام سے اس آیت کی تفسیر دریافت کی تو انہوں نے فرمایا ہی واللہ الا فادۃ لیوماً بیومٍ خدا کی قسم یہاں غنیمت سے مراد روزانہ ملنے والا فائدہ ہے اسی طرح سماعہ بن مہران نے حضرت امام موسیٰ کاظمؑ علیہ الصلوات والسلام سے روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا......الخمس فی کل ما افاد الناس من قلیل اوکثیر خمس ہر اس چیز میں ہے جو لوگوں کو فائدہ دے چاہے وہ کم ہو یا زیادہ

﴿ بچت پر خمس کا تصور ﴾

اس دور میں دینی امور میں رعایتیں دی جا رہی ہیں اور کہا جا رہا ہے کہ خمس کا اطلاق بچت پر ہے نہ کہ پوری کمائی پر یعنی پورا سال کھاؤ پیؤ عیش کرو اور سال کے بعد دیکھو اگر کچھ مال بچ جائے تو اس میں سے بھی پانچواں حصہ ادا کرو جب کہ احادیث صحیح میں اس کے خلاف حکم ہے اور کئی آئمہ ہدیٰ علیہم الصلوات والسلام سے کئی طریق سے متعدد احادیث منقول ہیں جن میں بچت کا کوئی تصور نہیں بلکہ پوری کمائی پر اس کا اطلاق ہوتا ہے ایسے بہت سے احادیث میں یہی فرمایا گیا ہے کہ کل کمائی کا پانچواں حصہ خمس ہے نہ کہ بچت پر، کیونکہ آپ نے اسے واضح فرمانے کیلئے درزی کی مثال دی ہے کہ اگر وہ پانچ پیسے بھی کماتا ہے تو اس میں سے ایک ہمارا حق ہے یعنی کل پر خمس عائد ہوتا ہے نہ کہ بچت پر

( ) اس کے ساتھ ہی ایک عقلی دلیل بھی ہے کہ خمس تو مال کو پاک کرنے کیلئے ہوتا ہے اور کسی چیز کو کھانے سے پہلے پاک کرنا لازم ہے نہ کہ کھانے کے بعد اسے پاک کرنا واجب ہے

( ) قرآن کریم نے امت کی بحالی کیلئے جوٹیکس عائد فرمایا ہے وہ بھی کل پر رکھا ہے اور خمس کو پاک خاندان علیہم الصلوات والسلام کی بحالی کیلئے رکھا ہے اور اسے اس کے مترادف قرار دیا ہے تو اس میں بھی وہی شرائط پائے جانا ضروری ہیں جیسا کہ زکواۃ کے ہیں اور زکواۃ کے بارے میں تو یہ حکم ہے کہ جب تمہاری فصل اپنا رنگ بدلتی ہے تو زکواۃ اسی وقت واجب ہو جاتی ہے یعنی یہ نہیں ہے کہ سارا سال کھانے کے بعد اس میں سے جو بچ جائے اس پر عائد ہوتی ہے کیونکہ عام زکواۃ کا تعلق امت سے تھا اس لئے اس پر صاحب نصاب ہونے کی شرط لگائی گئی ہے مگر پاک خاندان علیہم الصلوات والسلام کا حق کیونکہ حق اللہ وحق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرح ہے اس لئے اس میں نساب کی شرط نہیں رکھی گئی بلکہ سرکاری ٹیکس وغیرہ منہا کرنے کے بعد انسان جو کمائی گھر لاتا ہے اس کل کمائی پر خمس واجب ہو جاتا ہے

( ) ویسے بھی بچت والا نظریہ فاسد ہے کیونکہ اگر انسان چاہے تو پوری زندگی ایک پیسہ بھی نہیں بچا سکتا اگر آپ کسی کو ایک کروڑ روپیہ ماہانہ دیں اور وہ عیاشی پر تل جائے تو ایک سال کی عیاشی کے بعد اگر وہ چاہے تو مزید کروڑوں کا مقروض بھی ہوسکتا ہے کیونکہ عیاشی میں دولت کو اڑانے میں دیر ہی کیا لگتی ہے اس لئے بچت کا تو کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اس طرح خمس کو بچت پر منحصر کرنا اس کے پورے سسٹم کو ختم کرنے کے مترادف ہے اور یہ خلاف عقل وخلاف شرع بھی ہے اس لئے خمس کو کل کمائی پر واجب ماننا لازم ہے جیسا کہ عمران سے روایت ہے کہ میں نے حضرت امام موسیٰ کاظمؑ علیہ الصلوات والسلام کے سامنے آیت خمس کی تلاوت کی تو فرمایا ☆

ما کان للہ و ھو لرسولہ و ماکان لرسولہؐ فھو لنا ثم قال واللہ لقد یسر اللہ علی المومنین ارزاقھم بخمستہ دراھم جعلوا الربعھم واحدًا واکلوا اربعۃ احلا

خمس کا جو حصہ اللہ کیلئے ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کا حق ہے اور جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کا حق ہے اس کے وارث ہم اہل بیت علیہم الصلوات والسلام ہیں پھر فرمایا اللہ نے مومنین کیلئے آسانی قرار دی ہے کہ انہوں نے پانچ درہم کمائے تو ایک درہم وہ اپنے رب کے لیے رکھ لیں اور باقی کمائی حلال کر کے کھائیں ...... یعنی خمس سے رزق حلال ہوتا ہے اور یہ ذبح کے برابر ہے اس لئے اسے پہلے ادا کرنا چاہیے جیسا کہ جانور کو پہلے احکام ذبح کے مطابق ذبح کرنے کے بعد کھانا جائز ہوتا ہے

غنیمت و افادہ

دوستو! ۔ اب یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اللہ نے کسبتم کی بجائے غنمتم کا لفظ کیوں استعمال فرمایا ہے جب کہ کل کمائی کیلئے کسبتم کا لفظ زیادہ موزوں تھا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ غنمتم کا لفظ کسبتم سے زیادہ جامع ہے کیونکہ اگر لفظ کسبتم آجاتا تو اس سے صرف وہ مال مراد ہوتا جو انسان خود محنت کر کے کماتا مگر غنمتم میں ایک جامعیت ہے جیسا کہ امام علی نقیؑ علیہ الصلوات والسلام سے اسی آیت کی تفسیر میں منقول ہے

☆ھی الغنیمة یغنمها المرء والفا ئدة یفید ها والجا ئزة من الانسان التی لها خطر والمیراث الذی لا یحتسب من غیراب ولا ابن

اس سے مراد وہ منفعت ہے جو انسان کو حاصل ہوتی ہے اور وہ فائدہ جو اٹھاتا ہے اور کسی شخص سے حاصل ہونے والا تحفہ و انعام اور وہ میراث جو باپ یا بیٹے کے علاوہ دور کے قرابت داروں سے غیر متوقع طور پر حاصل ہوئی ہو

اس لفظ ''غنمتم کے دائرے میں انعام تحفے اور غیر متوقع میراث یا دفینے وغیرہ

سب آ جاتے ہیں جبکہ کسبتم سے یہ ساری چیزیں حکم سے خارج ہونے کا امکان تھا جیسا کہ ایک شخص نے شہنشاہ معظم جناب امام نقیؑ علیہ الصلوات والسلام کی خدمت میں عریضہ لکھا اور عرض کیا کہ میں آپ پر قربان ہو جاؤں مجھے غـنمتم کا مطلب سمجھا دیں اور مجھ پر یہ احسان فرما دیں تا کہ میں مال حرام پر مقیم نہ رہوں اور ایسا نہ ہو کہ میری نمازیں اور روزے رائیگاں جائیں

امام کائنات علیہ الصلوات والسلام نے جواب میں تحریر فرمایا غنمتم سے مراد وہ منافع ہے جو تم نے تجارت سے حاصل کیا ہو یا تاوان بھرنے کے بعد کاشتکاری سے حاصل کیا ہو یا تم کو کوئی تحفہ، ہدیہ یا انعام وغیرہ حاصل ہوا ہو [الوسائل]

میرے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ خمس میں لفظ غـنمتم ایک جامع ترین لفظ تھا جس میں ہر قسمی فائدے منافعے آ جاتے ہیں

ویسے بھی ہم لفظ غنیمت کو اردو میں بھی محدود معنی میں نہیں لیتے اور نہ ہی جنگی مال سے غنیمت کے معنی لیتے ہیں جیسا کہ ایک شاعر نے کہا تھا کہ

''غنیمت'' جان لو مل بیٹھنے کو
جدائی کی گھڑی سر پر کھڑی ہے

فوائد خمس

دوستو! ۔خمس کے بہت سے فوائد بیان ہوئے ہیں جن کی تفصیل میں عرض نہیں کر سکوں گا کہ کیونکہ یہ ایسا موضوع ہے کہ جس پر ہزاروں کتب تحریر ہو چکے ہیں یہاں اس کے چند فوائد لکھنا چاہتا ہوں ......اس کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ اس سے خود انسان کا رزق حلال ہو جاتا ہے اور وہ حرام خوری سے بچ جاتا ہے اور رزق

حلال ہونے کی وجہ سے بابرکت ہوجاتا ہے اس میں وسعت آتی ہے جیسا کہ شہنشاہ معظم امام جعفرؑ صادق علیہ الصلوات والسلام نے فرمایا تھا ☆انی لاخذ من احد کم الدر هم انی لمن اکثر اهل المدینة مالا ما ارید بذلك الاتطهر وا...... کہ آپ لوگ جانتے ہیں کہ ہم اہل مدینہ کے اہم اور صاحبانِ ثروت افراد میں سے ہیں اور ہمیں مال خمس لینے کی ضرورت نہیں مگر ہم اس کے باوجود آپ سے خمس کا ایک درہم تک قبول فرماتے ہیں تو اس کا مقصد یہ نہیں کہ ہم محتاج ہیں (نعوذ باللہ) بلکہ مال خمس لینے کا مقصد یہ ہے کہ ہم آپ کو پاک کرنا چاہتے ہیں خمس کی ادائیگی میں تمہاری تطہیر ہے نہ کہ ہمیں ضرورت ہے

خمس کا دوسرا فائدہ یہ ہے کہ اس کی ادائیگی سے انسان ظالمین میں شمار ہونے سے بچ جاتا ہے جیسا کہ ایک روایت میں امیر کائنات علیہ الصلوات والسلام نے فرمایا کہ اللہ کی کتاب ہمارے حق خمس کی گواہی دے رہی ہے مگر لوگوں نے ہم کو اللہ کے مقرر کردہ فریضے سے محروم رکھا اور جس قدر ظلم ہم اہل بیت پر ہوا اتنا کسی پر بھی نہیں ہوا

اس کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ اس سے آل محمد علیہم الصلوات والسلام کی حق تلفی نہیں ہوتی جیسا کہ سلیم بن قیس ہلالی نے آیت خمس مذکورہ کی تفسیر میں جناب امیر المومنینؑ علیہ الصلوات والسلام سے روایت کی ہے ☆والله ذوالقربی الذین قر نهم الله بنفسه و بنبیه صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم ولم یجعل لنا فی سهم الصدقته نصیباً اکرم بنبیه صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم و اکرمنا ان یطعمنا اوساخ ایدی الناس

آیت خمس میں ذوالقربیٰ بخدا ہم لوگ ہیں جن کو اللہ نے اپنے اور اپنے رسول صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کے ساتھ ملا کر بیان کیا ہے اور خمس ہمارے لئے ہے چونکہ اللہ نے صدقہ میں سے ہمارا کوئی حصہ نہیں رکھا، اپنے رسول صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم اور ہم کو اس بات سے

بلند و بالا قرار دیا ہے کا ہمیں لوگوں کے ہاتھوں کی میل کچیل یعنی صدقات سے کھلائے پلائے ......اس سے خاندان سادات کی بحالی بھی ہوجاتی ہے اور ایک طرح سے سادات کی نصرت کا ثواب بھی مل جاتا ہے

اس دور میں مراکز علمیہ اور مذہبی اداروں سے عوام میں جو نفرت پائی جاتی ہے خصوصاً غریب سادات اور غریب غیر سادات میں جو ان کے خلاف نفرت پائی جاتی ہے اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اللہ جل جلالہ نے خمس و زکواۃ و فطرہ اور دیگر ایسے مالی واجبات جو رکھے تھے وہ صرف غریبوں کی بحالی کیلئے رکھے تھے ان سے غریبوں کی خبر گیری کرنا مقصود تھا مگر اس دور میں یہ ساری چیزیں مذہبی ادارے سمیٹ رہے ہیں یعنی ہمارے جو درس چل رہے ہیں وہ انہی مالی وصولیوں سے چل رہے ہیں یہ بھی بجا ہے کہ ان کے پاس کوئی دوسرے ذرائع نہیں ہیں کہ وہ دینی مدارس کو چلائیں مگر ان کے خمس و زکواۃ و فطرہ و قربانی کی کھالیں وغیرہ وصول کرنے سے ان حقداروں کی حق تلفی ضرور ہوتی ہے اور ان مالی واجبات کا حقیقی مقصد فوت ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے عوام کا وہ طبقہ جن کی حق تلفی ہوتی ہے یعنی غریب سادات اور غریب غیر سادات میں ان کے خلاف نفرت کا پیدا ہونا فطری عمل ہے

میں یہ سمجھتا ہوں کہ ہمارے مسلک کے لوگوں میں اس شعور کو بیدار کرنے کی ضرورت ہے کہ وہ خمس و زکواۃ وغیرہ کو ان کے اصل حقداروں تک پہنچائیں اور مذہبی اداروں یعنی دینی درسوں کی بحالی کیلئے ایک علیحدہ امدادی حصہ مقرر کریں تا کہ دینی درسوں کا سلسلہ بھی چلتا رہے اور غریبوں کی حق تلفی بھی نہ ہو اور دینی درسوں پر یہ جو اعتراض ہوتا ہے کہ وہ غریبوں کی بحالی والی ہر چیز ہڑپ کر رہے ہیں اور ان تک کوئی چیز جانے نہیں دیتے وہ اس اعتراض سے بھی بچ جائیں گے

اور عوامی نفرت بھی ختم ہو جائے گی اور انہیں کما حقہ احترام بھی مل جائے گا

﴿ ایک اعتراض ﴾

دوستو ! - اس دور میں کئی '' مراکز علمیہ '' سے یہ آواز بھی آ رہی ہے اور وہ طنزاً کہتے ہیں کہ '' حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم نے خمس کی شکل میں اپنی رائل فیملی [شاہی خاندان] کیلئے اپنی طرف سے ایک ٹیکس رکھا تھا ''

دوستو ! - ان لوگوں سے یہ کون پوچھ سکتا ہے کہ آپ نے خاندان رسالت علیہم الصلوات والسلام تک جانے ہی کیا دیا ہے؟ یہ حقِ سادات آپ لوگ خمس کی مد میں وصول ہی کر لیتے ہیں اور آگے جانے بھی نہیں دیتے اور ساتھ ہی یہ طنز بھی کرتے ہیں کہ یہ رائل فیملی کیلئے انہوں نے نعوذ باللہ اپنی طرف سے ایک ٹیکس لگا دیا تھا

اموی خاندان کے تین ہزار سالہ منصوبہ کی تکمیل جس طرح آپ نے کی ہے اور جس طرح آپ نے سادات کا معاشی قتل کیا ہے اب وہ رائل فیملی رہی ہی کب ہے؟

آپ کے سامنے اعداد و شمار پیش کئے جائیں تو آپ کیلئے شرم سے مرنے کا مقام ہوگا کہ اس وقت پورے سادات کے 50% فی صد سے زیادہ افراد بھکاری بن چکے ہیں اور یہ تناسب کسی بھی خاندان کا نہیں ہے دنیا کے کسی بھی خاندان کے افراد اس تناسب میں بھکاری نہیں ہیں جس تناسب سے خاندان سادات کے افراد ہیں اور آپ کی مہربانیوں سے اس تناسب میں اضافہ ہو رہا ہے آل امیہ ملعون نے تلوار اور زہر کا ہتھیار استعمال کیا اور عباسی ملاعین نے ان کی پیروی کی اور مال و دولت ،علم وعزت ، حسب ونسب ، وقار و نیک نامی کے حوالے سے اور معاشی طور پر ہمیشہ سادات کو قتل کرتے رہے اور آپ کو وہ قدرت و اقتدار تو حاصل نہیں ہے

اس لئے آپ انہیں بھوکا اور پیاسہ مارنا چاہتے ہیں مگر یاد رکھیں سادات آپ کے ختم کرنے سے ختم نہیں ہو سکتے آپ لوگوں نے مومنین اور غیر مومنین سب کو دونوں ہاتھوں سے لوٹا ہے درسوں کیلئے چندے، زکواۃ، قربانی کی کھالیں، صدقات، ردِ مظالم اور دیگر بیسیوں طریقوں سے عوام کا مال کھا کے بھی پیٹ نہیں بھرا تو اس کے بعد آپ نے سادات کے حق پہ ڈاکہ ڈالا تو ہم پھر بھی خاموش تھے کہ رزق تو ہمارے شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللہُ فَرَجَہُ الشَّرِیف کے ہاتھ میں ہے اور سادات کے وہی سرپرست ہیں اس لئے ہمیں اس کا احساس تک نہیں ہوا کہ ہمارا کوئی نقصان ہوا بھی ہے یا نہیں مگر ہمیں اس بات کا دکھ ضرور ہے کہ آپ لوگوں نے ہمارے مورث اعلیٰ (جنہیں زبانی طور پر آپ بھی اپنا نبی کہتے ہیں) کی نیت پر شک کیا ہے انہوں نے جب ساری امت کیلئے زکواۃ کو لاگو فرمایا تو آپ نے بغلیں بجائیں، انہوں نے سادات پر زکواۃ کو حرام قرار دیا تو آپ خوش ہوئے کہ اب آپ کا حصہ بڑھ جائے گا مگر جب انہوں نے اپنی غریب اولاد کیلئے خود نہیں بلکہ حکم اِلٰہی کے تحت ایک امدادی حق کا اعلان فرمایا تو آپ کو ان کی نیت پر شک ہونے لگا کہ انہوں نے اپنی اولاد کی محبت میں ایک عام بادشاہ کی طرح ٹیکس لگا دیا ہے جبکہ ساری دنیا جانتی ہے کہ رائل برطانیہ کا ایک ظالم بادشاہ تھا اور اس نے اپنی فیملی کیلئے جو مراعات تجویز کئے تھے آپ نے ان پر قیاس کر کے کتنا بڑا جرم وظلم کیا ہے؟

آپ نے ماضی میں سادات کی بیوقوفیوں کا بہت فائدہ اٹھایا ہے، ان کے سر اپنے قدموں میں جھکائے ہیں، جعلی سادات بنائے ہیں چاہے وہ کمہار ہی کیوں نہ تھے، انہیں بڑے بڑے عہدے دیئے ہیں، اس کے ساتھ ہی آپ نے سادات کی عصمت بھی پامال کی ہے، ناموس کی دشمنی بھی کی ہے، اس کے باوجود آپ کا جی

نہیں بھرا کہ ہمارے خاندان کی سب سے مقدس ہستی صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی حیثیت اور نیت دونوں کو مشکوک بنانے کی کوشش کر رہے ہو، ہم آپ کو کیا کہہ سکتے ہیں ہم تو ویسے بھی مظلوم خاندان سے تعلق رکھتے ہیں کہ جن کے معصوم بچے بھی آپ کے رحم و کرم پر ہیں کہ جب چاہیں انہیں برباد کر دیں، جب چاہیں انہیں اپنے قدموں پر جھکا دیں، جب چاہیں انہی سے ان کے اجداد طاہرین علیہ الصلوات والسلام کے خلاف زبانیں کھلوا دیں، انہی کے ذریعے سادات وغیر سادات کا فرق ختم کروا چکے ہیں اب ہمیں آپ کے خمس کی ضرورت نہیں ہے نہ دیں ہمیں اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا بس آپ یہ مہربانی ضرور کریں کہ آپ ہمارا نام تک لینا چھوڑ دیں ساری قوم آپ کے سامنے پڑی ہے جیسے جی چاہے لوٹیں مگر ہمیں اور ہمارے اجداد طاہرین علیہم الصلوات والسلام کو کچھ نہ کہیں ...... ہاں یہ بات بھی آپ کو نہیں بھولنا چاہیے کہ اس مظلوم خاندان کا ایک والی و وارث عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیف بھی موجود ہے جو اس قبیلے کا چیف ہے اور انہوں نے اس دنیا میں ایک نہ ایک دن ظہور ضرور کرنا ہے ہاں وہ دن ہمارا ہوگا اس دن کو مت بھولیں

ہمیں تاریخ کے حوالے سے یہ بھی معلوم ہے کہ جب حوزۂ علمیہ کی بنیاد رکھی گئی تھی تو اس وقت شیعہ قوم عالم غربت سے جوج رہی تھی اس لئے اس دور میں جو بچے علمِ دین کے حصول کیلئے آتے تھے انہیں ہزاروں معاشی مسائل کا سامنا تھا اور اس میں فاقوں تک نوبت پہنچ جاتی تھی اس دور میں عالم اضطرار میں مال خمس کو دینی درس گاہ میں استعمال کرنے کی اجازت دی گئی تھی اس کے بعد شیعوں پر کشائش اور فراخ دستی کا زمانہ آیا تو انہوں نے اس اضطراری جواز کو کلی طور پر جائز بنا دیا اور اس کے بعد سادات کا حق ختم ہوگیا اور وہ درسوں کا حق بن گیا اور اس کے وارث

صرف نام نہاد دینی درسوں کے اجارہ دار بن گئے اور سادات کو اس طرح محروم کیا گیا کہ آج 50% سے زیادہ سادات صرف بھیک مانگتے ہی نظر آتے ہیں ہمیں اس پر بھی کوئی اعتراض نہیں ہے بلکہ ہم تو یہ چاہتے ہیں کہ ہمارے خاندان کے مورث اعلیٰ شہنشاہ انبیاصلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی ذات پر اور ان کی نیت پر تو کوئی حملہ نہ کریں آپ اتنے آگے بھی نہ بڑھیں کیونکہ اس مظلوم خاندان کے آخری سہارے نے اس دنیا میں آنا ہے اس لئے آپ وہی کچھ کریں جس کی سزا بھگتنے کی تم میں طاقت ہو

ساری باتیں تو ہمارے خاندان کا آپ پر قرض ہے اور قرض خواہ یعنی شہنشاہ غریم عَجَلَ اللّٰهُ فَرَجَهُ الشَّرِيف نے اس دنیا میں آنا ہے اور غریم کہتے بھی اسی کو ہیں جو کسی صورت میں اپنا قرض معاف نہ کرے

ہماری تو شب و روز یہی دعا ہے کہ وہ روز سعید جلدی آئے جب سارے ظالمین سے سارے حقوق وصول کئے جائیں اور اس دن سب کو معلوم ہوگا کہ حق آل محمد علیہم الصلوات والسلام کو غصب کرنا کوئی معمولی بات نہیں تھی

ہماری تو یہ دعا ہے کہ حقوق آل محمد علیہم الصلوات والسلام کے غریم عَجَلَ اللّٰهُ فَرَجَهُ الشَّرِيف کا روز انتقام جلدی آئے اور ظالمین کو معلوم ہو کہ عدل کیا ہوتا ہے انتقام کیا ہوتا ہے اور یہ بھی معلوم ہو کہ آل محمد علیہم الصلوات والسلام کے حقوق غصب کرنا کتنا بڑا ظلم ہے اور اس کی کتنی بڑی سزا ہے اس لئے ہم بارگاہ اقدس میں ہمیشہ عرض کرتے ہیں کہ آقا یہ عدل ہونا تو ہے ایک نہ ایک دن یہ فیصلہ ہونا تو ہے مگر اس میں دیر نہیں ہونا چاہیے

قطعہ

رب کے ہاں دیر ہے اندھیر نہیں کہتے ہیں
کہتے ہیں عدل میں کچھ دیر ہوا کرتی ہے
عرض کرتا ہوں اگر ہو میری گستاخی معاف
عدل میں دیر بھی اندھیر ہوا کرتی ہے

سارے دعا کریں سارے پاک خاندان علیھم الصلوات والسلام کے منتقم وغریم عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف جلدی تشریف لائیں

آمین یا رب العالمین

یا رب محمدؐو آل محمدؐ صل علٰی محمدؐ و آل محمدؐ و عجل فرجھم بقائمھمؐ
عجل الله فرجه الشريف و صلوات الله عليك

يا هو يامن هو لاهو الا هوالحى القيوم يا هو يا من لا يعلم ماهو الا هو الحى القيوم العلى العظيم
يا مولا كريم عجل الله فرجك وصلوات الله عليك

﴿عجل الله فرجه الشريف و صلوات الله عليه﴾

الحمد لله رب العالمین و صل علیٰ محمدؐ و آلہٖ اجمعین خصوصاً علی حجة الله فی العالمین عجل الله فرجه الشريف وآبائه المعصومین وامهاته الطاهرين الطيبين صلوات الله علیهم اجمعین و لعنة الله علیٰ اعدائهم من یوم الازل الی یوم الدین

اے طالبانِ صراط مستقیم!

کل سے ہم اپنے شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰهُ فَرَجَهُ الشَّرِيْف کے اسم مبارک الغریم عَجَلَ اللّٰهُ فَرَجَهُ الشَّرِيْف پر گفتگو کو جاری رکھے ہوئے ہیں جیسا کہ کل ہم نے عرض کیا تھا کہ غریم کے معنی ہیں ایسا قرض خواہ جو کسی صورت میں اپنا قرض معاف نہ کرے اور ہم نے کل عرض کیا تھا کہ خمس بھی ان کا ایک قرض ہے جو انہی کو ادا کرنا ہے اور جو ادا نہیں کرے گا اس سے ایک دن تلوار کی نوک پر یہ قرض طلب کیا جائے گا جبکہ اس وقت اس کے پاس ادا کرنے کیلئے ایک پائی بھی نہیں ہوگی اور اس وقت کیا انجام ہوگا یہ تو معلوم ہی ہے ......کل میں نے عبداللہ بن سنان کی روایت پیش کی تھی جس میں امام صادق آل محمد علیہ الصلوات والسلام نے خمس کے بارے میں فرمایا تھا ......اب ہم اس حدیث کے اجزا کا ایک اجمالی تجزیہ کر کے بات کا سلسلہ آگے بڑھانا چاہتے ہیں حدیث یہ تھی (1)كل امرء غنم او اكتسب الخمس اس فقرے سے ثابت ہوتا ہے کہ خمس ہر

چیز پر ہے انسان کی جو بھی کمائی ہو اس پر خمس لاگو ہوتا ہے

(2) مما اصاب لسيدة صلوات اللہ علیہا اس فقرہ سے ثابت ہوتا ہے کہ خمس اصل ملکہ عالمین صلوات اللہ علیہا کا حق ہے جیسا کہ دیگر احادیث میں فرمایا گیا ہے یہ ان کے حقِ مہر میں شامل ہے

(3) ولمن يلي امرها من بعدها من ذريتها الحجج على الناس اس فقرے سے ثابت ہوتا ہے کہ مال خمس ہر زمانے کے امام علیہ الصلوات والسلام تک پہنچانا چاہیے اس کے اصل مالک وہ ہیں ہاں جس کے بارے میں وہ فرما دیں تو یہ علیحدہ بات ہے

(4) فذلك لهم خاصة يضعونه حيث شاؤوا اس فقرے سے ثابت ہوتا ہے کہ ہر زمانے کے امام علیہ الصلوات والسلام خمس پر کلی تصرف رکھتے ہیں وہ جہاں جی چاہے خرچ کر سکتے ہیں

(5) حرم عليهم الصدقة اس فقرے سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ صرف سادات کا حق ہے اور یہ دوسروں پر اس طرح حرام ہے جس طرح سادات پر صدقہ حرام ہے

(6) حتى الخياط يخيط قميصاً بخمسة دوانيق فلنا منه دانق اس فقرے سے ثابت ہوتا ہے کہ خمس بچت پر نہیں ہے بلکہ کل آمدنی پر ہے جس کی مثال دے کر فرمایا گیا ہے کہ اگر کوئی درزی پانچ دانق [پیسے] میں قمیص سیتا ہے تو اس میں سے پانچواں دانق خمس کا ہے

(7) الا من احللناه من شيعتنا تطيب لهم الولادة انه اس فقرے سے ثابت ہوتا ہے کہ خمس کی ادائیگی سے نسب ونسل پاکیزہ ہو جاتی ہے اور اگر خمس ادا نہ کیا جائے تو نسل ونسب میں نجاست ورجاست آ جاتی ہے

(8) لیس من شی ء عند الله یوم القیامة اعظم من الزنا انه لیقوم صاحب الخمس فیقول یارب سل هؤلاء بما ابیحوا...... اس فقرے سے ثابت ہوتا ہے کہ اس کی باز پرس بھی ہونا ہے اور اللہ ﷻ کی بارگاہ میں روز عدل مالکان خمس کھڑے ہو کر خمس کا کیس دائر کرتے ہوئے اپنی اپیل ان الفاظ میں پیش کریں گے کہ اے عادل حقیقی ذرا اس امت سے دریافت کیا جائے کہ انہوں نے خمس کو اپنے اوپر کیسے جائز قرار دیا تھا اور ان سے یہ بھی پوچھا جائے کہ انہوں نے نکاح کا حق مہر کس مال سے دیا تھا؟ اگر اس مال سے خمس ادا نہیں ہوا تھا تو ان کا نکاح باطل ہے کیونکہ دوسرے کے مال سے مہر ادا کرنے سے نکاح باطل ہوتا ہے اور ان سے یہ بھی پوچھا جائے کہ جب ان کا نکاح باطل تھا تو یہ پوری زندگی ارتکابِ زنا کیوں کرتے رہے؟ اور حرام زادے کیوں پیدا کرتے رہے؟

خمس کسے دینا ہے؟

دوستو! - یہ بھی ایک اہم سوال ہے کہ اس دور میں ہمیں خمس کسے دینا ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ امام صادق آل محمد علیه الصلوات والسلام نے فرما دیا تھا

☆ولمن یلی امرها من بعدها من ذریتها الحجج علی الناس

یعنی اس کے اصل مالک تو ملکہ عالمین صلوات الله علیها ہیں پھر ان کے بعد اس خمس کے مالک ان کی ذریت طاہرہ سے جو بھی حجت زمانہ ہوں گے وہی ہیں

اس طرح ثابت ہوا کہ اس دور میں خمس کے کلی مالک ہمارے شہنشاہ معظمؑ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیف ہیں کیونکہ خمس کا حقیقی مالک ہر زمانے کا امامؑ ہوتا ہے اور ہر کسی پر ان تک خمس کا پہنچانا واجب ہے اور اگر کوئی مومن ہر بار رسائی نہ پا سکے تو اسے ایک مرتبہ اپنے

شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف سے ضرور دریافت کر لینا چاہیے کہ میں کسے خمس پیش کروں تا کہ یہ مال آپ تک پہنچ سکے؟ اس کیلئے بہت تاکید ہے کہ مال خمس امام زمانہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف تک ہی پہنچانا چاہیے؟ جیسا کہ شہنشاہ معظمؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم نے حضرت ابوذر غفاری سلام اللہ علیہ اور حضرت سلمان پاکؓ سلام اللہ علیہ کو خمس وزکواۃ کی ادائیگی کی خصوصی طور پر تاکید فرمائی تھی یہ بات جناب سید ابن طاؤس نے اپنی کتاب الطرف میں یوں روایت کی ہے کہ آنحضرت نے حضرت سلمان پاکؓ سلام اللہ علیہ اور حضرت ابوذر غفاریؓ سلام اللہ علیہ کو وصیت فرمائی کہ

اشهدونی علیٰ انفسك مر بشهادة ان لا اله الا الله وانی محمد رسول الله وان علیاً وصی محمد وامیر المو منین وان طا عته طاعته الله و رسوله والا ئمة من ولده وان مو دة اهل بیته علیهم الصلوات والسلام فروضة واجبة علی کل مومن و مومنة مع اقام الصلا ة لو قتها واخراج الزکو اة من حلها دوضعها فی اهلهاو **اخراج الخمس من کل مایملکه احد من الناس حتی ید فعه الی ولی المومنین وامیرهم ومن بعده من الائمة** من ولده فمن عجز ولم یقدر الاعلی الیسیر من المال فلیدفع ذلك الی الضعفاء من اهل بیتی من ولد الائمة

تم مجھے اپنے نفسوں پر اس بات کیلئے گواہ قرار دو کہ اللہ تعالی کے بغیر کوئی اور معبود نہیں اور ہمؐ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم ہیں اور شہنشاہ معظمؐ امیر کائنات علیہ الصلوات والسلام ہمارے وصی اور امیر المومنینؐ ہیں، ان کی اطاعت اللہ جل جلالہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی اطاعت ہے ان کے بعد جتنے بھی امام علیہم الصلوات والسلام ہوں گے وہ ان کی اولاد میں سے ہوں گے یہ بھی ہے کہ ہمارے اہل بیت کی محبت ہر مومن و مومنہ

پر واجب ہے اور اس کے ساتھ نماز کی بروقت پابندی اور مال حلال سے زکواۃ کی ادائیگی اور اس کو صحیح مقام پر خرچ کرنا اور جو چیزیں بھی لوگوں کی ملکیت ہیں ان میں سے خمس نکالنا واجب بھی ہے اور اسے مومنین کے سرپرست اور شہنشاہ معظم امیر کائنات علیہ الصلوات والسلام تک پہنچانا اور ان کے بعد ان کے فرزندان اطہار علیہم الصلوات والسلام تک پہنچانا بھی واجب ہے اور جو اس سے عاجز ہو اور تھوڑے مال پر قادر ہو تو وہ خمس کو میرے اہل بیت اولاد آئمہ میں سے ضعیف و کمزور سادات تک پہنچا دے پھر آپ نے فرمایا هذه شروط الاسلام و مابقی اکثر یہ اسلام کی کچھ شرطیں ہیں اور جو شرطیں باقی رہ گئی وہ بہت زیادہ ہیں

دوستو! - آپ غور کریں اس میں دو باتوں کی تاکید فرمائی گئی ہے

(1) پہلی بات تو یہ ہے کہ اپنی کل ملکیت میں سے خمس نکالنا ہے

(2) اسے زمانے کے امام علیہ الصلوات والسلام تک پہنچانا ہے ہاں اگر کوئی اس کام سے عاجز ہو تو پھر سادات جو اولاد آئمہ علیہم الصلوات والسلام ہوں ان تک اسے پہنچانا واجب ہے اس میں کسی دوسرے کا ذکر ہی نہیں ہے

آج کچھ فاضل لوگوں کی طرف سے کہا جا رہا ہے کہ آج علمائے کرام جس خمس پر زور دے رہے ہیں اور جسے زکواۃ سے بھی بڑا درجہ دے رہے ہیں اس کی وصولی کا زمانہ رسالت صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم میں کوئی انتظام ہی نہ تھا اور نہ ہی امیر المومنین علیہ الصلوات والسلام کے ظاہری دور حکومت میں اس کی وصولی کا کوئی نظام تھا اور نہ ہی اس پر کوئی عامل مقرر تھا جبکہ زکواۃ کی وصولی کے عامل موجود تھے اس کا پورا نظام تھا اگر خمس بھی اہم تھا تو اس کی وصولی کا بھی کوئی نظام ہوتا ......

اس کے جواب میں بہت کچھ کہا جا سکتا ہے ہم تو یہاں زیادہ باتیں نہیں کر سکتے ہاں

چند حوالے ضرور دے سکتے ہیں

نمبر ایک بنو الحرث بن کعب کا وفد یمن سے بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا اور اسلام لایا اور اس کے بعد یمن بغیر جنگ کئے مسلمان ہوگیا تو اس میں شہنشاہ انبیاصلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم نے ان پر عمرو ابن حزم انصاری الخزرجی کو عامل بنایا اور اسے جو سند لکھ کر دی اس میں تحریر فرمایا...... ☆و ان یاخذ من المغانم خمس اللہ یعنی ان لوگوں کے مغانم میں سے پانچواں حصہ وصول کرو...... حالانکہ یمنی لوگ اس وقت تک کسی جنگ میں شریک نہیں ہوئے تھے

نمبر دو قحطانی نسل کی شاخ قضاعہ کے دو قبائل بنو ہذیم و بنو جذام کے نام جو خطوط سرورکونین صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم نے ارسال فرمائے (جنہیں ابی عنبسہ نے پہنچایا تھا) ان میں بھی فرمایا تھا کہ ''ان لوگوں کو چاہیے کہ ہمارے بھیجے ہوئے عمال یا جنہیں وہ ہماری طرف روانہ کریں انہیں زکواۃ اور خمس ادا کریں

اگر کسی کو ایسے حوالے درکار ہوں تو کمپیوٹر پہ کتب مآخذ میں مغانم اور خمس کی سرچ لگا کر دیکھ سکتا ہے لاتعداد حوالے ملیں گے کہ اس دور میں خمس کی وصولی کا ایک مکمل نظام موجود تھا اور اس پر ہر امام علیہ الصلوات والسلام کے دور میں عمل ہوتا رہا ہے

مؤدبانہ التماس

دوستو آج ہم دیکھتے ہیں کہ مال خمس کو ہر کوئی اپنے اوپر مباح کئے ہوئے ہے اس لئے میں خمس لینے والے حضرات سے مؤدبانہ التماس کروں گا کہ وہ مال خمس لینے کے بارے میں عجلت سے کام نہ لیں بلکہ آپ پہلے اپنے زمانے کے امام عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہٗ الشَّرِیْف سے رابطہ پیدا کریں اور ان کی اجازت کے بغیر مال خمس کو ہاتھ نہ لگائیں

کیونکہ یہ آگ سے کھیلنے کے مترادف ہے خصوصاً جو غیر سادات ہیں انہیں اس آگ سے نہیں کھیلنا چاہیے کیونکہ یہ مال خمس میں جو سہم ہیں ان میں سے جو سہم سادات ہے وہ سادات کا حق ہے جس کے بارے میں کسی عالم و غیر عالم نے نہیں لکھا کہ اسے کوئی غیر سید استعمال کر سکے بلکہ جو لوگ نعوذ باللہ عقد سادانی جیسے معاملے میں بھی جواز کی طرف راغب ہیں وہ بھی اپنی توضیح المسائل میں لکھتے ہیں کہ جو امتی سے سادانی [ملعونہ] کا [ملعون] بیٹا ہو اسے بھی خمس دینا حرام ہے اور وہ سادانی [ملعونہ] خمس کو اپنے غیر سید [ملعون] شوہر کے استعمال میں نہیں دے سکتی

جب خمس کے معاملے میں اس قدر سختی ہے تو جو خالص امتی ہے اس پر اس کا تصرف کس طرح جائز ہوسکتا ہے؟ اس لئے اس مال کے تصرف سے ڈرنا چاہیے بلکہ کسی عالم و مجتہد کے کہنے پر [اجازے پر] بھی بھروسہ نہیں کرنا چاہیے بلکہ خود شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰهُ فَرَجَهُ الشَّرِيف سے رابطہ کرنا چاہیے جب تک وہاں سے اجازت نہ ملے اسے بالکل قبول نہ کریں جیسا کہ آپ جانتے ہیں اور کتب فقہ میں اس موضوع کو بڑے بسط کے ساتھ لکھا گیا ہے اس میں اس کی حرمت پر بہت زور دیا گیا ہے یہاں تھوڑی سی یاددہانی کروانا بھی ضروری ہے

حرمت مال خمس

دوستو! - جیسا کہ میں عرض کر رہا تھا کہ مال خمس پر تصرف کا کسی کو حق نہیں بلکہ جب تک شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰهُ فَرَجَهُ الشَّرِيف حکم یا اجازت نہ فرمائیں اسے استعمال کرنا جائز نہیں بلکہ موجب ہلاکت ہے جیسا کہ ابو بصیر صحابی نے شہنشاہ معظم امام محمد باقر علیہ الصلوات والسلام سے دریافت کیا وہ آسان سے آسان تر عمل کون سا ہے جس سے انسان جہنم میں

داخل ہو جائے گا ؟ ......انہوں نے فرمایا یتیموں کا مال کھانا چاہے وہ ایک درہم [چار آنے] ہی کے برابر کیوں نہ ہو اس کے بعد فرمایا ہم اہل بیت علیہ الصلوات والسلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کے بعد یتیم ہیں چونکہ اللہ نے ہم پر صدقہ حرام فرما دیا ہے اور خمس ہمارے لیے فرض کیا ہے [الوسائل]

شہنشاہ معظم ہمارے امام زمانہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف جناب محمدؐ بن اسحٰق بن یعقوب کو اپنی ایک توقیع مبارک میں ارشاد فرماتے ہیں کہ جن لوگوں کے پاس ہمارے اموال موجود ہیں اگر وہ ان میں سے ایک درہم بھی حلال سمجھ کر کھا لیں گے تو گویا کہ انہوں نے آگ سے اپنا پیٹ بھر لیا ہے [اکمال الدین]

ایک خراسانی شیعہ نے شہنشاہ معظم امام علی الرضاؐ علیہ الصلوات والسلام سے خمس میں تصرف کرنے کی اجازت طلب کی تو انہوں نے اسے یہ جواب تحریر فرمایا کہ اللہ کے بتائے ہوئے طریقوں کے بغیر کسی شخص کا مال دوسرے شخص پر حلال نہیں ہوسکتا چونکہ خمس ہمارے لئے دین پر اعانت کا ذریعہ ہے اور سادات کے اہل وعیال کیلئے ذریعہ معاش ہے اسی کے ذریعہ ہم سادات ظالم حکمرانوں سے اپنی عزت و آبرو کا تحفظ کرتے ہیں اس لئے ہمارا حق [خمس] ہم سے نہ چھینو اور تم خود کو ہماری دعاؤں سے محروم نہ کرو چونکہ خمس کا نکالنا وسعت رزق کی کلید ہے اور گناہوں کا کفارہ بھی ہے، مسلمان وہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے عہد کو پورا کرے اور وہ مسلمان نہیں جو زبان سے تو اقرار کرے مگر دل کے ساتھ مخالفت کرے ...... والسلام

خراسان کے دوسرے چند لوگوں نے بھی خمس معاف کرانا چاہا تو شہنشاہ معظم امام رضاؐ علیہ الصلوات والسلام نے ارشاد فرمایا کہ تم اپنی زبانوں سے ہمارے خالص محبّ بنتے ہو اور پھر ہمارے اس حق کو دباتے ہو جو اللہ نے ہم کو دیا ہے اور وہ خمس ہے، ہم

خمس میں کسی بھی صورت میں معافی نہیں دے سکتے [الوسائل]

شہنشاہ معظم امام زمانہؑ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف نے اپنے نائب خاص جناب ابوجعفر بغدادی کو ایک توقیع مبارک میں ارشاد فرمایا ...... تم نے ان لوگوں کے متعلق جو سوال کیا ہے کہ وہ اپنے قبضے میں ہمارے مال رکھے ہوئے ہیں اور ان کو ذاتی ملکیت سمجھ کر ان میں تصرف کرتے ہیں پس ان کو آگاہ کردیں کہ ایسا کرنے والا شخص ملعون ہے اور ہم اس کے دامن گیر ہوں گے

شہنشاہ معظم پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم نے فرمایا میری اہل بیتؑ علیھم الصلوات والسلام کے مال کو حلال قرار دینے والا میری اور ہر نبی کی زبان سے ملعون ہے، جو ہم پر ظلم کرے گا وہ ظالموں میں شمار ہوگا اور اس پر اللہ کی لعنت ہوگی، چونکہ اللہ نے قرآن میں ظالموں پہ لعنت کی ہے جو ہمارا ذرا بھر مال بھی ناجائز طور پر کھائے گا گویا کہ اس نے آگ سے پیٹ بھرا اور جہنم میں جلایا جائے گا

ایک دوسری توقیع میں شہنشاہ معظم امام زمانہؑ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف کی طرف سے یہ فرمایا گیا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ...... اللہ اور ملائکہ اور تمام لوگوں کی لعنت ہو اس شخص پر جو ہمارے مال میں سے ایک درہم کھانا بھی حلال سمجھتا ہو

ایسے لاتعداد فرامین ہیں کہ جن میں مال خمس کو امام زمانہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف کی اجازت کے بغیر استعمال کرنے والے پر لعنت صادر فرمائی گئی ہے یا اسے ولدالزنا قرار دیا گیا ہے اس لئے اس مال کے قریب جانے سے بہت ڈرنا چاہیے اس کے بارے میں اگر کوئی عالم یا مجتہد بھی حکم دے تو بھی اس مال کی وصولی سے ڈرنا چاہیے، احتیاط کا تقاضہ یہی ہے کہ تھوڑے سے دنیاوی فائدے کیلئے آخرت کو داؤ پر نہیں لگانا چاہیے یہ دانش مندی نہیں ہے

خمس دینے والوں سے گزارش

جو حضرات مال امام ادا کرنا چاہتے ہیں ان سے بھی ایک گزارش کروں گا کہ خمس کے بارے میں احادیث کثیر میں ہے کہ

ان اللہ عزوجل جعل الارض و مافیھا و السموات والجنۃ و مافیھما والنار کلھا مہرا السیدۃ الصدیقۃ صلوات اللہ علیھا فلایدخل احد من الاولین و الآخرین فی الجنۃ الاو قد اکل من نعمۃ السیدۃ صلوات اللہ علیھا ...... ومن جملہ صداق السیدۃ صلوات اللہ علیھا الخمس فمن استحل منہ شئیاً صار ولد الزنا

خلاصہ یہ ہے کہ یہ دنیا اور مافیھا اور جنت اور جو کچھ اس میں ہے یعنی دونوں جہانوں کو معظّمہ کائنات صلوات اللہ علیھا کا حق مہر قرار دیا گیا ہے ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ جو اس میں سے تھوڑا سا بھی اپنے اوپر حلال سمجھے گا وہ ولدالزنا ہوگا

کیونکہ منہ شئیا میں جو لفظ ہے ''شے'' اس کا اطلاق قلیل و کثیر پر ہوتا ہے یعنی اگر لاکھ روپے میں سے ایک پیسہ بھی کھائے گا تو حلال زادہ نہ رہے گا

اس لئے میں گزارش کروں گا کہ آپ لوگ اپنے خمس کا مکمل حساب کریں اور اسے مالک حقیقی تک پہنچانا واجب ہے کیونکہ اس دور میں خمس لینے کو ایک کاروبار بنا دیا گیا ہے اس لئے خمس دینے میں بھی بہت احتیاط کرنا لازم ہے اس میں اولین چیز جو ہے وہ یہ ہے کہ آپ سب سے پہلے اپنے شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰهُ فَرَجَهُ الشَّرِيف سے رابطہ کریں اس دور میں ان کا دروازہ بند نہیں ہے اس پر میں بارہا عرض کر چکا ہوں اور کرتا رہوں گا کہ جو لوگ یہ کہتے کہ ہمارا شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰهُ فَرَجَهُ الشَّرِيف سے رابطہ نہیں ہوسکتا وہ نمبر دو لوگ ہیں اور ان کی خواہش یہی ہے کہ کوئی بھی اپنے شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰهُ فَرَجَهُ

الشَّرِیْف سے رابطہ نہ کرے اور ان کی دکان چلتی رہے کیونکہ انہیں معلوم ہے کہ جب کوئی شخص اپنے مالک زمانہ عَجَلَ اللّٰهُ فَرَجَهُ الشَّرِیْف سے رابطہ پیدا کر لیتا ہے تو وہ ذات اقدس تو کسی نمبر دو آدمی کی طرف اشارہ نہیں فرمائیں گے اس طرح ان کی دکان بند ہو جائے گی اس لئے وہ مسلسل یہ پروپیگنڈا کرتے رہتے ہیں کہ اس دور میں کسی کا رابطہ اپنے شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰهُ فَرَجَهُ الشَّرِیْف سے نہیں ہو سکتا اور انہوں نے یہ جھوٹ اس کثرت سے پھیلایا ہے کہ اب کوئی شخص یہ سوچ بھی نہیں سکتا کہ ہمارا اپنے شہنشاہ زمانہ علیہ الصلوات والسلام سے رابطہ ہو سکتا ہے

جبکہ ہمارے مالک و مولا ہادیٔ زمانہ عَجَلَ اللّٰهُ فَرَجَهُ الشَّرِیْف کا یہ وعدہ ہے کہ جو آدمی خمس دینے کے معاملے میں سنجیدہ ہے وہ سب سے پہلے یہ کرے کہ اپنے کلی مال کا دقت سے حساب کرے اور اس کے بعد وہ مال خمس اپنے مال سے علیحدہ نکال کر رکھ دے اس کے بعد وہ ہماری طرف رجوع کرے ہم اس کی رہنمائی فرمائیں گے کہ یہ ہمارا مال کسے دینا ہے؟

اگر اس بات پر کسی کو شک ہو تو بیشک آزمالے یعنی پہلے اپنے کل مال کا حساب کرے اس کے بعد اس میں سے پانچواں حصہ نکال کر علیحدہ رکھ لے اس کے بعد نماز توسل آداب و شرائط کے ساتھ ادا کرے اور پھر دیکھے کہ وہ مالک و مہربان ذات عَجَلَ اللّٰهُ فَرَجَهُ الشَّرِیْف کس طرح کرم فرماتی ہے؟

یہ بات نمبر دو لوگوں کی پھیلائی ہوئی ہے کہ تم گنہگار ہو تم اس قابل نہیں ہو کہ کریم ازل آپ کو زیارت کروائیں ...... حقیقت یہ ہے کہ وہ شہنشاہ زمانہ تو ہمہ وقت منتظر رہتے ہیں کہ کوئی مومن ان کی جدا طہر علیہ الصلوات والسلام کا عزادار ماتمدار ان کی طرف رجوع کرے، اس میں ہمارا قصور ہے کہ ہم ان سے رابطہ کرنے کی کوشش ہی نہیں

کرتے ...... اگر یہ بات پسند نہ ہوتو ایک دوسرا راستہ بھی ہے کہ آپ ہر نیمہ شعبان کی صبح کو عریضہ دریا میں ڈالتے ہیں حالانکہ یہ عریضہ صرف نیمہٴ شعبان تک محدود نہیں بلکہ جب بھی آپ عریضہ لکھنا چاہیں لکھ سکتے ہیں اس میں دن اور وقت کی قید نہیں ہے اور نہ ہی جناب حسین بن روح علیہ السلام کے سپرد کرنے کی قید ہے بلکہ نواب اربعہ میں سے جن کے سپرد بھی کریں گے وہ عریضہ مالک حقیقی عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف تک پہنچ جاتا ہے اسی طرح آپ اپنا مال خمس بھی عریضے کے ساتھ دریا کے سپرد کردیں وہ بھی عریضے کی طرح شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف تک پہنچ جائے گا اور آپ کو اس کی رسید بھی مل جائے گی کہ آپ کا مال پہنچ چکا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ جس طرح ہمارے اوپر فرض ہے کہ ہم خمس پیش کریں تو بعینہٖ شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف پر بھی لازم ہے کہ وہ اپنا مال وصول فرمائیں لیکن یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ راس المال پہلے درست ہو یعنی میراث درست ہو، کسی کا مال چوری یا غصب شدہ نہ ہو کیونکہ مال حرام کا خمس ہوتا ہی نہیں ہے، جیسا کہ کتے پر تکبیر نہیں پڑھی جا سکتی یا پڑھ بھی لیں تو حلال نہیں ہو جاتا اسی طرح مال حرام جس کے ذرائع آمد وحصول غیر شرعی ہوں ان کا خمس ہوتا ہی نہیں ہے اس میں سب سے پہلے مال کو شرعی حیثیت دیں اس کے بعد اس کل کا پانچواں حصہ علیحدہ کریں اور پھر مالک ومہربان ذات عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف کے کرم کو آزمائیں ہاں اگر مال ہی درست نہ ہو تو پھر جسے دے دیں اس سے شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف کو کوئی غرض نہیں ہے

اگر اپنے مال میں اشتباہ پائیں تو پھر اسے درست کرنے کیلئے رابطہ کریں اور نماز توسل اور دیگر اعمال سے رابطہ پیدا کریں اس کے بعد اس سفر نجات کا قبلہ درست ہو جائے گا

ایک دوست کسی آدمی کا واقعہ سنا رہا تھا کہ اس کے پاس ایک مولوی صاحب تشریف لائے اور ان سے خمس طلب کیا تو اس نے کہا جناب میرا خمس ایک لاکھ روپیہ بنتا ہے مگر میں ایک وقت میں اسے ادا نہیں کرسکتا اور مولا پاک سے ڈرتا بھی بہت ہوں اب آپ ہی کوئی راستہ نکال دیں ......اس پر مولوی صاحب نے فرمایا کہ تمہارے پاس کچھ نہ کچھ رقم تو ضرور ہوگی ؟ اس نے عرض کیا جناب دس ہزار روپے میرے پاس ہیں ...... اس پر مولوی صاحب نے کہا کہ تم وہ میرے پاس لے آؤ جب وہ لایا تو انہوں نے کہا یہ تم خمس کی نیت سے مجھے دے دو، اس نے ایسا ہی کیا، اس کے بعد انہوں نے کہا اب یہ رقم مجھ سے قرض کی نیت سے طلب کرو اس نے ایسا کیا اور اس کے بعد مولوی صاحب نے فرمایا کہ اب یہ مجھے دوبارہ خمس کی نیت سے دے دو اس طرح دس مرتبہ خمس کی نیت سے وہ رقم دی گئی اور قرض کی نیت سے واپس ہوئی اس طرح کرنے کے بعد مولوی صاحب نے فرمایا اب تمہارا جو شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰهُ فَرَجَهُ الشَّرِيف کا حق تھا وہ ادا ہو چکا ہے اور اس وقت تم نوے ہزار کے میرے ذاتی مقروض ہو...... یہ سن کر اس نے کہا جناب مولوی صاحب آپ مہربانی کریں میں نے جہاں نوے ہزار آپ کو دینا ہیں وہاں ایک لاکھ ایک ساتھ پیش کروں گا یہ دس ہزار مجھے پھر قرض کی نیت سے واپس کریں، جب مولوی صاحب نے اسے وہ دس ہزار بھی دے دیئے تو اس نے کہا جناب میں ڈرتا تو اپنے شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰهُ فَرَجَهُ الشَّرِيف سے تھا کہ کہیں وہ اپنے مال کے ہضم کرنے کے جرم میں مجھے ابدی جہنم میں نہ ڈال دیں اب ان کا کھاتا تو صاف ہوگیا ہے اب میں آپ کا مقروض ہوں آپ جیسے ہزاروں لوگوں کا مال تو میں پہلے ہی کھا چکا ہوں اب مولا کو جواب آپ دیں گے اور آپ کو جواب میں نے دینا ہے اس لئے میں

آپ کو کچھ بھی نہیں دوں گا جہاں دیگر لوگوں کے مال کا حساب دے لوں گا تو ایک آپ بھی سہی ...... دوستو! - اس دور میں احکام دین کو اس طرح مذاق بنایا جا رہا ہے اس لئے اس قسم کے لوگوں کو نمبر دو سمجھیں جو دین کی اہمیت کو کم کرتے ہیں یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے آپ نے شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف اور مخدومہ کائنات صلوات اللہ علیہا کا حق ادا کرنا ہے اس میں کسی قسم کی ری شیڈولنگ(Re Scheduling) نہیں ہوتی ...... مال خمس کی ادائیگی میں بہت زیادہ احتیاط کرنا لازم ہے ورنہ مال بھی چلا جائے گا اور قرضہ بھی باقی رہے گا

جیسا کہ میں اکثر مثال دیتا ہوں کہ اگر ہم حکومت وقت کے مقروض ہوں تو ہم ان لوگوں کو رقم دیتے ہیں جو حکومت کی طرف سے رقم لینے کے مجاز ہوتے ہیں نہ کہ ہم کسی راہ جاتے آدمی کو دے دیتے ہیں کیونکہ اگر ہم نے کسی غلط آدمی کو رقم دے دی تو مال کا نقصان بھی ہوگا اور حکومت کے باقی دار بھی رہیں گے اس لئے اس معاملے میں آپ کسی پر بھروسہ نہ کریں بلکہ اپنے شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف کی طرف رجوع کریں ان کی ذات سے رابطہ کر کے ان سے دریافت کرنے کے بعد جس کے بارے میں حکم ہو پھر خمس اس کے حوالے کریں چاہے وہ عالم ہو یا غیر عالم آپ کا حق ادا ہو جائے گا

مالک کے مال کی ادائیگی کا صحیح طریقہ یہی ہے آگے آپ کی مرضی

دوستو! - یہ بات یاد رکھنا چاہیے کہ خمس کی ادائیگی کا سختی سے حکم ہے اور پاک خاندان کے جملہ افراد اطہار علیہم الصلوات والسلام نے خمس کی تاکید فرمائی ہے جیسا کہ حضرت امام علی النقیؑ علیہ الصلوات والسلام فرماتے ہیں جو شخص آل محمدؐ علیہم الصلوات والسلام اور ان کے یتیموں اور مسکینوں کا حق کھا جائے بخدا اس سے اللہ تعالی بروز قیامت انتہائی سخت

انداز سے سوال کرے گا

حضرت امام جعفرؑ صادق علیہ الصلوات والسلام فرماتے ہیں قیامت میں لوگوں پر وہ وقت سخت ترین وقت ہوگا جب خمس کے حقدار پکاریں گے ہمارا خمس ہمیں نہیں دیا گیا

قرآن کریم میں یہ ارشاد ہے

وفی اموالھم حق للسائل والمحروم (الذاریٰت ۱۹)...... اس کی تفسیر میں امام موسیٰ کاظم علیہ الصلوات والسلام نے فرمایا اما السائل فھو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مطالبۃ اللہ حقہ المحروم ھو من حرم خمس الامیر المومنین علیہ الصلوات والسلام و ذریتہ الائمۃ علیہم الصلوات والسلام

اس آیت میں سائل سے مراد شہنشاہ انبیا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہیں اور محروم سے مراد امیر کائنات علیہ الصلوات والسلام ہیں [خلاصہ] اب آپ خود سوچیں کہ جس در پہ امیر کائنات علیہ الصلوات والسلام اور شہنشاہ انبیا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنا حق مانگنے تشریف لائیں اور اس کے باوجود وہ ادا نہ کرے کیا وہ اسلام یا ایمان کا دعویٰ کرسکتا ہے؟

خود احتسابی

دوستو! - یہاں ہم اپنے رویوں کا احتساب بھی کرلیں تو ہمیں اپنی اصلی صورت نظر آسکتی ہے کہ ہم مخدومہ کائنات صلوات اللہ علیہا کے حق کو کس قدر غیر اہم سمجھتے ہیں

دیکھئے ایک چوڑھا چمار کسی مردہ جانور کی کھال اتارتا ہے اور اسے جاکر کسی آدمی کے ہاتھ بیچتا ہے اس کے قیمت دس روپے طے ہوتی ہے وہ اس میں سے پانچ روپے ادا کردیتا ہے اور پانچ روپے دینے سے انکار کردیتا ہے...... وہ آکر قصبے کے چودھری کے پاس فریاد کرتا ہے کہ فلاں آدمی نے میرا حق مار لیا ہے اس نے

میرے پانچ روپے نہیں دیئے اس پر اس آدمی کو پنچائیت میں بلایا جاتا ہے اور اسے کہا جاتا ہے کہ بھائی آپ نے کس قانون کے حوالے سے اس غریب کے پیسے ہڑپ کر لئے ہیں؟ کیا اتنا ظلم بھی ہوتا ہے کہ کسی غریب کی رقم تم بلا جواز نہیں دے رہے اس پر اس کی بہت سرزنش کی جاتی ہے جبکہ صورت حال یہ ہے کہ جانور مردہ تھا اس کا خریدنا فروخت کرنا دونوں حرام تھے، اور وہ بیچنے والا چوڑھا ہے مسلمان بھی نہیں، رقم بھی زیادہ نہیں پانچ روپے ہیں، مگر پھر بھی ہماری پنچائیت بیٹھ کر جرگہ کرتی ہے اور فیصلہ سناتی ہے، اس شخص کو برا بھلا کہتی ہے...... مگر دوسری طرف مخدومہ کائنات صلوات اللہ علیہا کا حق ہے ساری دنیا غصب کر چکی ہے اور کبھی کسی نے جرگہ نہیں کیا کسی نے پنچائیت میں بات تک نہیں کی کہ فلاں شخص نے مخدومہ کائنات صلوات اللہ علیہا کا حق غصب کر رکھا ہے اسے بھی برا بھلا کہا جائے کیا اس حق کی اہمیت [نعوذ باللہ] اس مردہ جانور کی کھال سے بھی کم ہے کیا مخدومہ کائنات صلوات اللہ علیہا کا حق کوئی حق ہی نہیں ہے کہ کسی پر زور دیا جائے کہ بھائی تم یہ حق ادا کرو

ایک سید عالمؒ ملکہ عالمین صلوات اللہ علیہا کے حق کی بہت تاکید فرمایا کرتے تھے مگر شیعہ حضرات ان کی بات پر کان نہیں دھرتے تھے ایک رات وہ اس افسوس میں سو گئے کہ اب اس قوم کا کیا کیا جائے اس رات انہیں شہنشاہ وفا جناب ابوالفضل العباس علیہ الصلوات والسلام کی زیارت ہوئی اور انہوں نے عالم جلال میں فرمایا کہ شیعہ لوگ یہ سوچتے ہوں گے کہ اب ان سے اپنا حق طلب کرنے کیلئے ملکہ عالمین صلوات اللہ علیہا خود تشریف لائیں گی - فرمایا ہرگز نہیں ...... اے قوم ظالمین اب ایسا ہرگز نہ ہوگا ان کا اپنے حق کو طلب کرنے کیلئے ایک بار کا جانا ہی کافی سمجھو اب وہ تشریف نہیں لائیں گی بلکہ ہماری تلواریں تم سے حق وصول کرنے آئیں گی

دوستو!۔ کبھی ہم نے سوچا ہے کہ ہم مال و دولت کیوں چاہتے ہیں؟ ہماری اصل ضرورت کیا ہے؟

انسان کی ذاتی ضرورت انتہائی محدود ہے کیونکہ یہ تو صرف کھانے پینے پہننے اور رہنے تک موجود ہے یعنی روٹی، کپڑا اور مکان اس سے آگے تو یہ کچھ بھی استعمال نہیں کرسکتا اب اتنی تھوڑی ضروریات زندگی کیلیئے انسان ساری دنیا کے حقوق بھی غصب کرتا ہے اور جن پاک ذوات علیھم الصلوات والسلام نے ہمیں سب کچھ عطا فرمایا ہے ان کا حق بھی دبا لیتا ہے تو جائے گا کہاں؟

ہاں دوستو!۔ وہ وقت اب دور نہیں جب اس حق کے وصول فرمانے والے شہنشاہ غریم عَجلَ اللہُ فَرَجَهُ الشَّرِیف دنیا میں تشریف لانے والے ہیں اور وہ اس حق کے بارے میں سارے لوگوں سے سوال کریں گے اور یاد رکھیں کہ غریم کے معنی بھی یہی ہیں جو کسی صورت میں اپنا حق معاف نہ کرے اور اپنا حق وصول کیئے بغیر دم نہ لے

اب انہوں نے آ کر تلوار کی نوک سے اپنا حق ساری دنیا سے وصول کرنا ہے

دوستو!۔ یہ بات بھی آپ کو نہیں بھولنا چاہیے کہ پاک خاندان علیھم الصلوات والسلام کا کوئی فرد سارے حقوق معاف کرسکتا ہے مگر ملکہ عالمین صلوات اللہ علیھا کا حق قطعاً معاف نہیں کر سکتا کیونکہ اگر آج وہ کسی نام نہاد شیعہ کو معاف فرمادیں تو پھر انہیں غاصبان فدک کو بھی (خدا نہ کرے) معاف فرمانا پڑے گا ورنہ ان کے عدل میں فرق آئے گا کیونکہ ایک طرف وہ لوگ ہوں گے جن سے ملکہ عالمین صلوات اللہ علیھا نے خود جا کر حق طلب کیا تھا اور انہوں نے حق کو تسلیم بھی کیا تھا مگر دیا بھی نہیں تھا، اسی طرح دوسری طرف کچھ نام نہاد شیعہ ہوں جن سے ملکہ عالمین صلوات اللہ علیھا حق طلب فرمائیں اور وہ بھی اقرار کریں کہ یہ ان کا حق ہے اور اس کے بعد ادا نہ کریں تو ان لوگوں میں

اور غاصبان فدک میں کیا فرق رہ جاتا ہے؟ ...... اس لئے عادل حقیقی پر واجب ہو جاتا ہے کہ وہ عدل کے تقاضے پورے کرتے ہوئے ان دونوں فریقوں سے ایک جیسا سلوک فرمائیں

ہماری تو یہی دعا ہے کہ وہ روز سعید جلدی آئے جب اولین و آخرین کے ظالمین سے ملکۂ عالمین صلوات اللہ علیہا کے حقوق وصول کئے جائیں اور تلوار کی نوک سے سب کے حساب صاف کئے جائیں

﴿آمین یا رب العالمین﴾

يا رب محمدؐ و آل محمدؐ صل علىٰ محمدؐ و آل محمدؐ و عجل فرجهم بقائمهمؑ
عجل الله فرجه الشريف و صلوات الله عليك

یا هو یا من هو لا هو الا هو الحی القیوم یا هو یا من لا یعلم ما هو الا هو الحی القیوم العلی العظیم
یا مولا کریم عجل الله فرجك وصلوات الله علیك

﴿عجل الله فرجه الشریف و صلوات الله علیه﴾

الحمد لله رب العالمین و صل علیٰ محمدؐ و آلہٖ اجمعین خصوصاً علی حجة الله فی العـالـمین عجل الله فرجه الشریف وآبائه المعصومین وامهاته الطاهرین الطیبین صلوات الله علیهم اجمعین و لعنة الله علیٰ اعدائهم من یوم الازل الی یوم الدین

اے همسفرانِ منزلِ تفهیم!

خلاقِ کائنات نے اپنے کلامِ مقدس کا آغاز جس سورہ سے کیا ہے وہ ہے سورۂ الحمد اسے فاتحۂ کتاب بھی کہا جاتا ہے، سبع من المثانی بھی کہا جاتا ہے، اور بسم اللہ کے بعد پہلا لفظ حمد ہی ہے یعنی الحمد للہ رب العالمین

اس لفظ حمد کے معنی کیا ہیں اس پہ کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں

''الحمد'' میں سب سے اول دو حرف ہیں الف اور لام یعنی ''ال''

اس پہ مفسرین میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ یہ لفظ استغراق کیلئے آیا ہے اور بعض کی رائے یہ ہے کہ یہ حصر کیلئے آیا ہے

جو اس میں استغراق کے قائل ہیں وہ اس کا ترجمہ اس طرح کرتے ہیں

سبھی تعریفیں ہیں اس اللہ کی جو عالمین کا پالنے والا ہے

اور جو لوگ حصر کے قائل ہیں ان کا ترجمہ یہ ہے کہ

حمد اور تعریف ہے ہی مخصوص اس اللہ کیلئے جو عالمین کا پالنے والا ہے

یہاں یہ بات بھی عرض کردوں کہ رب کا ترجمہ پالنے والا بھی درست نہیں ہے کیونکہ رب کے لفظ میں تربیت کا عنصر غالب رہتا ہے جیسا کہ آج جدید عربی میں ''تـربیـب" کے معنی ٹریننگ(Training) کے لئے جاتے ہیں اس لئے ربوبیت کے معنی صرف ''پالنا'' کرنا میں سمجھتا ہوں کافی نہیں ہے اس پہ پہلے ہی بہت کچھ کہا جاچکا ہے اس لئے ہم اپنے موضوع کی طرف بڑھتے ہیں

دوستو! - یہاں مناسب یہ ہوگا کہ پہلے یہ بھی دیکھیں کہ ''حمد'' ہے کیا اور یہ کس کیلئے مخصوص ہے ...... حمد کے جو عام معنی ہیں وہ تعریف و مدح وثنا وغیرہ کے لئے جاتے ہیں لیکن اسے سمجھنے کیلئے پہلے ہم حمد کے قریبی الفاظ کا جائزہ لیتے ہیں

پہلا لفظ ہے ''احسان'' ...... خالق نے فرمایا ہے کہ

☆هل جزآء الاحسان الا الاحسان......

کہ احسان کا بدلہ احسان ہی ہے اب دیکھنا یہ ہے کہ یہ احسان کیا ہے؟

کوئی شخص کسی ضرورت مند کی ضرورت کو بغیر کسی لالچ کے پورا کرتا ہے تو یہ احسان ہے اور احسان کی جزا اللہ تعالٰی نے احسان ہی کو قرار دیا ہے یعنی اگر انسان احسان کے بدلے احسان کرنے پر قادر ہے تو پھر احسان ہی کرے کوئی دوسری چیز اس کا بدلہ نہیں ہوسکتی

احسان کی وضاحت کیلئے وہ مشہور واقعہ یاد کرلیں جو جناب علامہ حلیؒ کیلئے مسئلہ بن گیا تھا کہ انہوں نے ایک حدیث پاک دیکھی کہ جو روئے، رلائے یا رونے کی شکل بنائے اس پر جنت واجب ہے تو انہوں نے اس حدیث پر شک کیا اور بارگاہِ امامِ زمانہ عَجَلَ اللّٰهُ فَرَجَهُ الشَّرِيف میں استغاثہ کیا (طویل واقعہ ہے صرف بقدرِ ضرورت پیش کررہا ہوں) جواباً شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰهُ فَرَجَهُ الشَّرِيف سے شرفِ ملاقات حاصل ہوا تو آقا نے

علامہ سے دریافت فرمایا کہ ایک حکایت ہے اس کا فیصلہ کریں ......ایک بادشاہ شکار پر نکلتا ہے اور اپنے لشکر سے بچھڑ جاتا ہے گرمی کا موسم ہے صحرا میں بھٹک رہا ہوتا ہے بھوک پیاس کی وجہ سے جاں بلب ہوتا ہے کہ اچانک اس کی نظر ایک جھونپڑی پر پڑتی ہے یہ وہاں جاتا ہے اور دیکھتا ہے کہ ایک بڑھیا ہے جس کے پاس صرف ایک بکری ہے یہ اسے سلام کرتا ہے اور اپنی بھوک اور پیاس پر رحم کرنے کی اپیل کرتا ہے وہ بڑھیا جس کی پوری کائنات ایک ہی بکری ہے وہ اس بکری کا دودھ اسے پلاتی ہے پھر اس بکری کو ذبح کرتی ہے اور اس کے کباب بادشاہ کو کھلاتی ہے اس کا مکمل سرمایہ بادشاہ پہ خرچ ہو جاتا ہے جب بادشاہ کی حالت سنبھلتی ہے تو وہ اسے بتاتا ہے کہ وہ بادشاہ ہے اور اسے اپنے محل میں آنے کی دعوت دیتا ہے جب وہ بڑھیا اس کے محل میں جاتی ہے تو وہی بادشاہ اپنے وزیروں سے مشورہ کرتا ہے کہ اس کے احسان کے بدلے میں کیا احسان کرسکتا ہوں کہ جس سے اس کا احسان مکمل طور پر اتر جائے

اب علامہ تم فیصلہ کرو کہ بادشاہ کیا کچھ اسے دے تو اس کا معاملہ اس سے بہتر ہوسکتا ہے علامہ کچھ دیر تک سوچتے رہے پھر عرض کیا اگر وہ اپنی پوری حکومت تخت و تاج سب کچھ بھی دے دے تو تب کہیں جا کر وہ اس کے برابر ہوگا مگر فضیلت پھر بھی بڑھیا ہی کی رہے گی

تو امام علیہ الصلوات والسلام نے فرمایا ذرا یہ تو سوچو کہ میرے جد اطہر علیہ الصلوات والسلام نے کربلا میں باقی کیا بچایا ہے؟ اب اگر خالق اپنی خدائی بھی انہیں دے دے تو پھر بھی احسان میں برتری میرے جد اطہر علیہ الصلوات والسلام ہی کو رہے گی اب ان کی مرضی جسے چاہیں جنت دے دیں کوئی ان کا ہاتھ روک سکتا ہے؟

اس واقعہ سے سمجھیں کہ احسان کی اہمیت کیا ہے؟ یعنی اگر کوئی انسان کسی کے احسان

کا کوئی بدلہ دینا چاہے تو وہ احسان ہی ہے اس لئے احسان ہی کرنا لازم ہے
اب ایک اور صورت بھی ہوتی ہے کہ ایک صاحبِ اختیار کسی سے خدمت لیتا ہے اور اس کا بدلہ متعین کر دیتا ہے کہ میری یہ خدمت کرو میں تمہیں اتنی رقم نقد دوں گا تو یہ احسان کا بدلہ احسان نہیں بلکہ اجر ہے اجر وہ چیز ہے کہ جو خالق بھی معاف نہیں کر سکتا جب تک اجر کا مالک معاف نہ کرے
یہی وجہ ہے کہ شہنشاہ انبیاصلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے پاک خاندان کی مؤدت کو نہ سنت قرار دیا ہے اور نہ ہی فرضِ واجب بلکہ فرمایا......
☆ قل لا اسئلکم علیہ اجر الا المودۃ فی القربیٰ
فرائض و واجبات بھی موقع محل کے ساتھ معاف ہو سکتے ہیں جیسے نماز، روزہ، حج، زکواۃ وغیرہ یہ فرائض و واجبات میں سے ہیں مگر محمدؐ و آل محمدؐعلیہم الصلوات والسلام کی محبت نہ سنت ہے نہ فرض ہے بلکہ یہ تو اجر ہے جس کی عدم ادائیگی نہ تو اس دنیا میں معاف ہو سکتی ہے نہ ہی آخرت میں یعنی حالات و واقعات جو کچھ بھی ہوں یہ ہمیشہ گردن پر سوار رہتا ہے اور عزاداری بھی نہ سنت ہے نہ فرض ہے بلکہ اجر ہے اس لئے یہ بھی کبھی معاف نہیں ہوسکتی اس طرح دعائے تعجیلِ فرج داخلِ اجر ہے جو دعا وعزا میں سے کسی ایک کا منکر ہے وہ ☆ھو لیس بشیعتنا کا مصداق ہے
اگر کتب مقاتل و کتب غیبت کا جائزہ لیا جائے تو جتنے فضائل عزا کے ہیں اس سے زیادہ انتظار و دعا کے ہیں یعنی ان دونوں کو ایک دوسرے سے جدا نہیں کیا جا سکتا عزا کا لازمہ دعا ہے اور یہ دونوں مؤدت پر قائم ہیں مؤدت کے بغیر یہ دونوں محال ہیں اور مؤدت اجر ہے جو کبھی بھی معاف نہیں ہوسکتا
ایک مولوی صاحب سے میں نے پوچھا کہ عزاداری مستحب ہے یا واجب؟

انہوں نے کہا باقی اسے مستحب کہتے ہیں میں واجب سمجھتا ہوں اور بعض صاحبانِ معرفت اسے واجب سمجھتے ہیں میں نے کہا اگر اسے مستحب قرار دیا جائے تو اس پر زندگی قربان کرنا حرام ہے اور جو شہیدانِ عزا ہیں ان کی شہادت پر حرام موت کا فتویٰ دینا پڑے گا [نعوذ باللہ] انہوں نے کہا جو مستحب کے قائل ہیں وہ تو یہی فتویٰ دیں گے

میں نے سوال کیا کہ کیا سیاست افضل ہے یا عزاداری؟...... انہوں نے فرمایا عزاداری ...... میں نے عرض کیا حضور جن لوگوں نے انقلابِ ایران میں جانیں قربان کی ہیں ان کی موت پر کیا فتویٰ دیں گے؟ لیکن سوچ لیں اس میں بڑے بڑے علما شہید ہوئے ہیں مولوی صاحب نے کہا کہ ہم تو عزا کے وجوب کے قائل ہیں میں نے کہا حضور اگر آپ اس کے وجوب کے قائل ہیں تو واجب کی اجرت حرام ہے پھر یہ نذر نیاز کیا ہے؟ اس پر وہ خاموش ہو گئے

اصل حقیقت یہ ہے کہ عزاداری نہ سنت ہے نہ مستحب ہے نہ واجب شرعی ہے بلکہ یہ تو اجرِ رسالت ہے جو کبھی بھی معاف نہیں ہوسکتا ہے

ہم اپنے عنوان کی طرف بڑھ رہے ہیں جو ہے ''حمد''

اب ایک اور صورت بھی ہے کہ کسی محسن نے کسی پر احسان کیا اب جس پہ احسان ہوا وہ بھی صاحبِ اختیار ہے وہ اسے مادی یا غیر مادی بدلہ دیتا ہے

یعنی بدلہ مقرر نہیں تھا مگر دیا جارہا ہے تو اسے کہتے ہیں جزا

دوستو! -عربی میں لفظ جزا کی حیثیت قانونِ عدل کی سی ہے اچھائی کی جزا اچھائی ہے اور برائی کی جزا سزا ہے کیونکہ اس کی تعریف ہی یہی ہوئی ہے

☆الجزآء ما فیه الکفایته من المقابلة ان خیراً فخیراً ان شراً فشراً

یہی قانونِ الٰہی ہے جو برا ہے اسے سزا ملنا چاہیے اور جو اچھائی کرتا ہے اس کی جزا

مالک نے خود اپنے اوپر واجب قرار دی ہے

ایک اور صورت بھی ہے کہ انسان کسی کی اچھائی کی جزا مادی نہیں دے سکتا تو اس صورت میں شکر واجب ہے شکر کی کئی صورتیں ہیں جو پہلی صورت ہے وہ یہ ہے کہ منعم کی نعمت کو یاد رکھنا شکر ہے اور بھول جانا کفر ہے اگر شکر کی باقی قسموں پر انسان قادر نہ ہو تو پھر زبانی شکر تو واجب ہی ہے جیسے کہ جناب فضہ پاک سلام اللہ علیہا کا واقعہ ہے کہ جب تین دن نذر کے روزے رکھے گئے میکائیل کبھی یتیم کبھی مسکین اور کبھی اسیر بن کر در اطہر سے بھیک لیتا رہا اور آخر میں کہا اے در اطہر کی پاک دائی میں تمہیں کیا جزا دوں اور کیسے یہ شکرادا کروں یہ فقرہ سن کر دائی پاک کی جبینِ مبین پر ناگواری کی شکن نمودار ہوئی اور فرمایا

☆ انما نطعمکم لوجه الله لا نرید منکم جزاً و لا شکورا ()

ہم تو وجہ اللہ کے صدقہ میں عطا فرماتے ہیں نہ ہمیں تمہاری جزاؤں کی ضرورت ہے نہ شکریہ کی ...... تو خالق نے فرمایا او بے نیاز گھر کی بے نیاز پاک کنیز اگر تجھے مخلوق کا شکریہ ادا کرنا ناگوار گزرا ہے تو مجھ خالق کا شکریہ تو قبول کر لیں

☆ ان هذا کان لکم جزآء و کان سعیکم مشکوراً()

﴿ مدح و ثنا ﴾

دوستو! - کچھ چیزیں ایسی ہوتی ہیں کہ جو لیتی دیتی کچھ نہیں ہیں یعنی انسان کو ان سے کوئی مادی فائدہ نہیں پہنچتا مگر ان کی ذاتی خصوصیات قابل تحسین ہوتی ہیں مثلاً ایک خوبصورت پھول جب کسی کو نظر آتا ہے تو انسان اس کی تعریف کرتا ہے اس تعریف کو عربی میں مدح کہتے ہیں کہ پھول سے کوئی فائدہ نہ بھی پہنچے تو پھر بھی اس کا ذاتی

حسن دیکھنے والے کو مدح پر مجبور کر دیتا ہے ...... اگر انسان کسی کی خصوصیات عقیدت کی حد تک پسند کر کے تعریف کرتا ہے تو اسے عربی میں ''ثنا'' کہتے ہیں

اب ایک لفظ انہی معنی میں ہے حمد اس کا ترجمہ بھی حمد و ثنا اور تعریف کا کیا جاتا ہے حالانکہ انسان تعریف ، مدح یا ثنا غیر اللہ کی کر سکتا ہے مگر حمد کسی غیر کی نہیں ہو سکتی ، نہ پھول کی ، نہ نیک انسان کی ، نہ کسی فرشتے کی ، غرض حمد مخصوص ہے رب العالمین کیلئے یعنی جس ذات میں جملہ خصوصیات جمع ہو جائیں مثلاً (1) احسان پر احسان کر رہا ہو (2) جزا کا طالب بھی نہ ہو (3) ذاتی خصوصیات بھی قابلِ مدح و ثنا ہوں (4) انسان اس کے نعمات کے شکر سے بھی عاجز ہو اور انسان جہاں اس کے فضل و کرم کے سمندر میں غرق ہو جائے تو وہاں تھک ہار کر صرف حمد ہی کر سکتا ہے یعنی حمد رب العالمین کے علاوہ کسی کی ہو نہیں سکتی کیونکہ یہ سبھی صفات اسی ذاتِ جامع الصفات کے علاوہ کسی میں موجود ہی نہیں ہو سکتیں

دیکھئے ایک نورِ اقدس ہے جو اس نور جلّ جلالہٗ سے جدا ہوا ہے اور وہ نورِ اول قربِ ذاتِ اِلٰہی میں حمد میں مصروف ہے حمد کرتے کرتے انتہا کر دیتا ہے گویا جزو اپنے کل کی حمد کر رہا ہے ، بدن اپنی روح کی حمد کر رہا ہے ، صفت اپنی ذات کی حمد کر رہی ہے ، ظاہر اپنے باطن کی حمد میں مصروف ہے ، اس نورؐ نے اس درجہ حمد کی کہ ذات محمود نے یعنی اس حمد کرنے والے کے کل نے اپنے جزو کا صفاتی نام رکھ دیا احمدؐ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم ...... احمدؐ اسم مبالغہ ہے یعنی حد سے زیادہ حمد کرنے والا

پھر کل نے جزو کو دیکھا اس میں اپنے جملہ صفات و خصوصیات نظر آنے لگے اپنی ذات کو مکمل طور پر صفات میں پرتو فگن دیکھا اور اس طرح مصروفِ حمد دیکھا کہ اس احمدؐ نے صرف خود حمد نہیں کی بلکہ کائنات کے ذرے ذرے کو حمد کا طریقہ تعلیم کیا

ملکوت وکروبیاں کو ایسی تسبیح وحمد تعلیم کی کہ خلافتِ آدم کے وقت ملکوت نے اپنا طرۂ امتیاز ہی حمد کو قرار دیتے ہوئے کہا نحن نسبح بحمدك یعنی ملکوت ان کی سکھائی ہوئی حمد کی بنیاد پر خلافتِ ارض کے امیدوار بنے ایسی حمد ہوتی دیکھ کر ذاتِ محمود نے خود احمد کی حمد شروع کر دی اس انداز سے کل نے اپنے جزو کی حمد کی کہ اس اپنی حمد کے ثبوت میں جب دنیا میں لباسِ بشر میں بھیجا تو سراپا محمدؐ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بنا کر بھیجا آپ لغت اٹھا کر دیکھیں اسمِ محمدؐ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے معنی یہی ہیں ''جس میں حمد پائی جائے'' ...... یعنی اللہ جل جلالہٗ نے اپنے نور حبیب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے فرمایا آپ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم برائے نام نہیں بلکہ آپ نے میری حمد کی اور مجھے محمود بنا دیا اور اب میں اللہ آپ کی حمد کر کے آپ کو کائنات کا محمدؐ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بنا رہا ہوں اب آپ کا محمود ہی آپ کا حامد ہے ...... تو من شدی من تو شدم

دوستو! - یہاں ایک بات عرض کروں گا کہ آج آپ ایک فیصلہ کریں اور حق انصاف کا فیصلہ کریں اور بتائیں کہ اصلی محمود کون ہے؟

ایک وہ محمود ہے جس کی کائنات حمد کرتی ہے دوسرا وہ محمود ہے جس کی حمد کائنات کا محمود کرتا ہے اب فرمایئے اصلی محمود کون ہے؟

دیکھئے دوستو! - میں آپ کے سامنے تقریر کر رہا ہوں آپ سارے مجھے داد دے رہے ہیں دوسری طرف آپ دیکھتے ہیں کہ میں خود کسی کو داد دے رہا ہوں تو آپ اتنا تو ضرور سوچیں گے کہ آخر وہ کتنا بڑا مقرر ہے کہ جسے یہ داد دے رہا ہے اسی طرح ایک وہ ذات ہے جس کی حمد میں کائنات ہمہ تن لسان بنی ہوئی ہے اور پھر آپ دیکھتے ہیں کہ وہ ہی ذات کسی نورِ اقدس کی حمد وثنا میں ہمہ کل لسان بنی ہوئی ہے تو یہاں بھی تو فیصلہ سوچ کر ہی دینا ہوگا کہ بڑا محمود کون ہے؟

دوستو! - اب پھر ایک بار سورہ فاتحہ کے الفاظ دیکھ لیں الحمد للہ رب العالمین حمد تو صرف رب عالمین کیلئے مخصوص ہے یعنی حمد مخصوص ہے صرف اس اللہ کیلئے جو عالمین کا رب ہے اس آیت پر اگر ہم غور کریں تو اس کے دو طرح کے معنی ہو سکتے ہیں

(1) حمد رب العالمین کیلئے مخصوص ہے یعنی وہ ہی حمد کے قابل ہے

(2) حمد رب العالمین کیلئے مخصوص ہے یعنی وہی حمد کرسکتا ہے کوئی اور کر ہی نہیں سکتا ...... اگر ہم اسے اور جامع انداز میں پیش کریں تو یہ کہنا ہوگا کہ سوائے رب العالمین کے کسی کی حمد ہو ہی نہیں سکتی یا بہ الفاظ دیگر جس کی حمد ہوسکتی ہے وہ صرف رب العالمین ہی ہوگا ...... اس فقرے کا مفہوم دیکھیں اور سمجھیں کہ جب تک کسی ذات میں عالمین کی ربوبیت دریافت نہ ہو اس کی حمد کرنا شرعاً جائز نہیں ہے، بہ الفاظ دیگر جس کی بھی حمد کی جا سکے گی وہ رب العالمین ہی ہوگا غیر نہیں ہوگا ...... یہ بات تو آپ سمجھ گئے ہیں

دوستو! - یہاں میں ایک مرتبہ پھر حمد کے بارے میں عرض کرتا چلوں حمد کے بارے میں عربیات کے ماہرین کا فیصلہ ہے کہ حمد مخصوص ہے اللہ کیلئے ...... یہ بھی ہے کہ حمد اور شکر میں فرق ہے اور اسی طرح حمد اور مدح میں فرق ہے مدح عام ہے حمد خاص ہے مدح تو کسی کی قامت، صباحت، حسن، آنکھ، ناک کی ہوسکتی ہے اور اس کے صفاتِ حسنہ کی بھی یعنی شجاعت، سخاوت، شرافت، حیا وغیرہ کی بھی مدح ہوسکتی ہے مگر حمد قامت، صباحت، ناک، آنکھ کی نہیں ہوسکتی ...... شکر ہمیشہ نعمت کے مقابلے میں کیا جاتا ہے نعمت مقابل نہ ہو تو شکر نہیں ہوسکتا اسی لئے مسلمہ ہے فکل شکرٍ حمد ولیس کل حمداٍ شکراً ہر شکر ایک حمد ہے مگر ہر حمد کو شکر نہیں کہہ سکتے اسی طرح مسلمہ ہے وکل حمدٍ مدح ولیس کل مدح حمداً یعنی ہر حمد کو مدح کہا جا سکتا ہے مگر ہر

مدح کو حمد نہیں کہہ سکتے حمد میں دراصل شکر اور مدح دونوں کے خصوصیات موجود ہیں
مگر شکر اور مدح میں حمد کی جملگی نہیں ہوتی ہے اور جس کی حمد کی جائے اسے کہتے ہیں
محمود جیسا کہ ہے ویقال فلان محمود اذا حمد و محمد اذا وجد محموداً کہتے
ہیں کہ کوئی تب محمود ہوسکتا ہے جب کوئی اس کی حمد کرنے والا ہو اگر کوئی حمد کرنے
والا نہیں تو محمود نہیں مگر محمدؐ وہ ہوسکتا ہے جو پہلے محمود ہو

مگر قرآن کہتا ہے کہ حمد اسی کی ہوگی جو رب العالمین ہوگا اور جو رب العالمین ہوگا
وہی محمود ہوگا اب ہمارے عقول حیران ہوجاتے ہیں محمدؐ ہو نہیں سکتا جو پہلے محمود نہ ہو تو
پھر منطقی طور پر اس نتیجے پر پہنچیں گے

جو محمدؐ ہوگا لازماً وہ محمود ہوگا

جو محمود ہوگا لازماً وہ رب العالمین ہوگا

نتیجہ جو محمدؐ ہوگا لازماً وہ رب العالمین ہوگا

اب اس بات سے اتنا تو ماننا ہی پڑے گا کہ یا تو انہیں محمد صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کہنا چھوڑ
دیں یا پھر عالمین کا رب انہی کو مان لیں ...... میرے عرض کرنے کا مقصد یہ ہے
عالمین کی تخلیق کا موجب شہنشاہ انبیا صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی ذات ہے اور یہ ایک حوالے
سے عالمین کی ربوبیت پر فائز ہیں اور اللہ جل جلالہ انکا رب ہونے کے ناطے سے
انکا بھی رب ہے اور عالمین کا بھی رب ہے

دوستو! ۔ اب کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ شہنشاہؐ انبیا صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کو محمود کا مرتبہ کہاں سے
مل گیا ہے حالانکہ قرآن کریم میں فرمایا عسیٰ ان ربك مقاماً محمودا اے
میرے حبیب تمہیں مقام محمود پر مبعوث فرما دیا جائے گا اور اہل سنت والجماعت کی
آذان کے بعد والی دعا میں ہے

☆واٰتِ محمدًۨ نِ الوسیلَۃَ والفضلیلۃَ والدَّرَ جۃَ الرفیعۃ وابعثہُ مقام محمود ن الذی وعد تہ ان ك لا تخلفَ المعیاد

یعنی وہ دعا کرتے ہیں کہ اے اللہ عزوجل شہنشاہ انبیاصلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کو وسیلہ اور فضیلت اور بلند درجات عطا فرما اور انہیں مبعوث فرما مقامِ محمود پر کہ جس کا تو نے ان سے وعدہ فرمایا ہے اور تو اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا

بعثت کے معنی ہیں کسی خاص وجہ یا مقصد کیلئے کہیں بھیجنا یا اکسانا یا اٹھانا وغیرہ اب پہلی بات تو یہ ہے کہ مقام محمود ہے کیا ؟ یہ مقامِ ربوبیتِ عالمین کا عہدہ ہے

کچھ برادران اہل سنت نے فرمایا ہے کہ یہ مقام محمود مقام شفاعت ہے جو قیامت کو ملے گا کہ آپ ساری امت کی شفاعت فرمائیں گے حقیقت اس کے برعکس ہے میں شفاعت سے انکار نہیں کر رہا بلکہ میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ مقام شفاعت اور ہے اور مقام محمود اور ہے جیسا کہ میں عرض کر چکا ہوں کہ مقام محمود مقام ربوبیت عالمین ہے

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا یہ صرف اللہ کا وعدہ ہے یا اس کی تکمیل بھی ہے کیا وعدے کا دن معلوم ہے کہ کب وعدہ ہوا اور کتنے عرصے میں پورا ہوگا جیسے اللہ نے آیت تطہیر میں پاک خاندان علیہم الصلوات والسلام کو ارجاس سے بلند رکھنے کا وعدہ فرمایا تھا وہ تو ازل ہی سے تکمیل پذیر ہے کیا مقامِ محمود کا وعدہ قیامت کے دن پورا ہوگا ؟

حقیقت یہ ہے کہ ان ذوات کے درجات وفضائل میں ترقی وتنزلی کا گمان بھی غلط ہے یہ اس مقام ارفع اعلیٰ پر کھڑے ہیں کہ انہیں مزید اونچا کرنا محالِ عقلی وکلی ہے یعنی یہ جب سے ہیں تب سے مقام محمود پر فائز ہیں اور رب العالمین بن کر اپنے فرائض انجام دے رہے ہیں اب یہ بات معترضین پر چھوڑتا ہوں کہ یا انہیں مقامِ محمود سے فارغ کر دیں یا رب العالمین مان لیں

دوستو! - یہ ایک حقیقت ہے کہ جو رحمت اللعالمین ہوگا اس کا رب العالمین ہونا لازم ہے ربوبیت رحمت کی شاخ ہے اور رحمت ربوبیت کا تنا ہے ...... میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ میری بات پر فتوے تلاش رہے ہیں کہ میں نے سرورکونین صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کو رب العالمین کہہ دیا ہے ...... دوستو! - ایک بات یاد رکھو اللہ جل جلالہٗ کیلئے رب العالمین ہونا باعث فخر نہیں ہے بلکہ اس کا رب محمدؐ و آل محمدؐ علیہم الصلوات والسلام ہونا باعث فخر ہے کہ وہ ان کا بھی رب ہے جو عالمین کے مربی ہیں اس لئے آپ کو یہی مشورہ دوں گا کہ جہاں بھی محمدؐ آل محمدؐ علیہم الصلوات والسلام کے فضائل پر شرک کی بیماری لگنے لگے تو فوراً پڑھ لیا کریں ......یارب محمدؐ و آل محمدؐ صل علیٰ محمدؐ و آل محمدؐ و عجل فرج آل محمدؐ بقائمھم علیہ الصلوات والسلام......

یہ پڑھتے ہی شرک کا شیطان آن واحد میں فنا ہو جائے گا

اب غور سے دیکھیں یہ کائنات بہت وسیع ہے کھربوں نوری سال کے فاصلوں پر کہکشائیں دمک رہی ہیں اور پھر بھی انسان کی قوتِ ادراک تھک کر دم توڑ دیتی ہے مگر وسعتِ کائنات کو نہیں سمجھ سکتی مگر اللہ نے اپنے علم کے بارے میں فرمایا ہے

☆وسعَ کُلَ شیءٍ علماً

کہ اللہ کا علم ہر شے پر وسیع ہے محیط ہے اور وسیع و محیط خود خالق نے فرمایا ہے

☆احاط بکل شیءٍ علماً

کہ علم الٰہی ہر شے سے محیط اور وسیع ہے جس طرح اللہ کے علم نے ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے اسی طرح اس کی رحمت کے اندر بھی ہر چیز محصور ہے اسی لئے فرمایا ہے

☆ورحمتی وسعت کل شیءٍ

کہ اس کی رحمت نے ہر چیز کو گھیرا ہوا ہے، کیونکہ ربوبیت رحمت کا ردِعمل ہے، جس

میں مادۂ رحمت نہ ہوگا وہ مربی نہ بن سکے گا، اگر رحمت ہوگی تو ربوبیت ہوگی، اب اسی نے اپنے مظہر ذات سے فرمایا ہے وما ارسلناك الا رحمة للعالمين ہم نے تمہیں عالمین کیلئے رحمت بنا کر بھیجا ہے اب یہ عالمین کی رحمت ہے جو کائنات سے اتنی وسیع ہے کہ جتنا اللہ کا علم وسیع ہے، جہاں اس کا علم وہاں اس کی رحمت، جہاں اس کی رحمت وہاں اس اللہ کی ربوبیت، اب یا تو اللہ کی ربوبیت سے انکار کردو ورنہ مانو کہ کوئی جگہ رحمت العالمین سے خالی نہیں ہے

اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا یہ سارے فضائل صرف شہنشاہؐ انبیاصلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم ہی تک محدود و مخصوص ہیں یا ان کا سلسلہ آگے بھی چلتا ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ مقام ربوبیتِ عالمین پر صرف شہنشاہؐ انبیاصلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم فائز نہیں بلکہ جو بھی محمدؐصلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم ہوگا وہ اس پر فائز ہوگا؟

چاہے محمدؐصلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم اول ہوگا؟ چاہے محمدؐصلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم اوسط ہوگا؟ یا محمدؐصلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم آخر ہوگا؟ یا پاک خاندان علیھم الصلوات والسلام کی مکمل محمدیت ہوگی؟ یہ سب مقام محمود پر فائز ہوں گے اور ربوبیتِ عالمین کے حامل ہوں گے

اسی لیے تو اللہ نے کہیں ☆سقاھم ربھم شراباً طھورا کہہ امیرؑ المومنین علیہ الصلوات والسلام کو رب کہا ہے اور کہیں شہنشاہؐ امامؑ زمانہ کو☆ و اشرقت الارض بنور ربھا کہہ کر رب کہا ہے اور کہیں پاک عمرانؑ علیہ الصلوات والسلام کو☆ واما بنعمت ربك فحدث فرما کر رب کہا ہے کیونکہ یہ سبھی وحدتِ مطلقہ کے حامل ہیں یعنی اس ناقابلِ تقسیم حقیقت کے حامل ہیں جس کا نام ہے محمدؐصلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم

ان کی تخلیق وتکوین کا جہاں بھی ذکر ہے ایک ہی جیسا ہے یعنی جنابِ عبدالمطلب علیہ الصلوات والسلام سے لے کر شہزادہ علیؑ اصغر علیہ الصلوات والسلام تک سب اس وحدتِ نور کے اجزا

ہیں اور ربوبیتِ عالمین کے مقام پر فائز ہیں اب اگر کوئی اس بات کو تسلیم نہ کرے تو یہ اس کی اپنی مرضی ہے میرا یہی عقیدہ ہے اور عقیدے میں کوئی کسی کا پابند تو ہوتا نہیں کیونکہ معتقدات دائرہ تقلید سے خارج ہوتے ہیں اگر میں غلطی پر ہوں تو اپنے مالک ومنعم عَجَلَ اللّٰهُ فَرَجَهُ الشَّرِيْف سے امیدوار ہوں کہ وہ میری اصلاح فرمائیں گے

دوستو! ۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ الوہیت الٰہی کا مقام اتصال واتحاد ہے اس سے کوئی اتحاد ذات والا عقیدہ اخذ نہ کر لے میرے عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ان کے افعال واعمال، حرکات وسکنات سب کچھ نسبت الوہیت کے حامل ہوتے ہیں اب کوئی کہہ سکتا ہے کہ یہ بات تم نے کہاں سے اخذ کی ہے تو عرض کروں گا کہ کلامِ الٰہی میں ایسی بیسیوں آیات ہیں جن سے ثابت کیا جا سکتا ہے کہ اللہ جل جلالہ ان کے افعال کو بڑی بے تکلفی سے اپنی طرف منسوب فرما دیتا ہے جیسا کہ ایک آیت پیش کرتا ہوں اللہ جل جلالہ نے فرمایا

کفیٰ اللهُ المومنین القتال وکان اللهُ قویاً عزیزاً

عبداللہ بن مسعود وغیرہ جو سوادِ اعظم کے معتبر راوی ہیں وہ فرماتے ہیں کہ آیت جنگ احزاب کے بارے میں ہے جس میں صرف امیر کائنات علیہ الصلوات والسلام کے علاوہ کسی نے جنگ نہیں کی فرار تو کیا لیکن شمشیر زنی نہیں کی

اللہ جل جلالہ نے فرمایا تھا کہ اب سارے مومنین کو چھٹی ہے اب جنگ کیلئے اللہ ہی کافی ہے ...... دیکھئے اللہ نے امیر کائنات علیہ الصلوات والسلام کی جنگ کو اپنی جنگ قرار دیا ہے اور امیر کائنات علیہ الصلوات والسلام نے جنگ کر کے بتا دیا کہ جس مقام محمود پر شہنشاہِ انبیا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہیں میں بھی اسی مقام کا حامل ہوں اور وہ ہے ربوبیتِ عالمین کا منصب ...... کیونکہ اتصال الوہیت ذات سے وابستہ ہے لہٰذا مجھ میں اور اس ذات

واجب الوجود میں کوئی غیریت نہیں ہے اس کا کام میرا کام میرا کام اس کا کام اس کا نام میرا نام میرا نام اس کا نام (تمہارا کیا)

حمد حقیقی

دوستو! - یہ بھی آپ کے سامنے کئی مرتبہ عرض کر چکا ہوں کہ ہر چیز کے کئی وجود مانے جاتے ہیں یہ بات مجھے مجبوراً لاتعداد مرتبہ دہرانا پڑتی ہے کہ ماضی میں ہر چیز کے چار وجود مانے جاتے تھے () وجود ذہنی () وجود مکتوبی () وجود ملفوظی () وجود حقیقی ...... اس کے بعد ایک وجود محسوسی بھی شامل کیا گیا مگر یہ بہت پرانے زمانے کی بات ہے کیونکہ اس زمانے میں جدید سائنس اور کمپیوٹر اور الیکٹران وغیرہ ایجاد نہیں ہوئے تھے اس دور میں پرائمری کلاس کا علم تھا آج تو ہمارے بچے بھی کمپیوٹر سے کھیل رہے ہیں آواز اور الیکٹرک اور روشنی کے ویوز کو کافی حد تک سمجھ لیا گیا ہے اس لئے اگر ہم اس دور میں دیکھیں تو ہر چیز کے بہت سے اور وجود بھی ہمارے سامنے موجود ہیں یہ علیحدہ بات کہ ہمارے علمائے کرام انہیں اپنے علم میں شامل نہ کریں ...... جیسا کہ ہم دیکھتے ہیں کہ ماضی میں آواز کو صرف منہ سے نکلی ہوئی ایسی صوت سمجھا جاتا تھا جو دوسروں کے کانوں تک جانے کے بعد معدوم ہو جاتی ہے مگر آج ہم اسے ٹیپ کیسٹ یا سی ڈی یا ہارڈ ڈسکٹ میں محفوظ بھی کر رہے ہیں اس دور میں آواز کو محفوظ کرنے کیلئے کافی چیزیں ایجاد ہو چکی ہیں اب پہلے تو آواز کا ایک ہی وجود ملفوظی تھا مگر آج ہمارے سامنے اس کا ایک وجود وہ بھی ہے جو ٹیپ ریکارڈر کی کیسٹ کے فیتے میں بھرا ہوا ہے جسے ہم ''وجود تسجیلی'' کہہ سکتے ہیں ...... اس طرح آج ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ آوازیں معدوم نہیں ہوتیں بلکہ

وہ ایتھرک ورلڈ(Etheric World) میں محفوظ رہتی ہیں اس طرح وہ جس حالت میں فضا میں محفوظ ہیں وہاں بھی ان کا ایک وجود ہے جو ہماری سماعت سے ماورئی ہے اسے ہم آواز کے وجود ملفوظی کا ''وجود اثیری'' کہہ سکتے ہیں اسی طرح ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ جب ریڈیو یا ٹی وی آن ہوتا ہے تو اس میں بھی ایک آواز آتی ہے جو اپنے نشریاتی مرکز سے فضا کے دوش پر سفر کرتی ہوئی یہاں آتی ہے، اس طرح آواز کا ایک اور وجود بھی سامنے آتا ہے اور وہ اس کا ریڈیائی یا وجود برقی کہہ سکتے ہیں، اسی طرح ہم صرف وجود ملفوظی کے اندر کئی اور وجود دریافت کر چکے ہیں اسی طرح ایک وجود صوری بھی ہم دریافت کر چکے ہیں کیونکہ جب عبارت کو ایک علیحدہ وجود کا درجہ دیا جا سکتا ہے تو کیا تصویر کو کوئی درجہ نہیں ملنا چاہیے، یہ بھی تو شے کا ایک وجود ہی ہے، اسی طرح جب ٹی وی پہ ہم کوئی تصویر دیکھتے ہیں تو یہ بھی ایک علیحدہ قسم کا وجود ہے جو فضا سے الیکٹرک ویوز کی شکل میں ہم تک پہنچتا ہے، اگر عبارت کا ایک وجود ہے تو اسے بھی ایک علیحدہ وجود کا درجہ ملنا چاہیے، اسی طرح وی سی آر چلا کر جب دیکھتے ہیں تو وہاں بھی اشیا کا ایک اور وجود ہمارے سامنے آتا ہے جو اس کی ٹیب میں بھرا ہوا یا فیڈ ڈ(Feeded) ہوتا ہے اسے بھی ہم تصویر کا ''وجود تسجیلی'' کہہ سکتے ہیں اسی طرح جو کسی سکرین پر یا پروجیکٹر کے ذریعے کہیں ظاہر ہوتا ہے یہ بھی ایک وجود ہی ہے مگر اسے بھی علما نے کوئی نام نہیں دے رکھا ...... یہ بھی ایک مسلمہ امر ہے کہ جب انسان سورج کی روشنی میں چلتا ہے یا کوئی چیز اس کے سامنے ہوتی ہے تو اس کی ایک لاکھ چھیاسی ہزار تصاویر فی سیکنڈ کے حساب سے فضا میں سفر کرتی ہیں تو یہ تصاویر بھی ایک علیحدہ وجود رکھتی ہیں، اس طرح اگر ہم ایک چیز کے وجود تلاش کرنا شروع کر دیں تو سینکڑوں وجود معلوم کیئے

جا سکتے ہیں مگر یہ سارے وجود اصل چیز کے غیر حقیقی وجود ہوں گے
جیسا کہ ہم قرآن کی مثال سے پیش کر سکتے ہیں
( ) قرآن لکھا ہوا سامنے آیا تو یہ وجود مکتوبی ( ) قرآن سی ڈی پر بھرا ہوا پایا تو یہ بھی ایک علیحدہ وجود ( ) قرآن لکھا ہوا فضا کے دوش پر سفر کر کے نشر کیا گیا ( ) قرآن تلاوت کیا گیا ( ) قرآن ٹیب میں بھرا گیا ( ) ہارڈ سکٹ میں مشینی زبان میں لکھا یا بھرا ہوا وغیرہ ...... مگر یہ بات بھی ایک حقیقت ہے کہ یہ سارے قرآن کے وجود، حقیقی وجود نہیں بلکہ اس کا ایک حقیقی وجود بھی ہے اور یہ سب اس کے غیر حقیقی وجود ہیں
جیسا کہ کسی نے میرا نام لکھا یا میرا نام بولا یا میری تصویر لی یا میری کوئی موووی بنائی یا میرا کوئی پروگرام نشر کیا یہ سب اگرچہ میرے ہی وجود ہیں مگر یہ سب میرے حقیقی وجود سے علیحدہ وہ وجود ہیں جو حقیقی ہونے کے باوجود غیر حقیقی وجود ہیں
اب ہم شاید اپنی بات کو کھولنے کی پوزیشن میں آ گئے ہیں دوستو! - میں یہ عرض کر رہا تھا کہ حمد مخصوص ہے رب العالمین کیلئے
اب حمد ہے تو اس کا بھی کوئی نہ کوئی تو حقیقی وجود ہوگا ہی، جو حمد مجسم ہوگا کیونکہ جب ہم الحمد للہ کہتے، لکھتے، سنتے ہیں تو اس کے غیر حقیقی وجود ہمارے سامنے آتے ہیں
اب لازماً حمد کا بھی ایک حقیقی وجود ہوگا
دوستو! - یہاں کوئی شخص یہ بھی کہہ سکتا ہے کہ فاعلی و افتعالی چیزوں کا کوئی وجود خارجی و مادی نہیں ہوتا اس لئے حمد کا کوئی خارجی و مادی وجود نہیں ہے بلکہ یہ حمد ہی اپنا وجود آپ ہے ...... ہم عرض کرتے ہیں کہ یہ بات تو بڑی پتے کی ہے مگر ہمارے متکلمین تو کہتے ہیں کہ ہر عمل کا ایک وجود خارجی ہوتا ہے کیونکہ انہوں نے تجسم

اعمال کا ایک نظریہ دیا ہوا اور قرآن کریم کا میدان قیامت میں انسانی شکل میں آنا تک لکھا ہے اسی طرح صلوات کے وجود کا بھی لکھا ہوا ہے جیسا کہ میں پہلے ہی کسی بیان میں عرض کر چکا ہوں ہمارے عالم اسلام کے اکثر مکتبہ ہائے فکر اعمال کے مجسم ہونے کے قائل ہیں اور بعض علما نے یہاں تک لکھا ہے کہ اعمال بدکسی درندہ یا حرام جانور کی شکل میں متشکل ہوتے ہیں بدکاریوں کا قبر میں سانپ بچھو بن کر آنے کے سبھی قائل ہیں ان باتوں سے ثابت ہوا کہ عمل اچھا ہو یا برا اس کا ایک وجود مرئی ہوتا ہے اب سارے اعمال کا یعنی عالمِ فاعلی وافتعالی کا ایک وجود ثابت ہے تو حمد کا بھی ایک حقیقی وجود ہونا لازم ہے اب پھر ہم واپس اپنی بات پر آتے ہیں اور میرے اولین فقرے کو دیکھیں کہ ہمارے شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف کا ایک اسم مبارک ہے

جناب ''حمد عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف'' یعنی اللہ کی اگر کوئی حمد مجسم ہے تو وہ ہمارے شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف ہیں

اب دیکھیں کہ حمد کیا ہے؟

حمد میں ایک تعریف ہوتی ہے یعنی اس کی ذات اور عظمت کا تعارف ہوتا ہے

حمد میں ذات کے احسانات کا تعارف ہوتا ہے اور اعتراف ہوتا ہے

حمد میں اس کے فضائل اور برتری کا اقرار ہوتا ہے

حمد میں اس کی قادریت و ربوبیت کا اقرار ہوتا ہے

حمد میں اظہارِ احسان مندی ہوتا ہے

حمد میں اپنی انتہائی کوشش کے باوجود نقص رسائی کا اقرار ہوتا ہے

اب آپ سمجھ گئے اللہ کی حمد کیا ہے؟ وہ ہیں ہمارے شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف اب

آپ آسانی سے ان میں یہ خصوصیات تلاش کر سکتے ہیں
اوراس سے یوں سمجھ لیں کہ جس نے اپنے شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف کو پا لیا اوران کی عبدیت کی تکمیل کر لی تو گویا اسی نے اللہ کی حمد کا ادراک کرلیا اس نے حمد کے سارے تقاضے پورے کر لیے ہیں ...... اور یہ بھی آپ نے سمجھ لیا ہوگا یہی وہ حمد مجسم ہیں جو اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کیلئے مخصوص ہیں ان کی ذات کسی اور کیلئے نہیں بلکہ ان کی ذات صرف اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کیلئے مخصوص ہے
دوستو قیام حمد زمانہ خروج میں مکمل ہوگا کیونکہ جب ہمارے شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف تشریف لائیں گے تو حمد کے سارے تقاضے پورے ہو جائیں گے یعنی پوری انسانیت کو حمد کے مفاہیم وشرائط معلوم ہو جائیں گے جیسا کہ میں نے پہلے عرض کیا ہے کہ حمد میں ایک تعریف ہوتی ہے یعنی اس کی ذات اور عظمت کا تعارف ہوتا ہے جب شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف کا ظہور ہوگا تو اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کا کلی تعارف ہو جائے گا اور اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کی عظمت کا اظہار ان کی ذات سے ہوگا
یہ بھی ہے کہ حمد میں ذات کے احسانات کا تعارف ہوتا ہے اور اعتراف ہوتا ہے ...... اسی لئے جب شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف تشریف لائیں گے تو ان کے ظہور سے اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کے احسانات کا تعارف ہوگا اور پوری کائنات احسانات کے اعتراف میں ان کی اطاعت میں جٹ جائے گی
یہ بھی عرض کیا تھا کہ حمد میں اس کے فضائل اور برتری کا اقرار ہوتا ہے اس لئے جب ہمارے شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف پر کوئی شخص نگاہ کرتا ہے یا کرے گا تو ان کی ذات میں انوار الٰہیہ کو متجلی دیکھ کر ان کی اصلیت و حقیقت اولیہ کی برتری کا اعتراف دلوں کو پھاڑ کر نوک زبان پر آ کر ان کی فضائل فشانی کرتا ہوا نظر آتا ہے

یہ بھی عرض کیا تھا کہ حمد میں اللہ جل جلالہ کی قادریت و ربوبیت کا اقرار ہوتا ہے اسی طرح جب ہمارے شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف کی حکومت کا قیام ہوگا تو اس وقت عالمین کو معلوم ہوگا کہ اللہ اگر رب ہے تو کس طرح ہے؟ اللہ اگر قادر ہے تو کس طرح ہے؟ کیونکہ جب بھی کوئی یہ سوال کرے گا کہ اللہ قادر ہے تو کیسے؟ تو اس کا جواب شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف نے اپنی قدرت کے مظاہرے سے نہیں دینا بلکہ وہ سائل کو قدرت تفویض فرما کے ثابت کریں گے کہ اب تم جس جس چیز کے بارے میں اللہ کے قادر ہونے پہ شک کرتے ہو وہ خود کر کے دیکھ لو پھر نہ کہنا کہ اچھی طرح سمجھایا نہیں گیا تھا...... یہ بھی عرض کیا تھا کہ حمد میں اظہارِ احسان مندی ہوتا ہے...... اس لئے جب ہمارے مالک مطلق عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف کا ظہور اجلال ہوگا تو اللہ کا احسان کامل ہو جائے گا اور کائنات کی احسان مندی کا اقرار مکمل ہو جائے

یہ بھی عرض کیا تھا کہ حمد میں اپنی انتہائی کوشش کے باوجود نقصِ رسائی کا اقرار ہوتا ہے اس لئے جب شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف کی حکومت اِلٰہیہ کا قیام ہوگا تو اس وقت ایک ایک مومن کو وہ اختیارات ملیں گے کہ اس کی عقل اپنے کمالات کے ادراک سے عاجز آ جائے گی تو پھر وہ اس مقام پر کمال عجز سے اقرار کرے گا کہ میں اپنے مالک کے اختیارات ذات کو سمجھنے سے عاجز محض ہوں

آیئے ہم مل کر دعا کریں کہ اللہ جل جلالہ کی حکومت کا قیام جلدی ہو اور ہمیں اللہ کی حمد مجسم عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف کا کمال ادراک میسر ہو

﴿آمین یا رب العالمین﴾

یا رب محمدؐ و آل محمدؐ صل علیٰ محمدؐ و آل محمدؐ و عجل فرجھم بقائمھمؐ

عجل اللہ فرجہ الشریف و صلوات اللہ علیك

یا هو یامن هو لاهو الا هوالحی القیوم یا هو یا من لا یعلم ماهو الا هو الحی القیوم العلی العظیم
یا مولا کریم عجل الله فرجك وصلوات الله علیك

﴿عجل الله فرجه الشريف و صلوات الله عليه﴾

الحمد لله رب العالمین و صل علیٰ محمدؐ و آلہٖ اجمعین خصوصاً علی حجة الله فی العالمین عجل الله فرجه الشریف وآبائه المعصومین وامهاته الطاهرین الطیبین صلوات الله علیهم اجمعین و لعنة الله علیٰ اعدائهم من یوم الازل الی یوم الدین

اے متحیران دشت عرفان!

دوستو! - آپ کائنات پر گہری نگاہ کرکے دیکھیں گے تو آپ بیساختہ کہہ اٹھیں گے کہ یہ کائنات اور اس کی ہر چیز اپنے اپنے مقام پر ایک سوال نامہ ہے ایک معمہ ہے آپ ہر چیز کو دیکھیں اس کی پیشانی پر صرف ایک ہی نشان ہے جسے کہتے ہیں (Question Mark) یعنی سوالیہ نشان

دوستو! - یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اس کائنات کی ہر چیز پیاز کی طرح ہزاروں لاکھوں پرتیں رکھتی ہے اور اس کی جب بھی کوئی ایک پرت اتارتا ہے تو اسے اگلی پرت پر پھر وہی سوالیہ نشان نظر آتا ہے، اسی طرح انسان جب ان اشیا کے اندر ہزار در ہزار سوالیہ نشان دیکھتا ہے تو وہ حیرت سے مبہوت ہو جاتا ہے اس کی حیرت کی کوئی انتہا نہیں رہتی اور انسان ان سوالیہ نشانات ہی سے ایک لامتناہی حیرت کو دریافت کرتا ہے یہی ''مقامِ حیرت'' ہی انسان کیلئے مقام معرفت ہے کیونکہ حیرت

ہمیشہ عجز و لاعلمی کے ادراک کا نام ہے اور جب انسان اپنی لاعلمی و عاجزی کو دریافت کر لیتا ہے تو وہ دراصطلاحِ شرع عارف ہو جاتا ہے میں نے کئی مرتبہ کہا ہے کہ عرفان کا نقطہٗ آغاز مشاہدہ ہے اور یہی مشاہدہ ہی ہوتا ہے جو انسان کو سوالیہ نشان تک پہنچاتا ہے جہاں جا کر انسان اپنے عجز و حیرت کو دریافت کرتا ہے اور عارف بن جاتا ہے اور حیرت جتنی جتنی زیادہ ہوتی جاتی ہے معرفت کامل ہوتی جاتی ہے اس لئے عرفا کبھی یہ دعا نہیں کرتے کہ رب زدنی علما اے میرے رب میرے علم میں زیادتی فرما بلکہ وہ دعا کرتے ہیں رب زدنی تحیرا اے میرے رب میری حیرت میں زیادتی فرما مجھے اپنے دشتِ معرفت میں سرگراداں فرما دے

دوستو! - میں عرض کر رہا تھا کہ اس کائنات کی ہر چیز کی ہر پرت پر، ہر ایٹم پر، ہر اکائی پر ہزاروں سوالیہ نشانات موجود ہیں اور اس دور میں کئی نام نہاد بقراط قسم کے لوگ پائے جاتے ہیں کہ جو ہر سوالیہ نشان کا جواب ڈھونڈتے رہتے ہیں یا پھر اپنی طرف سے جواب بناتے رہتے ہیں گویا ان کے پاس ہر سوال کا جواب موجود رہتا ہے جب بھی کوئی ان سے سوال کرتا ہے کہ بھائی یہ ستارے کتنے بڑے ہیں تو جھٹ سے جواب دیتے ہیں کہ بھائی ہماری بھیڑوں کے سائز کے ہیں، دوستو! - جاہل کی سب سے بڑی پہچان یہ ہے کہ وہ اپنے پاس ہر سوال کا جواب رکھتا ہے اور عالم کی یہی پہچان ہے کہ اسے اپنی لاعملی کا ادراک ہو جاتا ہے اور اسے جملہ سوالات کے جواب کیلئے ایک دولت مل جاتی ہے جس کا نام ہے ''لا ادری'' یعنی میں نہیں جانتا کیونکہ علم کے طور پر اس کے پاس صرف حیرت ہی حیرت ہوتی ہے ہر کتاب جو انسان کو علم عطا کرتی ہے درحقیقت وہ اسے اس کی جہالت سے شناسا کرتی ہے اس کی لاعلمی سے روشناس کرواتی ہے نہ کہ کسی چیز کی

آخری حقیقت سے آشنا کرتی ہے علما کا مسلمہ ہے کہ کتاب علم کا کوئی آخری ورق ہوتا ہی نہیں اور میں کہتا ہوں کہ علم کی کتاب کا آخری ورق حیرت ہے میں نے علم الالٰہیات دیکھا الٰہیین کے آرا دیکھے انہوں نے ذات وصفات کے بارے میں حتمی جواب دینے کی بھرپور کوشش کی منطق کی عینک لگائی ، فلسفے کا چراغ جلایا ،علم کلام کی گھنی چھاؤں کے نیچے بیٹھ کے صفاتِ ثبوتیہ وسلبیہ پرنوک قلم سے سیاہیوں کے دریا بہا دیئے اورآخر میں اقرار کیا کہ وہ تو اپنی ذات کے اندر پڑی ہوئی سیاہی کے اجزائے ترکیبی اورعناصِر اولیہ سے بھی قطعاً جاہل ہیں ، جولوگ کچھ نہ کچھ سمجھ سکے انہوں نے یہی سمجھا کہ انہیں یہ بھی معلوم نہیں ہے کہ ان کے اندر کی تاریک و پر اسرار دنیا میں جو مالیکیولز ہیں ان کی تعداد کیا ہے؟ وہ کن کن ایٹوں سے بنے ہوئے ہیں

مگرکئی ایسے بطلیموس قسم کے علما بھی دیکھے جو اپنے اندر کی دنیا سے پوری طرح جاہل ہونے کے باوجود خلاق کائنات کے بارے میں اپنی ہر بات کوحرف آخر سمجھتے تھے افسوس کا مقام یہ ہے کہ انہیں اپنی جہالت کا علم بھی نہیں تھا وہ خود اپنی جہالت اور لاعلمی کے ادراک سے بھی محروم تھے اوران کی کیفیت وہی تھی کہ جیسے کوئی آدمی اپنی مرض سے بھی لاعلم ہو اورخود ہی کشتہ جات بنا کے استعمال بھی کرر ہا ہو

دوستو! - میری گفتگو مذہبی اداروں کے مبتدی علام سے بھی ہوئی کہ جن کے مقدمات بھی درست نہ تھے اس کے باوجود بزعم خویش وہ عالم بنے ہوئے تھے مجھے یہ دیکھ کراس وقت بہت حیرت ہوئی کہ جب انہیں بڑے اعتماد اور(Confidence) کانفیڈنس سے جاہلانہ جواب دیتے ہوئے پایا اور وہ اس طرح جواب دے رہے تھے جیسے کوئی بہت بڑا کیمسٹ (Chemist) اپنی مساواتوں کے بارے میں طلبا کو

ایجوکیٹ(Educate) کرنے میں مصروف ہوا ور اپنے حتمی نتائج سے مستفید کر رہا ہو
ایک سائنسدان نے کہا تھا کہ جب ہم کوئی نئی چیز دریافت کرتے ہیں تو وہ نئی چیز
دریافت نہیں ہوتی بلکہ ہمیں اس نئی دریافت کی شکل میں اپنی جہالت دریافت ہوتی
ہے کہ کتنے بڑے جاہل ہیں کہ ایسی چھوٹی چھوٹی چیزوں سے بھی لاعلم رہے ہیں
یہ تو آپ کو معلوم ہے کہ اس دور میں(Branches of Knowledge) برانچز آف
نالج کی تعداد تقریباً1200 کے قریب ہے یعنی اس دور میں بارہ سوعلوم رائج ہیں جن
کے سکالرز موجود ہیں اور میں نے اپنے مطالعاتی سیزنوں میں کافی علوم کو'' چکھا''
ہے وہ بھی اس حد تک کہ ان علوم کے بارے میں اگر گفتگو ہورہی ہو تو میں بدمزہ
نہیں ہوتا پھر بھی مجھے ہمہ وقت یہ احساس رہتا ہے کہ میں تو کچھ بھی نہیں جانتا مجھ جیسا
جاہل شاید کوئی ہو ہی نہیں ، مگر جب میں نے ان لوگوں کی'' زیارت'' کی کہ جنہوں
نے ابتدائی چند کتب بھی نہیں پڑھے ہوئے تھے اور وہ(Over Confidence) اوور
کانفیڈنس کے ساتھ جب اپنی ہر جاہلانہ بات کو حرف آخر بتا رہے تھے مجھے اپنی بے
بسی پر بہت ترس آیا اور لوگوں کی بدقسمتی پر رونا ......
دوستو! - میں یہ عرض کر رہا تھا کہ اس کائنات میں جو چیز سب سے زیادہ مقدار میں
پائی جاتی ہے وہ ہے سوالیہ نشان [؟]
یہ نشان پوری کائنات کے ہر ایٹم ہر سیل پر لگا ہوا ہے
یہ نشان چھوٹے سے چھوٹے وائرس(Virus) سے لے کر شارک و وہیل تک پر لگا ہوا
ہے بارش کے قطرات کے ایک ایک مالیکیول(Molecule) سے لے کر پوری گلیکسی
(Galaxy) یا کاسموس(Cosmos) کے ہر سیارے تک لگا ہوا ہے حتیٰ کہ خود انسان کی
اپنی ذات اور جسم اور اس کے اجزائے ترکیبی پر لاکھوں کروڑوں سوالیہ نشانات

موجود ہیں اب آپ خود سوچیں کہ اگر ایک باشعور انسان سے کہا جائے کہ اب جو موسلا دھار بارش ہونے والی ہے اس کا ہر قطرہ اس سے ایک سوال کرے گا کہ خدا کتنے ہیں اور تم نے ہر سوال کے جواب میں کہنا ہے کہ اللہ ایک ہے اب یہ بات سننے کے بعد کوئی صاحب عقل جواب دینے کے بارے میں سوچ سکتا ہے؟ وہ تو سوالات کی تعداد کے بارے میں سوچ کر ہی پاگل ہو جائے گا اگر سب کے سوالات مختلف ہونا ہوں اور جواب بھی مختلف دینا ہوں تو اس کے تصور ہی سے انسان ہوش و حواس کھو بیٹھے گا اور اس کی زبان سے صرف یہی فقرہ نکلے گا کہ ''اتنے سوالات؟''

یہ کہہ کر وہ حیرت کے سمندر میں اس طرح غرق ہو گا کہ پھر کبھی سطح بالا پر آ ہی نہ سکے گا یہاں ایک لطیفہ عرض کرنا چاہوں گا کہ کسی کاٹن فیکٹری کے سامنے سے ایک بڑھیا گزری اور اس نے اس کے سامنے کپاس کا ایک بہت بڑا ڈھیر دیکھا تو حیرت سے اس کے منہ سے نکلا ''اسے کاتے گا کون؟'' یہ کہہ کر وہ بے ہوش ہو گئی اور پھر جب بھی اسے ہوش آتا تھا تو اس کے منہ سے یہی فقرہ نکلتا تھا کہ اسے کاتے گا کون؟ یعنی جب انسان کے تصور سے بات بڑی ہو تو انسان کو صرف ایک چیز ملتی ہے اور وہ ہے حیرت جو اس کا عجز سے مصافحہ کروا دیتی ہے

دوستو! - اس دنیا میں انسان سے بڑی جاہل مخلوق شاید موجود ہی نہیں ہے کیونکہ یہی انسان ہے جو بیک وقت مادیات اور ماورائے مادیات کے بارے میں جوابات تلاش کر کے اور جوابات دینے کیلئے ہمہ وقت مستعد رہتا ہے ہاں جب عرفا عالم مکاشفات میں روحانی قدم رکھتے ہیں تو اس عالم ناپیدا کنار کی ایک ہی جھلک انہیں حیرت کی اتھاہ گہرائیوں میں غرق کر دیتی ہے اور کئی کم حوصلہ لوگ یا اس پرواز میں

بہت زیادہ اونچے جانے والے لوگ ہوتے ہیں تو وہ اس حیرت میں ایسے جذب ہو جاتے ہیں کہ وہ مجذّب ہی ہو کر رہ جاتے ہیں اور واپس آنے کا راستہ ہی نہیں ملتا ہاں ان خوش نصیبوں میں سے جنہیں کچھ ہوش آ بھی جاتا ہے تو وہ استغفرالله ربی و اتوب الیك کا ورد کرتے ہیں مگر وہ گناہوں سے استغفار نہیں کرتے بلکہ وہ کہتے ہیں ☆اللھم اغفرلی من معرفتك ...... وہ اللہ کی معرفت سے استغفار کرتے ہیں وہ سمجھ لیتے ہیں ہمیں اس معرفت ہی سے معافی مانگنا چاہیے ...... اس کی مثال ایسی ہے کہ جیسے کوئی آدمی یہ دعا کرے کہ خالق میرے سر پہ سونے کا پہاڑ رکھ دے جو کہ میرا اپنا ہو اور پھر اس کی دعا مستجاب ہو جائے اور اسی وقت اس کے سر پہ پانچ من کی ایک چٹان رکھ کر کہا جائے کہ تم اسے اٹھا کر گھر لے جاؤ وہاں تمہارے سر پہ پورا پہاڑ رکھ دیا جائے گا ...... اب آپ سوچیں کہ پانچ من کی چٹان جب سر پہ پڑے گی تو اس کا کیا حشر ہو گا ؟ وہ تو اپنی دعا کے ایک ایک فقرے سے فرار ہونے کی کوشش کرے گا اور عین اسی وقت خالق یہ فرما دے کہ او احمق ہم نے تمہاری دعا مستجاب فرما لی ہے اب تو ہم اس میں تبدیلی نہیں کر سکتے ہم یہ پہاڑ تو تیرے سر پہ ضرور رکھیں گے اور تجھے یہ پہاڑ اٹھانا پڑے گا چاہے تو اس کے نیچے دب کر پاوڈر ہی کیوں نہ ہو جائے ...... اب خود سوچیں وہ آدمی سونے کا پہاڑ طلب کرنے پر استغفار کرے گا یا نہیں؟ وہ تو رو رو کو معافی مانگے گا کہ میرے خالق مجھے معاف فرما دے میں نے اپنی قوتِ برداشت سے بڑی چیز مانگ لی ہے

اسی طرح عرفا یہ دعا نہیں کرتے کہ اللھم عرفنی نفسك [اے میرے اللہ مجھے اپنے نفس عظیم کی معرفت عطا فرما بلکہ وہ یہ دعا کرتے ہیں اللھم زدنی تحیراً میرے خالق میری حیرت میں اضافہ فرما تا کہ میں اپنی جہالت و لاعلمی کا ادراک کر سکوں

کیونکہ اسی میں تیری معرفت ہے کہ میں تجھ سے کلی طور پر لاعلم ہوں کیونکہ احساسِ عجز جب عقل و ذہن پر طاری ہو جاتا ہے تو انسان مبہوت ہو کر رہ جاتا ہے اور یہی تحیر ہی اصل معرفت ہے

﴿اقسامِ تعارف﴾

دوستو! - یہ بات تو آپ کو معلوم ہوگئی ہے کہ انسان کتنا بڑا جاہل ہے لیکن انسان کیلئے یہ بھی واجب ہے کہ وہ اللہ جل جلالہ کا کچھ نہ کچھ تو تعارف حاصل کرے

دوسری طرف صورت حال وہ ہے جو میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ انسان کے بس کا روگ ہی نہیں ہے کہ وہ تعارف حاصل کر سکے اس صورت حال میں انسان کیا کرے؟ اس سوال کے جواب کیلئے ہمیں تعارف کے اقسام معلوم کرنا ضروری ہیں

دوستو! - جب ہم ایک فرد کا جائزہ لیتے ہیں تو ہمیں اس کی پہچان کی کئی حیثیتیں ملتی ہیں یعنی اس پشت زمین پر چلنے والے انسان کی پہچان وتعریف کی کئی حیثیتیں ہیں

() تعریف منطقی () تعریف صوری () تعریف ہیئتی () تعریف طبعی () تعریف تجزیائی () تعریف کیمیائی () تعریف فنی () تعریف صفاتی () تعریف نسبی () تعریف حسبی وغیرہ ...... اور بھی کئی طرح سے انسان ایڈنٹی فائی (Identify) ہوتا ہے مگر میں ان دس پر اکتفیٰ کرتا ہوں

() تعریف منطقی

انسان کی ایک تعریف وہ ہے کہ جس میں انسان کی نوع، جنس، فصل، خاصے، عرض وغیرہ کے حوالے سے بات ہوتی ہے اس تعریف کو تعریف منطقی کہا جاتا ہے

() تعریف صوری

تعریف صوری وہ ہے کہ جس میں انسان ساخت، شکل، رنگ، روپ، صورت، نقش، نین، خدوخال کی وجہ سے پہچانا جاتا ہے

() تعریف ہیئتی

اس میں انسان اپنی ہیئت انسانی کی وجہ سے دوسرے جانوروں سے بحیثیت انسان کے پہچانا جاتا ہے

() تعریف طبعی

اس میں انسان کے اعضائے بدن کی علیحدہ علیحدہ (Analysation) اینالائی زیشن [تحلیل] کی جاتی ہے اور اس سے ایک انسان سامنے آتا ہے یہ اس کی تعریف طبعی ہے یہ تعریف تحلیل طبعی [فزیکل انلائی زیشن] (Physical Analysation) کا نتیجہ ہوتی ہے

() تعریف تجزیائی

انسان کا سائنسی تجزیہ ہوتا ہے کہ اس میں اسے قوائے ظاہری و باطنی، حواس کی صلاحیتوں اور ان کے کام کرنے کے عمل کے حوالے سے پہچانا جاتا ہے یہ کام باڈی فزکس (Body Physics) اور نیوروفزیالوجی (Neoro Physiology) وغیرہ کرتی ہیں

() تعریف کیمیائی

انسان کے اندر کون کون سے ایلمنٹ (Element) موجود ہیں اور (Chemistry) کیمسٹری کے حساب سے انسان میں کون سے کیمیکل (Chemical) کام کر رہے ہیں اس حوالے سے بھی انسان کی ایک تعریف [پہچان] ہوتی ہے یہ کام کیمسٹری کا ہے کہ وہ دیکھے کہ انسان کن عناصر کا مجموعہ و مرکب و لوندہ ہے

( ) تعریف نسبی

اس میں انسان اپنے قبائل ونسب کے حوالے سے پہچانا جاتا ہے یہ کام علم الانساب کا ہے

( ) تعریف حسبی

انسان کے اندر ذاتیات کا ایک علیحدہ شعبہ ہوتا ہے جو اس کے ذاتی اکتسابات کا مجموعہ ہوتا ہے اس میں اس کے اعمال و خصائص ہوتے ہیں جن کی وجہ سے انسان کو اچھا یا برا کہا جاتا ہے یہ کام علم الاخلاق اور دیگر ''معیاری علوم'' کا ہے

( ) تعریف صفاتی

انسان کیلئے اس کے صفات متضادہ و متناقضہ بھی پہچان کا ذریعہ ہوتے ہیں جیسا کہ انسان میں شجاعت یا جبن [بزدلی] سخاوت یا بخل [کنجوسی] وغیرہ ہوتے ہیں پھر ان کے درجات کا علم ہے جیسا کہ جبن سے تہور تک کئی درجات ہیں اسی طرح جملہ صفات کے اپنے اپنے درجات ہوتے ہیں یہ کام علم نفسیات اور علم الملکات کا ہوتا ہے

( ) تعریف فنی

بعض انسانوں کی پہچان ان کا فن بنتا ہے اور وہ اپنے فن کے حوالے سے پہچانے جاتے ہیں جیسے کوئی موسیقار اپنی موسیقی کے حوالے سے پہچانا جاتا ہے، مصور اپنے فن سے پہچانا جاتا ہے، دراصل یہ فرد کا تعارف بلاواسطہ نہیں ہوتا بلکہ اس کا تعارف بالواسطہ ہوتا ہے یعنی کوئی انسان ایک فنکار کو یا تخلیق کار کو اس کے فن پارے سے یا تخلیق پارے سے پہچان رہا ہوتا ہے اسی طرح جب ہم اپنے مالک حقیقی کے بارے میں تحقیق کرتے ہیں کہ اس کی پہچان کا سب سے بڑا حوالہ کیا ہے؟ یا اس کا سب سے بڑا تعارف کیا ہے؟ تو پتہ چلتا ہے کہ اس کا حقیقی تعارف ایک تخلیق کار

کی طرح کا ہے جس طرح کوئی انسان کسی تخلیق پارے کو دیکھ کر کسی کے اندر کے تخلیق کار سے متعارف ہوتا ہے اسی طرح انسان بھی اللہ ﷻ کے فن پاروں اور شہکاروں ہی کو دیکھ کر اس فنکار و تخلیق کارِ ازل سے متعارف ہوسکتا ہے ورنہ انسان کے پاس اس کے تعارف کا کوئی دوسرا آپشن (Option) موجود ہے ہی نہیں

دوستو! ۔ یہ بھی عجیب بات ہے کہ اللہ ﷻ کے تعارف کا واحد ذریعہ اس کے فن پارے ہیں مگر ہم تو یہ دیکھتے ہیں کہ اس کائنات میں اسی کے اتنے فن پارے ہیں جو انسان شمار ہی نہیں کرسکتا ایک ذرے سے لے کر خورشید تک ، ایک ایٹم سے لے کر یونیورس (Universe) تک اس کے فن پاروں کے انبار لگے ہوئے ہیں اب کوئی کس فن پارے سے اس کے اندر کے فنکار اور تخلیق کار کو دریافت کرے یہ تو ناممکن ہے اور یہاں تو یہ کیفیت ہے کہ اس کا کوئی بھی فن پارہ سمجھ ہی نہیں آتا ...... دوسری بات یہ ہے کہ انسان لاکھوں برس کی زندگی پائے اور اس کے تخلیق پاروں کو گنتا رہے تو بھی نہ گن سکے گا پھر ان میں امتیاز کرنا ان کی کلاسی فکیشن (Classification) کرنا کہ سب سے بڑا شہکار کون سا ہے اس کیلئے تو اولین و آخرین جمع ہو جائیں اور ان سب کو اولین و آخرین کی عمر کا مجموعہ دے دیا جائے تو پھر بھی یہ کام ناممکن ہے مگر یہ بھی حقیقت ہے کہ اس فنکار ازل نے ایک کامل آرٹسٹ (Artist) کی طرح اس کائنات کے کینوس (Canvas) پر لاکھوں کروڑوں رنگوں کے شیڈ نکال نکال کر اپنی تنوع پسندی اور جدت طرازی کا بھرپور مظاہرہ فرمایا ہے اور اس نے ہر چیز کی تخلیق میں اپنے پوشیدہ فنکار کا مکمل تعارف کروانے کی پوری پوری کوشش کی ہے اس نے اس کائنات کی اربوں اشیا میں سے ہر چیز کو علیحدہ علیحدہ رنگ ، خوشبو، ساخت اور ہیئت بخشی ہے اس نے اس کائنات کے کینوس (Canvas) پر رنگ و نور

کی بارش کر کے خود کو ظاہر کرنے کی بھرپور کوشش تو کی ہے مگر انسان کو جو دماغ ونظر وحواس ملے ہیں یہ تو صرف چند ہزار رنگوں میں تمیز کر سکتے ہیں حالانکہ اس نے بوقلمونیت اور گونا گونیت کا سمندر موجزن کر رکھا ہے، جملہ حیوانات، انسان، ایک جرثومے سے لے کر کائنات تک اس کی ہر چیز اپنی ہی نوع کے افراد سے ایک دم مختلف ہے نہ رنگ ملتا ہے، نہ صورت، نہ شکل، نہ عقل، نہ آواز، نہ انداز، نہ خوشبو، حتیٰ کے باڈی سیلز (Body Cells) اور جنیز تک ایک دوسرے سے مختلف ہیں، یہ کائنات تو اس کا ایک اگزبیشن ہال(Exhibition Hall) ہے یعنی اس کی آرٹ گیلری(Art Gallery) ہے جہاں اس کے فن پاروں کی نمائش ہو رہی ہے تاکہ کوئی اس کے فن تخلیق کے حوالے سے اس کی عظمت کا ادراک کر سکے ......طلوعِ ازل سے لے کر غروب ابد تک اگر دیکھا جائے تو یہ عالم موجود اس کی ایک آرٹ گیلری(Art Gallery) ہے اور اس نے یہ آرٹ گیلری(Art Gallery) اپنے فن پاروں کی نمائش کیلئے سجا رکھی ہے

دوستو! - یہ بھی ایک مسلمہ ہے کہ کوئی کتنا بڑا آرٹسٹ (Artist) ہی کیوں نہ ہو اس کے سارے فن پارے ایک جیسے یا ایک معیار کے نہیں ہوتے بلکہ اس میں وہ خود بھی درجہ بندی کرتا ہے اور اس کا کوئی نہ کوئی شہکار ایسا بھی ہوتا ہے کہ جو اس کے سارے فن پاروں کو انڈر شیڈ(Under Shade) کر دیتا ہے اور خود ہائی لائیٹ (Highlight) رہتا ہے جیسا کہ مونا لیزا کے تخلیق کار نے ہزاروں فن پارے تخلیق کیئے مگر اس کی پہچان مونا لیزا کی تصویر بن گئی اور آج تک اس پر کمپیوٹر پہ تحقیقات ہو رہی ہیں اس کی انشورنس کروڑوں ڈالر میں ہے کیونکہ وہ ایک عظیم فنکار کا وہ شہکار ہے جو اس کی پہچان ہے اسی طرح ماضی کے مانؔی جیسے ہزاروں فنکاروں کے

فن پارے شاید موجود ہوں لیکن اس سے کوئی انسان انکار نہیں کرسکتا کہ کوئی بھی فنکار ہو اس کا کوئی نہ کوئی فن پارہ ایسا ضرور ہوتا ہے کہ جو اس کی پہچان بن جاتا ہے اور خود مصور بھی اپنے اسی شہکار کی وجہ سے پہچانا جاتا ہے

اسی طرح تاج محل بنانے والے تخلیق کار نے شاید سینکڑوں عمارات پر کام کیا ہو مگر اس کی پہچان ہے تو اس کا وہ فن پارہ ہے جو آگرا میں دریائے جمنا کے کنارے ایک بہت بڑی سفید بطخ کی طرح فخر کے ساتھ دریا سے سینہ نکالے اپنے تخلیق کار کا زندہ قصیدہ بنا ہوا ہے

جیسا کہ میں عرض کر چکا ہوں کہ اللہ جل جلالہ جس کا ایک عظیم اسم مصور بھی ہے خالق بھی ہے اس نے بھی اس کائنات کو ایک تخلیق کار کی طرح تراشا ہے اور ہر چیز پر ایک سوالیہ نشان (؟) بٹھا دیا ہے جس طرح پوری کائنات پر ایک بہت بڑا سوالیہ نشان لگا ہوا ہے اسی طرح ایک ایٹم کے اندر نیوکلیس (Nucleus) میں گردش کرتے ہوئے الیکٹرون (Electron) اور پروٹون (Proton) اور نیوٹرون (Neutron) پر بھی اتنا ہی بڑا سوالیہ نشان لگا رکھا ہے اور جس طرح ایک عظیم فن کار کے فن پاروں میں سے کوئی نہ کوئی فن پارہ اس کا ایسا شہکار ہوتا ہے جس کے روئے دلنشیں میں فنکار کے لہو کی سرخی اس کی آبرو بن کر جھلک رہی ہوتی ہے اسی طرح ماننا ہوگا کہ اللہ جل جلالہ جیسے عظیم فنکار و تخلیق کار کا بھی کوئی نہ کوئی تو ایسا شہکار ہو گا کہ جو خود اس کی پہچان ہوگا جس پر خود اسے ناز ہوگا جسے دیکھ کر خود اسے اپنے فنکار اور تخلیقِ کار ہونے کا وجدان ہوا ہوگا

کیونکہ ہر فنکار کا ایک شہکار ایسا ضرور ہوتا ہے جسے دیکھ کر وہ اپنے اندر کے فنکار کے فن سے متعارف ہوتا ہے اور اپنے اندر کے فنکار کو دریافت کرتا ہے اسی طرح

اللہ جل جلالہ کا کوئی نہ کوئی فن پارہ تو ایسا بھی ہوگا جسے معرضِ تخلیق میں لاکر اس نے اپنے اندر کے فنکار کو دریافت کیا ہوگا یا اسے اس کے اندر کے فنکار و تخلیق کار کا ادراک ہوا ہوگا، اسے یہ احساس ہوا ہوگا کہ میری ذات کے اندر کا تخلیق کار اس فن پارے اور شہکار میں اتر آیا ہے اور اسی کے حوالے سے لوگ مجھے اور میری قوتِ تخلیق کو کماحقہٗ پہچان سکتے ہیں، اور مجھ میں پوشیدہ تخلیق کار کا چہرہ اس شہکار کے آئینے میں دیکھ کر کماحقہٗ پہچان سکتے ہیں

حدیث قدسی میں ارشاد قدرت ہے کنت کنزاً مخفیاً ...... میں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا میں نے چاہا کہ پہچانا جاؤں تو میں نے ایک شہکار تخلیق فرمایا یعنی اس کی خواہش عرفان نے اسے ایک شہکار تخلیق کرنے پر آمادہ کیا ...... اور اس نے ایک شہپارہ اپنے ہی نور سے اختراع فرمایا اور اسے اپنی ذات کیلئے ''علامت'' قرار دیا پھر اس نے اس شہکار میں کئی طرح کے رنگ بھرے تاکہ اس کے ہر رنگ میں میرے اندر کے فنکار کے چھپے ہوئے لاکھوں روپ نکھر کر سامنے آسکیں مگر وہ من حیث الکل ایک ہی شہپارہ و شہکار تھا مگر اس کی کلی نقاب کشائی یا تقریب رونمائی کیلئے ایک وقت مقرر فرمایا اور اس وقت میں اظہار کے حوالے سے اس شہکار کو نام دیا

علامۃ اللہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیف

دوستو! ۔ کبھی آپ نے سوچا ہے کہ علامت کو علامت کیوں کہتے ہیں؟

صاحبان مفردات فرماتے ہیں کہ علامت عَلَمْ سے ہے یعنی علم (Flag) ...... اب آپ سوچ رہے ہوں گے کہ علم کو علم کیوں کہتے ہیں؟ اس کے بارے میں بھی عرض کردوں کہ اس کے بارے میں صاحبان مفردات فرماتے ہیں

العَلَمُ الاَثْرُ الَّذی یعلم بہٖ شیءٍ...... علم ایک ایسی نشانی کو کہتے ہیں کہ جسے دیکھ کر

کسی چیز کے بارے میں معلوم ہو جائے یا جس سے کسی چیز کے وجود کا علم مل سکے ...... اسی لئے علم بمعنی علامت بھی قرآن کریم میں استعمال ہوا ہے جیسا کہ ارشاد ہے و انَّہٗ لَعَلَم ٌ لِلسَّاعَةِ......

یعنی ساعت [خروج یا قیامت] کے علائم و علامات کو بھی علم فرمایا گیا ہے اور بعض لوگوں نے یہ فرمایا ہے کہ علم دراصل علامت کی جمع ہے یہ موضوع تو لسانیات کی عمل داری میں آتا ہے اس لئے ہم اس کی سرحد میں داخل نہیں ہونا چاہتے ہم تو یہ عرض کر رہے تھے کہ ہمارے شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیف کے اسمائے مبارکہ میں سے ایک ہے علامۃ اللہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیف یعنی ان کی ذات ایک ایسا اثر ہے جس سے اللہ جل جلالہ کے وجود کا پتہ ملتا ہے جن کی ذات اس کی ذات کی پہچان ہوتی ہے

آپ نے یہ تو سنا ہے کہ ''الحمد للہ رب العالمین'' کبھی آپ نے یہ بھی سوچا ہے کہ عالم کو عالم کیوں کہا جاتا ہے؟

دوستو! - عالم کو عالم بھی اسی لئے کہا جاتا ہے کہ یہ بھی اپنے خلاق کے وجود کی علامت ہے یہ اتنا عظیم فن پارہ ہے کہ جسے دیکھ کر اس سے تخلیق کار کی قوت تخلیق کا ایک اندازہ ہوسکتا ہے اور اس کے وجود پر اس سے بھی دلیل لائی جا سکتی ہے

میرے ایک قلمی دوست اور بزرگ مہربان تھے جناب ڈاکٹر غلام جیلانی برق صاحب انہوں نے اپنی وفات سے چند روز پہلے جو خط مجھے لکھا تھا اس میں فرمایا تھا کہ عزیز من میں نے پوری زندگی مشاہدہ کائنات ہی سے عرفان کے حصول پر زور دیا ہے اور تمہیں بھی یہی مشورہ دوں گا کہ مشاہدہ کائنات سے کبھی غافل نہ ہونا کیونکہ اللہ کے وجود کی سب سے بڑی دلیل یہ کائنات ہے اور یہ قرآن سے بھی زیادہ ہدایت فرمانے والی اللہ کی کتاب ہے

اب یہ تو ہم سب مانتے ہیں کہ عالم ایک نہیں اسی ہزار سے لاکھوں کروڑوں عالمین کا ذکر ملتا ہے ہاں اگر ہم عالم یرئ و مالا یرئ [جو دیکھا جا سکتا ہے یا نہیں دیکھا جا سکتا] کے حوالے سے بات کریں گے تو عوالم کی تعداد بہت کم ہو جاتی ہے یعنی دو ہی عالم رہ جاتے ہیں عالم حاضر دنیا اور عالم آخرت ...... حقیقت یہ ہے کہ یہ دونوں عالم اپنے پیدا کرنے والے کی علامت ہیں یہ دونوں اس کے وجود کا پتہ دیتے ہیں یہ عالم ظاہر ظاہر بین و مادیت آگاہ نظروں کیلئے اس کی علامت ہے اور عالم غیر مرئی اہل عرفان کیلئے اس کا عرفان ہے وہ عرفان چاہے موت کے بعد ہو یا موت سے قبل کیونکہ موت کے بعد تو ایک کافر کو بھی اجباری عرفان کروا دیا جاتا ہے

دوستو ! - میں اب اپنے مقصد کی طرف آنا چاہتا ہوں ، جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ اللہ ﷻ کا جو عظیم شہکار ہے ، جو اس کی مکمل علامت ہے ، جو اس کی زندہ جاوید پہچان ہے وہ ہے نور اول صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم ...... اس کا ثبوت یہ ہے کہ اس نے فرمایا لولاك لما خلقت الافلاك ...... یعنی کائنات کی تخلیق کی وجہ اس نے اپنے اس شہکار کو قرار دے کر اس نور کی درجاتی اولیت کا اعلان بھی فرما دیا ہے

یہاں یہ بات بھی عرض کرتا چلوں کہ اللہ ﷻ نے فرمایا ہے ' ' لما خلقت الافلاك ' ' اس میں لفظ افلاک فرمایا ہے سما یا ارض نہیں فرمایا گیا فلک کے عمومی معنی میں ' ' فلک ' ' ہر اس مدور [گول] چیز کو کہتے ہیں جس میں کچھ نہ کچھ کسی نہ کسی چیز کا ذخیرہ ہو ......

اسی وجہ سے ہر اس گول ٹیلے کو بھی فلک کہتے ہیں جس میں ریت یا مٹی کا ذخیرہ کیا گیا ہو ، پستانوں کو بھی فلک کہتے ہیں کیونکہ اس میں بچے کیلئے دودھ کا ذخیرہ ہوتا ہے ، اسی طرح جہاں پانی جمع ہو کر گولائی میں چکر کھا رہا ہو اسے بھی فلک کہتے ہیں ، اور آسمان کو عرب لوگ اس لئے فلک کہتے تھے کہ یہ بھی ہماری زمین کے گرد چکر کھا رہا

ہے ...... کیونکہ یہ نظریہ آج رد ہو چکا ہے اس لئے آسمان کو فلک کہنا اس لئے بھی درست نہیں رہا کہ جس مشابہت وصفت کی وجہ سے اسے موصوف بہ فلک کیا جاتا تھا جب وہ ہی نہ رہی تو پھر اسے فلک کہنا کیسے درست ہو سکتا ہے

اس بحث سے پتا چلا کہ اللہ جل جلالہ نے جو فرمایا ہے کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نہ ہوتے تو ''افلاک'' کو خلق ہی نہ کیا جاتا اس سے مراد یہ آسمان نہیں بلکہ وہ کوئی اور فلک ہے

علم الروحانیات کا مسلمہ ہے کہ اللہ جل جلالہ کا سارا نظام دائراتی وکراتی ہے یعنی ایک سیل کے نیوکلیس (Neucleus) سے لے کر کائنات اکبر تک ہر چیز کراتی و دائراتی ہے یعنی گولائی میں ہے اب یہ بھی ثابت ہو گیا کہ ہر چیز گولائی میں ہے اور اس میں عالمین کو ذخیرہ کیا گیا ہے کیونکہ عالمین اس میں بھرے ہوئے ہیں تو پتہ چلا کہ اللہ جل جلالہ نے فلک آسمانوں کو نہیں فرمایا بلکہ اس سے مراد ''وہ کرہ محیطی ہے کہ جس میں اس کی کلی تخلیق بھری ہوئی ہے اس کے بارے میں ہم پھر تفصیل سے بات کریں گے یہاں صرف اتنا عرض کروں گا کہ آپ فی الحال اتنا سمجھ لیں کہ ''فلک'' سے مراد اس کی کلی تخلیق ہے چاہے وتخلیقی وخلقی ہے یا تکوینی وکونی ہے، چاہے وہ مادی ہے یا غیر مادی ہے، چاہے وہ نوری ہے یا سفلی ہے، ان سب چیزوں کی تخلیق وتکوین کی واحد وجہ اس کے پاک حبیب سید الانوار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہیں

اب یہاں تک بات پہنچ گئی ہے تو یہ بھی عرض کر دوں کہ اس تخلیق کا رِازل جل جلالہ کا سب سے بڑا شہکار سب سے بڑی علامۃ یہی نور اول ہے یہی نور حبیب اکبر صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہے کہ جس پر اس قلم کارِ ازل نے اپنا قلم ایجاد واختراع توڑ دیا ہے

دوستو! ۔ اب یہ بھی آپ دیکھیں کہ سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جب اظہار فرمایا

ہے تو ایک بشر کی طرح فرمایا ہے ان کا ظاہر ایسا تھا کہ عرب کے کفار انہیں نعوذ باللہ اپنے جیسا بشر سمجھ رہے تھے، اس سے ثابت ہوا کہ ان کا جو اظہار رہوا ہے اس میں ظاہری طور پر کوئی ایسی چیز نہ تھی کہ جسے کوئی کافر دیکھتے ہی متاثر ہو جاتا ...... کیونکہ کفار کا رابطہ ان کے باطن کے ساتھ نہیں تھا اس لئے وہ انہیں نعوذ باللہ اپنے جیسا سمجھ رہے تھے ......مگر دوسری طرف یہ حقیقت ہے کہ ان کی ذات ہی اللہ جل جلالہ کی سب سے بڑی پہچان و علامت تھی تو ہمیں ان دو باتوں میں قدرے تضاد نظر آتا ہے

دوستو! - بات یہ ہے کہ اللہ جل جلالہ کو اس دنیا میں اپنی پہچان اور ذات کے اظہار کی اتنی زیادہ ضرورت نہیں ہے جتنی اسے عالم آخرت میں ہے اس لئے اس نے اپنے شہکار ازل کو بشریت کے پردوں میں ظاہر فرمایا اور اس کی تقریب رونمائی ہوئی ہی نہیں ہاں زمانہ آخر میں اس نور کی تقریب رونمائی ہونا ہے ...... جو اپنے اپنے درجات کے ساتھ ہونا ہے جس کا اولین درجہ ہمارے شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف کے ظہور کے ساتھ ہی شروع ہو جائے گا کیونکہ وہ بھی اسی نور اول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا حصہ ہیں اور یہ اس نور اول کا ''جزوِ کل نما'' ہیں

بات یہ ہے کہ یہ نور اول اپنے تیرہ ظہوروں میں سے کسی بھی ظہور میں اپنی باطنیت و جبروتیت کا اظہار نہیں کر سکا بلکہ انسانیت کی ظاہر بین نگاہوں نے انہیں ہمیشہ مظلوم و لاچار دیکھا ہے اور انہیں نعوذ باللہ اپنے جیسا بشر سمجھ کر ان پر ہر ظلم ڈھایا ہے اور انہوں نے اللہ جل جلالہ کا تعارف زبان مبارک ہی تک محدود رکھا ہے یہ سارے معصومین علیہم الصلوات والسلام اخلاقی کردار اور اقوال و افعال کی حد تک علامت اِلٰہی بنے رہے ہیں ان کی ذات میں اظہارِ جبروتیت اِلٰہیہ نہیں ہوا اس اظہار جبروتیت کے نہ ہونے کی وجہ سے اغیار نے انہیں اپنے جیسا بشر سمجھا ہے اور سوائے چند عرفا کے اپنوں نے انہیں ایک مجتہد

سے زیادہ مقام دیا ہی نہیں ، ہاں چند عرفا ہر زمانے میں رہے ہیں جیسا کہ جناب سلمان پاک سلام اللہ علیہ جناب جابر یزید جعفی سلام اللہ علیہ جناب یونس بن عبدالرحمٰن سلام اللہ علیہ جناب اسماعیل حمیری سلام اللہ علیہ یا ان جیسے چند اور لوگ ہیں ان کے علاوہ باقی لوگوں نے انہیں ایک مجتہد یا ایک صاحب کشف پیر سے زیادہ درجہ نہیں دیا ہے کیونکہ انہوں نے اظہار جبروتیت فرمایا ہی نہیں اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اللہ جل جلالہ کی جبروتیت ہی اس کی اصل پہچان ہے اور اس کی توحید کا طرہ امتیاز ہے اور اس جبروتیت کا اظہار ان میں سے کسی نے فرمایا ہی نہیں ہاں ہمارے شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰهُ فَرَجَهُ الشَّرِيف کا ظہور وخروج دراصل اللہ جل جلالہ کی جبروتیت ہی کا اظہار ہے اس لئے شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰهُ فَرَجَهُ الشَّرِيف ہی کو علامت اللہ کامل فرمایا گیا ہے کیونکہ انہوں نے اظہار جبر و جبروت کی بنیاد رکھنا ہے اس کے بعد رجعت کا جو سلسلہ ہے اس میں پھر سارے معصومین علیہم الصلوات والسلام نے جبروتی انداز میں ظہور فرمانا ہے اور ان کی ابدی حکومت دراصل اللہ جل جلالہ کی جبروتیت ہی کا مظاہرہ ہوگا اور اس دور میں سارے معصومین علیہم الصلوات والسلام علامۃ اللہ الکامل بن کر جلوہ کش رہیں گے

آیئے ہم سب مل کر دعا کریں کہ اللہ جل جلالہ اپنے جبر و جبروت کا مظاہرہ جلدی فرمائے ہمارے شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰهُ فَرَجَهُ الشَّرِيف کے ظہور وخروج کا دن اس دنیا پہ جلدی طلوع ہو اور کائنات کو اللہ جل جلالہ کا کما حقہٗ عرفان حاصل ہو

آمین یا رب العالمین

یا رب محمدؐ و آل محمدؐ صل علیٰ محمدؐ و آل محمدؐ و عجل فرجهم بقائمهمؐ

عجل الله فرجه الشريف و صلوات الله عليك

یا ھو یا من ھو لا ھو الا ھو الحی القیوم یا ھو یا من لا یعلم ماھو الا ھو الحی القیوم العلی العظیم
یا مولا کریم عجل اللہ فرجك وصلوات اللہ علیك

﴿عجل الله فرجه الشريف و صلوات الله عليه﴾

الحمد لله رب العالمین و صل علیٰ محمدؐ و آلہٖ اجمعین خصوصاً علی حجة الله فی العـالـمین عجل الله فرجه الشریف وآبائه المعصومین وامهاته الطاهرین الطیبین صلوات الله علیهم اجمعین و لعنة الله علیٰ اعدائهم من یوم الازل الی یوم الدین

اے نمازیانِ قبلۂ معرفت

یہ تو آپ کو معلوم ہی ہے کہ ہم اپنے شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف کے اسما مبارکہ کے تشریحات میں مصروف ہیں اور آج ہمارے پیشِ تشریح جو اسم مبارک ہے وہ ہے ....''**الصلواۃ** عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف''

دوستو!۔اس دور میں کئی ہنگامے ہو رہے ہیں مسجد ومنبر پہ، گلی کوچوں میں، چوکوں ڈیروں پہ یہ بحث چل رہی ہے کہ نماز میں کیا کیا مستحب ہے کیا مبطل ہے پھر کچھ حضرات اپنے مخصوص مقاصد کیلئے نماز کی اہمیت پر مسلسل تقاریر کر رہے ہیں اور اس پر بڑے جارحانہ انداز میں بات بھی کرتے ہیں اور اس پر عمل بھی کروانے کی کوشش کرتے ہیں یہاں تک کہ مراسم عزاداری کے مقابلے میں کھڑا کر کے خوب لے دے کرتے ہیں اور بس چلے تو عزاداری کے سلسلے کو رکوا کر اس میں نمازیں پڑھوا دیتے ہیں ایک طرف تو نماز کی اتنی اہمیت بیان کی جاتی ہے کہ عزاداری میں خلل ڈالنے تک کی کوشش کی جاتی

ہے دوسری طرف نماز کو اتنا غیر اہم سمجھا جاتا ہے کہ جو پیش نمازی کے شرائط ہیں ان کی پرواہ تک نہیں کی جاتی جبکہ اس کے شرائط پر پورا اترنے والے پیش نماز سو میں سے دس بیس ہوتے ہیں اور یہ بھی سب کو معلوم ہے کہ با جماعت نماز میں اگر پیش نماز کی نماز منظور ہوئی تو اس کی اقتدا کرنے والوں کی نماز بھی منظور ہوگی اور اگر اس کی نماز مقبول نہ ہوئی تو پھر سارے مقتدی بھی قسمت کا ماتم کریں

ایک طرف نماز کی اتنی اہمیت بیان ہوتی ہے کہ سارے اعمال سے افضل یہ عمل ہے سب سے پہلے اس کی پرسش ہوگی وغیرہ دوسری طرف اس کے مقدمات کی طرف کوئی توجہ نہیں ہے ...... ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ اس سے کون انکار کر رہا ہے کہ نماز اہم چیز ہے مگر اس کے کچھ مقدمات ہیں نماز کیلئے مقام کے بارے میں ہے کہ وہ زمین غصب شدہ نہ ہو جس میں نماز پڑھی جائے کیونکہ غصب شدہ زمین پر وضو کا پانی گرانا بھی جرم ہے

نماز کیلئے اولین شرط اکل حلال [رزق حلال] ہے اب ہمارے ہاں تو نہ میراث ہے، نہ خمس ہے، نہ زکواۃ، اور اب تو کسی جانور پر باقی احکام ذبیحہ لاگو کرنا تو کجا تکبیر پڑھنے کا تکلف بھی نہیں کیا جاتا بلکہ ''پھڑیں پھڑیں'' کہتے ہوئے گردن اتار دیتے ہیں جبکہ جانور کی گردن اگر اتر جائے تو اسے بھی حرام ہی سمجھنا چاہیے چاہے تکبیر ہی کیوں نہ پڑھی جائے مگر کوئی ان باتوں کی پرواہ نہیں کرتا بلکہ وہ کہتے ہیں کہ نماز پڑھو چاہے وضو ہے یا نہیں ہے

ہمیں اس بات سے انکار نہیں کہ یہ بات حق ہے کہ نماز بہت اہم عمل ہے مگر اس تبلیغ اور اس طریقۂ تبلیغ سے اور مقاصدِ تبلیغ سے ہم متفق نہیں ہیں کیونکہ یہ تو ☆کلمة الحق و یرادبه الباطل والی بات نظر آتی ہے کیونکہ چلتے ہوئے ماتمی جلوسوں میں جو لوگ شامل ہوتے ہیں وہ انفرادی طور پر نماز پڑھ لیتے ہیں اور ہمارے ماتمی جلوسوں میں

جہاں لوگوں کو نماز کے بارے میں ایجوکیٹ (Educate) کیا گیا ہے وہ لوگ ایک ترتیب بناتے ہیں کہ باری باری وہ جلوس سے نکلتے ہیں تاکہ اس ماتم کا سلسلہ بھی منقطع نہ ہو اور کوئی آدمی فریضہ کی ادائیگی سے بھی محروم نہ رہ جائے

نماز کی تبلیغ کیلیئے سارا سال مساجد کھلے ہیں مجالسِ عزا ہوتے ہیں لٹریچر کا میدان کھلا ہے ان سب پلیٹ فارموں کو استعمال کر کے نماز کے بارے میں ایجوکیٹ(Educate) کیا جا سکتا ہے مگر ماتمی جلوسوں میں اور وہ بھی ناپاک سڑکوں پر بازار کی ہنگامہ آرائیوں میں جہاں خشوع وخضوع کا قیام ناممکن ہو وہاں نمازیں پڑھانا میرا خیال ہے مناسب نہ ہوگا کیونکہ راستے پر نماز پڑھنا ویسے بھی مکروہ ہے

ہماری ایک صاحب سے جب اس موضوع پر بات ہوئی تو انہوں نے یہ فرمایا کہ دیگر مسالک کے لوگ ہماری قوم کو بے نماز کہتے ہیں اس لئے ہم انہیں دکھا کر نماز پڑھتے ہیں تاکہ وہ ہم پر یہ الزام نہ لگائیں

میں نے عرض کیا کہ دکھاوے کی نماز کی تو ویسے بھی مذمت فرمائی گئی ہے اس لئے دکھاوا کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ آپ اپنی طرف سے لوگوں میں نماز کا شعور بیدار کریں تو اس دکھاوے کی نمازوں سے جان چھوٹ جائے گی

دوستو! -اس دور میں فروعی اعمال کو بنیاد بنا کر پاک خاندان علیهم الصلوات والسلام کی عظمت پہ ڈاکہ ڈالنے کی کوشش کی جارہی ہے اور اس میں نماز وروزے کو ہتھیار بنایا جارہا ہے حالانکہ اس نماز وروزے کے پرچارک گروپ کو خود اس نماز سے کوئی ہمدردی نہیں ہے کیونکہ وہ اس کے مقدمات کی درستی کی بات ہی نہیں کرتے حالانکہ وہ سارے لوگ آشنا ہیں کہ نماز اپنے مقدمات پہ منحصر ہے اگر مقدمات درست ہوں گے تو یہ درست ہوگی ورنہ یہ باطل ہوگی مگر وہ لوگ ان کی درستی کا نہ ہی پرچار کرتے ہیں اور نہ ہی خود

اس پر عمل فرماتے ہیں ......ایک طرف یہ ہنگامہ برپا ہے دوسری طرف یہ بات شعلے بھڑکا رہی ہے کہ نماز میں شہادت ثالثہ واجب ہے یا مستحب ہے یا مبطل ہے......اس پر بھی منبروں اور گلی کوچوں تک بات پہنچ چلی ہے اور یہاں تک کہ جس عورت کو کھانا پکانا تک نہیں آتا وہ بھی چولھے پہ دیگچہ چڑھا کے آگ اسی مسئلے کی دیتی ہے

ہر طرف سے یہی آواز آرہی ہے شہنشاہ معظم امیر المومنین علیہ الصلوات والسلام کے نام پاک کی گواہی دینے سے نماز باطل ہو جاتی ہے اور اگر نماز منظور و مقبول نہ ہوئی تو سارے اعمال باطل ہو جائیں گے لہٰذا یہ گواہی دینا مبطل نماز ہے اور اس پر یہ بات بھی ہو رہی ہے کہ نماز میں یہ گواہی مستحب ہی نہیں ہے اور اگر مستحب مان کر گواہی دی جائے تو پھر بھی جائز ہوسکتی ہے مگر اسے جزو نماز و آذان سمجھ لیا گیا تو نماز و آذان باطل ہو جائیں گی کیونکہ مستحب کو جزو سمجھنا باعث ابطال نماز و آذان و اقامت ہے

دوستو!۔ستم ظریفی یہ ہے کہ وہ باقی مستحبات کے بارے میں اتنا حساس نہیں ہیں جتنے اس امر کے استحباب میں یا جزئیت کے بارے میں حساس ہیں اور قابل افسوس بات یہ بھی ہے کہ ان لوگوں نے آپ کو کبھی یہ بھی نہیں بتایا کہ اس نماز کے اصل جزو کیا کیا ہیں اور اس میں مستحبات کیا کیا ہیں اور ان مستحبات کے بارے میں یہ بھی نہیں بتایا کہ اگر انہیں جزو نماز سمجھ کر نماز میں ادا کیا جائے تو نماز باطل ہو جاتی ہے جبکہ شیعہ امامیہ کے سارے فقہا نے اس پر اتفاق کیا ہے کہ اس نماز میں جو جو مستحبات شامل ہیں انہیں قصد جزئیت سے ادا کرنا نماز کو باطل کر دیتا ہے

اب میں آپ کو ان مستحبات کی ایک چھوٹی سی فہرست دیتا ہوں تا کہ آپ کو معلوم ہو سکے کہ مستحبات کون کون سے ہیں اور یہ بات نہیں بھولنا چاہیے کہ ان کے بقول ہر مستحب کو جزو نماز سمجھ کر ادا کرنا مبطل نماز ہے......اب دیکھئے مستحبات

(1) سارے قدیم فقہا کا ماننا ہے کہ نماز میں اعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطان الرجیم کہنا مستحب ہے واجب نہیں اس لئے اسے جز و نماز سمجھ کرادا نہیں کرنا چاہیے

(2) سارے قدیم فقہا کا ماننا ہے کہ نماز کے رکوع کے بعد سمع اللہ لمن حمدہ کہنا مستحب ہے واجب نہیں [اسے واجب سمجھ کرادا کرنے سے نماز باطل ہو جاتی ہے]

(3) سارے قدیم فقہا کا ماننا ہے کہ نماز کے رکوع سے سجدے میں جانے سے پہلے اللہ اکبر کہنا مستحب ہے واجب نہیں

(4) سارے قدیم فقہا کا ماننا ہے کہ نماز میں سجدے سے سر اٹھانے کے بعد اللہ اکبر کہنا مستحب ہے واجب نہیں

(5) سارے قدیم فقہا کا ماننا ہے کہ نماز میں قنوت [دعا کرنا] مستحب ہے واجب نہیں جیسا کہ ہم ہر نماز کی دوسری رکعت میں دعا کرتے ہیں یہ مستحب ہے واجب نہیں

(6) سارے قدیم فقہا کا ماننا ہے کہ نماز کے رکوع میں سبحان ربی العظیم ایک دفعہ پڑھنا واجب ہے ایک سے زیادہ مرتبہ مستحب

(7) سارے قدیم فقہا کا ماننا ہے کہ نماز کے سجدے میں سبحان ربی الاعلیٰ کہنا صرف ایک مرتبہ واجب ہے دو یا تین مرتبہ مستحب ہے واجب نہیں

(8) سارے قدیم فقہا کا ماننا ہے کہ نماز میں تسبیحاتِ سجدہ کے بعد و صل علی محمد و آل محمد کہنا مستحب ہے واجب نہیں

(9) سارے قدیم فقہا کا ماننا ہے کہ نماز کی دوسری رکعت میں دوسرے سجدے کے بعد اللہ اکبر کہنے کے بعد تشہد سے پہلے الحمد للہ کہنا مستحب ہے واجب نہیں

(10) سارے قدیم فقہا کا ماننا ہے کہ نماز میں ہر رکعت میں بحول للہ تعالیٰ و قوته اقوم و اقعد کہنا مستحب ہے واجب نہیں ہے

(11) سارے فقہا کا ماننا ہے کہ نماز میں تشہد میں جب شہنشاہ انبیاصلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کا نام پاک آئے تو صلوات مستحب ہے واجب نہیں ......(1)

(12) سارے قدیم فقہا کا ماننا ہے کہ نماز میں تیسری اور چوتھی رکعت میں تسبیحات اربعہ کے بعد استغفار مستحب ہے واجب نہیں

(13) سارے قدیم فقہا کا ماننا ہے کہ نماز میں السلام علیك ایها النبیؐ و رحمته الله و برکاته کا پڑھنا مستحب ہے واجب نہیں ہے

(14) سوائے آخری سلام کے باقی دونوں سلام مستحب ہیں اور مستحبات کے بارے میں اکثر علمائے کرام فرماتے ہیں کہ یہ سارے مستحبات ہیں، آپشنل (Optional) ہیں اور مستحب کے بارے میں یہ فتویٰ ہے کہ مستحبات اگر جزو نماز سمجھ کر ادا کئے جائیں تو نماز باطل ہو جاتی ہے

اب آپ دیکھیں کہ نماز میں باقی کیا بچ گیا ہے؟ الحمد اور رکوع و سجود کی ایک ایک تسبیح اور ...... رہے نام اللہ کا ...... اب آپ انصاف کریں کہ کیا اسی نماز پر سارے اعمال کو منحصر کر دیا گیا ہے کہ یہ منظور ہو گی تو سارے اعمال منظور و مقبول ہوں گے؟

کیا یہی وہ نماز ہے جس کے بارے میں خالق نے سینکڑوں مرتبہ کلام الٰہی میں فرمایا ہے اقیموا الصلواۃ اقیموا الصلواۃ؟

کیا اسی نماز کے بارے میں فرمایا گیا ہے الصلواۃ عمود الدین...... الصلواۃ معراج المومن کیا یہی دین کا ستون ہے کیا یہی مومن کی معراج ہے اور بس؟ ......(1)

---

(1) صاحب احتجاج طبرسی اس موضوع پہ بحث کرتے ہوئے نظر آتے ہیں کہ صلوات مبطل نماز ہے یا مستحب ہے اگرچہ آج اکثر علما اسے واجب کہتے ہیں سوائے چند ایک کے جو مستحب مانتے ہیں

یہاں یہ بات میں عرض کردوں کہ کبھی کسی عالم نے آپ کو یہ باتیں بھی بتائی ہیں کہ نماز میں اتنے سارے مستحبات ہیں اوران میں سے کسی کو جزو نماز نہیں سمجھنا چاہیے...... آج آپ کسی بھی ستر سال کے نمازی مومن سے پوچھیں تو وہ یہی بتائے گا کہ یہ سارے مستحبات تو ہم نماز کا جزو سمجھ کرادا کرتے رہے ہیں

خود اس بات کو جاننے والے علمائے کرام سے قسم دے کر پوچھیں کیا نماز ادا کرتے وقت انہیں یہ یاد بھی رہتا ہے کہ یہ عبارت مستحب ہے اور یہ واجب ہے؟ انہیں تو خود یہ یاد رکھنا بھی مشکل ہوجا تا ہے کہ یہ نماز کی کون سی رکعت ہےتو باقی چیزیں کہاں یاد رکھتے ہوں گے الاقلیل ، جب یہ علما بھی نماز میں مستحب و واجب کی حدوں کو بھول جاتے ہیں تو پھرعوام کا کیا حال ہوگا ؟ ...... اس لئے ہم عرض کرتے ہیں کہ جب نماز فقہی کا ہمارے عوام کے پاس کوئی تصور موجود ہی نہیں ہے تو پھر صرف شہادت ثالثہ ہی کونشانہ تنقید کیوں بنایا جارہا ہے؟

دوستو! - اگران کی نیت درست ہوتی اور وہ واقعی نماز کو درست کرنا چاہتے تو وہ پہلے دوسرے مستحبات کی فہرست فراہم کرتے کہ انہیں بھی جزو نماز نہیں سمجھنا چاہیے اس میں شہادت ثلاثہ کوبھی شامل کردیتے تو پھربھی ان کی نیت پرشک کرنے کی گنجائش کم رہ جاتی مگر وہ باقی سارے مستحبات کو چھوڑ کراس پر زور دے رہے ہیں تو اس سے ان کی نیت پرشک یقینی ہے

جیسا کہ ایک امام فقہ کا فتویٰ ہے کہ نماز میں اگر گدھے اور بلی کا خیال آجائے تو نماز باطل نہیں ہوتی ہاں اگرشہنشاہ انبیاصلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا خیال آجائے تو نماز باطل ہوجاتی ہےاس کی وجہ اس نے یہ بتائی ہے کہ گدھے اور بلی کے خیال میں اتنی زیادہ کشش نہیں ہے کہ جو اللہ کی عبادت میں مخل ہوسکے ہاں شہنشاہ انبیاصلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے خیال وتصور

میں اتنی کشش ہے کہ اس سے اللہ کی عبادت بگڑ سکتی ہے، اس امام فقہ کی نیت نماز کو درست کرنے کی نہیں تھی بلکہ اللہ جل جلالہ کے نور اول صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی دشمنی تھی کہ جو نماز کے بہانے نکالنے میں مصروف تھا اس طرح کا عمل ہمارے علما کو زیب نہیں دیتا کیونکہ اس میں دین اور دنیا کا خسارا ہے

توقیف صلوات

دوستو! ۔حقیقت یہ ہے کہ شہادت ثالثہ کو جن لوگوں نے سنجیدگی اور خلوص سے وجہ نزاع بنایا ہوا ہے وہ دونوں اپنے اپنے مقام پہ ایک حوالے سے درست بھی ہیں اور وہ اپنی اپنی بات پر قائم ہیں اور اپنے اپنے عقیدے اور دعوے میں سچے بھی ہیں لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ یہ دونوں فریق جو دعوے کر رہے ہیں یہ دونوں واحد الاصل نہیں بلکہ دو مختلف دعوے ہیں ...... دیکھئے ایک کہتا ہے کہ نماز میں شہادت ثالثہ امیر کائنات علیہ الصلوات والسلام کے نام پاک کی گواہی لازم ہے کیونکہ عمومی حکم ہے کہ جہاں جہاں بھی دو گواہیاں دو وہاں تیسری گواہی بھی دے دو جیسا کہ احتجاج طبرسی کی روایت سے ثابت ہے

دوسرا فریق کہتا ہے کہ شہادت ثالثہ تو بعد کی بات ہے نماز کی کسی چیز کو ہم نہیں بدل سکتے کیونکہ نماز توقیفی چیز ہے اور جب کوئی بھی چیز توقیفی ہو تو اس میں ہم اس سے اچھی یا بری کوئی بھی چیز شامل نہیں کر سکتے جیسا کہ کلام اِلٰہی کا ایک ایک حرف توقیفی ہے اس لئے اس میں ہم اپنی طرف سے کوئی تبدیلی لانے کے مجاز نہیں ہیں جیسا کہ ہم ☆اھدنا الصراط المستقیم کی جگہ ☆اھدنا الصرنا المعصومین علیہم الصلوات والسلام نہیں کہہ سکتے کیونکہ یہ تحریف لفظی کے دائرے میں آ جائے گا اگرچہ اس کے معنی بھی وہی ہیں جو

اُس کے ہیں مگر ہم اس میں تبدیلی لائیں گے تو گنہگار رہوں گے
مگر فریق اول ان کی مجبوری کو سمجھے بناں گویا اس طرح کا استدلال کرتے اور کہتے ہیں کہ جب قرآن میں کتے اور خنزیر کا اور ابلیس اور آدم کا ذکر موجود ہے اور اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا تو معصومین علیھم الصلوات والسلام کے ذکر سے کون سا فرق پڑ جائے گا؟
ان کا ذکر بھی عبادت ہے اور یہ قرآن ناطق ہیں ان کا نام قرآن میں داخل کرنے سے قرآن کے فضیلت اور ثواب میں اضافہ ہوگا نہ کہ کمی واقع ہوگی
اب آپ نے دیکھا کہ یہ دونوں کس طرح اپنے اپنے مقام پر درست ہیں لیکن یہ دونوں فریق ایک دوسرے کی بات کو سمجھنے کی کوشش ہی نہیں کر رہے، ایک فریق عقیدت اور احادیث کے حوالے سے بات کرتا ہے اور دوسرا فریق فقہ کے مسلمات کے تحفظ پر جما ہوا ہے، اسے امیر کائنات علیہ الصلوات والسلام سے شاید دشمنی نہ ہو دوستو! - اگر ہم محققانہ تجزیہ کرتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ ان دونوں کے درمیان وجہ نزاع شہادت ثالثہ نہیں بلکہ اصلِ وجہ نزاع ''توقیفِ نماز'' ہے
آیئے ہم اس کا غیر جانبدارانہ جائزہ لیتے چلیں ...... دیکھئے دوستو! - توقیف کی دو قسمیں ہوتی ہیں () توقیف کلی () توقیف جزئی
یعنی جن جن چیزوں کی توقیف کے ہم سب قائل ہیں ان کی دو قسمیں ہیں پہلی قسم ہے ''توقیفِ کلی'' جیسا کہ قرآنِ کریم ہے یہ کلی طور پر وقف و مقرر ہے اس میں ہم کوئی تبدیلی نہیں کر سکتے حتیٰ کہ نہ کسی حرف کی اور نہ ہی کسی زیر و زبر کی، جیسا کہ ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن میں ''آلِ یٰسین'' کو اِلْ یـاسین لکھا ہوا پاتے ہیں تو اس میں ہم یہ آل یٰسین لکھ نہیں سکتے اور اسی پر ہمارے ماضی کے علمائے کرام متفق ہیں آج ممکن ہے کوئی اس کا قائل ہو اور لکھ بھی رہا ہو مگر ماضی میں اس میں تبدیلی کو بھی جائز نہیں مانا گیا کیونکہ

قرآن کریم توقیفِ کلی کا حامل ہے

دوسری ہے ''توقیفِ جزئی'' یعنی اس میں ہم احادیث وفرامین سے استنباط واستدلال کر کے تبدیلی کر سکتے ہیں ...... یہ ایک علیحدہ بات ہے کہ یہ تصور توقیف کس نے اور کس لئے اور کب دیا؟ اس کی حقیقت کیا ہے اس پر ہم بعد میں بات کریں گے

اب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ کیا نماز ''توقیفِ کلی'' کے دائرے میں آتی بھی ہے یا نہیں؟

دوستو! - نماز کی توقیف کی کئی صورتیں ہو سکتی ہیں مثلاً

(1) توقیف اوقاتی (2) توقیف عبارتی (3) توقیف صوری (4) توقیف ہیئتی

﴿توقیف اوقاتی﴾

توقیف اوقاتی یہ ہے کہ اس کا ایک ہی وقت مقرر ہو یعنی جس میں ایک سیکنڈ کی کمی بیشی جائز نہ ہو......مگر ہم دیکھتے ہیں کہ نماز کا جو وقت ہمیں دیا گیا ہے وہ وقت کا ایک دورانیہ دیا گیا ہے نہ کہ فکس ٹائم دیا گیا ہے اور کلام اِلٰہی میں سے بھی اس طرح غیر واضح الفاظ میں دیا گیا کہ پانچوں فقہوں میں اس کے بارے میں اختلاف موجود ہے جیسا کہ فرمایا گیا ہے☆و اقم الصلواة لدلوك الشمس و الى غسق الليل و قرآن الفجر ان قرآن الفجر كان مشهودا......

سورج کے ڈھلنے سے رات کے اندھیرے تک صلوات قائم کیا کرو اور صبح کا قرآن، یقیناً صبح کے قرآن پر گواہی دی جائے گی ......لفظی ترجمہ تقریباً یہی بنتا ہے اب آپ بتائیں اس لفظی ترجمہ سے کوئی آدمی نماز کے پانچ وقت معلوم کر سکتا ہے؟

اس طرح ہم صرف یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس میں ہمیں نماز کے دورانیے بتائے گئے ہیں ساعات یعنی گھنٹے منٹوں میں اوقات نماز مقرر کر کے نہیں دیئے گئے اس طرح اس نماز

کی اوقاتی توقیف ثابت نہیں ہوتی ہے

﴿توقیف عبارتی﴾

دوستو!-توقیف عبارت یہ ہوتی ہے کہ اس میں ایک مقررہ عبارت دے کر کہا جاتا ہے کہ اسے بلا کسی تبدیلی کے باقی رکھنا ہے جیسا کہ ایک شعر ہوتا ہے تو ہم اس میں کسی تصرف کے مجاز نہیں ہوتے اس کی اسی حالت میں پڑھنا ہوتا ہے جس حالت میں شاعر نے لکھا ہے اس کی دوسری صورت یہ ہوتی ہے کہ جیسے کوئی آدمی قرآن کریم کی کسی آیت کی ریاضت کر کے اس کے تاثیرات حاصل کر لیتا ہے تو جب وہ اس کے تاثیرات کو استعمال میں لانا چاہے گا تو اس کیلئے وہی آیت انہی الفاظ کے ساتھ پڑھنا ہوگی ورنہ وہ اپنے مطلوبہ نتائج حاصل نہ کر پائے گا

مگر نماز میں ہمیں عبارات کا ایک اصول دیا گیا ہے عبارات مقرر نہیں فرمائے گئے سوائے سورہ فاتحہ کے بعد باقی نماز میں حکم ہے کہ تم قرآن کی کوئی سی صورت پڑھ سکتے ہو اور اپنے کسی بھی معاملے میں اپنے لئے یا دوسروں کیلئے دعا کر سکتے ہو......اسی طرح نظریہ استحبابِ دعا نے تو نماز میں عبارتی توقیف کی دیواروں میں بڑے بڑے شگاف ڈال دیئے ہیں یعنی ہر شرعی دعا ہم کر سکتے ہیں

کہا یہ جا رہا ہے کہ نماز میں دعا اور قرآن کے علاوہ کچھ بھی پڑھنا جائز نہیں

اب آپ دیکھیں ہم نماز میں رکوع کے بعد جو عبارت پڑھتے ہیں وہ نہ قرآن ہے اور نہ ہی دعا ہے یعنی ☆ سمع الله لمن حمده ...... پورے کلام الٰہی میں کہیں نہیں ہے اور جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے یہ فقرہ میں نے کسی دعا میں نہیں دیکھا لیکن عدم وجدان عدم وجود کی دلیل نہیں ہوتا کہ مجھے اگر یہ کسی دعا میں نظر نہیں آیا تو بالکل نہیں ہوگا، ہاں میں

قرآن کریم کے بارے میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ یہ فقرہ اسی حالت میں موجود نہیں ہے......اسی طرح بحول للہ تعالی و قوتہ اقوم و اقعد بھی قرآن کریم میں انہی الفاظ میں موجود نہیں ہے

اسی طرح استغفراللہ ربی واتوب الیہ بھی انہی الفاظ میں کلام پاک میں موجود نہیں ہے ان میں سے اول الذکر دو فقرے تو نہ ہی قرآن ہیں اور نہ ہی دعا ہیں اس لئے انہیں استحباب کی نیت سے نماز میں داخل کیا گیا ہے جزو نماز نہیں ہیں

اس کے بعد دعاؤں کا مرحلہ آتا ہے تو اس میں تو ایک کھلا میدان ہے انسان اپنی بکری کے گھاس سے لے کر رضوان الٰہی تک سب کچھ طلب کر سکتا ہے......اس سے ثابت ہوا کہ نماز میں عبارتی توقیف نہیں ہے بلکہ ہمیں اصول عبارات دیئے گئے ہیں جن کے دائرے میں رہ کر کوئی بھی عبارت ہم پڑھ سکتے ہیں

﴿توقیف صوری﴾

توقیف صوری یہ ہوتی ہے کہ اس کی جو صورت متعین کی گئی ہو اس میں کسی بھی حالت میں تبدیلی کی اجازت نہ ہو...... جب اس حوالے سے دیکھتے ہیں تو نماز میں کلی طور یہ توقیف بھی موجود نہیں ہے کیونکہ بیماری کی حالت میں یا دوسرے بعض وجوہات کی بنا پر نماز بیٹھ کر پڑھی جا سکتی ہے تو قیام بھی بیٹھ کر ہوتا ہے حالانکہ قیام کے معنی بھی کھڑے ہونے کے ہیں بیٹھنے کے نہیں ہیں اسی طرح رکوع وغیرہ میں اس کی صورت رکوع میں صورت قیام میں تبدیلی آ جاتی ہے اور بیماری اور شدید ہو تو اس میں سو کر بھی نماز ادا کی جا سکتی ہے اور قیام وقعود رکوع وسجود سب کچھ اشاروں میں آ جاتا ہے......اگر چہ یہ مجبوری کی وجہ سے استثنائی حالتوں میں آ جاتا ہے مگر پھر بھی ثابت کرتا ہے کہ اس میں صورت نماز

کی پابندی ہر حال میں واجب نہیں ہے کیونکہ اگر توقیف کلی ہوتی تو اس میں کسی چیز میں تبدیلی کی اجازت کسی بھی حال میں نہ ہوتی جیسا کہ کلام اِلٰہی میں تبدیلی کی کہیں بھی کسی بھی صورت میں تبدیلی جائز نہیں ہے

توقیفِ ارکان و ہیئت

دوستو! ۔نماز کے کچھ ارکان ہیں جن میں تبدیلی کرنے سے نماز باطل ہو جاتی ہے جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ نماز کی ایک ہیئت بھی ہے جسے بدلنا مبطل نماز نہیں ہوتا

ارکان صلوات میں سے پہلا قیام ہے، دوسرا رکوع ہے، پھر دو سجدے مل کر تیسرا رکن بناتے ہیں وغیرھم، اسی طرح ہیئت میں قیام میں کھڑے ہونے کا طریقہ ہے، رکوع و سجود میں جو جو حالتیں بنتی ہیں ان میں وقوف کی ہیئت ہی ہیئت نماز کہلاتی ہے یعنی نماز میں ہاتھ باندھنا ہے، کھولنا ہے، سجدے میں ہاتھوں کو کہاں رکھنا ہے وغیرہ......اب اس میں تو فقہا متفق ہیں کہ ارکان میں تبدیلی سے نماز باطل ہو جاتی ہے مگر ہیئت میں تبدیلی سے نماز باطل نہیں ہوتی یعنی دو سجدوں کی بجائے تین یا ایک نہیں کیا جا سکتا، رکوع دو یا تین نہیں کیئے جا سکتے، اسی طرح باقی ارکان جو ہیں وہ متعین ہیں ان میں تبدیلی جائز نہیں اور اگر تبدیلی کی جائے تو نماز باطل ہے......توقیف ہیئت کا تو کوئی بھی قائل نہیں ہے اب قابل تجزیہ ہے......توقیف ارکان

دوستو! ۔حقیقت یہ ہے کہ ارکان میں بھی کلی توقیف نہیں ہے جیسا کہ جب ہم سفر پہ جاتے ہیں تو نماز آدھی رہ جاتی ہے یعنی تین یا چار رکعتوں کی نماز دو رکعت میں بدل جاتی ہے اور اسے نماز قصر کہتے ہیں پھر جب جنگ ہو یا کسی بھی حالت خوف میں انسان ہو تو نماز قصر کی بھی آدھی رہ جاتی ہے یعنی چار رکعت والی نماز صرف ایک رکعت بچ جاتی

ہے اور اس میں ارکان بھی بدل جاتے ہیں کیونکہ نماز خوف کا قیام ساکن نہیں ہوتا انسان دوڑتے ہوئے بھی قیام کرسکتا ہے یا جنگ کرتے ہوئے قیام کرسکتا ہے اسی طرح سجدہ ایک رہ جاتا ہے وہ دوڑتے ہوئے کیا جا سکتا ہے یا گھوڑے کی زین پر کوچ پر سر رکھ کر سجدہ ادا کیا جا سکتا ہے جیسا کہ کربلا میں جو نمازیں ادا ہوئی ہیں ان میں سے اکثر نمازیں نمازِ خوف کی طرح ادا ہوئی ہیں

یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ یہ مجبوریوں کی وجہ سے استثنائی احکام ہیں مگر اس سے یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ نماز کی اکثر حصے غیر توقیفی ہیں

آپ لوگوں میں سے کسی نے حج کیا ہوگا وہاں آپ نے دیکھا ہوگا کہ وہاں نمازوں میں کبھی رکوع کے بعد دعا کر لی جاتی ہوگی ،کبھی آخری سجدے میں کوئی طویل دعا پڑھ لی جاتی ہوگی ، یعنی اہل سنت کی ساری فقہوں میں نماز کو زبانی طور پر توقیف میں لایا جاتا ہے مگر سارے اس کی کلی توقیف کے قائل نہیں ہیں اسی طرح نماز ہائے نوافل کے بارے میں جناب سید علیؒ بن طاوسؒ اور جناب شیخ عباسؒ قمی نے دعائے الـلهـم کـن لـولیك کے بارے میں لکھا ہے کہ نوافل نمازوں میں قیام وقعود ورکوع وسجود وقنوت میں اسی دعا کو تلاوت کریں خصوصی طور پہ 23 ماہ رمضان کی رات کو بلکہ سارا ماہ رمضان بلکہ سارا سال ایسا کریں یہ تاکید مفاتیح الجنان میں بھی دیکھی جا سکتی ہے یعنی ہمارے علمائے کرام بھی اس نماز کی توقیف کلی کے قائل نہیں ہیں

دوستو!۔ یہ توقیف بھی عجیب بات ہے کہ ہمارے عقائد ونظریات میں جن جن چیزوں کی توقیف کا نظریہ پیش کیا جاتا ہے ان میں کوئی بھی توقیف کلی کا قائل نہیں جیسا کہ ہمارے اہل منبر اسمائے اِلٰہی کی توقیف کے قائل ہیں اور کہتے ہیں کہ اللہ جل جلالہ کے کل اسمائے مبارکہ 99 ہیں اور ان اسمائے اِلٰہی کے بغیر اسے نہیں پکارنا چاہیے...... جب ہم

ان اسمائے اِلٰہی کا جائزہ لیتے ہیں تو پتہ چلتا ہے جو اسمائے اِلٰہی قرآن کریم میں ہیں ان میں سے بھی بہت سے اسمائے اِلٰہی ان ننانوے اسما الحسنٰی میں موجود نہیں ہیں جیسا کہ خیر الرازقین، احسن الخالقین وغیرہ......اب توقیف کا تقاضہ تو یہ ہے کہ ہم اللہ کو خیر الرازقین کہہ کر پکاریں تو گناہ مانا جائے مگر کیا کریں یہ نام ہماری توقیف کے نظریئے کے خلاف ہونے کے باوجود قرآن کریم میں موجود ہیں

دوستو!۔اگر ہم ان ادعیہ وزیارات کو دیکھیں جو آئمہ ہدیٰ علیہ الصلوات والسلام سے منقول ہیں تو پھر اسمائے اِلٰہی کی تعداد ہزاروں تک پہنچ جاتی ہے مگر نظریۂ توقیف نے ان سب اسمائے اِلٰہی کو گناہ کا درجہ دے دیا ہے اور عجیب بات یہ ہے کہ اللہ جل جلالہ کا اسم ''خدا'' ان ننانوے اسما میں موجود نہیں اور نہ ہی ہمارے کسی امام کی کسی دعا میں اس نام سے اللہ جل جلالہ کو پکارا گیا ہے مگر پھر بھی اسے اللہ جل جلالہ کا اسم مبارک مانا جاتا ہے اور کوئی کسی غیر اللہ کو خدا کہہ دے تو کفر وشرک کا فتویٰ بھی دے دیا جاتا ہے

میں اکثر یہ سوچتا ہوں کہ یہ توقیف کا لفظ کہاں سے آیا ہے؟ مگر مجھے اس کی اصل سورس (Source) نہیں مل سکی کیونکہ کسی امام یا خود شہنشاہ انبیاصلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی کوئی حدیث نہیں مل سکی جس میں یہ فرمایا گیا ہو کہ نماز توقیفی ہے، اسمائے اِلٰہی توقیفی ہیں، بس صرف اتنا پتہ چلتا ہے کہ اللہ جل جلالہ نے کلام پاک میں فرمایا ہے کہ چاہے اللہ کو اللہ کہو یا رحمٰن کہہ کر پکارو یہ سب اس کے اسمائے حسنٰی ہیں

اس آیت سے بعض لوگوں نے توقیف کا نظریہ نکال لیا حالانکہ یہ تو توقیف کی نفی کر رہی ہے یعنی یہ فرمایا جا رہا ہے کہ جو جو اچھے نام ہیں وہ اللہ کے ہیں اور تعدد اسما الحسنٰی تعدد ذات پر محمول نہیں کیا جا سکتا خصوصی طور پر جب ہم آئمہ ہدیٰ علیھم الصلوات والسلام سے منقول ادعیہ کو دیکھتے ہیں تو اللہ جل جلالہ کے اسمائے حسنٰی کی تعداد بہت زیادہ ہو جاتی ہے جیسا کہ

ماضی میں چار سو اسمائے حسنیٰ کا تصور تھا پھر جناب عبد القادر جیلانیؒ نے تین سو ایک نام ختم کر کے اس میں سے 99 اسمار کھ دیئے اور اس پر توقیف بھی فرمادی کہ ان کے علاوہ کسی نام سے اللہ جل جلالہ کو پکارنا جائز نہیں ہے

یہ نظریہ وہاں سے چلا اور آج ہمارے ہاں بھی رائج ہے اسی طرح نماز کی توقیف بھی بعض مقاصد کیلئے وہاں ہوئی اور آج ہم بھی اس کا پرچار کر رہے ہیں حالانکہ شواہد اس کے خلاف ہیں ...... میں پہلے کہہ چکا ہوں کہ عدم وجدان عدم وجود کی دلیل نہیں ہوتا اگر کسی فاضل عالم کو توقیف صلوات پر کوئی حدیث معلوم ہو تو میرے علم میں ضرور لائیں میں اتنا جاہل نہیں کہ ایک حقیقت کو تسلیم نہ کرسکوں اور میں اپنے اس خیال میں ترمیم کر لوں گا اور اپنے علم میں اضافہ کرنے پر فخر کے ساتھ شکر یہ بھی ادا کروں گا اور مجھے خوشی ہوگی یہ میرا چیلنج نہیں گذارش ہے ...... ہاں اگر ایسی کوئی حدیث نہ مل سکے تو پھر اس توقیف صلوات والے نظریے کو اتنی بھی اہمیت نہ دیں کہ اس کے خلاف کہنے یا کرنے والے پر کفر وشرک کے فتاویٰ صادر کرنا شروع کر دیں اور قوم میں انتشار پیدا ہو جائے ہماری ایک مہربان کے ساتھ اس موضوع پر بات ہو رہی تھی تو انہوں نے فرمایا کہ نماز ہے تو قیفی مگر اس میں جو ترخیص ہے یہ تو آئمہ ہدیٰ علیہ الصلوات والسلام کی طرف سے ہے اور اس میں بھی ایک طرح کی توقیف ہے یعنی جن جن چیزوں کو پڑھنے کی اجازت دی گئی ہے یعنی قرآن، دعا، ذکر وغیرہ یہ بھی تو ان کے فرمودہ ہیں اس لئے یہ بھی ایک طرح کی توقیف ہے

میں نے عرض کیا اب یہ تو آپ نے مان لیا ہے کہ نماز میں توقیف کلی نہیں ہے جیسا کہ کلام اِلٰہی میں توقیف کلی ہے اور اس میں کوئی ترخیص ہے ہی نہیں اور اس میں آپ نے ترخیص کو مانا اور اجازت شدہ چیزوں کی جو حد بندی ہوئی ہے اسی کو توقیف ثانیہ مان

رہے ہیں ......انہوں نے فرمایا ہاں یہی بات ہے کیونکہ آئمہ ہدیٰ علیہ الصلوات والسلام نے بھی کھلی چھٹی تو نہیں دی کہ جو جی میں آئے پڑھ لیں بلکہ انہوں نے اس رخصت کو بھی متعین فرما دیا ہے...... میں نے عرض کیا آپ کی بات بجا ہے......اور میں اس کو مانتا ہوں کہ ترخیص کلی بھی نہیں ہے اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ جس چیز کے بارے میں نہ ہی ترخیص کلی ہو اور نہ ہی توقیف کلی تو ان چیزوں کے بارے میں تحقیق کی ضرورت ہوتی ہے کہ تلاش کیا جائے کہ کس کس چیز کی رخصت پر کوئی نص موجود ہے اور اگر کسی چیز کے بارے میں کوئی نص مل جائے تو اسے دائرۂ ترخیص میں شامل کر لینا چاہیے تا کہ ترخیص کے دائرے میں شامل کوئی چیز باہر نہ رہ جائے ......اور اگر کسی کی تحقیق میں کوئی نص آتی ہے اور وہ اسے صحیح پاتا ہے تو پھر اسے نماز میں داخل کرنے میں کسی کو اعتراض نہیں ہونا چاہیے بلکہ اس سے دوسرے افراد بھی فائدہ اٹھا سکتے ہیں

انہوں نے فرمایا کہ ہاں یہ بات درست ہے

میں نے عرض کیا کہ ہمارے سامنے لاتعداد کتب موجود ہیں اور ہمیں ان کو از سر نو دیکھنا چاہیے کہ کہیں ہمارے فقہائے عظام سے کوئی ایسی چیز چھوٹ تو نہیں گئی کہ جس کی نماز میں رخصت ہے یا جس کا حکم فرمایا گیا ہے

جب ہم اس تلاش میں نکلتے ہیں تو ہمیں بہت سے ایسے روایات ملتے ہیں کہ جن میں عمومی طور پر حکم ہے کہ جہاں جہاں بھی دو گواہیاں دیں وہاں تیسری گواہی بھی ضرور دیں جیسا کہ قاسم بن معاویہ اور اس جیسے دیگر افراد کے روایات میں ہے اسی طرح ہمیں اپنے مرکزی کتب میں کئی تشہد ایسے ملتے ہیں کہ جنہیں پڑھنے کا ہمیں خود آئمہ ہدیٰ علیہم الصلوات والسلام نے حکم فرمایا ہے اور انہیں صاحب بحار الانوار نے بھی لکھا ہے مستدرک الوسائل اور اسی طرح کے بہت سے کتب ہیں جن میں وہ تشہد منقول ہیں تو انہیں ترخیص

میں شامل سمجھنے میں کیا ہرج ہے؟ اور اگر کوئی انہیں نماز میں پڑھے تو اس پر کفر و شرک کا فتویٰ صادر کر دینا کس طرح جائز ہے جیسا کہ القطرۃ من البحار میں ایک تشہد ہے......

امام ابوالحسن علیؑ الرضا علیہ الصلوات والسلام نے فرمایا تشہد اس طرح پڑھیں

☆اشهد انك نعم الرب وان محمد [صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم] نعم الرسول و ان عليا [علیہ الصلوات والسلام] نعم المولىٰ و ان الله جنة حق والنار حق و الموت حق و البعث حق ان الساعة آتيتة لاريب فيها و ان الله يبعث من فى القبور

(بحارالانوار جلد 84 ص 209 CD نور)

اس کے بعد جو سلام وارد ہوا ہے اس میں جملہ ملکوت اور ملکوت اربعہ پہ نام بہ نام سلام ہے اور اس کے بعد چہاردہ معصومین علیہم الصلوات والسلام پر فرداً فرداً صلوات و سلام ہے

اسی طرح امام صادق آل محمد علیہ الصلوات والسلام نے بھی ایک تشہد تعلیم فرمایا ہے

فرمایا تشہد اس طرح پڑھیں ......☆بسم الله و بالله و الحمد لله و خير الاسماء كلها لله اشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له و اشهد ان محمد [صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم] عبد ه و رسوله ارسله بالحق بشيرا و نذيرا بين يدى الساعة و اشهد ان ربى نعم الرب و ان محمد نعم الرسول و ان عليا [علیہ الصلوات والسلام] نعم الوصى و نعم الامام اللهم صل على محمدؐ و آل محمدؐ و تقبل شفاعة فى امة و ارفع درجته الحمد لله رب العالمين ( )

القطرۃ من البحار جلد اول 221

اسی طرح ایک اور تشہید بھی ہمارے کتب میں موجود ہے جیسا کہ حضرت امام علیؑ رضاؑ ضامن الغربا علیہ الصلوات والسلام نے نماز میں اس طرح تشہد پڑھنے کا حکم فرمایا ہے

بسم الله و بالله و الحمد لله و الاسماء الحسنىٰ كلها لله اشهد ان لا الا الله وحده لا شريك له و اشهد ان محمداً عبده و رسوله ارسله بالحق بشيراً و

نذیراً بین یدی الساعۃ التحیات للہ و الصلوات الطیبات الزاکیات الغادیات الـرائـحات التامات الناعمات المبارکات الصالحات للہ ما طاب و زکا و طہر و نما و خلص فللہ و ما خبث فلغیر اللہ اشہد انک نعم الرب و ان محمداً نعم الـرسـول و ان عـلیـاً نـعـم المولی و ان الجنۃ حق والنار حق والموت حق و البعث حق ان الساعۃ آتیۃ لا ریب فیہا و أن اللہ یبعث من فی القبور

الـحمد للہ الذی ہدانا لہٰذا و ما کنا لنہتدی لولا ان ہدانا اللہ اللہم صل علی مـحـمد و آل محمد و بارک علی محمد و آل محمدؐ و ارحم محمداً و آل محمد افـضل ما صلیت و بارکت و ترحمت و سلمت علی ابراہیم و آل ابراہیم فی الـعـالـمیـن انک حـمیـد مـجیـد () الـلـہـم صـل عـلی محمدؐ المصطفی و علی الـمـرتـضـیؑ و سیدۃ النساء العالمین صلوات اللہ علیہا و الـحسنؑ و الحسینؑ وعلی الآئمۃ الراشدین من آل طہ و یاسین () اللہم صل علی نورک الأنور و علی حبـلک الأطـول و عـلـی عـروتک الأوثق و علی وجہک الاکرام و علی جنبک الاوجـب و عـلـی بـابک الادنـی وعـلـی مسـلک الـصـراط اللہم صل الہادین المہدیینؑ الراشدین الفاضلین الطیبین الطاہرین الاخیار الابرار

الـلـہـم صـل علی جبرائیل و میکائیل و اسرافیل و عزرائیل و علی ملائکتہ الـمـقـربیـن و انبیـائک الـمـرسـلیـن و رسـلک اجمعین من اہل السماوات و الارضیـن و اہـل طـاعتک اکتـعیـن و اخـصـص محمداً صلی اللہ علیہ و آلہ بـافـضـل الـصـلاۃ و التسلیم السلام علیک ایہا النبی و رحمۃ اللہ و برکاتہ السـلام عـلیک و عـلـی اہـل بیتک الـطیبیـن السـلام عـلینا و علی عباداللـہ الصالحین ()

بحوالہ بحار الانوار جلد 84 ص208 , 209 مطبوعہ بیروت

اسی طرح ایک اور منقولہ سلام بھی ہے کہ جس میں آئمہ معصومین علیہ الصلوات والسلام کا ذکر موجود ہے ...... یہ بھی بحار الانوار میں موجود ہے

اللھم صل علی محمدؐ و آل محمدؐ و ارحم محمداً و آل محمدؐ کافضل ما صلیت و بارکت و ترحمت و تحننت علی ابراھیم فی العالمین انك حمید مجید السلام علیك ایھا النبی و رحمة الله و برکاته السلام علی جمیع انبیاء الله و ملائکته و رسله السلام علی الآئمة الطاھرین الھادین المھدیین السلام علینا و علی عباد الله الصالحین السلام علیك و رحمة الله و برکاته

بحواله بحار الانوار جلد 85 ص 293 مطبوعه بیروت

دوستو! ۔اسی طرح کے آئمہ ہدیٰ علیہم الصلوات والسلام سے منقول کئی تشہد ہمارے کتب میں موجود ہیں، اب یہی بات یہاں عرض کروں گا کہ جب آئمہ ہدیٰ علیہم الصلوات والسلام سے توقیف بھی ثابت نہیں اور تشہد میں شہادت ثالثہ بھی ثابت ہے تو پھر اسے نماز میں رائج کرنے میں کیا مانع ہے؟

میرے ایک دوست نے فرمایا تھا کہ یہ سارے شہادت ثالثہ والے تشہد صاحب فقہ رضا نے لکھے ہیں اور تحقیق سے ثابت ہوا ہے کہ یہ فقہ امام رضا ضامن الغربا علیہ الصلوات والسلام کے نام سے منسوب سمجھی جاتی ہے اور یہ ان کی کتاب نہیں ہے بلکہ یہ کسی رضا نامی دیگر شیعہ عالم کی کتاب ہے اس لئے اس کے منقولات کو درست سمجھنا جائز نہیں ہے کیونکہ یہ امام علیہ الصلوات والسلام کی کتاب نہیں ہے

میں نے ان سے گذارش کی کہ آپ کے اس فرمان سے تو یہی تبادر ہوتا ہے کہ ہر اس کتاب کے منقولات کو درست نہیں سمجھنا چاہیے جو کسی معصوم کی لکھی ہوئی نہیں ہے مگر اس میں قباحت یہ ہے کہ ہمارے آئمہ ہدیٰ علیہم الصلوات والسلام کی لکھی ہوئی کوئی کتاب ہمارے

پاس موجود نہیں ہے بلکہ ان کے فرامین واحادیث کو غیر معصوم علمائے کرام رضوان اللہ علیہم نے جمع کیا ہے بلکہ ہمارے صحاح اربعہ بھی غیر معصوم علمائے کرام کے لکھے ہوئے ہیں اور اگر ہم ہر کتاب کے بارے میں یہی نظریہ قائم کرلیں تو پھر ہمارے لئے اپنے دین میں کوئی چیز قابل عمل و وثوق نہیں رہ جاتی ...... یہ فقہ رضا ہمارے کتب قدیمہ میں سے ہے جس کے حوالے خود بحارالانوار اور مستدرک الوسائل میں موجود ہیں جس کا مطلب یہ ہوا کہ یہ کتاب ان کے زمانے سے بہت پہلے کے کسی عالم و فاضل رضوان اللہ علیہ نے لکھی ہے تو اسے ہم کس طرح نا قابل عمل کہہ سکتے ہیں؟ ...... ہاں اس کے بعض روایات کے بارے میں ہم دیکھتے ہیں کہ وہ ہمارے مسلمات کے خلاف ہیں اور ہم ان روایات کو دیکھتے ہوئے اس کتاب کے کلی مشتملات کو رد کردیں تو اس طرح ہماری کوئی کتاب بھی رد ہونے سے نہ بچ سکے گی کیونکہ ہمارے سارے پرانے کتب ایسے ہیں کہ ان میں کوئی نہ کوئی روایت ایسی ضرور موجود ہے جو ہمارے مسلمات مذہب کے خلاف ہے کیونکہ ہمارے متقدمین رضوان اللہ علیہم نے تجمیع کا عمل کیا تھا اور اس حقیقت سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ تجمیع میں رطب و یابس سب جمع کرنا پڑتا ہے تحقیق تو بعد میں ہوتی ہے

میرے ایک دوست نے فرمایا کہ صاحب فقہ رضا نے بہت سے چیزیں بلا سند لکھی ہیں جبکہ باقی علما نے پورا سلسلہ رواۃ لکھا ہے اس لئے وہ چیزیں قابل وثوق ہیں اور فقہ رضا نا قابل وثوق ہے

میں نے جواباً عرض کیا کہ ہمارے سامنے دو چیزیں مسلم ہیں پہلی بات یہ کہ بعض روایات ایسی ہیں کہ جن کا سلسلہ رواۃ بھی لکھا ہوا ہے مگر وہ قابل وثوق نہیں ہیں

دوسری بات یہ ہے کہ جتنے بھی سلسلہ ہائے رواۃ منقول ہیں یہ بھی دراصل سلسلہ ہائے مقطوعہ ہی ہیں جسے کوئی بھی آدمی آسانی سے سمجھ سکتا ہے ......اس کیلئے ایک کلیہ عرض کرتا

ہوں کہ سلسلہ نسب کا کلیہ عمومی طور پر یہ ہے کہ ایک صدی میں چار سے زیادہ پشتیں گزرتی ہیں یعنی اگر کوئی شخص سو سال تک زندہ رہے تو وہ اپنی چار نسلیں دیکھ لیتا ہے یعنی اسے اپنا پڑپوتا دیکھنا بھی نصیب ہو جاتا ہے لیکن سلسلہ رواۃ میں یہ دورانیہ اور بھی کم ہو جاتا ہے یعنی سو سال میں دس پندرہ تک چلا جاتا ہے یہ وہ حقیقت ہے جسے کوئی باشعور انسان رد نہیں کرسکتا ہے جاہل آدمی تو جو چاہے کہہ دے، جس کا چاہے انکار کر دے، مگر باشعور انسان اس کلیہ کو درست ہی مانے گا...... اب ہم اپنے کتب معتبرہ میں جو سلسلہ ہائے رواۃ دیکھتے ہیں وہ بڑا مختصر ہوتا ہے یعنی آپ دیکھیں کہ ہمارا شیعی کتب کی تجمیع وتدوین وتالیفات کا سلسلہ کب شروع ہوا ہے تو سارے یہی مانتے ہیں کہ ہمارا کام تیسری صدی ہجری میں شروع ہوا ہے......اب آپ دیکھیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی کوئی حدیث صحیحہ غیر مقطوعہ ہمارے تیسری صدی کے فاضل مؤلفین تک جو پہنچے گی تو اس کیلئے کم از کم تیس چالیس رواۃ کی کڑیاں ہونا لازم ہے جبکہ ان کے روایات میں سے کوئی بھی ایسی روایت نہیں ہے کہ جس کی سند میں تیس چالیس رواۃ کا نام موجود ہو اس سے ثابت ہوا کہ ہمارے اکثر روایات مقطوعہ ہیں ......اور جو روایات ہمارے پاس جس طرح سلسلہ رواۃ کے ساتھ پہنچے ہیں ان کی توثیق وتضعیف کا عمل دیکھنا ہو تو پھر کتب رجال دیکھے جاسکتے ہیں کہ اس سلسلے کی کتنی کڑیاں قابل وثوق ہیں

اس بحث سے نتیجہ یہ نکلا کہ ہمارے لئے درست نادرست کا پیمانہ صرف اور صرف خاندان تطہیر علیہ الصلوات والسلام کی عظمت ومحبت ومؤدت ہے جو روایت ان کی عظمت وشان و مؤدت ومحبت کے قیام میں معاونت کرتی ہے اسے درست ماننا چاہیے اور جو ان کی عظمت وشان ومحبت ومؤدت کے راستے میں کسی طرح کی رکاوٹ کھڑی کرتی ہے اسے رد کر دینا چاہیے...... اور یہ روایات جو شہادت ثالثہ کے بارے میں آئے ہیں یہ

ہمارے پیمانے پر پورے اترتے ہیں اس لئے شہادت ثالثہ میں کوئی چیز مانع نہیں ہے
کئی حضرات کا کہنا ہے کہ نماز میں ذکر، دعا اور قرآن کے علاوہ جو پڑھا جائے وہ کلام آدمی ہے اور کلام آدمی سے نماز باطل ہو جاتی ہے اور شہادت معصومین علیہم الصلوات والسلام نہ قرآن ہے، نہ دعا ہے، نہ ذکر ہے، اس لئے نعوذ باللہ یہ مبطل نماز ہے
اس دور میں تو بہت علمائے کرام و آیت اللہ حضرات نے بڑی بڑی ضخیم کتابیں لکھی ہیں جن میں یہ ثابت کیا ہے کہ یہ شہادت معصومین علیہم الصلوات والسلام دراصل ''ذکر'' ہے اس لئے یہ مبطل نماز نہیں ہے ہاں یہ عرض کروں گا کہ ہم نماز جمعہ جو پڑھتے ہیں اس کے دو رکعت ہوتے ہیں جبکہ نماز ظہر کے چار رکعات ہوتے ہیں، نماز جمعہ دو رکعات ظہر کے دو رکعات کے متبادل ہوتے ہیں اور دوسرے دو رکعت کا متبادل خطبۂ جمعہ ہوا کرتا ہے اور یہ بھی حقیقت ہے کہ اگر خطبہ جمعہ میں زمانے کے امام علیہ الصلوات والسلام کا نام پاک نہ لیا جائے تو خطبۂ جمعہ باطل ہو جاتا ہے اگر ہم منطقی انداز میں بیان کریں تو پھر ثابت ہوتا ہے خطبۂ جمعہ کا باطل ہونا گویا نماز ظہر کے دو رکعات کے باطل ہونے کے مترادف یعنی زمانے کے امام علیہ الصلوات والسلام کا نام نہ لینا گویا نماز کیلئے مبطل قرار پایا نہ کہ نام لینا مبطل ہے
دوستو! - اگر ہم دائرہ مؤدت میں رہ کر سوچیں تو پھر ہمیں یہ بات ماننا پڑے گی کہ شہنشاہ معظم امیر المومنین علیہ الصلوات والسلام کی گواہی کو تو سن 10 ہجری میں اعلان خم غدیر کے بعد فوراً رائج ہو جانا چاہیے تھا اس کے بعد سن 40 ہجری میں امام مجتبیٰ علیہ الصلوات والسلام کی گواہی کو نماز میں آنا چاہیے تھا...... پھر 50 ہجری میں کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام کی گواہی کو نماز میں آجانا چاہیے تھا پھر 61 ہجری کے بعد جناب سید الساجدین علیہ الصلوات والسلام کی گواہی کو نماز میں آجانا چاہیے تھا اور اسی طرح چلتے چلتے 260 ہجری کے بعد تو ہم سب کو

شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف کی گواہی دینا چاہیے تھی کیونکہ یہ ان کا زمانہ ہے ...... خطبہ جمعہ میں بھی ان کا ہی نام اقدس لیا جاتا ہے تو نماز میں بھی انہی کا نام لینا چاہیے

دوستو! - علمائے فقہ کا فرمانا ہے کہ نماز میں بہت سے مستحبات شامل ہیں مگر آخری سلام جو ہم کرتے ہیں وہ مستحب نہیں واجب ہے ...... ہم جو نماز کے آخر میں کہتے ہیں

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ ...... یہ سلام کسی واحد حاضر ذات کو کیا جاتا ہے جیسا کہ ہمیں یہ حکم کہ جب تم کسی بھی مسلمان سے ملو تو اسے سلام کرو اور کہو ''اسلام علیکم'' یا اس طرح کہو ''سلام'' ''علیکم'' ...... بعینہ اسی طرح سلام کرنے کا حکم ہمیں نماز کے آخر میں دیا گیا ہے یعنی کسی واحد موجود مگر ''نامعلوم ذات'' کو سلام کرنا دوران نماز واجب ہے اور جب تک انہیں سلام نہ کیا جائے تو نماز مکمل ہی نہیں ہوتی ...... اب یہ تو کسی عالم نے کھل کر نہیں لکھا کہ یہ آخری سلام ہم کس ذات کو کرتے ہیں ہاں عرفا کرام رضوان اللہ علیہم نے لکھا ہے کہ یہ آخری سلام ہمیشہ ہر زمانے کے امام علیہ الصلوات والسلام کو ہوتا ہے اور جو شخص انہیں سلام نہ کرے اس کی نماز باطل ہو جاتی ہے اور ہم اپنے زمانے میں یہ سلام اپنے شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف کو کرتے ہیں اگر ہم انہیں سلام نہ کریں تو ہماری نماز باطل ہے ...... اب مجھے معلوم نہیں کہ یہ بات کہاں تک درست ہے مگر یہ تو ہم سب جانتے ہیں کہ ہمارا یہ سلام کسے ہوتا ہے یہ کسی نے بتایا نہیں کہ کس کو ہوتا ہے؟

آیئے دوستو! - ہم مل کر دعا کریں ان اسرار کو کھولنے والی ذات جلدی تشریف لائے اور اس کائنات پر اللہ جل جلالہ کی حقیقی عبادت ہو اور کفر و طغیان کا کلی طور پر خاتمہ ہو

﴿آمین یا رب العالمین﴾

یا رب محمدؐ و آل محمدؐ صل علٰی محمدؐ و آل محمدؐ و عجل فرجھم بقائمھمؑ عجل اللہ فرجہ الشریف و صلوات اللہ علیک

یا ھو یا من ھو لاھو الا ھوالحی القیوم یا ھو یا من لا یعلم ماھو الا ھو الحی القیوم العلی العظیم
یا مولا کریم عجل اللہ فرجك وصلوات اللہ علیك

عجل الله فرجه الشريف و صلوات الله عليه

الحمد لله رب ا لعالمين و صل علیٰ محمدؐ و آلہٖ اجمعين خصوصاً على حجة الله فى العـالمين عجل الله فرجه الشريف وآبائه المعصومين وامهاته الطاهرين الطيبين صلوات الله عليهم اجمعين و لعنة الله علیٰ اعدائهم من يوم الازل الى يوم الدين

اے نمازیانِ کعبۂ عرفان !

کل سے ہم صلواۃ المومنینؑ کے موضوع پہ مصروف بیان ہیں

کیونکہ انہی کی محبت اور اقرار ولایت سے قبولیت نماز مشروط ہے جیسا کہ امام صادقعلیہ الصلوات والسلام نے فرمایا تھا......انه لا تقبل الاعمال الا بالولايت

کہ جملہ اعمال کی قبولیت کا دارمدار ہماری ولا پر ہے

جناب شہنشاہ مشہد ضامن غربا علیہ الصلوات والسلام نے بھی اقیموا الصلواۃ کے ضمن میں فرمایا تھا فمن اقام ولايتى فقد اقام الصلواة و اقمته ولايتى صعب مستصعب لا يحتمله الا ملك مقرب او نبى مرسل او مومن امتحن الله قلبه الايمان

اللہ نے فرمایا ہے ''صلوات کو قائم کرو'' اس کا مقصد یہ ہے کہ جس نے ہماری ولایت کو قائم کیا اسی نے ہی صلوات کو قائم کیا ہے لیکن ہماری ولایت کو قائم کرنا آسان نہیں ایک ایسا مشکل کام ہے کہ جسے ملک مقرب اور نبی مرسل اور اس مومن

کے علاوہ کہ جس کے دل کا اللہ نے امتحان لے لیا ہو اور کوئی اس کا قیام کر ہی نہیں سکتا ...... اس حدیث کی تشریح پہ میں پہلے بہت کچھ کہہ چکا ہوں یہاں اس کا اعادہ نہیں کروں گا

یہ تو سارے علمائے کرام جانتے ہیں کہ عام طور پر نماز کی اہمیت کیلئے ایک حدیث پیش کی جاتی ہے

☆ ان قبلت الصلوات قبل ما سواها و ان ردة الصلواة رد ما سوها

یعنی جس کی صلوات قبول ہوگئی اس کا ہر عمل قبول ہوگیا اور جس کی صلوات رد ہوگئی اس کا ہر عمل رد ہوگیا اس میں بھی ولایت ہی مراد ہے اس پر ہمارے علمائے اعلام انہ لا تقبل الاعمال الا بالولایت سے استدلال کرتے ہیں اور یہ بھی ہے کہ کوئی فروعی عمل دوسرے کیلئے رد و قبول کی بنیاد نہیں بن سکتا اور یہ سب کا متفقہ نظریہ ہے کہ ''اعمال فروعی ایک دوسرے کے نہ ہی متبادل ہوتے ہیں نہ ہی ایک دوسرے پر منحصر'' جیسا کہ نماز ایک علیحدہ عمل ہے اس جیسے اور بھی کئی فروعات ہیں اور ان فروعات کے بارے میں فقہا متفق ہیں کہ یہ ایک دوسرے کے متبادلات و ایک دوسرے پر قائم نہیں مثلاً کوئی شخص اگر ماہ رمضان کا روزہ رکھتا ہے اور نماز نہیں پڑھتا تو اس کا روزہ باطل نہیں ہوتا اس کی جزا بھی اسے ملے گی اور نماز نہ پڑھنے کی سزا بھی اسے ملے گی مگر ماہ رمضان کا روزہ نہ رکھنے والے نمازی کی نماز باطل نہیں ہوتی کیونکہ یہ علیحدہ علیحدہ فروع ہیں جب یہاں یہ صورت حال ہے کہ انہیں ایک دوسرے پر قائم نہیں کیا گیا تو پھر آخرت میں انہیں ایک دوسرے پر کیسے منحصر کیا جا سکتا ہے؟

اگر مشاہدے کی طرف آئیں تو وہ ہمیں اس سے بھی آگے کی بات کرتا ہے کیونکہ ہم

بعض لوگوں کو دیکھتے ہیں کہ انہوں نے کوئی نماز پڑھی ہی نہیں اور ولایت قبول کر کے اپنی زندگی کے سارے اعمال کھرے کر گئے جیسا کہ ہم دیکھتے ہیں کہ جناب حرابن یزید ریاحی تشریف لاتے ہیں انہوں نے آنے سے قبل جتنی نمازیں پڑھی تھیں بیعت یزید ملعون میں رہ کر پڑھی تھیں ان کی ساری نمازیں ایک طرح سے یزیدی تھیں پھر جب امام مظلوم علیہ الصلوات والسلام کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ایک بھی نماز نہیں پڑھی ہاں نماز ولایت ادا کر لی تو ساری یزیدی نمازیں بھی حسینیؑ نمازیں ہوگئیں اب اگر کوئی کہے کہ انہوں نے نمازیں تو پڑھی ہوئی تھیں ...... مگر ہم جب جناب قیس علیہ السلام کو دیکھتے ہیں تو انہوں نے ماضی میں کوئی نماز پڑھی نہیں تھی بلکہ صرف نماز ولایت ادا کر لی اور سیدھے جنت پہنچ گئے ایسے لاتعداد واقعات ہیں اور ہر زمانے کے امام علیہ الصلوات والسلام نے اسی طرح کئی حر اور کئی قیس بنا کر جنت میں بھیجے ہیں کس کس کا ذکر کریں بات یہی ہے کہ نماز خود قائم بالولایت ہے اس لئے اس میں اقرار ولایت کرنا کسی طرح بھی اس کا مبطل نہیں ہوسکتا اگر ہم منطقی انداز میں دیکھیں تو اس طرح ہوگا

اعمال ولا پہ قائم ہیں ...... نماز بھی ایک عمل ہے ...... اس لئے نماز ولا پہ قائم ہے

یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ جو چیز جس چیز پر قائم ہوتی ہے اگر وہ چیز نکال دی جائے تو قائم ہونے والی چیز معدوم ہوجاتی ہے ...... جیسا کہ آگ ہے یا روشنی ہے یا عبارت ہے یا رنگ ہے یہ سب چیزیں ماضی کے نظریات کے مطابق قائم بالذات نہیں ہیں یعنی عبارت کسی نہ کسی چیز پر قائم ہوتی ہے جیسا کہ کاغذ یا تختی یا سکرین پر اگر ہم کاغذ یا سکرین وغیرہ نکال لیں تو عبارت ہی نہ رہے گی اسی طرح اگر نماز قائم بالذات عمل نہیں بلکہ قائم علی الولایت ہے تو پھر اس طرح یہ ہوگا کہ اگر ولایت

کو نماز سے نکال دیا جائے تو پھر نماز بھی اسی طرح معدوم ہو جائے گی جیسے کا غذ کو معدوم کرنے سے عبارت کا وجود ہی باقی نہیں رہتا

بعض ظاہر بین لوگ نماز کی فضیلت میں یہ کہتے ہوئے نظر آتے ہیں کہ یہ حدیث ہے کہ جس نے کسی تارک الصلوات کی ایک لقمہ جتنی اعانت کی کانما قتل سبعین نبیا اولھم آدم و آخرھم محمد صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم

اس نے ستر انبیا کو شہید کیا ہے کہ جن میں سے پہلے جناب آدم علیہ السلام ہیں اور آخری ہم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم ہیں

دوستو! ۔ یہ حدیث صحیح ہے مگر اس سے مراد تارکِ نماز نہیں بلکہ تارکِ ولایت ہے کہ یعنی جس نے امیر کائنات علیہ الصلوات والسلام کے دشمن کو ایک لقمہ دیا اس نے ستر انبیا کو تیغِ عمد سے قتل کیا ہے

اس لئے ہم عرض کرتے ہیں کہ شہادت ثالثہ کے بارے میں ہمیں اتنا جارح نہیں ہونا چاہیے کیونکہ ایک طرف توقیف نماز کسی حدیث سے ثابت نہیں دوسری طرف ایک عمومی فرمان موجود ہے جیسا کہ شہادت ثالثہ کے بارے میں قاسم بن معاویہ سے امام صادق علیہ الصلوات والسلام نے فرمایا تھا

اذا قال احدکم لاالہ الا اللہ و محمدؐ رسول اللہ فلیقل علی امیر المومنین علیہ الصلوات والسلام

یعنی جہاں جہاں بھی تم توحید و نبوت کی گواہی دو تو اس میں امیر المومنین علیہ الصلوات والسلام کی گواہی کو لازماً شامل رکھو

اس موضوع میں رواۃ کی بحث ہوتی ہے تو میں عرض کرتا ہوں کہ جب اس کی تائید میں قیام و لایت کے لاتعداد احادیث موجود ہیں تو جرح و قدح کرنے کی حاجت

ہی نہیں رہتی اصل مانع تو توقیف صلواۃ تھی جب وہ مانع ہی نہ رہا تو پھر ایک طرف تو اس کی تخصیص ختم ہو جاتی ہے جس سے شہادت ثالثہ تعمیمات میں داخل جائے گی دوسری طرف یہ نماز میں واجب ہو جائے گی ہاں اگر کوئی اسے مبطل ثابت کرنا چاہے تو پھر اسے اس پر کوئی صریح نص پیش کرنا ہوگی اور جب تک کوئی صریح نص پیش نہ کی جائے اس وقت تک یہ واجبات میں سے ہوگی

اب اگر کوئی کہے کہ کیونکہ یہ دور اول میں نہیں پڑھی گئی اس لئے مبطل ہے

یہ سوال بھی کوئی حقیقت نہیں رکھتا کیونکہ یہ بات سارے لوگ اچھی طرح جانتے ہیں کہ احکام ایک ہی مرتبہ نافذ نہیں ہوئے بلکہ آہستہ آہستہ ہوئے جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ نماز کے بعد جو سب سے بڑا فروع مانا جاتا ہے وہ روزہ ہے یہ روزہ بھی اولیں بارہ سال میں نافذ نہیں ہوا بلکہ ہجرت کے بعد نافذ ہوا اس طرح کسی حکم کے پہلے نہ ہونے کو ابطال کی دلیل نہیں بنایا جا سکتا ...... ہاں اگر ہم زمانہ سرورکونین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں اس کا نفاذ دیکھیں تو وہ موجود ہے جیسا کہ سورہ اسریٰ کی آیت ولا تجھر بصلواتك و لا تخافت بھا وابتغ بین ذالك السبیلا کی تفسیر میں ابوحمزہ ثمالی نے امام محمد الباقر علیہ الصلوات والسلام سے دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا حکم تھا لا تجھر بولایته علی علیہ الصلوات والسلام (تفسیر عیاشی جلد دوم ص 319 بصائر الدرجات)

اوائل اسلام میں یہ حکم ہوا تھا اور پھر اس آیت کو فاصدع بھا تومر سورۃ حجر کی آیہ 94 نے منسوخ کر دیا یعنی حکم ہوا کہ اب آپ کھول کر سنا دیں اور مشرکین سے روگردانی کرلیں ان کی پرواہ نہ کریں (تفسیر البرہان جلد دوم 356 مطبوعہ ایران)

اس دن سے آذان ونماز میں جناب سلمان پاک سلام اللہ علیہ نے اور دیگر اصحابِ خاص نے اس کو رواج دیا اس کے باوجود شہادت ثالثہ دشمن کے خوف کی وجہ سے

عباسی دورتک مخفی رہی حالانکہ امام صادق علیہ الصلوات والسلام کے زمانے سے یہ آذان و اقامت میں رائج تھی مگر مخفی طور پر یہ گواہی دی جاتی تھی ان کے بعد جب بادشاہان دیلم وشاہان صفوی کا دور آیا تو اس میں اس کا اعلان ہوا عبدالحمید عثمانی اور ناصر الدین قاچار کی محنت سے عراق میں بھی یہ شہادت رائج ہوئی یہ تاریخ کے ابواب دیکھے جاسکتے ہیں

دوستو! ۔یہ تو آپ جانتے ہیں کہ نماز روزہ فروعات میں سے شمار ہوتے ہیں مگر کبھی یہ بھی سوچا ہے کہ فروع کو فروع کیوں کہا جاتا ہے؟

حقیقت یہ ہے کہ فروع عربی میں درخت کی شاخوں کو کہتے ہیں اور اصل درخت کی جڑ کو کہتے ہیں اور کیونکہ درخت کی بنیاد اصل ہوتا ہے اور اصل ہی پر فروع قائم و باقی ہوتے ہیں اس لئے مستعاراً ہر اس چیز کو اصل کہتے ہیں جس پر کسی چیز کا قیام ہو اور وہ اس کی بنیاد و بقا و حیات کا دارو مدار ہو اور اسی لئے دین کو بھی ایک درخت کی مثال مان کر اس کے اصول وفروع کا تصور پیدا کیا گیا تھا کہ وہ چیزیں جن پر دین کے شجر کا قیام تھا اور جن کی عدم موجودگی سے دین کا معدوم ہونا ثابت ہو جاتا تھا انہیں اصول میں رکھا گیا اور جن چیزوں کا اصول پر قیام تھا اصول ہی جن کی بقا کے موجب تھے انہیں فروع کہا گیا نماز دین کے درخت کی ایک شاخ ہے اور ولایت اس درخت کی جڑ ہے اب یہ بھی سوچ لیں جو شاخ بغیر جڑ کے فضا میں لٹکا دی جائے کیا اسے زندہ شاخ کہا جاسکتا ہے؟

اب یا تو امامت کو اصول سے خارج کر دیں اور تین اصول والا نظریہ اپنا کر سواد اعظم میں شمولیت کا اعلان فرما کر ثواب دارین حاصل کریں یا پھر نماز کو بچانے کیلئے نماز کو زندہ رکھنے کیلئے نماز کو باقی رکھنے کیلئے امامت ہی پر نماز کا قیام کریں کیونکہ یہ

جڑ ہے اور اس طرح صرف امیر کائنات علیہ الصلوات والسلام کی گواہی نہ دینا پڑے گی بلکہ امامت کی جو بارہ فردیں ہیں ان سب کو نماز میں لانا ضروری ہو جائے گا اس لئے نماز میں ایمان پر عدل و قیامت کا اظہار بھی کیا جانا ضروری ہے صرف امامت ہی کا نہیں ہاں اگر عدل اور قیامت کو اصل نہ مانا جائے تو پھر اس کا اظہار ضروری نہ ہوگا یہ تو میں پہلے ہی کسی خطاب میں عرض کر چکا ہوں کہ عدل دراصل توحید کی فرع ہے اور قیامت عدل کی فرع ہے اس لئے توحید کے ذکر میں اس کے عدل سمیت جملہ صفات آ جاتے ہیں اس کا علم، قدرت، ادراک، ارادہ وغیرہ سب آ جاتے ہیں اس لئے نماز میں ان کا علیحدہ ذکر نہیں کیا جاتا ورنہ یہ بھی نماز میں انفرادی طور پر داخل ہی ہوتے

دوستو! - ہمارا اصل موضوع شہادت ثالثہ نہیں ہے یہ باتیں تو ضمناً آ گئی ہیں یہاں میں اتنا عرض کروں گا کہ اس دور میں جو لڑائی لڑی جا رہی ہے ہم اس میں فریق نہیں ہیں بلکہ ہر دو فریقین کی عزت کرتے ہیں ہاں اپنے نظریات کو جب پیش کرتے ہیں تو اس میں جارحیت کو پسند نہیں کرتے کیونکہ کسی کی عزت نفس کو مجروح کرنا انسانی حوالے سے غیر اخلاقی بات ہے اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ ہمارے احباب کو جارح نہیں ہونا چاہیے بلکہ ایک دوسرے کو ٹالریٹ (Tolerate) [برداشت] کرنا چاہیے اور بات کو نظریات تک محدود رکھنا چاہیے ذاتیات تک نہیں لے جانا چاہیے کیونکہ اختلاف نظریہ کا ہر آدمی کو پورا پورا حق حاصل ہے اس میں جبر کرنا جہالت ہے اس لئے مقدس منبر کو اس غلاظت سے پاک رکھنا بہت ضروری ہے

دوستو! - یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ عقائد و نظریات کی جذباتی کیفیت ایک سپر سپرنگ (Super Spring) کی طرح ہوتی ہے اگر اسے دبایا جائے تو دبنے کے عمل

میں ہر انچ پر دبانے کی قوت بڑھانا پڑتی ہے اور پھر جب یہ اپنی آخری حد تک پہنچ جاتا ہے تو اسے مسلسل دبائے رکھنا کسی انسان کے بس کا روگ نہیں ہوتا بلکہ جب بھی وہ ایک دم ہاتھ سے چھوٹتا ہے تو ایک فٹ کا سپرنگ تین فٹ تک پھیل جاتا ہے

اسی طرح یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ کسی سپرنگ کا باہر کی طرح کھینچ کر بڑھانا بھی اتنا ہی مشکل ہوتا ہے اور اسے اپنی طبعی حالت سے بڑھانے کے عمل میں ہر انچ پر قوت بڑھانا پڑتی ہے اور اس کے بعد اسے کھینچ کر مسلسل قائم رکھنا بھی امر محال ہے اور جب یہ اچانک چھوٹتا ہے تو پھر یہ اپنی اصل طبعی حالت سے کم پہ جا کر سانس لیتا ہے اس لئے کسی بھی اعتقادی مسئلہ کو دبانے کی کوشش ہمیشہ ناکام رہتی ہے اور اس دور میں تو اکثر اعتقادی مسائل کو دبانے کی کوشش کی جا رہی ہے جس سے ہمیں اجتناب کرنا چاہیے ہاں کوئی بھی شخص بلا جارحیت اپنے نظریات پیش تو کر سکتا ہے مگر کسی پر دباؤ نہیں ڈال سکتا ورنہ اس کی جارحیت کا ردعمل خود اس کے پرخچے اڑا کر رکھ دے گا اس لئے کسی کی دل آزاری نہیں کرنا چاہیے

یہاں ایک بات عرض کرتا چلوں کہ دل آزاری ہمیشہ اس وقت ہوتی ہے جب کسی شخص کی مقدس شخصیت کے خلاف زبان کھولی جائے ہاں اگر اپنی مقدس شخصیت کے فضائل بیان کئے جائیں جن میں دوسروں کی مقدس شخصیات کی توہین نہ ہو تو یہ دل آزاری کی تعریف سے خارج ہو جاتی ہے اس لئے دباؤ کا عمل بیان فضائل سے روکنے پر ہوتا ہے نہ کہ کسی کی توہین کرنے کے عمل سے روکنے پر اس لئے کسی بھی مذہب کی مقدس شخصیت کی توہین نہیں کرنا چاہیے اور نہ ہی کسی کو اپنے پیشواؤں کے فضائل بیان کرنے سے روکنا چاہیے...... اگر ان کے بیان کردہ فضائل ہمارے عقائد سے متصادم ہیں تو پھر ہمیں علمی انداز میں اپنا دفاع کرنا چاہیے نہ کہ جارحیت

﴿شہادت ثالثہ وعرفانیات﴾

دوستو!۔شہادت ثالثہ آج بہت بڑا مسئلہ بنا ہوا ہے اور اس پر خوب لے دے ہو رہی ہے مگر عرفائے عظام شہادتین اور شہادت ثالثہ کے حوالے سے جو کلام فرماتے ہیں وہ عرض نہ کروں تو بات ادھوری رہ جائے گی

عرفائے عظام فرماتے ہیں کہ شہادت کے معنی ہیں گواہی کے یعنی جب ہم کہتے ہیں کہ ☆ اشھد ان لا الہ الا اللہ......تو ہم یہ کہتے ہیں کہ ''میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ جل جلالہ کے علاوہ کوئی اللہ ہے ہی نہیں'' ...... دیکھئے اس میں ہم یہ نہیں کہتے کہ میں ایمان رکھتا ہوں یا ایمان لایا بلکہ کہتے ہیں ''گواہی'' دیتا ہوں ......اس میں لفظ ''اشھد'' بہت اہم لفظ ہے

دیکھئے دوستو!۔آپ ساری دنیا کی عدالتیں دیکھیں ان میں جب گواہیاں دی جاتی ہیں تو ان میں سے تھرڈ پرسن (Third Person) کی گواہی کی تین قسموں میں سے ایک ضرور ہوتی ہیں کیونکہ گواہی کی کل تین قسمیں ہیں

( ) عینی شاہد [آئی وٹنس](Eye Witness) جس نے کسی کو کچھ کرتے خود دیکھا ہو

( ) قرائینی شاہد [سرکم سٹانشل وٹنس](Circumstantial Witness) جس نے دیکھا ہو کہ کسی آدمی کے ہاتھ میں خون آلود خنجر ہے اور آگے جا کر دیکھا کہ ایک آدمی قتل ہوا پڑا ہے اس نے قتل ہوتے نہیں دیکھا

( ) سمعی شاہد...... یہ وہ ہوتا کہ جس نے مقتول کی آواز سنی اور قاتل کی للکار سنی دونوں کی آوازیں پہچانیں جب موقعے پر گیا تو وہاں قاتل موجود نہ تھا مقتول خون میں غلطاں پڑا تھا

عرفا فرماتے ہیں کہ جب ہم گواہی دیتے ہیں کہ اللہ ﷻ کے علاوہ کوئی اللہ ہے ہی نہیں تو ہمیں سوچنا چاہیے کہ ہم کس حیثیت سے گواہی دے رہے ہیں؟

کیا ہم اس کی وحدانیت کے عینی شاہد ہیں؟ یا قرائینی شاہد ہیں؟ یا سمعی شاہد ہیں؟

کیا کبھی ہم نے اس کی وحدانیت کومحسوس بھی کر کے دیکھا ہے کہ وہ ایک ہی ہے؟

اب اس کے بارے میں زیادہ بات نہیں کروں گا بلکہ اس کی دوسری جز کی طرف اشارہ کروں گا وہ یہ ہے کہ اسلامی نظام شہادت کو آپ بغور دیکھیں کہ کسی بھی معاملے میں جب بھی گواہ پیش کیا جاتا ہےتو گواہ کیلئے سب سے پہلے عادل ہونا شرط ہے اگر چہ سبزی کی ایک ٹوکری ہی کیوں نہ ہو اس کیلئے گواہ کا عادل ہونا لازم ہے ......اب آپ سوچیں اللہ ﷻ کی وحدانیت اور شہنشاہ انبیاصلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی رسالت اور شہنشاہ امیر کائنات علیہ الصلوات والسلام کی ولایت کی گواہی دینے پہ لڑ رہے ہیں کبھی اپنے عادل ہونے کی طرف سوچ گئی ہے کہ ہم گواہی تو دے رہے ہوں اور اللہ فرمائے کہ تمہاری گواہی منظور نہیں کیونکہ تم عادل نہیں ہو تو پھر ہم کیا کریں گے؟

دور اول میں منافقین بھی آ کر بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم میں عرض کرتے تھے کہ اشہد ان لا الہ الا اللہ یعنی اللہ ﷻ ایک ہے مگر اللہ ﷻ نے فرمایا یہ جھوٹ کہتے ہیں ...... آپ خود سوچیں کیا اللہ ایک نہیں تھا؟ کیا انہوں نے جھوٹ بولا تھا؟ ......

بات تو گواہی قبول کرنے کی ہے کہ جنہوں نے گواہ کی تین حیثیتوں میں سے کسی ایک کا بھی ادراک نہیں کیا وہ سچا انسان تو ہوسکتا ہے سچا گواہ نہیں ہوسکتا ...... اور اگر وہ عادل نہیں تو پھر نہ وہ سچا انسان ہے اور نہ سچا گواہ ہے

اب بات کو یہاں روک کر آپ کو سوچنے اور خود احتسابی کی دعوت دیتا ہوں اور عرض کروں گا کہ ہمیں یہ دیکھنا لازم ہے کہ کیا ہم عادل ہیں یا نہیں اگر نہیں ہیں تو

پہلے عادل بنیں گواہی کے معاملے پر بعد میں جھگڑتے رہنا ...... غیر عادل تو ترکاری کی ایک ٹوکری پر بھی بطور گواہ قبول نہیں کیا جا سکتا تو رسالت و ولایت پر کیسے اس کی گواہی قابل قبول ہوسکتی ہے؟ ...... آگے آپ نے خود سوچنا ہے

اب ہم اپنے اصل موضوع کی طرف راجع ہوتے ہیں

﴿صلواۃ حقیقی﴾

دوستو! - یہ تو آپ نے سمجھ لیا کہ نماز کوئی عبارات و کیفیات وہیأیات کا نام نہیں کہ جو بھی یہ عبارات قیام وقعود میں پڑھ لے اس کی عبادت ہو جاتی ہے ورنہ فلموں ڈراموں میں یہودی، ہندو، عیسائی اداکاروں کو نمازیں پڑھا دی جاتی ہیں اور کوئی بھی ان نمازوں کو نماز نہیں مانتا کیونکہ نماز کی اصل روح اور ہے

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ اصل نماز کیا ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ امیر کائنات علیہ الصلوات والسلام نے فرمایا **انا صلواۃ المومنین** ہم مومنین کی نماز ہیں اسی طرح چہاردہ معصومین علیہم الصلوات والسلام کے زیارات اور ادعیہ میں ان کے نماز حقیقی ہونے کا اقرار کروایا جاتا ہے اسی طرح ہمارے شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف کے جو اسمائے مبارکہ ہیں ان میں سے ایک ''صلواۃ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف'' بھی ہے یعنی یہ سارے معصومین علیہم الصلوات والسلام نماز حقیقی ہیں صلواۃ مجسم ہیں ہاں جو آدمی یہ نماز نہیں پڑھتا اس کی نماز ظاہری بے سود ہے

دوستو! - آپ جانتے ہیں کہ نماز کیلئے کیا کیا ضروری ہوتا ہے یہاں صرف اتنا عرض کروں گا کہ نماز کیلئے اولین چیز اس کا وقت ہے ...... یعنی نماز صبح کا ایک وقت ہے نماز ظہر کا ایک مخصوص وقت ہے، اسی طرح نماز عصر، نماز مغرب، نماز عشا ہے

ان سب کا ایک وقت ہوتا ہے اور ان نمازوں میں سے کسی بھی نماز کو قبل از وقت نہیں پڑھا جا سکتا بلکہ جب وقت داخل ہو جائے تو اسے پڑھا جا سکتا ہے تیاری و آمادگی قبل از وقت ہوتی ہے اور نماز وقت داخل ہونے پر ادا کی جا سکتی ہے ہاں بعد از وقت قضا پڑھی جا سکتی ہے ...... جیسا کہ کوئی انسان دس سال نماز سے غافل رہا اور اپنے فرائض سے کوتاہی کرتا رہا ہو تو پھر اس پر سابقہ زندگی کی نمازیں ادا کرنا واجب ہوتا ہے ورنہ وقت کی نماز سابقہ نمازوں کی کفایت نہیں کرتی اور نہ ہی سابقہ نمازیں وقت کی نماز کی کفایت کرتی ہیں

اسی طرح نماز حقیقی جو آئمہ اطہار علیہم الصلوات والسلام ہیں ان کی مؤدت و محبت اور ان سے قیام روحی کیلئے بھی یہی شرائط ہیں یعنی وہ آئمہ معصومین علیہم الصلوات والسلام اپنے اپنے زمانے کی نمازیں تھیں اس لئے ہمیں ان کے ساتھ قیام روحی کرنا بھی واجب ہے کیونکہ ایک طرح سے ہم ان کے زمانے اور وقت کے بعد پیدا ہوئے ہیں اس لئے ہمیں ان سے قیام روحی و باطنی رکھنا واجب ہے، صلواۃ شرعی اور صلواۃ حقیقی میں یہی فرق ہے کہ عام نماز پیدا ہونے کے بعد بلوغ میں واجب ہوتی ہے مگر نماز حقیقی ازل سے واجب ہے اس لئے ہمیں سارے معصومین علیہم الصلوات والسلام کے ساتھ قیام روحی رکھنا واجب ہے، ان میں سے کسی ایک سے صرف نظر کرنا انسان کو کافر بنانے کیلئے کافی ہے کیونکہ نماز نہ پڑھنا انسان کو گنہگار کرتا ہے کافر نہیں کرتا مگر نماز حقیقی یعنی معصومین علیہم الصلوات والسلام کا انکار و ترک کرنا انسان کو کافر کر دیتا ہے اسی لئے تو فرمایا گیا تھا کہ جس نے ہم میں سے کسی ایک کا انکار کیا اس نے کفر کیا ہے

ہمارے لئے صلوٰۃِ وقت ہمارے شہنشاہ زمانہ ہیں کیونکہ ان کا ایک اسم مقدس الصلواۃ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف بھی ہے

دوستو! - یہ بات یاد رہے کہ سارے معصومین علیہ الصلوات والسلام عین صلواۃ ہیں جیسا کہ صاحب تفسیر مراۃ الانوار فرماتے ہیں

فاعلم انه قدورد تاويل الصلوة بالائمته وبعلى عليه السلام وبولايته وولايتهم ......فرماتے ہیں کہ تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ قرآن کریم میں نماز سے مراد آئمہ معصومین علیہم الصلوات والسلام ہیں اور خصوصی طور پر شہنشاہ معظم امیر کائنات علیہ الصلوات والسلام ہیں اور ان سارے معصومین علیہم الصلوات والسلام کی ولایت بھی نماز ہے ......اس کے بعد وہ اللہ ﷻ کے اس فرمان کو کوڈ کرتے ہیں کہ اللہ ﷻ نے فرمایا کہ تم اپنی صلوٰاۃ وسطیٰ کی حفاظت کرو......اس کے بارے میں فرماتے ہیں کہ

وكذاورد تاويل الصلوة الوسطى بعلى عليه السلم

فرماتے ہیں کہ صلواۃ وسطیٰ سے مراد شہنشاہ معظم امیر کائنات علیہ الصلوات والسلام ہیں ...... پھر فرماتے ہیں کہ یہ سارے معصومین علیہم الصلوات والسلام ہی صلواۃ وسطیٰ ہیں کیونکہ ان سارے معصومین علیہم الصلوات والسلام کو امت وسطیٰ قرار دیا گیا ہے

ہمارے بعض علما نے فرمایا ہے کہ امت کیلئے صلواۃ سارے معصومین علیہم الصلوات والسلام ہیں مگر معصومین علیہم الصلوات والسلام کیلئے صلواۃ الوسطیٰ ملکہ عالمین سیدہ کونین صلوات اللہ علیہا ہیں یعنی امت کو معصومین علیہم الصلوات والسلام اور ان کی مؤدت وولایت کے قیام وحفاظت کا حکم فرمایا گیا ہے اور معصومین علیہم الصلوات والسلام کو ملکہ عالمین سیدۃ الدارین صلوات اللہ علیہا کی مؤدت و ولایت و مرتبے کے قیام وحفاظت کا حکم فرمایا گیا ہے ...... اسی عظمت و مرتبے کی حفاظت کیلئے سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ان کے دروازے پر رک کر گھر میں داخل ہونے کی اجازت طلب فرماتے اور جب یہ معظّمہ صلوات اللہ علیہا ان کے ہاں تشریف لاتی تھیں تو ان کی تعظیم کو سروقد کھڑے ہو جاتے تھے اور انہیں اپنی مسند پر

اپنے ہی مرکزی مقام پر بٹھاتے تھے

دوستو! - یہ بھی یاد رہے کہ نمازِ وقت صلواۃِ عصر ہمارے شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰهُ فَرَجَهُ الشَّرِيف ہیں اور سب سے زیادہ ان کی مؤدت وولایت کے قیام وحفاظت کی ضرورت ہے کیونکہ باقی آئمہ معصومین علیہم الصلوات والسلام جو صلواۃ حقیقی ہیں تو ان کی قضا موجود ہے یعنی اگر ہم نے ان کا زمانہ نہیں پایا تو آج بھی ان کی مؤدت وولایت کا قیام وحفاظت کر سکتے ہیں مگر شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰهُ فَرَجَهُ الشَّرِيف وہ صلواۃ حقیقی ہیں جن کے زمانے کے بعد کوئی زمانہ ہے ہی نہیں اس لئے ان کے حقوق وفرائض کی قضا نہیں ہے ہماری زندگی کا ایک ایک لمحہ ان کے حقوق وفرائض کی ادائیگی کا اول وقت ہے اور ہمیں کوئی بھی لمحہ ان کی نصرت اور ان کے حقوق وفرائض کی ادائیگی سے خالی نہیں چھوڑنا چاہیے

دوستو! - ہماری نمازوں کی روح شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰهُ فَرَجَهُ الشَّرِيف کی محبت ہے، ان کی اطاعت ہے، ان کی اطاعت ومحبت کے بغیر ہماری نماز بے جان ہے اس لئے لازم ہے کہ ہماری نمازوں اور دیگر عبادات میں ہمارے شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰهُ فَرَجَهُ الشَّرِيف کی ذات کو ہمیشہ موجود رہنا چاہیے اور یہی ہماری نماز وصلوات حقیقی ہیں

یہاں یہ عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ جملہ عبادات سے افضل ان کا انتظار ہے جیسا کہ ارشاد ہے افضل اعمال امتی انتظار الفرج ...... ہماری امت کے اعمال میں سے افضل ترین عمل انتظار فرج ہے اور انتظار بغیر دعائے تعجیل فرج کے بے جان ہے اس لئے ہمیں اپنی ہر سانس میں دعائے ظہور کرنا لازم ہے اور اس کے حق مؤدت کی ادائیگی ہے

آیئے ہم سب مل کر دعا کریں کہ شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰهُ فَرَجَهُ الشَّرِيف کا ظہور جلدی ہو اور ان

کے صدیوں کے ویران گھر میں دوبارہ خوشیوں کا اہتمام ہو اور ان کے اجداد طاہرین علیہم الصلوات والسلام کا جلدی انتقام ہو مخدرت عصمت وطہارت صلوات اللہ علیہا کی جملہ امیدیں برآئیں اور ہم اپنے شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیف کو سراطہر پر تاج زریں سجائے منبرعدل پر مصروف عدل دیکھیں اور ان کی ابدی حکومت کا قیام جلدی ہو اور اپنی صلواۃ حقیقی کو اپنے سامنے پا کر اور ان کی بارگاہ قدس میں سجدہ ریز ہو کر نماز مؤدت ادا کرتے ہوئے حقیقی بندگی سے لطف اندوز ہوں اور خلاق کائنات ہمیں وہ روز سعید جلد دکھائے کہ جس دن رب الارباب کی حقیقی عبادت سرِ عام ہو

﴿آمین یا رب العالمین﴾

یا رب محمدؐ و آل محمدؐ صل علیٰ محمدؐ و آل محمدؐ و عجل فرجھم بقائمھمؐ
عجل اللہ فرجہ الشریف و صلوات اللہ علیك

یا ھو یا من ھو لا ھو الا ھو الحی القیوم یا ھو یا من لا یعلم ما ھو الا ھو الحی القیوم العلی العظیم
یا مولا کریم عجل اللہ فرجک وصلوات اللہ علیک

﴿عجل الله فرجه الشريف و صلوات الله عليه﴾

الحمد لله رب ا لعالمین و صل علیٰ محمدؐ و آلہٖ اجمعین خصوصاً علی حجة الله فی العـالـمین عجل الله فرجه الشريف وآبائه المعصومين وامهاته الطاهرين الطيبين صلوات الله عليهم اجمعين و لعنة الله علیٰ اعدائهم من يوم الازل الی يوم الدين

اے طالبان فضل اللہ العظیم!

آج شب نیمہ ءشعبان ہے اور ساری کائنات آج ایک جشن منانے میں مصروف ہے اور پورے عالم ممکنات کو آج کی رات ایک ناظم اعلیٰ عطا ہوا ہے آج اس کائنات کو ایک نئے مالک کا حصول ہوا ہے اور اس محتاج بقا کائنات پر اللہ جل جلالہ کے تازہ فضلِ جاوید نے نزول فرمایا ہے اس لئے ساری کائنات آج کی رات ایک جشن منا رہی ہے اور کائنات کی ہر چیز ایک دوسرے کو مبارک باد پیش کر رہی ہے اور ہمیں بھی چاہیے کہ ہم پورے پاک خاندان اقدس و اطہر علیہم الصلوات والسلام کے حضور ہدیہ تبریک و مبارک پیش کریں

صرف پاک خاندان اقدس و اطہر علیہم الصلوات والسلام ہی کو نہیں بلکہ اللہ جل جلالہ سمیت کائنات و عالم ممکنات کی ہر چیز کو مبارک دیں کیونکہ اس کائنات کی ہر چیز کو بقا عطا فرمانے والی ذات ملی ہے اور اللہ جل جلالہ کو اپنا ایسا با اختیار نمائندہ ملا ہے کہ جو اس کی

موجودگی میں کائنات کو اس طرح چلائے گا کہ جیسا خود اللہ چلانا چاہے گا اور پوری انسانیت پر اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کا فضل ہوا ہے

دوستو! - یہ تو آپ کو بتانے کی ضرورت نہیں ہے کہ ہمارے شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہٗ الشَّرِیْف کا ایک اسم الحسنٰی ہے ''فضل اللہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہٗ الشَّرِیْف''

دوستو! - یہ تو آپ جانتے ہیں کہ یہ اسم مبارک بھی اسمائے مرکبہ میں سے ہے کہ یہ اسم مبارک دولفظوں کا مجموعہ ہے دولفظوں سے مرکب ہے یعنی ایک لفظ ہے ''اللہ'' اور دوسرا لفظ ہے ''فضل''

اب اس اسم مبارک کا لفظی ترجمہ کریں تو وہ یہ ہے کہ ہمارے شہنشاہ زمانہ اللہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہٗ الشَّرِیْف کا فضل ہیں

دوستو! - یہ لفظ فضل بھی عجیب لفظ ہے کہ ہم سارے لوگ دن رات اسے استعمال کرتے ہیں اور کبھی سوچا تک نہیں کہ اس کے لغوی معنی کیا ہیں؟ ...... اس کے اصطلاحی معنی کیا ہیں؟ ...... اس کے مرادات کیا ہیں؟...... اس کے عرفانیاتی اصطلاحی معنی کیا ہیں؟ ...... اس کے روحانی اصطلاحی معنی کیا ہیں؟ ......اور اس کے مرادات مستحسنہ و مذمومہ کیا ہیں؟

ہم یہ لفظ بڑی کثرت سے بولتے ہیں مثلاً کسی سے حال پوچھا کہ بھائی صاحب سنائیں کیا حال چال ہے؟ ...... انہوں نے جواب میں فرمایا کہ اللہ تعالٰی کا بڑا ''فضل'' ہے سب ٹھیک ٹھاک ہے ...... اسی طرح کسی سے پوچھا کہ بھائی وہاں بس کا ایکسیڈنٹ ہوا ہے اور تم اس بس میں تھے سارے لوگ اس میں مر گئے تم کیسے بچ گئے؟ تو اس نے کہا بھائی بس اللہ کا فضل ہوا ہے میں بچ گیا ہوں ...... اب دیکھئے یہ آدمی فضل اللہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہٗ الشَّرِیْف کو جانتا تک نہیں مگر یہ مان رہا ہے کہ اگر کسی کو دینی یا

دنیاوی مشکل سے نجات مل سکتی ہے تو وہ اللہ کے فضل ہی سے ہوتی ہے اگر کوئی انسان ان دنیا میں زندہ ہے صحت مند ہے دکھوں سے نجات پائے ہوئے ہے تو یہ اس کا اپنا کارنامہ نہیں بلکہ یہ فضل اللہ عَجَلَ اللّٰهُ فَرَجَهُ الشَّرِيْف ہی کی وجہ سے ہے

دوستو! - میں یہی عرض کر رہا تھا کہ ہم دن رات یہی لفظ بولتے ہیں مگر ہمیں خود معلوم نہیں ہے کہ اس کے معنی کیا ہیں؟

اس سے پہلے کہ میں مالک پاک عَجَلَ اللّٰهُ فَرَجَهُ الشَّرِيْف کے عطا کردہ شعور کے مطابق اس لفظ کے بارے میں اپنی طرف سے کچھ عرض کروں بہتر یہ ہوگا کہ میں پہلے اس لفظ کے لغوی و اصلاحی معنی پہ روشنی ڈالتا چلوں

فَضَلَ فَضْلاً [ن]...... کے معنی ہیں باقی بچ رہنا ...... اضافی حصہ

فَضَلَ و فَضْلَهٗ علىٰ غيرہٖ ...... فضل میں غالب آنا

فَضِلَ [س] ...... فَضُلَ فَضْلاً [ك] ...... صاحب فضل وفضیلت

فَضَّلَهٗ علىٰ غيرہٖ...... کسی پر فضیلت یا ترجیح دینا

اَفْضَلَ عليه...... بھلائی کرنا یا مہربانی کرنا

افضل ...... یعنی اچھا یا اچھائی میں بڑھا ہوا من شی ...... کے ساتھ بقیہ چھوڑا ہوا حصہ

تَفَضُّلْ ...... مہربانی، فضیلت کا دعویٰ کرنا، لباس شب خوابی پہننا وغیرہ

الفضل ...... احسان زیادتی بقیہ حصہ اعلیٰ ترین حصہ

فضول ...... فالتو بے فائدہ بیکار کی چیز

فضیلت ...... خوبی، فاضل، صاحب فضل، امتیازی چیز

فضل کے اصطلاحی معنی ہیں الفضلُ الزيادة عن الاقتصار...... یعنی دوسروں کے مقابلے [تھوڑے] سے زیادہ چیز

فضل عمومی کی دو قسمیں ہوتی ہیں ایک محمود یعنی قابل تحسین ہوتی ہے جیسا کہ کفضل العلم و الحلم...... جیسا کہ علم وحلم میں زیادتی ......اور فضل مذموم ہوتا ہے کسی صفت مذمومہ کا زیادہ ہونا کفضل الغیض و الغضب جیسا کہ غیض وغصہ وغیرہ کی زیادتی ...... اس میں فضل بمعنی زیادتی کے ہوتا ہے یعنی کسی بھی چیز کی زیادتی فضل ہوتی ہے اب اگر وہ چیز اچھی ہوگی تو وہ زیادتی بھی اچھی ہوگی اور اگر وہ چیز بری ہوگی تو اس کی زیادتی بھی بری ہوگی

اس کے بعد فضل بمعنی فضیلت کے آتا ہے اس کے کئی اقسام ہوتے ہیں

()الفضل من حیث الجنس جیسا کہ حیوانات کی نباتات سے فضیلت مانی جاتی ہے اور یہ فضیلت جنسی ہے

() الفضل من حیث النوع جیسا کہ انسان کی حیوان سے فضیلت مانی جاتی ہے اور یہ فضیلت نوعی ہے

() الفضل من حیث الذات جیسا کہ عالم کو جاہل پر فضیلت حاصل ہوتی ہے اور یہ فضیلت عوارض میں سے ہے حقیقی نہیں ہے

دوستو! - یہاں تک تو علمائے لسانیات ومفردات نے بحث کی ہے جو بعینہٖ میں نے بیان کر دی ہے تاکہ علمائے سابقہ کا اس لفظ کے بارے میں جو نظریہ ہے وہ آپ کے سامنے آ جائے؟

میں ان کے نظریات پر نقد وتبصرہ نہیں کرنا چاہتا کیونکہ ان کے نظریات و بیان پر ہمیشہ سے کچھ نہ کچھ کہا جاتا رہا ہے اس لئے میں وہاں سے بات شروع کرنا چاہتا ہوں جہاں پر انہوں نے اپنی بات کو روکا ہے تاکہ ہم ایک قدم اور آگے جا سکیں اور پرانی باتوں کا یہاں اعادہ بھی نہ ہو اور ہمارا اور آپ کا وقت بھی بچ جائے

فصلِ اعتباری و حقیقی

دوستو! - اگر ہم فضل کے رائجہ تصورات کو دیکھتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ فضل دوطرح کا ہوتا ہے ( ) فضل اعتباری ( ) فضل حقیقی

اعتباری فضل وہ ہوتا ہے جس کا تعلق ذاتیات سے نہیں ہوتا بلکہ معاشرے اور سوسائٹی کی صوابدید پر ہوتا ہے کیونکہ اس کی معاشرے اور سوسائٹی کو ضرورت ہوتی ہے اس لئے وہ یہ فضیلت فرض کر کے اسے دے دیتی ہے اس لئے فضل وفضیلت کا جو عام تصور ہے وہ اعتباری فضل کا ہے اسے ایک مثال سے دیکھیں کہ ہمارے ہاں کئی لوگ الیکشن لڑتے ہیں پانچ سال کیلئے انہیں ممبر آف نیشنل اسمبلی بنادیا جاتا ہے جب پانچ سال گزرے یا کسی نے اسمبلی توڑ دی تو ممبرشپ ختم ذات باقی رہی کیونکہ یہ عہدہ حقیقی نہ تھا یہ فضیلت حقیقی نہ تھی بلکہ لوگوں نے مل کر ایک آدمی کو اپنے اوپر فضیلت دے دی جو اس کی ذات کا حصہ نہ تھا جیسے کسی کو قصبے کا چودھری بنادیا جاتا ہے یا کسی کو یونین کونسل کا چیئر مین بنادیا جاتا ہے تو یہ انسان خود مل کر اس شخص کو اپنے اوپر فضیلت واختیار دے دیتے ہیں ورنہ اس کی ذات میں کوئی ایسی چیز موجود نہیں ہوتی جو اس کیلئے فضیلت کا باعث یا وجہ ہو کیونکہ جب اس کی ممبرشپ کی مدت ختم ہوتی ہے تو اس کی وہ فضیلت باقی نہیں رہتی بس یوں سمجھیں کہ یہ بی ڈی ممبری ہو یا ملک کی سربراہی یا قوم کی سربراہی یہ سب اعتباری ہے، ہماری فرض کردہ ہے، حقیقی نہیں ہے کیونکہ ہم نے باتفاق رائے یہ فرض کر لیا ہے کہ ہمارا ایک سربراہ ہونا چاہیے اسی طرح جو منصب کسی کو بھی عوام یا پبلک دیتی ہے وہ اعتباری ہوتا ہے چاہے وہ چودھری کا ہو یا کسی خلافت کا، وہ حقیقی نہیں ہوتا کیونکہ حقیقی کا تعلق

ذات سے ہوتا ہے اور اللہ جل جلالہ کا کوئی بھی منصب غیر حقیقی نہیں ہوتا

﴿عوامی تصور﴾

دوستو!۔ اب ہم اور آگے بڑھنا چاہتے ہیں اور یہاں میں عرض کروں گا کہ فضل کا جو عوامی تصور ہے وہ کسی حد تک درست بھی ہے اور کافی حد تک ناقص بھی ہے جیسا کہ سارے لوگ جانتے ہیں کہ فضل کی جمع فضائل ہے اور یہ تو آپ ذاکرین و علما کرام سے سنتے ہیں کہ ''فلاں نے بڑے اچھے فضائل پڑھے'' ''اس نے ایک فضائلیہ فقرہ کہا'' اور عوام کا تصور فضائل صرف اتنا ہے وہ فضائل سے مراد ان تاریخی واقعات کو لیتے ہیں کہ جو معجزات کے ضمن میں آتے ہوں یا ان صفات کو لیتے ہیں کہ جو قابل تحسین ہوں، یعنی سخاوت، شجاعت، حسن و جمال وغیرہ کے بیان کو فضائل کہتے ہیں یا جن سے اظہار شان ہو وہ انہیں فضائل کہتے ہیں

دوستو!۔ عمومی طور پر فضل و کرم کو ایک دوسرے کے مترادف بھی سمجھا جاتا ہے جبکہ ان میں بھی بہت بڑا فرق ہے، پہلی بات تو یہ ہے کہ چاہے فضل ہو یا کرم یہ دونوں عطائی ہوتے ہیں اکتسابی نہیں ہوتے، انسان کوشش تو کرسکتا ہے مگر یہ عطا ہی ہوتے ہیں کوئی کما نہیں سکتا

دوسری بات یہ ہے کہ کرم کے معنی عربی میں وہ نہیں ہیں جو ہم اردو میں سمجھتے ہیں عربی میں کرم ہمارے اردو کے لفظ عزت کے معنی میں استعمال ہوتا ہے اور لفظ عزت و اختیار و قدرت و تسلط کے مجموعے کے طور پر استعمال ہوتا ہے جیسا کہ اللہ جل جلالہ کا اسم مبارک ہے عزیز یعنی ہر چیز پر زبردست گرفت والا ...... اسی طرح مکرم کے معنی ہیں عزت والا جیسا کہ ارشادِ قدرت ہے ان اکرمکم عند الله اتقاکم ......

یعنی تم میں سے اللہ جل جلالہ کے نزدیک سب سے زیادہ عزت والا وہ آدمی ہے جو تم میں سے زیادہ صاحب تقویٰ وتقیہ ہے ...... فاضل و مفضل کے معنی عزت والے کے نہیں بلکہ فاضل یا مفضل اسے کہتے ہیں کہ جس کے پاس دوسروں کے مقابلے میں کوئی اضافی چیز پائی جائے چاہے وہ چیز مادی ہو جیسا کہ مال و دولت ہے یا غیر مادی وعرضی ہو جیسا کہ علم وحلم ہے

یا ملکاتی ہو جیسا کہ شجاعت وسخاوت ہے

یا منصبی ہو جیسا کہ حکومت واقتدار ہے

یا اِلٰہیاتی ہو جیسا کہ نبوت وامامت ہے

اسی طرح کئی چیزیں ہو سکتی ہیں مگر اس میں شرط دوسروں کے مقابلے کی ہوتی ہے یعنی فضل ہمیشہ اس اضافی چیز کو کہتے ہیں کہ جو دوسروں کے مقابلے میں قدرے زیادہ ملنے والی نعماتی چیز ہو

ہم جب محمد و آل محمد علیہم الصلوات والسلام کے فضائل بیان کرتے ہیں تو ان میں ایک طرح کا موازنہ کرتے ہیں کہ یہ چیزیں دوسروں میں نہیں ہیں اور ہماری ممدوح ذوات اطہار علیہم الصلوات والسلام میں پائی جاتی ہیں جیسا کہ برادران اہل سنت کی ایک بڑی تعداد ہے جو ''تفضیلی'' کہلاتے ہیں یعنی وہ امیر کائنات علیہ الصلوات والسلام کو اصحاب کرام سے افضل مانتے ہیں یعنی وہ صحابہ کرام کے مقابلے میں بعض اِلٰہی خصوصیات کو شہنشاہ معظم علیہ الصلوات والسلام میں زیادہ مانتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ ان میں کچھ اعلیٰ صفات وخصوصیات زیادہ پائے جاتے ہیں ...... یعنی فضل میں ایک طرح کو موازنہ بھی موجود ہوتا ہے جبکہ کرم میں موازنہ نہیں ہوتا بلکہ مکرم تو کسی غیر کے وجود کے بغیر بھی ہو سکتا ہے مگر افضل وہ ہوگا کہ جس کا کوئی غیر اور مقابل ضرور موجود ہو ......

ہمارے لوگ فضائل کو اس لئے فضائل کہتے ہیں کہ ان میں ایسے معجزات بیان ہوتے ہیں یا ایسی قدرتوں اور اختیارات کا ذکر ہوتا ہے یا ایسے خصوصیات کا ذکر ہوتا ہے کہ جو دوسرں میں نہیں پائے جاتے اور ہم ان کے بیان سے استدلال کرتے ہیں کہ ہمارے ممدوح سب سے افضل ہیں اور ان جیسا کوئی بھی نہیں ہے

اگر ہم اس طرز استدلال کو علمی انداز میں پیش کریں تو ہم یہ کہیں کہ ہم ''براہین لمیہ'' سے اپنے ممدوح ذوات اطہار علیہم الصلوات والسلام کی عظمت کو دریافت کرتے ہیں

جب ہم علم کلام کو دیکھتے ہیں تو اس میں بتایا جاتا ہے کہ براہین کی دو قسمیں ہیں

() برہان انیہ () برہان لمیہ

''برہان انیہ'' یہ ہوتا ہے کہ انسان کسی چیز کی ذات ہی سے اس کی حقیقت کا دراک کر سکے اور ''برہان لمیہ'' یہ ہوتا ہے کہ انسان کسی ذات کی حقیقت تک رسائی کیلئے اس کی ذات کے علاوہ اس کے صفات و متعلقات سے استدلال کر کے یا کسی دیگر ذریعے سے ادراک کرے، اس کی مثال ہمارے سامنے بخار کی ہے جیسا کہ اگر کسی کو بخار ہو تو اس کے درجہ حرارت کو ہم بغیر کسی آلے کے معلوم نہیں کر سکتے بلکہ ہم تھرما میٹر لگا کر معلوم کر سکتے ہیں کہ اسے کتنے درجے کا بخار ہے اسی طرح دودھ میں پانی کی مقدار معلوم کرنا ہو تو ہم لیکٹو میٹر کا استعمال کرتے ہیں ہوا میں نمی کا تناسب معلوم کرنا ہو تو ہم ہیگرو میٹر استعمال کرتے ہیں ہوا کا دباؤ معلوم کرنا ہو تو ہم بیرو میٹر استعمال کرتے ہیں یعنی ہم ان چیزوں کو بغیر آلات کے معلوم نہیں کر سکتے بلکہ چند اور چیزوں سے ان کی حقیقت تک رسائی پا رہے ہوتے ہیں اسی طرح ہمارے سامنے جب معجزات و فضائل بیان ہوتے ہیں تو ہم ان سے ان پاک ذوات علیہم الصلوات والسلام کی حقیقت کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں یعنی ہم بلاواسطہ ان کی ذات کو نہیں

سمجھ سکتے بلکہ ان کے ان صفات وخصوصیات ومعجزات کو ایک پیمانہ قرار دے کر ان کی ذات کو بقدر عقل سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں اور وہ بھی اس قدر کہ جس قدر انہوں نے اپنے خصوصیات وصفات کا اظہار فرمایا ہے اور جو چیزیں انہوں نے ظاہر ہی نہیں فرمائیں تو ان کے بارے میں ہمارے پاس سوائے جہالت کے کوئی چیز ہے ہی نہیں

اب یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ جو فضائلیہ مواد ہم تک پہنچا ہے کیا یہ کلی طور پر مکمل ہے؟ یعنی کیا کوئی واقعہ کوئی بات ایسی تو نہیں کہ جو ہم تک نہ پہنچی ہو؟ ...... اس کا جواب بھی بڑا عجیب ہے کہ ان پاک ذوات اطہار علیہم الصلوات والسلام کے فضائلیہ واقعات کے بارے میں سارے یہ جانتے ہیں کہ ان کے فضائل دشمن نے حسد کی وجہ سے چھپائے ہیں اور دوستوں نے تقیہ کرتے ہوئے ہمیشہ چھپائے ہیں اس طرح دونوں فریق تو ان کے فضائل کو چھپاتے ہی رہ گئے مگر پھر بھی ہمارے پاس اتنا مواد تو پہنچ ہی گیا ہے کہ آج بھی ایک بڑی جماعت ان پاک ذوات کو اللہ جل جلالہ مانتی ہے اور اگر سارے فضائل پہنچ جاتے تو پتہ نہیں انہیں کیا مانا جاتا

کیونکہ کسی کے دو فریق ہوتے ہیں دوست یا دشمن، ان کے دونوں فریق ان کی عظمت کے مواد کو چھپانے میں لگے رہے اور یہ خود بھی اپنی ذات کو چھپانے میں مصروف رہے اس کے باوجود اِلٰہی علی اللٰہی فرقہ موجود ہے اور ایک بڑی تعداد انہیں اللہ مانتی ہے اور امام شافعی جیسے محترم لوگ بھی یہی کہتے گئے کہ...... ع

و مات شافعی و لیس یدری علیؑ ربہ ام ربہ اللہ

ہاں یہ بات نہیں بھولنا چاہیے کہ میں تو ان فضائل کی بات کر رہا ہوں کہ جو انہوں نے ظاہر فرمائے ہیں انہیں دیکھ کر عقائد کا یہ عالم ہے اور جو ظاہر ہی نہیں فرمائے اگر

وہ ظاہر ہو جاتے تو پتہ نہیں کیا سے کیا ہو جاتا؟

اقسام فضل

دوستو! ۔فضل کی تین قسمیں ہیں

(1)فضل عام (2)فضل خاص (3)فضل اخص

سب سے پہلے ہے فضل عام یہ فضل بین الانواع ہوتا ہے جیسا کہ اس کائنات میں لاکھوں انواع واقسام ہوتے ہیں اوران میں سے ایک نوع دوسرے سے افضل ہوتی ہے جیسا کہ جمادات سے نباتات اور نباتات سے حیوانات اورحیوانات سے انسان افضل ہے،موالیدار بعہ میں جو تفضیل کا تصور ہے یہ تو سارے ہی جانتے ہیں کیونکہ انسان کوموالید ثلاثہ [جمادات،نباتات،حیوانات] سے کچھ چیزیں اضافی عطا ہوئی ہیں جن کا ذکر کلام اِلٰہی میں فرمایا گیا ہے

☆ ولقد کرمنا بنی آدم حملنا هم فی البرو البحر و رزقنا هم من الطیبات وفضلناهم علیٰ کثیر ممن الخلقنا تفضیلا......

یعنی انسان کوکشتیاں بنانے اوراس کی سواری کا اضافی اعزاز ملا اسی طرح اسے جانوروں پرسوار ہونے اوردیگرسواریاں ایجادکر کے استعمال میں لانے کا اعزاز بخشا گیا اسی طرح خوراک میں باقی موالید سے بہتر ذائقے دار پاکیزہ خوراک کے حصول کا اعزاز بخشا گیا اور یہ سارے اعزازات دراصل انسان کوعقل کے ساتھ عطا ہوئے ہیں کیونکہ انسان کواس درجے کی عقل عطا ہوئی ہے کہ وہ ایجادات کرسکتا ہے معلوم سے نامعلوم تک پہنچ سکتا ہے اور یہ باقی موالید سے اسے ممتاز کرتی ہے

فضل خاص

فضل خاص کے بارے میں عرض کردوں کہ یہ فضل بین النوعی ہے اس میں مقابلہ کسی دوسری نوع سے نہیں بلکہ نوع انسان ہی میں ہوتا ہے جیسا کہ فرمایا گیا ہے ☆ واللہ فضل بعضکم علیٰ بعض فی الرزق...... اسی طرح فرمایا گیا ہے کہ ☆ نفضل بعضھا علیٰ بعض فی الاکل ...... یعنی اس دنیا میں نعمات کی عطا میں ایک دوسرے کے مقابلے میں جو تفاوت ہے اس میں ہر برتری ایک فضل ہے جیسا کہ کسی کو دولت عطا ہوئی ہے، کسی کو صحت، کسی کو طاقت، کسی کو علم، اور اس میں عدل اِلٰہی کا قانون ہمیشہ سے کار فرما ہے یعنی کسی کو دولت دی ہے مگر صحت میں کسی اور پر زیادہ تفضّل ہے کسی کو رزق زیادہ دیا ہے تو بھوک نہیں دی کھا کوئی اور زیادہ رہا ہے بہر حال یہ درجاتِ فضل ہیں ہر فرد دوسرے کے مقابلے پیچھے بھی ہے اور آگے بھی ہے اسی کا نام فضل خاص ہے اور یہ صرف انسانوں میں نہیں بلکہ جمادات ونباتات وحیوانات میں بھی موجود ہے جیسا کہ عام پتھر سے جواہرات اور جواہرات میں سے بعض جواہر دوسرے جواہر سے افضل ہوتے ہیں قیمتی ہوتے ہیں اسی طرح نباتات میں بھی فضلیت کی درجہ بندی موجود ہے اور حیوانات میں بھی کئی حیوان دوسرے حیوانوں سے افضل ہوتے ہیں اور پھر ان کی اپنی نسلوں میں بھی یہ درجہ بندی ہوتی ہے یعنی ایک سٹریٹ ڈاگ (Street Dog) ہوتا ہے تو دوسرا کسی اعلیٰ نسل کا کتا ہوتا ہے ایک کو کوئی لینا نہیں چاہتا تو دوسرے کو کوئی دینا نہیں چاہتا یہ بھی اللہ جل جلالہ ہی کی دین [عطا] ہے

فضل اخص

دوستو! - جو فضل اخص ہے وہ اِلٰہیاتی ہوتا ہے یعنی اس کا دنیا سے کم اور آخرت سے زیادہ تعلق ہوتا ہے کیونکہ فضل اخص اللہ ﷻ کے عطا کردہ مناصب عالیہ یا عہدہ ہائے اِلٰہیہ ہی کا نام ہے اس میں دنیاوی رتبوں کی بات نہیں ہے بلکہ خالق کائنات ﷻ کی بارگاہ قدس میں جو منزلت ہوتی ہے یا جو رتبے ہوتے ہیں یہ اس سے تعلق رکھتا ہے اس کا تعلق کسی غیر مومن سے نہیں ہوتا

دوستو! - فضل اخص کے کئی اقسام ہیں مثلاً

( ) فضل مبین ( ) فضل کبیر ( ) فضل عظیم ( ) فضل اللہ

فضل مبین

دوستو! - میں بات کو انبیاعلیھم السلام سے شروع کرنا چاہتا ہوں وہ اس طرح ہے کہ اللہ ﷻ نے ایک لاکھ چوبیس ہزار نمائندے مبعوث فرمائے ان میں سے صرف 313 رسول ہوئے ان تین سو تیرہ رسولوں میں سے بارہ اولوالعزم قرار پائے اور ان میں سے پانچ صاحب شریعت ہوئے

اب اللہ ﷻ نے انبیا میں بھی بعض کو بعض پر فضیلت بخشی اور اسی طرح رسولوں میں سے بھی بعض کو بعض سے فضیلت عطا فرمائی اس طرح جو اولوالعزم رسول تھے ان میں سے بھی بعض کو بعض پر فضیلت سے سرفراز فرمایا اسی طرح جو صاحبان شریعت رسول تھے ان میں سے بھی بعض کو بعض پر فضیلت سے نوازا اور کلام اِلٰہی میں اس کا خصوصی طور پر تذکرہ فرمایا جیسا کہ فرمایا ...... ☆ولقد فضلنا بعض النبیین علیٰ بعض و آتینا داوٗد زبوراً ......

یقیناً ہم نے بعض انبیاعلیہم السلام کو بعض پر فضیلت عطا فرمائی ہے جیسا کہ جناب داؤد علیہ السلام کو ہم نے زبود عطا فرمائی

یہاں ایک وضاحت کرتا چلوں کہ جتنے بھی انبیا ورسل علیہم السلام ہوتے ہیں وہ صاحب کتاب ہوتے ہیں کیونکہ ہر نبی اور ہر رسول کو کتاب نبوتی کا ملنا ضروری ہے جیسا کہ فرمایا گیا تھا

☆اذ اخذ الله میثاق النبیین لما اتیتکم من کتاب و حکمه......

اسی طرح ہے فرمایا گیا

☆ ولقد ارسلنا رسلنا بالبینات وانزلنا معهم الکتاب......

ان سب رسولوں کو بھی ایک کتاب نبوتی عطا ہوتی ہے کیونکہ ہر رسول کیلیئے نبی ہونا واجب ہے اس لئے انہیں کتاب نبوتی روز میثاق عطا ہوئی اوران کی دنیا میں آمد کے ساتھ ہی نازل ہوتی ہے اورایک دوسری کتاب ہوتی ہے جو ہدایت خلق کیلیئے عطا فرمائی جاتی ہے یہ کتاب انبیا کو عطا نہیں ہوتی بلکہ یہ رسولوں میں سے بھی مخصوص افراد کو عطا ہوتی ہے ہاں صحف جو کتب رسولیہ کے ضمیمے ہوتے ہیں وہ بہت سے رسولوں کو عطا ہوتے ہیں اورجن کا مقصد ماضی کی شریعت کوارتقائے عقل کے ساتھ ساتھ اپ ڈیٹ(Update) کرنا ہوتا ہے اس پہ تفصیل سے بات پھر کبھی ہوگی یہاں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ جتنے بھی انبیا گزرے ہیں ان میں سے سوائے جناب داؤد علیہ السلام کے کسی کو کتاب عطا نہیں ہوئی اس لئے خالق نے ان کی فضیلت کا ذکر فرمایا ہے کہ انبیا میں یہ واحد نبی ہیں جو رسول بھی نہیں اور صاحب کتاب بھی اور یہ زبور ان پر اللہ جل جلالہ کا ایک فضل ہے اوریہی جناب داؤد علیہ السلام کی انفرادیت اوراضافی چیز بھی تھی

اسی طرح جہاں رسولوں کا ذکر آیا ہے تو اللہ جَلَّ جَلالُہٗ نے جملہ رسولوں میں بھی درجات کا سلسلہ بحال رکھا ہے اور فرمایا ہے ☆تلك الرسل فضلنا بعضهم علىٰ بعض منهم من كلم الله...... یعنی جس طرح انبیاعلیہم السلام میں سے بعض کو بعض پر فضیلت بخشی گئی ہے اسی طرح رسولوں علیہم السلام میں بھی بعض کو بعض پر فضیلت بخشی گئی ہے اور ان میں باعث فضیلت چیز یہ بیان فرمائی کہ ان سے اللہ جَلَّ جَلالُہٗ نے بعض رسولوں سے کلام فرمایا

☆ و رفع بعضم درجات و آتينا عيسىٰ بن مريم البينات وايدنا بروح القدس ...... اور ہم نے بعض رسولوں کے درجات کو بلند فرمایا اور جناب عیسیٰ علیہ السلام کو خصوصی معجزات ظاہرہ سے نوازا اور روح القدس سے ان کی تائید فرمائی ......یعنی یہاں اللہ کا کلام فرمانا اور درجات کا بلند فرمانا اور جناب عیسیٰ علیہ السلام کے خصوصی معجزات یہ ایسی انفرادی خصوصیات ہیں کہ جو فضیلت کی وجہ قرار پائے

دوستو! - یہ بات یاد رکھنا چاہیے کہ انبیا و رسل علیہم السلام کو فضیلت کی جو جو چیزیں عطا ہوتی ہیں انہیں فضل المبین کہتے ہیں جیسا کہ ارشاد ہے

☆ ورث سليمان داؤد و قال ايهاالناس علمنا منطق الطير و اوتينا من كل شی ان هٰذا لهو الفضل المبين ......

یعنی ہم نے جناب سلیمان علیہ السلام کو جناب داؤد علیہ السلام کا وارث بنایا اور انہوں نے لوگوں سے فرمایا اے لوگو اللہ جَلَّ جَلالُہٗ نے ہمیں پرندوں کی زبان کا علم بھی عطا فرمایا ہے اور یہ سارا کچھ جو ہمیں بخشا گیا ہے یہ فضل مبین ہے

دوستو! - یہاں ایک مشہور غلط فہمی کا ازالہ کرنا بھی ضروری سمجھتا ہوں مگر پہلے سابقہ بحث کا نتیجہ دیکھ لیں کہ اللہ جَلَّ جَلالُہٗ نے فضیلت کی وجہ کسی نہ کسی اعلیٰ چیز یا معجزے یا اعلیٰ

صفت کوقرار دیا ہے نہ کہ کسی مذموم چیز کو

ہمارے ہاں یہ بات بار بار دہرائی جاتی ہے کہ پاک خاندان توحید ورسالت علیھم الصلوات والسلام میں نعوذ باللہ استعداد گناہ موجود ہے اور فرشتوں میں گناہ کی صلاحیت و استعداد موجود ہی نہیں اس لئے پاک خاندان علیھم الصلوات والسلام فرشتوں سے افضل ہے کیونکہ جو فرشتے ہیں وہ معصوم مجبور ہیں اور یہ با اختیار معصوم ہیں اس لئے افضل ہیں کیونکہ یہ استعداد و صلاحیت گناہ کے باوجود گناہ نہیں کرتے

اس دلیل میں کئی نقائص ہیں جن کی طرف یہاں صرف اشارہ ہی کروں گا

( ) اس دلیل کا پہلا نقص یہی ہے کہ اس میں فضیلت کی وجہ کسی اچھائی کو نہیں برائی کو بنایا جا رہا ہے اور برائی وجہ فضیلت نہیں ہوسکتی

( ) اس دلیل کا دوسرا نقص یہ ہے کہ یہ قرآن اور احادیث کے خلاف ہے جیسا کہ آیت تطہیر میں تو اس پاک خاندان علیھم الصلوات والسلام کو کلی طور پر پاک کرنا ثابت ہے نہ کہ ظاہری طور پر، کیونکہ برائی کی استعداد کا باطن میں باقی رہنا اور ظاہر نہ ہونا ایسے ہے کہ جیسے کسی بدبودار چیز کو برتن میں سیل کر دینا ہوتا کہ اس کی بدبو باہر نہ جائے ورنہ باطن میں اس کی موجودگی اس برتن کو پاک ثابت نہیں کر سکے گی زیادہ سے زیادہ آپ اس کے ظاہر کے حصہ کو پاک کہہ سکیں گے کلی طور پر نہیں اور یہ اللہ جل جلالہ کے حکم کے خلاف ہے

( ) اس دلیل میں تیسرا نقص یہ ہے کہ ملکوت کا معصوم مجبور ہونا بھی درست احادیث وقرآن سے ثابت نہیں ہے جیسا کہ واقعہ ہاروت و ماروت قرآن میں موجود ہے اسی طرح امام مظلوم علیہ الصلوات والسلام کی دنیا پہ آمد کے موقعے پر کئی فرشتوں کو گناہوں سے معافی ملنے کا ذکر ہے جیسا کہ جناب فطرس علیہ السلام ہیں یا جناب دردائیل ہیں یہ

وہ فرشتے تھے جنہیں ان کے گناہوں کی سزا ملی اور ہزاروں سال تک معتوب رہے اور انہیں شہنشاہ کربلا علیہ الصلوات والسلام کی نعلین کے صدقے میں معافی ملی اور دوبارہ پر عطا ہوئے اور اپنے اپنے مقامات پر دوبارہ فائز ہوئے اسی طرح کئی فرشتوں کے بارے میں یہاں تک بھی لکھا ہے کہ جنہیں امیر کائنات علیہ الصلوات والسلام نے اپنی ذوالفقارِ پر وقار سے گناہوں کی وجہ سے قتل کیا ایسے لاتعداد واقعات موجود ہیں کہ جن سے پتہ چلتا ہے کہ فرشتوں میں بھی استعداد وصلاحیت گناہ موجود ہوتی ہے اگر ان میں گناہ کی صلاحیت نہ ہوتی تو ان سے گناہ سرزد نہ ہوتا اور نہ ہی انہیں سزا ملتی انہیں سزا کا ملنا بتا رہا ہے کہ ان سے کچھ نہ کچھ ضرور سرزد ہوا ہے ...... اب جب کہ یہ نظریہ باطل ہوگیا کہ ملکوت میں استعداد گناہ نہیں ہوتی تو اس پر قائم جو دلیل تھی وہ تو خود بخود باطل ہو جاتی ہے

( ) فرض کرو کے کلیہ کے تحت ہم مان بھی لیں کہ باعث فضیلت استعداد گناہ کی موجودگی میں گناہ نہ کرنا ہی ہے تو اس طرح تو ہمیں اللہ جل جلالہ کی فضیلت کی کوئی وجہ دریافت نہ ہوسکے گی کیونکہ وہ بھی تو معصوم مجبور ہے

اس طرح وہ بھی زیادہ سے زیادہ فرشتوں کے برابر قرار پائے گا ...... نعوذ بالله من ذالك الكفر

( ) یہ تو آپ جان ہی چکے ہیں کہ فرشتوں میں بھی استعداد گناہ موجود ہے اور ان سے ارتکاب گناہ ثابت بھی ہے اور سزا یا فتگی بھی ثابت ہے اور اسی طرح کوئی کہے کہ نعوذ باللہ معصومین علیہم الصلوات والسلام میں بھی استعداد گناہ موجود ہے تو اس طرح زیادہ سے زیادہ وہ معصومین علیہم الصلوات والسلام کی فضیلت فرشتوں جیسی ثابت کر سکے گا کیونکہ دونوں میں استعداد گناہ موجود اور دونوں نہیں کرتے تو وجہ ء فضیلت کیا

ہے؟؟؟

دوستو!۔عصمت دوانتہاؤں کے مابین والے درجات میں دیکھی جاتی ہے کہ کون کتنے فی صد معصوم ہے ایک طرف عصمت مطلقہ جو پیور (Pure) عصمت ہے وہ چاہے بھی تو معصیت کا ارتکاب نہیں کرسکتی یہ وہ عصمت ہے جس کا مرکز اللہ جل جلالہ ہے اس کی دوسری طرف ابلیسیت ہے جو چاہے بھی تو اچھائی کونہیں چھوسکتی ہے اگر ہم اسے علمی اصطلاح میں عرض کریں تو یوں سمجھ لیں کہ ایک خیر محض ہے جس میں شر کی استعداد ہی نہیں دوسری طرف شرمحض ہے جس میں خیر کی استعداد وصلاحیت ہی نہیں ان دوانتہاؤں کے درمیان دیکھا جاتا ہے کہ کس میں کتنے فیصد خیر ہے اور کتنے فی صد شر ہے اور جب یہ سفر شرمحض سے شروع ہوتا ہے تو خیر محض تک جاتے ہوئے ہر درجے پر شر میں کمی واقع ہوتی جاتی ہے اس طرح خیر محض کے قرب میں پہنچ کر شر کلی طور پر معدوم ہوجاتا ہے وہاں شر کی نہ استعداد ہوتی ہے اور نہ اظہار

ایک مہربان نے فرمایا کہ ملکوت سے تو ترک اولیٰ ہوتا ہے گناہ نہیں ہوتا اس لئے اسے گناہ نہیں کہنا چاہیے

میں عرض نے کیا کہ آپ حضرات انبیاءعلیھم السلام سے بھی ترک اولیٰ کو جائز مانتے ہیں جب کہ میں اسے جائز نہیں مانتا اگر جائز مان بھی لیا جائے تو پھر بھی انبیاءعلیھم السلام فرشتوں کے برابر ہوں گے فضیلت کس چیز سے ثابت کریں گے؟

دوستو!۔حقیقت یہ ہے کہ اللہ جل جلالہ کی عظمت اسی میں ہے کہ اسے شر پہ قادر نہ سمجھا جائے کیونکہ شر نقص ہے اور اپنے لئے وہ کسی نقص پر اسی طرح قادر نہیں ہے جس طرح وہ اپنے موت پر قادر نہیں ہے کیونکہ اس کی حیات واجب ہے، جیسا کہ وہ خود بھی چاہے تو خود کو ختم نہیں کرسکتا اسی طرح وہ خود بھی چاہے تو زنا نہیں کرسکتا، وہ

خود بھی چاہے تو کوئی برا کام نہیں کرسکتا، کیونکہ جس طرح اس کی حیات واجب ہے اسی طرح اس کی عصمت بھی واجب ہے، بلاتشبیہ پاک خاندان توحید ورسالت علیہم الصلوات والسلام بھی اس کے کمال قرب کی وجہ سے اپنے کسی نقص پر قادر نہیں ہے اس لئے ان کی عصمت بھی واجب ہی ہے اور اسی میں ان کی فضیلت ہے، نہ کہ استعدادِ گناہ میں

دوستو! - میں عرض کررہا تھا کہ وجہ ءفضیلت کوئی اعلیٰ چیز ہوتی ہے اور انبیا علیہم السلام کو جو چیزیں ایک دوسرے سے ممتاز کرتی ہیں وہ اعلیٰ چیزیں ہی ہوتی ہیں

اس طرح انبیا ورسل علیہم السلام کے بارے میں فرمایا کہ ہم نے ان کے ساتھ طیور کو محو حمد کردیا، پہاڑوں کو ان کیلئے مسخر فرمادیا، واضح معجزات عطا فرمائے، لوہے کو ان پر نرم کردیا، مردوں کو زندہ کرنے کی صلاحیت عطا فرمادی، یہ ساری چیزیں دیگر انبیا میں سے ان مریکلز (Miracles) کے حامل انبیا علیہم السلام کو افضل ثابت کرتی ہیں

فضل کبیر

دوستو! - میں عرض کررہا تھا کہ فضل کے کئی اقسام ہیں ان میں سے ایک تھا فضل مبین اب اس کے بعد ہے فضل کبیر

فضل کبیر صرف سادات عظام کو حاصل ہے یعنی اس کے حامل صرف وہ افراد ہیں کہ جو نسب میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے تعلق رکھتے ہیں کیونکہ یہ فضل حسب میں داخل نہیں کمایا نہیں جا سکتا بلکہ نسب میں داخل ہے اسی کے بارے میں کلام اِلٰہی میں فرمایا گیا تھا

☆ ثم اورثنا الکتاب الذین اصطفینا من عبادنا فمنھم ظالم لنفسه و منھم مقتصد و منھم سابق بالخیرات باذن الله ذالك ھو الفضل الکبیر ( ) فاطر

اس آیت کے بارے میں تفاسیر میں دیکھا جا سکتا ہے کہ یہ ان افراد کے بارے میں ہے کہ جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم سے نسبی تعلق رکھتے ہیں اس میں ان کے تین اقسام بیان ہوئے ہیں ایک وہ ہیں جو اپنے نفس پر ظلم کرنے والے سادات ہیں جو غیر صالح ہیں، دوسرے وہ ہیں جو صالح ہیں اور تیسرا تو وہ پاک گھر ہے جو خیر محض ہے سابق بالخیرات ازل ہی سے خیر محض ہیں

یہاں صرف اتنا عرض کر کے آگے بڑھوں گا کہ سید چاہے کتنا غیر صالح کیوں نہ ہو اسے وراثت قرآن سے کوئی محروم نہیں کر سکتا اور نہ ہی اس پر صدقہ حلال ہوسکتا ہے اور امتی چاہے جتنا اعلیٰ عمل کا حامل کیوں نہ ہو اس کو یہ دونوں چیزیں کبھی نہیں مل سکتیں ...... اس پر پہلے ہی تفصیل سے بات کی جا چکی ہے

فضل عظیم

دوستو اب ہمارے سامنے ہے فضل عظیم ...... یہاں یہ عرض کر دوں کہ فضل عظیم کا تعلق صرف مومنین سے ہے جیسا کہ کلام اِلٰہی میں فرمایا گیا ہے

☆ما یود الذین کفروا من اھل الکتاب ولا المشرکین ان ینزل علیکم من خیر من ربکم واللہ یختص برحمتہٖ من یشا واللہ ذوالفضل العظیم () بقرہ

جو کافرین اہل کتاب ہیں یا مشرکین ہیں وہ ہرگز نہیں چاہتے کہ آپ تک خیر [ایمان وعرفان] تمہارے رب [زمانہ کے شہنشاہؑ] کی طرف سے تم تک پہنچے مگر جسے اللہ چاہتا ہے وہ اپنی رحمت [صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم] کیلئے مخصوص ومنتخب فرماتا ہے کیونکہ وہ اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ فضل عظیم کا مالک ہے

اسی طرح اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ نے مومن پر احسان جتلاتے ہوئے فرمایا ہے و☆علمك مالم تكن تعلم و كان فضل الله عظيماً ...... تمہیں ہم نے وہ علم دیا ہے جس کی تجھے ہوا

تک نہیں لگی تھی اور یہ علم کی عطا اس لئے ہے کہ اللہ عظیم فضل والا ہے
اب اس بات کو آگے بڑھانے کیلئے ضروری ہو گیا ہے میں فضل اللہ الاکبر کے بارے میں کچھ نہ کچھ عرض کروں تاکہ بات واضح ہو سکے
دوستو ! - ویسے تو اللہ جل جلالہ کے فضل ہی سے پوری کائنات قائم ہے اور اسی کے فضل ہی سے یہ نظام عالم چل رہا ہے جیسا کہ اس نے فرمایا ہے
☆ لولا دفع الله الناس بعضهم عن بعض لفسدت الارض ولكن الله ذوفضل على العالمين () بقره
یعنی اگر اللہ جل جلالہ اپنے فضل سے بعض لوگوں کو بعض کے شر سے نہ بچائے تو پوری زمین فساد کی آماجگاہ بن جاتی اور یہ بچانا اس لئے ہے کہ وہ اللہ جل جلالہ جملہ عالمین پر فضل فرمانے والا ہے
دوستو ! - یہاں یہ عرض کرنا ضروری ہے کہ جب ہم کلام اِلٰہی میں دیکھتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ فضل کے کئی درجات ہیں اس لئے سب سے پہلے میں ان درجات کے بارے میں عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں

﴿ درجات فضل ﴾

دوستو ! - اگر ہم فضل کو دو بڑے اقسام میں تقسیم کرنا چاہیں تو ہم اس طرح کر سکتے ہیں کہ ایک اللہ جل جلالہ کا فضل مجسم ہے اور دوسرا فضل اس کا فیض ہے اور یہ فضل مبین ، فضل عظیم ، فضل کبیر ، فضل خاص واخص و عام وغیرہ اس کے فیض کے ان درجات کو ظاہر کرتے ہیں جو کسی کو پہنچ رہا ہوتا ہے
یہاں یہ بھی عرض کرتا چلوں کہ فیض کے درجات دراصل اللہ جل جلالہ کے فضل مجسم کے

قرب وتقرب کے درجات ہوتے ہیں جو جتنا زیادہ قریب ہوتا ہے وہ ان سے اتنا زیادہ فیض حاصل کر رہا ہوتا ہے، مگر یہ بات نہیں بھولنا چاہیے کوئی چاہے کتنا ہی بعید کیوں نہ ہو وہ فیض کے دائرے سے باہر نہیں ہوتا بلکہ اسے کچھ نہ کچھ فیض پہنچتا ہی رہتا ہے کیونکہ زمانے کے امام علیہ الصلوات والسلام کے فضل وفیض کے بغیر تو کائنات کی کوئی چیز باقی ہی نہیں رہ سکتی اس لئے عمومی فیض کا سلسلہ پوری کائنات پر ہمیشہ جاری و ساری رہتا ہے ہاں جن خوش نصیبوں کو قرب خصوصی حاصل ہوتا ہے وہ عمومیت سے خارج ہوکر تخصیص کے دائرے میں آجاتے ہیں اورانہیں اپنے زمانے کے شہنشاہ کی محبت وولایت عطا ہوجاتی ہے اس محبت وولایت کے بارے میں فرمایا گیا ہے کہ یہ اللہ کا فضل عظیم ہے☆ذالك فضل الله يؤتيه من يشا ......اور یہ اللہ جل جلالہ کا وہ فضل ہے جسے وہ مناسب سمجھتا ہے اسے عطا فرماتا ہے

درجات قرب کی ایک مثال یہ ہے کہ جو چیز روشنی کے منبع ومرکز کے زیادہ قریب ہوتی ہے وہ اتنی زیادہ روشن ہوتی ہے جو چیز جتنی زیادہ دور ہوتی جاتی ہے اس پر روشنی کے اثرات کم سے کم تر ہوتے جاتے ہیں جیسا کہ آگ کا قرب جسم کو گرم کر دیتا ہے سورج کا قرب حرارت اور روشنی عطا کرتا ہے جو سیارہ سورج سے جتنا زیادہ قریب ہوتا ہے وہ اتنا زیادہ روشن اور گرم ہوتا ہے

اسی مثال سے ہمیں سمجھنا چاہیے کہ جو شخص فضل اللہ مجسم یعنی زمانے کے شہنشاہ علیہ الصلوات والسلام سے جتنا زیادہ قربِ معنوی وروحانی رکھتا ہوگا اس میں ان کے صفاتِ حسنہ اتنے زیادہ سرایت پذیر ہوں گے اور جو شخص اپنی انانیت کو ان کے نور میں فنا کر دیتا ہے تو پھر اس میں کلی طور پر اپنے شہنشاہ زمانہ علیہ الصلوات والسلام کی مشابہت پیدا ہوجاتی ہے اس کے کردار میں اٹھنے بیٹھنے میں کلام میں اعمال وافعال میں ایسی

نورانی مشابہت پیدا ہو جاتی ہے کہ ایک صرصری بین انسان کو شک ہونے لگتا ہے کہ کہیں یہی ہمارے شہنشاہ پاک علیہ الصلوات والسلام تو نہیں ہیں؟ ہاں جن افراد میں اعمال و کردار و عبادت و نورانیت میں کوئی مشابہت موجود نہیں ہے انہیں کسی خوش فہمی میں نہیں رہنا چاہیے کیونکہ انہیں محبت و ولایت کا فیض حاصل ہی نہیں ہوا بلکہ وہ اپنے شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف سے معنوی و روحانی اعتبار سے کوسوں دور ظلمت کی کسی گھاٹی میں پڑے ہوئے ہیں اس لئے انہیں اپنے شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف سے قرب کے حصول کی کوشش کرنی چاہیے اور ان سے قرب کی توفیق طلب کرنا چاہیے

فضل اللہ الاکبرؑ

دوستو یہ بات تو میں کئی مرتبہ عرض کر چکا ہوں کہ اللہ جل جلالہ کے کئی اسماء الحسنیٰ ہیں جن سے ہم اسے پکارتے ہیں مگر ان اسماء الحسنیٰ کے ایک مسمیٰ بھی ہیں جنہیں اسمائے مجسم کہہ سکتے ہیں جیسا کہ آئمہ اطہار علیہم الصلوات والسلام نے فرمایا تھا کہ ☆ نحن الاسماء الله الحسنیٰ ...... ہم ہی اللہ جل جلالہ کے اسمائے مجسم ہیں کہ جن کے ذریعے پکارنے کا اس نے امر فرمایا ہے اسی طرح اللہ جل جلالہ کے صفات مجسم بھی ہمارے آئمہ اطہار علیہم الصلوات والسلام ہیں کیونکہ فضل اللہ جل جلالہ کی صفت ہے اس لئے اس کے موصوف بھی ہمارے آئمہ اطہار علیہم الصلوات والسلام ہیں اور خصوصی طور پہ ہر زمانے کا امام اس زمانے کیلئے اللہ جل جلالہ کا فضل مجسم ہوتا ہے کائنات کا پورا نظام کیونکہ اللہ کے فضل سے ہوتا ہے اس لئے وہ سارے کا سارا زمانے کے امام سے وابستہ ہوتا ہے

جیسا کہ اللہ جل جلالہ نے اس حقیقت کا بار بار باور کروایا ہے اور فرمایا ہے

☆لولا فضل الله علیکم و رحمتہٖ لکنتم من الخاسرین

☆لولا فضل الله علیکم و رحمته لاتبعتم الشیطان

☆لولا فضل الله علیکم و رحمته لھمت طائفة منھم ان یضلوك

فرمایا اگر اللہ کا فضل یعنی زمانے کے امام علیہ الصلوات والسلام اور رحمت دارین سرورکونین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذات کا سایہء عاطفت تمہارے سروں پر نہ ہوتا تو یقیناً تم خسارے میں ہوتے یقیناً تم شیطان کی پیروی کررہے ہوتے یقیناً تمہیں گمراہ کرنے والے فرقے گمراہ کرچکے ہوتے

دوستو! - یہ بھی عرض کرتا چلوں کہ عربی میں لفظ ''لولا'' کئی مفاہیم کو اجاگر کرنے کیلئے استعمال ہوتا ہے اور عمومی طور پر لولا کی پانچ قسمیں پڑھائی جاتی ہیں

(1) لولائے تخضیضیہ (2) لولائے عرضیہ (3) لولائے توبیخیہ (4) لولائے تندیمیہ (5) لولائے شرط منحصرہ

() لولائے تخضیضیہ وہ ہوتا ہے جس میں دعوت خضوع دی جاتی ہے جیسا کہ کلام اِلٰہی میں ہے ☆ لَوْلا تَسْتَغْفِرُوْنَ اللّٰہ...... تم اللہ سے استغفار و بخشش کیوں طلب نہیں کرتے

() لولائے عرضیہ وہ ہوتا ہے جس میں ایک حسرت آمیز عرض کیا جائے جیسا کہ ارشاد ہے ☆لَوْلا اَخَّرْتَنِیْ اِلٰی اَجَلٍ قَرِیْبٍ ......تو نے مجھے تھوڑی مدت تک کیوں نہیں رکھا؟

() لولائے توبیخیہ تندیمیہ یہ وہ ہوتا ہے جس کا مطلب ڈانٹنا ہوتا ہے جیسا کہ فرمایا گیا ہے ......لَوْلا جَآؤُاعَلَیْہِ بِاَرْبَعَۃَ شُھَدَآء......تم چار گواہ کیوں نہیں لائے

() لولائے شرط منحصرہ یہ ہے کہ لولا کا لفظ کسی ایسی شرط پہ دلالت کرے جس پر مشروط منحصر ہو جیسا کہ محولہ بالا آیات میں فرمایا گیا ہے

☆لولا فضل الله علیکم و رحمتہٖ لکنتم من الخاسرین

☆لولا فضل الله علیکم و رحمته لاتبعتم الشیطان

☆لولا فضل الله علیکم و رحمته لهمت طائفة منهم ان یضلوك

یعنی ان تینوں آیات میں فضل اللہ علیہ الصلوات والسلام اور رحمت اللہ علیہ الصلوات والسلام پر ہدایت وسلامتی و امامت علی الدین کو منحصر کر دیا گیا ہے کہ اگر یہ نہ ہوتے تو پھر تم نقصان اٹھاتے گمراہ ہوتے دین پر قائم نہ رہتے یعنی تمہاری ہر قسمی سلامتی کے ضامن زمانے کا امام اور شہنشاہ انبیا صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم ہیں

یہاں ایک بات قابل غور ہے کہ ان آیات میں اللہ جل جلالہ نے پہلے فضل اللہ کا ذکر کیا اس کے بعد رحمت اللہ کا ذکر ہے یعنی اللہ جل جلالہ نے پہلے امامت کا ذکر کیا ہے اس کے بعد نبوت کا ...... اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ ذات ہمیں اس حقیقت سے آگاہ فرمانا چاہتی ہے کہ زمانے کے امام علیہ الصلوات والسلام کے بغیر نہ ہی کسی کی نبوت قبول ہے نہ توحید کوئی انسان توحید و نبوت کی لاکھ گواہیاں دے جب تک زمانے کے امام سے تمسک نہیں ہوگا وہ نہروانی خوارج کی اولاد ہی رہے گا

علامت فضل

دوستو! - آپ میرے سامنے ہزاروں کی تعداد میں موجود ہیں آپ میں میرے لئے تو سارے فاضل ہی ہیں آپس کے تقابلی لحاظ سے آپ میں بھی کچھ لوگ فاضل ہوں گے کچھ مفضول ہوں گے سارے ایک جیسے تو نہیں ہیں آپ خود سوچیں کہ آپ میں سے کسی کی فضیلت کا کوئی ایسا بیین ثبوت بھی ہے کہ جس سے کوئی دیکھنے والا فوراً فاضل و مفضول میں فرق کر لے؟

بات یہ ہے کہ جب کوئی کسی سے افضل ہوتا ہے تو اس کی فضیلت کی کوئی نہ کوئی وجہ ضرور ہوتی ہے فضل کی کوئی نہ کوئی علامت ضرور ہوتی ہے اور یہ بھی آپ سمجھ چکے ہیں کہ فضل اللہ حقیقی شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف ہیں اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ اصل فضیلت کی وجہ زمانے کے امام علیہ الصلوات والسلام ہی ہوتے ہیں اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ جن جن لوگوں پر اپنا فضل فرماتا ہے تو انہیں ان کے زمانے کا امام عطا فرما دیتا ہے یعنی اس کے باطن میں زمانے کے شہنشاہ معظم علیہ الصلوات والسلام کا نور ولایت جلوہ کش ہو جاتا ہے

دوستو! - ہمارے شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف ہی اللہ کا فضل حقیقی ہیں اب کسی نے یہ معلوم کرنا ہو کہ کون افضل ہے تو یہ دیکھنا چاہیے کہ شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف اس کے باطن میں نور پاشیاں فرما رہے ہیں یا نہیں؟ اگر اسے نور رجعت عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف حاصل ہے تو وہ افضل ہے ورنہ خود فریبی کا شکار ہے اپنی اصلاح کرے

دنیا میں تو یہ نور باطنی طور پر جلوہ افروز ہو کر فضیلت بخش ہوتا ہے اور آخرت میں جب فضل ہوگا تو وہاں کوئی پردہ نہیں ہوگا بلکہ وہاں ظاہری طور پر شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف اپنے منتظرین و محبین کے ساتھ ہوں گے

دوستو! - وہ بھی کیا منظر ہوگا کہ جب منبر عدل آراستہ ہوگا اس پر شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف جلوہ افروز ہوں گے لاکھوں کروڑوں محبین سامنے کھڑے ہوں گے اور ہر محبّ صاحب فضل ہوگا وہاں کسی کو بتانے کی ضرورت نہ ہوگی کہ یہ صاحب فضل ہیں کیونکہ وہ ذات اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کے فضل حقیقی عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف ہیں وہ ہر مومن کے ساتھ نظر آئیں گے ...... وہاں تو منبر عدل پر بھی اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کی نیابت میں عدل فرماتے ہوئے وہی نظر آئیں گے اور ہر مومن کی وکالت کرتے ہوئے بھی خود نظر آئیں گے اور ہر مومن کی سفارش کرتے ہوئے بھی وہی خود نظر آئیں گے بس ایک عجیب منظر ہوگا

جبکہ وہی عادل، وہی وکیل، وہی سفارشی، وہی شفیع، وہی بشارت دینے والے، یعنی ایک ہی ذات اپنے مختلف صفات کے آئینوں میں جلوہ ریز ہوگی تو میدان عدل جنت الوصال بن جائے گا

دوستو! - ہم سب کومل کر یہ دعا کرنا چاہیے کہ شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف کی حکومت الٰہیہ کا قیام جلدی ہو اور اس دنیا پر حق کا سورج نصف النہار پر قائم ہو جائے اور پاک گھر میں مسرتوں کی کبھی نہ ختم ہونے والی مسرت پرفشاں ہو جائے اور مومنین اولین و آخرین کو یہ روز سعید دیکھنا جلدی نصیب ہو اور ہمیں شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف کی نصرت اور خدمت کا اعزاز حاصل ہو جائے

یا رب محمدؐ و آل محمدؐ صل علیٰ محمدؐ و آل محمدؐ و عجل فرجهم بقائمهمؑ
عجل الله فرجه الشريف و صلوات الله عليك

يا هو يامن هو لاهو الا هوالحی القيوم يا هو يا من لا يعلم ماهو الا هو الحی القيوم العلی العظيم
يا مولا كريم عجل الله فرجك وصلوات الله عليك

﴿عجل الله فرجه الشريف و صلوات الله عليه﴾

الحمد لله رب العالمين و صل علیٰ محمدؐ و آلہٖ اجمعین خصوصاً علی حجة الله فی العـالمین عجل الله فرجه الشریف وآبائه المعصومین وامهاته الطاهرین الطیبین صلوات الله علیهم اجمعین و لعنة الله علیٰ اعدائهم من یوم الازل الی یوم الدین

اے طالبان فضل الله العظیم!

کل سے ہم اللہ جل جلا لہ کے فضل اکبر و فضل مجسم یعنی شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف کے اسم حسنیٰ فضل اللہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف کے بارے میں مصروف گفتگو ہیں جیسا کہ آپ کو معلوم ہے کہ نیمہ شعبان کی مجلس جشن ہے اس لئے ہم شہنشاہ زمانہ اپنے منعم ازل و ابد عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف کے فضل سے ان کے فضل پر بات کر رہے ہیں

یہ بھی آپ سے عرض کرتا چلوں کہ فضل اللہ مجسم نورِ سرورِ کونین صلی الله علیه و آلہٖ وسلم ہے جو واحد الاصل حقیقت ہے باقی پاک خاندان علیهم الصلوات والسلام اس نور کے اوقاتی اظہار ہیں بہ الفاظ دیگر یہ بارہ چودہ آئینے ہیں جن میں ایک ہی نور ظاہر ہو رہا ہے کیونکہ اگر متعدد آئینوں میں ایک ذات کے ہزاروں عکس نظر آ رہے ہوں تو کوئی انسان اصل ذات کی وحدت سے انکار نہیں کرسکتا

سارے انبیا و رسل علیهم السلام نورِ سرورِ کونین صلی الله علیه و آلہٖ وسلم کے قرب کے مختلف

درجات پر واقع تھے اس لئے ان پر ہونے والا فیض یا انہیں ملنے والی فضیلت اور معجزات کی عطا اس فیض سے تھی جو شہنشاہ انبیاصلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی ذات سے انہیں پہنچ رہا تھا جس کا ذکر اللہ جل جلالہ نے اپنی مقدس کتاب میں فرمایا ہے جن کا ایک شمہ میں پہلے ہی دے چکا ہوں

دوستو! - آپ نے کتب غیبت میں دیکھا ہوگا کہ ہمارے شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف کے بارے میں فرمایا گیا ہے کہ یہ کئی انبیاعلیہم السلام کی شبیہ ہیں ...... جبکہ حقیقت یہ ہے کہ وہ انبیا و اوصیا اِن کی شبیہ ہیں اور وہ اِن کے مشابہہ ہیں اِنہی کے قرب کی وجہ سے اِن کے کئی صفات اُن میں منتقل ہوئے

دوستو! - آپ نے کلام اِلٰہی میں دیکھا ہوگا کہ جناب آصف بن برخیاعلیہ السلام پر فضل ہوا انہیں علم کتاب میں سے کچھ حصہ عطا ہوا اور جس کام سے جنات عاجز آ گئے اس کام کو آن واحد میں انجام دیتے ہیں جب ان سے سوال ہوتا ہے کہ یہ آپ نے کیسے کر لیا ہے تو فرماتے ہیں ھذا من فضل ربی ...... یہ میرے رب کے فضل ہی میں سے ہے

دوستو! - یہ بات یاد رکھنا ہے کہ یہ کلی فضل نہیں جزوی ہے کیونکہ اس میں ''من'' کا لفظ تبعیضہ ہے جو ثابت کرتا ہے کہ ان پر جزوی فضل ہوا

اسی طرح ہم دیکھتے ہیں کہ جب جناب مریم سلام اللہ علیہا کو مقدس ہیکل کی خدمت کیلئے وقف کیا جاتا ہے تو وہ اس کی خدمت میں مصروف ہوتی ہیں اور وہاں ان کی کفالت جناب زکریاعلیہ السلام فرماتے ہیں لیکن ہوتا یہ ہے کہ ایک دن وہ آ کر کیا دیکھتے ہیں کہ جناب مریم سلام اللہ علیہا مصروفِ عبادت ہیں اور ان کے سامنے محراب میں بہت سے کھانے رکھے ہوئے ہیں میوہ جات ہیں فروٹ ہیں دیگر کئی چیزیں ہیں

یہ دیکھ کر جناب زکریاعلیہ السلام حیران ہو جاتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ یہ چیزیں کہاں سے آئی ہیں؟ جواباً وہ فرماتی ہیں کہ یہ میرے رب کی طرف سے آئی ہیں یہ اللہ جل جلالہ کا فضل ہے

دوستو! - آپ نے دیکھا کہ ہر وہ چیز جو غیر عادی طریقے سے آتی ہے اسے فضل اللہ کہا جاتا ہے ...... عادی طریقہ کیا ہے؟ انسان زمین کلٹی ویٹ(Cultivate) کرتا ہے، اس میں بیج بوتا ہے، پانی دیتا ہے، فصل تیار ہوتی ہے، کاٹتا ہے، گھر لاتا ہے، اس کی پسائی ہوتی ہے، آٹا گوندھا جاتا ہے، تنور یا توا کام کرتا ہے، چولھا جلتا ہے، روٹی تیار ہوتی ہے، یعنی ایک لمبا پراسس (Process) ہے جس میں سے گزرنا پڑتا ہے ...... اسی طرح انسان انگور کی قلم لگاتا ہے، اس پودے کو سینچتا ہے، پروان چڑھاتا ہے، دو چار سال کی محنت اور حفاظت کے بعد ایک پودا پھل دینا شروع کرتا ہے، جب پھل پک کر تیار ہو جاتا ہے تب انسان استعمال کرتا ہے اسی طرح ہر چیز کا ایک عادی طریقہ ہے

دوستو! - ہم دیکھتے ہیں کہ شہزادہ علی اکبرعلیہ الصلوات والسلام کمسنی کے زمانے میں بابا جان علیہ الصلوات والسلام کے سامنے تشریف لے جاتے ہیں اور عرض کرتے ہیں بابا جان ہمارا جی کر رہا ہے آج انگور کھائیں آپ ہمیں انگور دیجئے ...... اس وقت وہاں اصحاب کی ایک جماعت بیٹھی ہوئی ہے وہ عرض کرتی ہے شہزادہؑ یہ تو انگور کا موسم ہی نہیں انگور کہاں سے آئیں گے؟ ......شہزادہ پاکؑ علیہ الصلوات والسلام ان بولنے والوں کی طرف توجہ فرمائے بغیر اپنی فرمائش کا اعادہ فرماتے ہیں ...... امام کائنات شہنشاہ کربلاعلیہ الصلوات والسلام آسمان کی طرف اپنا دست مبارک دراز فرماتے ہیں، دست مبارک پر ایک طبق ظاہر ہوتا ہے جو تازہ انگوروں سے بھرا ہوا ہوتا ہے، وہ طبق امام کائنات

علیہ الصلوات والسلام اپنے لختِ جگرؑ کے سپرد فرماتے ہیں، وہ طبق لے کر روانہ ہو جاتے ہیں، اس پر سارے اصحاب عرض کرتے ہیں کہ یہ کہاں سے آئے ہیں؟ تو انہیں فرمایا جاتا ہے کہ یہ اللہ کا فضل ہے

وہ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ طبق انگور آسمان سے نازل ہوا ہے حالانکہ انہوں نے نازل ہوتے دیکھا نہیں کیونکہ وہ لوگ جنت کو آسمانوں میں فرض کرتے تھے اس لئے وہ سمجھتے تھے کہ یہ جنت سے نازل ہوا ہے تو آسمان کی طرف ہی سے آیا ہوگا

دوستو! - اس واقعے کو دیکھ کر میرے کئی مسائل حل ہوئے اس لئے میں یہاں آپ کو بھی دعوت فکر دینا چاہوں گا تاکہ آپ بھی اس پر غور فرمالیں شاید آپ کا بھی کوئی مسئلہ حل ہو جائے

()

دوستو! - آپ بھی سوچیں کہ وہ انگور جو ''لا شئے'' سے وجود میں آئے تھے کیا ان کی اور ایک انسانی غلاظت کی کھاد پر پروان چڑھنے والے انگور کی نوع ایک ہوسکتی ہے؟

()

دوستو! - دیکھنے میں وہ بھی انگور یہ بھی انگور مگر شہزادہ پاک علیہ الصلوات والسلام کو ملنے والے انگوروں کا اصل ذائقہ کیا تھا؟ کسی کو معلوم نہیں، اصل فرق کیا تھا؟ کسی کو معلوم نہیں سب ظاہری شکل دیکھ کر انگور کہہ رہے تھے ...... اسی طرح کفارِ مکہ اور کفارِ پاک و ہند آئمہ ہدیٰ علیہم الصلوات والسلام کی ظاہری شکل کو دیکھ کر انہیں بشر کہہ رہے تھے اور کہہ رہے ہیں تو اب یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا ظاہری تشاکل و مشابہت حقیقی ہوسکتی ہے؟

()

دوستو! ۔ شیعہ سنی مسلمہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم نے فرمایا تھا کہ دنیا کی ہر چیز کے ساتھ جنت کی ہر چیز کی مشابہت صرف ناموں کی حد تک محدود ہے ورنہ جنت کی ہر چیز دنیا کی ہر چیز سے من حیث الاصل بالکل جدا گانہ نوع کی حامل ہے، یہاں تک تو شیعہ سنی مانتے ہیں مگر یہاں یہ سوال پیدا نہیں ہوتا کہ جنت سے آنے والی ہر چیز کی تو نوع دنیا کی ہر چیز سے جدا ہے اور جنت سے یا اللہ جل جلالہ کے نور سے آنے والے انوار کی اور ہماری نوع ایک ہے یہ کیسے ممکن ہے؟
( )

میرے ایک محترم دوست کا کہنا ہے کہ نوع حقیقی انسان ہے اور انسان حقیقی آئمہ اطہار علیہم الصلوات والسلام ہیں اور یہ انسان ان سے مشابہہ ہونے کی وجہ سے انسان کہلاتا ہے اگر یہ انسان چاہے تو انسان حقیقی بن سکتا ہے

اب یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ انگور حقیقی جنت والے انگور ہیں یہ غلاظت کے ڈھیر پہ پیدا ہونے والا انگور غیر حقیقی ہے اور اس میں یہ صلاحیت ہے کہ اگر یہ جنت والا انگور بننا چاہے تو بن سکتا ہے؟

دوستو! ۔ جب ہم کسی فنکار کے فن کی جانچ کرنا چاہتے ہیں تو یہ دیکھتے کہ اس نے اصل کی کتنے فیصد درست نقل و شبیہ بنائی ہے جیسا کہ ایک شنیدہ بات ہے کہ ایک مقام پر مصوری کا مقابلہ تھا دنیا کے تین بڑے آرٹسٹ بلائے گئے انہوں ہے ایک ایک تصویر بڑی محنت سے بنائی، ان میں سے ایک صاحب نے مٹھائیوں کی ایک پلیٹ بنائی تھی، دوسرے نے گلاب کے پھول بنائے اور تیسرے نے ایک کپڑے کے پردے کی تصویر بنائی ...... ان کی تصویروں کی نمائش ایک گارڈن پارک میں ہوئی وہاں ایک بڑے عہدہ دار کو بلایا گیا اور جب وہاں مٹھائیوں کی پلیٹ والی

تصویر کی نقاب کشائی کی گئی تو وہاں جتنی مکھیاں تھیں وہ اس پلیٹ پر ٹوٹ پڑیں اس پر سارے لوگوں نے کہا کہ واقعی یہ بڑا فنکار ہے کیونکہ اس نے اپنی تصویر سے مکھیوں کو بھی دھوکہ دے دیا ہے ...... اس کے بعد دوسرے کی تصویر دکھائی گئی جب گلاب کے پھول کی ٹوکری والی تصویر سامنے آئی تو وہاں موجود شہد کی مکھیاں ان پر ٹوٹ پڑیں ...... اس کے بعد وہ مہمان خصوصی اس تصویر کے پاس گئے جو کپڑے کے پردے کی تصویر تھی انہوں نے تصویر کو دیکھ کر کہا بھائی اس سے تو کپڑا ہی کسی نے نہیں ہٹایا اس کپڑے کو ہٹاؤ تا کہ ہم دیکھیں کہ اس میں کیا ہے؟ ......اس پر سارے لوگ ہنس پڑے کہ جناب یہ تصویر ہے ہی کپڑے کی ...... یہ سن کر اس نے کہا بھائی باقی فنکاروں نے جانوروں کو دھوکہ دیا ہے اور اس تصویر نے تو مجھ جیسے انسان کو ہی کو دھوکہ دے دیا ہے اس لئے یہی تصویر اول نمبر کی ہے

اب آپ دیکھیں کہ جب کوئی فنکار نقل کرتا ہے تو اس میں دیکھا جاتا ہے کہ اس نے اصل کی کتنی زیادہ مشابہت پیدا کی ہے بس اسی طرح آپ دیکھیں کہ اللہ ﷻ اصل فنکار ہے جس نے اپنے نور سے انسان کی تصویر بنائی ہے یعنی انسانی شکل میں اپنے انوار کو اس طرح متشکل کیا کہ خود انسان بھی دھوکہ کھا گیا اور صدیوں بعد بھی اسے یقین نہیں آرہا کہ یہ اصلی انسان ہیں یا انسان کے روپ میں اللہ ﷻ کے ازلی انوار ہیں ...... اگر انسان اللہ ﷻ کے بغیر بتائے ان میں اور انسان میں فرق دریافت کر لے تو پھر یہ نعوذ باللہ اللہ ﷻ کے فن کا نقص ہے

بات صرف اتنی ہے کہ انگور ایک شکل کا نام ہے چاہے پلاسٹک کے انگوروں ہی کا کچھا کسی بچے کے سامنے رکھ دیں تو وہ کہے گا کہ یہ انگور ہیں اگر کوئی آرٹسٹ انگور کی تصویر بنا دے تو سارے کہیں کہ اس نے انگور بنائے ...... کیونکہ انگور اصل مادے کا

نام نہیں اس میں موجود کیمیاوی اجزا کا نام نہیں اس کے اندر موجود ٹیسٹ (Taste) [ذائقے] کا نام نہیں یہ تو ایک ظاہری شکل کا نام ہے اسی طرح انسان اور بشر بھی ایک شکل کا نام ہے اس کی باطنی حقیقت کا نام نہیں یہ اللہ جل جلالہ نے اپنے نور ذات کو انسانی شکل میں متشکل کیا ہے ورنہ انسان کجا اللہ کا نور کجا

( )

فضل اللہ ہمیشہ غیر عادی طریقے سے آتا ہے اب یہ آپ سوچیں کہ جن کے بچوں کی غذا غیر عادی طریقے سے آتی ہے تو کیا ان کے بچے اس دنیا میں عادی طریقے سے آتے ہیں؟

( )

انگور جو بحیثیت فضل کے آئیں تو کسی بیل سے پیدا نہیں ہوتے کسی زمین سے جنم نہیں لیتے تو جو اللہ کا فضل مجسم ہے وہ نعوذ باللہ شکمِ مادر سے جنم لیتا ہے آسمان سے نازل نہیں ہوتا؟

( )

جب انگور رب کے سامنے شہنشاہ کربلا علیہ الصلوات والسلام کے ہاتھوں پہ آتے ہیں تو اس وقت تک کوئی نہیں دیکھ سکتا جب تک ہاتھوں پہ قیام پذیر نہیں ہو جاتے بہ الفاظ دیگر وہ آنے والے انگور ہاتھوں ہی پر ظاہر ہوتے ہیں اس بات سے کوئی واقف نہیں ہوتا کہ یہ انہی ہاتھوں پر وجود پذیر ہوئے ہیں یا آسمان سے اترے ہیں؟ ...... تو کیا فضل اللہ مجسم علیہ الصلوات والسلام کے نزول سے کوئی آشنا ہوسکتا ہے؟ ...... کیا ہم یہ نہیں سوچ سکتے کہ جو اللہ کا فضل مجسم ہے اس سے دنیا ایک لمحے کو بھی خالی نہیں ہوسکتی اور کائنات کی کوئی جگہ کسی بھی لمحے میں اس کے نور سے خالی نہیں ہوتی ممکن ہے وہ موجود تو پہلے سے ہوں اور صرف انہوں نے اپنا اظہار فرمایا ہو

دوستو!- یہ وہ اللہ کے راز ہیں جو ہماری ناقص عقل کی زنجیر تعقل سے ماوریٰ ہیں اس لئے یہاں عرض کروں گا کہ ان کے بارے میں جو کچھ کتابوں میں ہے وہ ناکافی ہے

مقامین سر المستتر

دوستو!- آج یہاں ایک اہم بات کرنا چاہتا ہوں کہ کسی بھی نبی یا امام یا وصی یا کسی بھی معصوم کے دو مقامات انتہائی اہم ہوتے ہیں جو اللہ جل جلالہ کے سر المستتر یعنی پوشیدہ ترین راز کے مقامات ہوتے ہیں اور ان مقامات کا راز دان اس ذات کو بنایا جاتا ہے کہ جو یا تو اس معصوم جیسی معصوم ہو یا پھر ان سے افضل ہو کم از کم اس معصوم جیسی عصمت کا ہونا شرط ہے

پہلا مقام وہ ہے جب کسی معصوم علیہ الصلوات والسلام کا اس دنیا میں ظہور اجلال ہوتا ہے ان کا وہ لمحہ نزول اللہ کا ایک ایسا راز ہوتا ہے کہ جس سے کوئی غیر معصوم واقف ہو ہی نہیں سکتا بلکہ صرف زمانے کا امام ہی اس لمحہ نزول کے کیفیات و اسرار سے واقف ہوتا ہے کوئی دوسرا چاہے کتنا قریبی ہی کیوں نہ ہو وہ اس لمحہء نزول میں بے خبر کر دیا جاتا ہے

آپ حرم کعبہ کا واقعہ دیکھیں ملکہ کائنات بی بی صلوات اللہ علیہا وہاں تشریف لاتی ہیں اچانک دیوار شق ہوتی ہے، اندر تشریف لے جاتی ہیں، اس کے بعد کیا ہوا پورے تین دن تک کسی کو کوئی خبر نہیں، لوگ پریشان ہیں، پورا مکہ حیران ہے، اور پریشانی کا یہ عالم ہے کہ بار بار درا طہر پر آتے ہیں کہ نہ تالا ٹوٹتا ہے نہ ہی کنڈی کاٹی جا سکتی ہے نہ ہی دروازہ کھلتا ہے، اندر ایک اکیلی معظمہ کونین صلوات اللہ علیہا ہیں خدا جانے ان

پر کیا بیتی ہے ......مگر جب یہ باتیں پاک گھر کے کسی فرد کے سامنے ہوتی ہیں تو وہ ان کی پریشانی اور لاعلمی پر مسکرا کر رہ جاتے ہیں، جناب عمران علیہ الصلوات والسلام جو تیس سال قبل شہنشاہ انبیا صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کے دنیا میں ظہور اجلال کے موقعہ پر امیر کائنات علیہ الصلوات والسلام کی والدہ ءماجدہ صلوات اللہ علیہا سے فرما چکے تھے کہ آج جو شہزادہ آپ کو قابل رشک نظر آتا ہے بالکل اس جیسا بیٹا تیس سال بعد آپ کی آغوش عاطفت کو بھی زینت دے گا اس طرح یہ دونوں آپ ہی کے بیٹے ہیں اور ایک ہی جیسے ہوں گے، وہ جب سنتے ہیں کہ کعبے کا دروازہ بند ہے اور اندر کے معاملات سے کوئی انسان تو کیا کوئی فرشتہ بھی واقف نہیں ہے تو وہ پریشان نہیں ہوتے بلکہ انتہائی مطمئن ہیں حتیٰ کہ سارا مکہ حرم میں جا کر دروازے کو کھولنے کوشش کرتا ہے مگر کوئی تاریخ نہیں بتاتی کہ جناب عمران علیہ الصلوات والسلام حرم کعبہ میں تشریف لے گئے ہوں

پورے تین دن سارا مکہ پریشان ہے مگر شہنشاہ انبیا صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم پورے تین دن کعبے کی زیارت تک کو نہیں گئے اور پریشان لوگوں کے سوالوں کا جواب ہلکی سے مسکراہٹ کے سوا کوئی دیا ہی نہیں ...... جب تین دن بعد لوگ مایوس ہو جاتے ہیں کہ اس گھر والے تو کسی بات کا کوئی نوٹس لیتے ہی نہیں ہیں عین اسی وقت شہنشاہ انبیا صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم گھر اطہر سے تنہا حرم کعبہ میں تشریف لے جاتے ہیں جناب عمران علیہ الصلوات والسلام پھر بھی تشریف نہیں لے جاتے اپنے گھر میں بڑے مطمئن ہیں

یہاں ایک بات کرتا چلوں، اگر کسی کو اچھی لگے تو میرے منعم ازل کو دعا دیں، اگر کسی کو ناگوار گزرے تو اسے میری جہالت سمجھ کر معاف فرما دیں

میں نے جناب عبدالمطلب علیہ الصلوات والسلام کے موضوع پہ اپنے تقاریر میں جو کچھ عرض کیا تھا اس میں یہ بھی عرض کیا تھا کہ جناب ابراہیم علیہ السلام کی نسل میں نبوت کی ایک

شاخ نہیں دو شاخیں چلی تھیں ایک جناب اسماعیل علیہ السلام کی طرف سے اور ایک جناب اسحاق علیہ السلام سے ، جملہ انبیا بنی اسرائیل جناب اسحاق و یعقوب علیہما السلام کی نسل سے تھے کیونکہ جناب یعقوب علیہ السلام کا لقب اسرائیل یعنی عبداللہ تھا اس لئے ان کی نسل سے جو نبی ہوئے انہیں انبیائے بنی اسرائیل کہا جاتا ہے اور جو انبیا علیہم السلام اولاد اسماعیل علیہ السلام سے تھے انہیں انبیا بنی اسماعیل کہا جاتا ہے اگر ہم اولاد اسماعیل علیہ السلام سے کسی کو نبی نہ مانیں تو یہ اللہ کے عدل کے خلاف ہے کہ ستر ہزار نبی اولاد بنی اسرائیل سے ہوں اور جو بڑا بیٹا ہے دستار کا وارث ہے اس کی نسل میں سے صرف ایک نبی ہو اور پورا سلسلہ نسب نبوت سے خالی رکھا جائے یہ اللہ کے عدل کے خلاف ہے یہاں اس کی تفصیل نہیں دے سکتا ہاں اتنا عرض کرتا ہوں کہ ایک انگریز کا قول ہے کہ جب تک شہنشاہ انبیا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سارے آباواجداد طاہرین علیہم الصلوات والسلام کو انبیا علیہم السلام کی لسٹ میں شامل نہ کیا جائے ایک لاکھ چوبیس ہزار کی تعداد پوری نہیں ہوسکتی اس لئے میں نے کہا تھا کہ جناب عبدالمطلب علیہ الصلوات والسلام اپنے وقت کے وصی بمنزلت نبی تھے جو شریعت ابراہیمی کے ماتحت تھے اور جہاں نبی ہوتا ہے تو وہاں ان کا وصی ہونا ضروری ہے جسے منصب ولایت کا حامل ہونا چاہیے اس لئے یہاں عرض کروں گا کہ جناب پاک عمران علیہ الصلوات والسلام اپنے وقت میں منصب ولایت کے حامل تھے

جیسا کہ بحارالانوار اور شیخ صدوق کے حوالے سے میں نے جناب سلمان پاک سلام اللہ علیہ کے بارے واقعات میں عرض کیا تھا کہ سرورکونین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دور میں عرب کے گرد چار دین رائج تھے ایک جناب عیسیٰ علیہ السلام کا ، دوسرا جناب زرتشت علیہ السلام کا ، جو اللہ کے نبی تھے اور ان کے دین کو مسخ کر کے آتش پرستی اور سورج پرستی

میں بدل دیا گیا تھا جس کا تذکرہ میں نے جناب زرتشت کے واقعات میں کیا تھا اسی طرح دین یہود تھا مگر اس میں وصایت کا سلسلہ نہ تھا بلکہ وہاں ربی [علمائے ربانیین] آ رہے تھے اور چوتھا دین جناب ابراہیم علیہ السلام کا تھا جس کے وارث متولیاں کعبہ تھے اور اس دور میں ان تین دینوں کے اوصیائے موجود تھے یعنی جناب عیسیٰ علیہ السلام کے اوصیا میں سے سب سے آخری وصی جناب بردہ تھے جن کے بارے میں شہنشاہ انبیا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا تھا کہ انہوں نے اپنا سب کچھ ہمارے سپرد فرمایا تھا [بحار] اور جناب زرتشت کے وصی جناب سلمان پاک سلام اللہ علیہ تھے اور جناب ابراہیم علیہ السلام کے وصی جناب ابو طالب علیہ الصلوات والسلام تھے جیسا کہ امیر کائنات علیہ الصلوات والسلام سے جب آخری وصی کے بارے میں سوال ہوا تو فرمایا وہ ہمارے بابا پاک علیہ الصلوات والسلام تھے یہ ایک علیحدہ بحث ہے کہ روایات میں جناب سلمان پاک علیہ السلام کو جناب عیسیٰ علیہ السلام کا وصی بھی کہا گیا ہے اس بحث کو ہم یہاں نہیں چھیڑتے بات لمبی ہو جائے گی

کیونکہ جس دور میں امیر کائنات علیہ الصلوات والسلام کا ورود مسعود ہوا اس دور میں جناب ابو طالب علیہ الصلوات والسلام ہی وصی و ولی تھے اسی لئے وہ بھی جانتے تھے کہ کعبے کے اندر کیا ہو رہا ہے کیونکہ وہ بھی معصوم تھے اسی طرح شہنشاہ انبیا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بھی جانتے تھے کہ کعبہ میں کیا ہو رہا ہے وہ بھی خاموش تھے ...... جب تین دن بعد شہنشاہ انبیا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حرم کعبہ میں تشریف لے جاتے ہیں تو تالا خود بخود قدم بوس ہو جاتا ہے دروازہ کھل جاتا ہے، اور ان تین دن میں جو کچھ کعبہ مکرم کے اندر ہوتا ہے اس سے ساری کائنات بے خبر ہوتی ہے حتیٰ کہ والدہ پاک صلوات اللہ علیہا کو بھی اس لمحہ نزول کے بارے میں کچھ معلوم نہیں ہوتا کہ نورِ الٰہی کیسے نازل ہوا بس اتنا جانتے ہیں کہ

انہیں ایک لمحے کیلئے نیند آ ئی اور پھر تسبیح وتحمید کی آ واز پہ آ نکھ کھل گئی دیکھا تو پہلو میں شہنشاہ لخت جگرعلیہ الصلوات والسلام سجدہ ریز ہیں اور حمد وتسبیح فرما رہے ہیں، یہ دیکھ کر مامتا نے آواز دی کہ یہ آپ کے بیٹے ہیں تو فوراً سینے سے لگا لیتے ہیں

دوستو!۔ آپ نے دیکھا کہ اس لمحہ نزول نورِ الٰہی سے کس طرح کائنات کو بے خبر رکھا جاتا ہے...... اور یہ بھی آپ جانتے ہیں کہ جب وہ لمحہ نزول آیا تھا تو عین اسی وقت شہنشاہ انبیاصلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سجدہ شکر میں مشغول تھے اور اپنے نور کی تکمیل کا شکر ادا فرما رہے تھے کیونکہ وہ ان کے نور کا دوسرا نصف ظاہر ہوکر انہی کی ذات کو مکمل فرما رہا تھا اور وہ شکر فرما رہے تھے اب ہمارے انوار ازلیہ وابدیہ کی بتدریج دنیا میں آمد کا سلسلہ شروع ہوگیا

اسی طرح سارے انوار دنیا میں تشریف لائے حتیٰ کہ یہ آج کا دن آیا یعنی آج پندرہ ماہ شعبان کی رات ہے یہی رات جب دوسو پچپن ہجری میں آئی تو اس رات کو بھی ایسا ہی ایک لمحہ آیا کہ جس میں فضل اللہ زمانہعَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف کے نورِ ازلی و ابدی نے نزولِ اجلال فرمایا مگر اس لمحہ ءنزول سے بھی پوری کائنات کو بے خبر رکھا گیا آپ کتابیں اٹھا کر دیکھیں جب یہ رات ہوتی ہے تو جناب ابو محمدؑ العسکریعلیہ الصلوات والسلام اپنی پھوپھی پاک سے فرماتے ہیں کہ آج رات فضل اللہ مجسم کا ظہور مسعود ہونا ہے اس لئے آج ہمارے ہاں افطار فرمائیں وہ معظّمہ جو اس گھر کے اندر بتولِ دوراں کا درجہ رکھتی ہیں، چادر تطہیر کی مالک ہیں، امام محمد تقیعلیہ الصلوات والسلام کی دخترؑ اطہر ہیں، امام علی نقیعلیہ الصلوات والسلام کی ہمشیرؑ ہیں، امام حسن العسکریعلیہ الصلوات والسلام کی پھوپھی پاکؑ ہیں، خود ہمارے شہنشاہ زمانہعَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف کی دادی پاکصلوات اللہ علیہا ہیں، خانہ توحید کی سب سے معزز خاتون ہیں، وہ فرماتی ہیں اے میرے امام زمانہ

بیٹے آپ نے فرمایا ہے کہ آج ہمارے منتقم بیٹے نے دنیا میں تشریف لانا ہے تو یہ بھی تو فرمائیں کہ انہوں نے کس کی آغوش کو زینت بخشنا ہے کیونکہ جو ملکہ روم صلوات اللہ علیہا ہیں ان کی جبین مبین پر تو اس کے آثار تک موجود نہیں ہیں کیا والدہ پاک کے انتخاب میں کوئی بدا واقعہ ہوا ہے؟

شہنشاہ معظم علیہ الصلوات والسلام مسکرا کر فرماتے ہیں ایسا کچھ نہیں ہے، یہ تو ازل کا فیصلہ ہے کہ روم کی شہزادی صلوات اللہ علیہا آپ کی بہو ہی کی آغوش کو انہوں نے زینت دینا ہے ...... یہ خوش خبری سن کر وہ اپنی پاک بہو صلوات اللہ علیہا کے ہاں تشریف لاتی ہیں وہاں آ کر مبارک باد پیش کرتی ہیں اور فرماتی ہیں بیٹی آپ کو بہت مبارک ہو کہ آج فضل اللہ زمانہ عَجَّلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیف کی دنیا پہ آمد ہونے والی ہے آپ نے تو مجھے بتایا تک نہیں ...... ملکہ عالمین صلوات اللہ علیہا عالمِ حیرت میں ڈوب کر دریافت فرماتی ہیں کہ انہوں نے کس کی آغوش کو زینت دینا ہے؟ ...... بی بی فرماتی ہیں اور کس کی آغوش کو زینت دینا ہے آپ ہی کی آغوش کو زینت بخشنا ہے ...... ملکہ عالمین صلوات اللہ علیہا فرماتی ہیں پھوپھی پاک صلوات اللہ علیہا آج تک ہمارے سرتاج اطہر علیہ الصلوات والسلام کی نگاہ کرم کے علاوہ ہمیں کسی چیز نے مس تک نہیں کیا تو یہ کیسے ممکن ہے؟ آپ کو یہ خوشخبری کس نے سنائی ہے؟ ...... بی بی صلوات اللہ علیہا فرماتی ہیں اور کس نے سنانا تھی آپ کے پاک سرتاج وسہاگ علیہ الصلوات والسلام ہی نے تو یہ خبر سنائی ہے ...... جب یہ بات سنی تو چہرۂ اقدس پہ شرم وحیا کی سرخی دوڑ گئی اور ادب سے سر جھکا کر فرمایا اگر انہوں نے فرمایا ہے تو پھر یقیناً درست ہوگا

پھوپھی پاک صلوات اللہ علیہا دریافت فرماتی ہیں کیا آپ کو معلوم تک نہیں؟

تو اس وقت گویا ملکہ عالمین صلوات اللہ علیہا فرماتی ہیں کہ پھوپھی جان صلوات اللہ علیہا جب کسی پر

اللہ کا فضل ہوتا ہے تو کیا اسے نزول فضل کا مشاہدہ بھی ہوسکتا ہے؟

کیا اللہ کے فضل کو نازل ہوتے کوئی دیکھ سکتا ہے؟

اور یہ حقیقت بھی ہے کہ اللہ جل جلالہ کا فضل جب نازل ہوتا ہے تو اس میں دیر ہی کتنی لگتی ہے؟ جب انہوں نے نازل ہونا ہے تو آثار کیسے؟

رات ہوگئی ...... رات گزرتی گئی ...... نہ والدہ کو علم کہ اللہ جل جلالہ کا فضل کب نازل ہونا ہے اور نہ پھوپھی پاک صلوات اللہ علیہا کو علم ...... نماز تہجد کا وقت ہوا ملکہ عالمین صلوات اللہ علیہا نے تجدید وضو فرمائی کیونکہ ان پاک ذوات تطہیر علیہم الصلوات والسلام کا ازل سے وضو ہوتا ہے جسے نیند بھی مجروح نہیں کرسکتی یہ جب بھی وضو فرماتے ہیں تو وضو کی تجدید ہی فرماتے ہیں ...... انہوں نے وضو کی تجدید فرمائی اور نماز شب اول وقت میں پھوپھی پاک صلوات اللہ علیہا کے پہلو میں ادا فرمائی ...... نماز مکمل ہوئی اس کے بعد پھوپھی پاک سے فرمایا ہم پر ایک ایسی کیفیت طاری ہو رہی ہے جیسے نزول وحی کے وقت شہنشاہ انبیا صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی ہوتی تھی آپ مجھ پر چادر ڈال دیں کیونکہ اب احساس ہوتا ہے کہ کوئی بہت بڑا واقعہ ہونے والا ہے ...... پھر چادر ڈال کر آرام فرما ہو جاتی ہیں اور پہلو میں پھوپھی پاک تشریف فرما ہو جاتی ہیں ...... جب صبح کے چار بجکر تین منٹ ہوتے ہیں تو اچانک ایک نورانی حجاب حائل ہو جاتا ہے اور پھوپھی پاک صلوات اللہ علیہا کی نظروں سے پاک بہو صلوات اللہ علیہا غائب ہو جاتی ہیں وہ پریشانی کے عالم میں اپنے شہنشاہ بیٹے علیہ الصلوات والسلام کی طرف تشریف لے جاتی ہیں اور فرماتی ہیں بٹیا وہاں تو عجیب بات ہوگئی ہے ہماری بہو صلوات اللہ علیہا ہماری نظروں سے غائب ہوچکی ہیں اور ان کے اور ہمارے مابین حجاب آچکا ہے ...... یہی وہ لمحہ نزول ہے کہ جس میں فضل اللہ مجسم نے نازل ہونا تھا میں نے اسی لمحے کے میں بارے عرض کیا تھا کہ اس لمحے

سے سوائے زمانے کے امام معصوم علیہ الصلوات والسلام کے کوئی واقف ہی نہیں ہوسکتا ......
جب پھوپھی پاک صلوات اللہ علیہا آکر حجاب نورانی کا ذکر فرماتی ہیں تو جناب ابو محمدؑ العسکری علیہ الصلوات والسلام مسکرا کر فرماتے ہیں جس نے ظہور فرمانا تھا وہ ظہور فرما چکے ہیں اب انہیں ہمارے پاس لائیں

دوستو! - جب شہنشاہ معظم علیہ الصلوات والسلام کی پھوپھی پاک صلوات اللہ علیہا واپس تشریف لاتی ہیں تو اپنے نور چشم عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف کو محو سجود پاتی ہیں ...... یہ دیکھ کر فوراً اپنی پاک بہو سے سوال کرتی ہیں کہ حجابات نورانیہ کے حائل ہونے کے بعد کیا ہوا؟

جواباً مسکرا کر فرمایا ہم آپ کو کیسے بتا سکتے ہیں ہمیں تو خود معلوم نہیں

☆ اخذ تنی نعاس فاتبهت بحس سیدی یقول سبحان ربی العلیٰ

ہمیں تو بس ایک نیند کا جھپکا آیا پھر سبحان ربی العلی کی آواز پر ہماری آنکھ کھلی پہلو میں دیکھا ہمارے شہنشاہ و سردار سجدے میں سر رکھے آسمان کی طرف انگشت شہادت بلند فرمائے تسبیح پڑھ رہے ہیں

دوستو! - آپ اپنے من میں سوچ کر بتائیں کہ جب کسی پر اللہ کا فضل ہوتا ہے تو کیا اسے پتہ چلتا ہے کہ اس پر اللہ کا فضل ہوا ہے؟

یہ حقیقت ہے جب اللہ کا فضل ہوتا ہے تو اس کے نزول کا علم اسے بھی نہیں ہوتا جس پر وہ نازل ہو رہا ہو تو پھر والدہ اقدس صلوات اللہ علیہا کو کیسے علم ہوسکتا ہے کہ فضل اللہ حقیقی عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف کس طرح نازل ہوئے ہیں

ہاں جب پہلو میں مصروف تسبیح پایا تو فضل اللہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف کے حصول کا ادراک ہوا

دوستو! - کبھی آپ نے دیکھا ہو کہ کوئی فضیلت پیدا ہوئی ہو؟

کیا آج تک کسی نے دیکھا ہے کہ کوئی فضیلت شکم مادر سے پیدا ہوئی ہو؟ یا اسے پیدا

ہوتے کسی نے دیکھا ہو؟

فضیلتیں تو آسمانوں سے نازل ہوتی ہیں ...... آج کی رات اللہ جل جلالہ کا فضل حقیقی و کامل اپنے مقامات عالیہ قدسیہ سے ملکہ عالمین شہزادی روم صلوات اللہ علیہا پر فضل اللہ کے روپ میں نازل ہوا ہے اب خود ان کی والدہ ماجدہ صلوات اللہ علیہا کو بھی ان کے نزول کا پورا علم نہیں ہے تو پھر کسی دوسرے کے باپ کو کیسے ہوسکتا ہے؟

﴿ مقام مستتر الثانی ﴾

دوستو! - میں نے عرض کیا تھا کہ معصومین علیہم الصلوات والسلام کے دو لمحات ایسے ہوتے ہیں کہ جن کے بارے میں سوائے معصوم کے کوئی واقف ہو ہی نہیں سکتا، وہ اللہ جل جلالہ کے سرالمستتر یعنی انتہائی پوشیدہ رازوں کا وقت ہوتا ہے اس کا رازدار کوئی معصوم ہی ہوسکتا ہے ان دو لمحات میں سے پہلا لمحہ یہ لمحہ نزولِ اجلال ہوتا ہے

دوسرا وہ وقت ہوتا ہے جب معصوم کو غسل و کفن دیا جاتا ہے پہلا جو تھا وہ وقت نزول تھا اور یہ وقت عروج ہوتا ہے اس لئے یہ شیعہ مذہب کا مسلمہ ہے کہ معصوم کی تجہیز و تکفین اور مزار اطہر و اقدس میں اتارنے کا عمل صرف معصوم ہی کرسکتا ہے

☆ان الامام لا یلی امرہ الامام مثلہ

دوستو! - آج جی چاہتا ہے کہ میں ایک بات عرض کردوں یہ مجھے خود معلوم نہیں کہ میری سوچ کہاں تک درست ہے ممکن ہے میری سوچ غلط ہو مگر میں ایک بات کرتا ضرور ہوں کہ جب میں نے اس مسلمہ پر غور کیا کہ معصوم کو غسل معصوم ہی دے سکتا ہے تو میرے ذہن میں ایک خیال بجلی کے کوندے کی طرح لپکا کہ خاندان تطہیر علیہم الصلوات والسلام کے جو پاک مرد ہیں انہیں تو ان جیسا معصوم ہی غسل دے سکتا ہے دیگر کسی

شخص کو اجازت نہیں تو کیا اس گھر کے مخزن عصمت ومعصومین مستورات مخدرات وحدت صلوات اللہ علیہن کیلئے بھی تو یہی شرط اپنی تمام تر سختیوں سمیت لاگو ہونا چاہیے یعنی انہیں بھی غسل دینے کیلئے ان جیسا ہونا چاہیے یعنی معصوم کو غسل معصوم دے تو بتول کو غسل بھی بتول ہی کو دینا چاہیے ......اب یہ سوچ اور آگے بڑھی تو میری حیرت اور بڑھی جب میں نے کتابوں دیکھا کہ ملکۂ عالمین صلوات اللہ علیہا کو غسل کس نے دیا؟ ساری کتابیں یہی کہتی تھیں کہ امیر کائنات علیہ الصلوات والسلام کے تعاون سے انہیں جناب فضہ سلام اللہ علیہا نے غسل دیا

پھر دیکھا ملکہ شام شریکۃ الحسین صلوات اللہ علیہا کو غسل کس نے دیا؟

سب کتابوں نے کہا انہیں بھی جناب فضہ سلام اللہ علیہا نے غسل دیا

مجھے اس میں ایک ناانصافی نظر آئی اور وہ یہ تھی کہ یہ دونوں بہن بھائی اپنے منصب اعلیٰ میں شریک تھے، مقصد اعلیٰ میں شریک تھے، ایک شریک کو غسل جناب سجاد علیہ الصلوات والسلام جیسی معصوم ذات دے اور جو معدن عصمت وطہارت بی بی صلوات اللہ علیہا ہیں انہیں ایک غیر معصوم یعنی دائی پاک غسل دے کیا یہ ناانصافی نہیں ہے؟

اب یہاں پہنچ کر میری سوچ نے ایک بہت بڑا ٹرن (Turn) لیا اور میں نے یہ سوچنا شروع کر دیا کہ جناب فضہ صلوات اللہ علیہا کون ہیں؟ اور یہ کہاں سے آئے ہیں اور ان کی شان کیا ہے؟ ان کے حالات کیا ہیں؟

میں نے کتابیں چھان ماریں مگر ان کے بارے میں کوئی حتمی بات معلوم ہی نہ ہوسکی کہ یہ کہاں سے آئی تھیں ...... کسی نے لکھا یہ ہندوستان سے گئی تھیں، کسی نے لکھا یہ حبشہ سے آئی تھیں، شہنشاہ حبشہ اشقبوص [اشکبوس] کی دختر تھیں، کسی نے لکھا یہ یمن سے آئی تھیں، کسی نے لکھا یہ بربر کے علاقے سے آئی تھیں، کسی نے لکھا یہ دیلم کی

شہزادی تھیں، مگر کوئی یقین سے نہ لکھ سکا کہ یہ کہاں سے آئی تھیں ...... اور نہ ہی میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ یہ کہاں سے آئی تھیں

ان کی آمد کے بارے میں پڑھا کہ یہ بحیرہ کے غزوہ کے قیدیوں میں آئی تھیں مگر جب یہ دیکھا کہ ان کی آمد کا جو سال بنتا ہے اس میں جتنے غزوات ہوئے ہیں وہ دفاعی تھے اور وہ مکہ اور مدینہ تک محدود تھے جیسا کہ کتب اٹھا کے دیکھیں پہلا غزوہ بدر ہے یہ ماہ رمضان دو ہجری میں ہوا، دوسرا غزوہ احد ہے جو شوال 3 ہجری میں واقع ہوا، تیسرا غزوہ خندق ہے جو 4 ہجری میں ہوا، یعنی چار ہجری تک بحیرہ کی طرف کوئی غزوہ ہوا ہی نہیں

اب یہ بھی کتابوں میں دیکھا کہ انہوں نے بیس سال تک بغیر کلام اِلٰہی کے کوئی کلام نہیں فرمایا اور ان کا ایک طویل مکالمہ کتابوں میں موجود ہے کہ حج کے سفر پہ راستہ بھولنا وہاں چار بیٹوں کا ذکر دیکھا تو تسلی ہوئی کہ ان کے واقعات مل جائیں گے مگر جو کتب تاریخ و رجال میرے پاس موجود تھے ان سب کو چھانٹا ایک ایک کو دیکھا دو ہزار کتاب کمپیوٹر میں موجود تھی اس میں لفظ ''فضۃ'' دے کر کئی ہزار حوالے دیکھے کہ ان کا عقد کس سے ہوا؟ جواب یہ ملا کے بارہ ہجری کے بعد ان کا عقد ابو ثعلبہ حبشی سے ہوا

یہ دیکھ میں نے ابو ثعلبہ کے واقعات ڈھونڈے کسی کتاب نے کوئی مثبت جواب نہ دیا الا صابہ میں ابو ثعلبہ خشنی کا ذکر ہے جو کوئی دیگر صحابی ہے جس کی وفات 75 ہجری میں ہوئی تھی جبکہ جسے ان کا شوہر بتایا جاتا ہے وہ تیرہ چودہ ہجری میں فوت ہو گئے کہتے ہیں کہ ابو ثعلبہ سے ایک بیٹا پیدا ہوا کچھ عرصہ بعد ابو ثعلبہ اللہ کو پیارا ہو گیا تو ان کا عقد سلیک بن مسحل الغطفانی سے ہوا بعض نے لکھا ملیک بن ہدیۃ غطفانی سے ہوا

کسی نے سلیک بن عمر غطفانی لکھا ہے کسی نے سلیک بن ہدیہ غطفانی لکھا ہے، جب ان کا عقد سلیک سے ہوتا ہے تو اسی دوران ابو ثعلبہ سے جو ان کا بیٹا تھا وہ فوت ہو گیا

اب میں نے ابو ثعلبہ حبشی، سلیک اور ملیک کا لفظ لے کر کتب رجال و تاریخ کو چھانا کمپیوٹر پہ سرچ کیا جو کتابیں میں نے دیکھی ہیں ان کے نام لکھ دوں تاکہ تحقیق کا کام کرنے والا کوئی شخص ان کتابوں میں مغز ماری نہ کرے

اختیار معرفت الرجال......الفهرست......فهرست منتجب الدين...... رجال ابن داؤد......خلاصته احوال......خلاصته اقوال......جامع الرواة......درجات الرضيعه......معجم الرجال......تهذيب المقال...... تلامذةالمجلسی ...... وغیرہ میں سلیک کا کوئی ذکر نہیں ...... معرفت اخبار الرجال...... الا صابه فی تمیز الصحابه جلد 2 میں سلیک کو ابن عمر لکھا ہے اور ابن ہدیہ نے کسی دوسرے سلیک کو لکھا ہے جو مجہول الحال ہے اور غیر غطفانی ہے، میزان الاعتدال فی نقد الرجال میں سلیک نامی کسی شخص کا ذکر تک نہیں رجال کے اور بھی کتب ہیں جو میرے پاس نہیں تھے مگر میں ہزاروں مجلدات کے ہزاروں حوالے دیکھنے کے بعد قدرے یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ جو نام جناب فضہ سلام اللہ علیہا کے بیٹوں کے بیان ہوئے یعنی داؤد بن سلیک، محمد بن سلیک، عیسیٰ بن سلیک، موسیٰ بن سلیک، ان میں سے کسی ایک بیٹے کے حالات کسی مرکزی کتاب میں نہیں ملیں گے

ایک بیٹی کا نام بھی لکھا ہوا پایا اور ایک نواسی کے ذکر میں ایک روایت نظر سے گزری، یعنی شہرہ بنت مسکہ بنت جناب فضہ سلام اللہ علیہا ......شہرہ کے والد کا نام معلوم نہیں، مسکہ کے نام کے ساتھ ولدیت نہیں اور فرض کرو کے کلیہ کے تحت لکھنے والوں

نے لکھا ہے کہ یہ سلیک ہی کی بیٹی ہو گی ،اس پہ مکمل بحث جناب سیدہ پاک صلوات اللہ علیہا کے ذکر میں دیکھئے

دوستو ! - میں تو ان کے بارے میں تحقیقی ثبوت ڈھونڈنے نکلا تھا مگر مل رہی تھیں بے ثبوتیاں یعنی جو جو ثبوت سامنے آ رہے تھے یا جو جو باتیں ایک حقیقت کی طرح رائج تھیں وہ تحقیق کی روشنی کے سامنے معدوم ہونے لگیں اور جمع ہوتی گئیں بے ثبوتیاں جب میرے پاس سوائے بے ثبوتیوں کے کچھ بھی باقی نہ بچ گیا تو میری روح نے پکار کر کہا کہ ان بے ثبوتیوں ہی کو غور سے دیکھو ممکن ہے یہ کسی چیز کا ثبوت بن جائیں ...... ذہن نے دوبارہ آواز دی

☆ان الامام لا یلی امرہ الاامام مثلہ یعنی امام کو غسل صرف ان کی مثل کوئی امام ہی دے سکتا ہے تو کیا اس گھرا طہر میں ایک ایسی شخصیت کو موجود نہیں رہنا چاہیے کہ جو بتول کے مرتبے پر فائز ہو اور پاک مخدرات عصمت صلوات اللہ علیہن کے وصال کے بعد ان کے اسرار کی امین ہو

جب میں نے یہ دیکھا کہ جب شہنشاہ انبیا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ماہ رمضان میں ان کی دعوت میں جنت کے کھانے تناول فرماتے ہیں تو ان کی زبان مبارک سے یہ فقرہ نکلتا ہے کہ حمد ہے اس اللہ جل جلالہ کا جس نے ہماری دختر صلوات اللہ علیہا کی کنیز کو بھی جناب مریم سلام اللہ علیہا جیسا مرتبہ عطا فرمایا ہے [سیرت جناب فضہ سلام اللہ علیہا]

اس سے آگے جو کچھ میں کہنا چاہتا ہوں وہ میں کہہ نہیں سکتا کیونکہ میرے پاس سوائے بے ثبوتیوں کے اور کوئی چیز ہے ہی نہیں ...... کیونکہ میں یہ نہیں جانتا کہ جناب فضہ سلام اللہ علیہا کیسے دنیا میں آئیں ؟ کہاں سے آئیں ؟ ان کی ذات کیا تھی ؟ یہ کہاں کی مخلوق تھیں ؟ خاکی تھیں یا نوری تھیں ؟ امری مخلوق سے تھیں یا خلقی مخلوق میں سے

تھیں؟ ...... ہاں میرا ضمیر میرا ایمان یہاں تک فیصلہ کرتا ہے کہ پاک پردہ داران توحید و رسالت صلوات اللہ علیھن کے وصال الی اللہ جل جلالہ کے وقت ان کے غسل و کفن کے امور کیلئے کسی نہ کسی بتول کو اس گھر میں ضرور موجود رہنا چاہیے اور انہیں کسی غیر معصوم کا غسل دینا ہمارے مسلمات مذہب اور اللہ جل جلالہ کے عدل اور ایک انصاف پسند عقل کے خلاف ہے اگر انہوں نے جناب سیدہ پاک صلوات اللہ علیھا اور شریکۃ الحسینؑ صلوات اللہ علیھا کو غسل و کفن دیا ہے اور اگر یہ غسل و کفن والی روایات درست ہیں تو پھر ہمیں یہ ماننا پڑے گا کہ یہ کنیز کوئی عام مستور نہیں تھی بلکہ اللہ جل جلالہ کی طرف سے اس گھر کو غلامی کیلئے ایک بتول عطا فرمائی گئی تھی کہ جس کے بارے میں امیر کائنات علیہ الصلوات والسلام نے دعا فرمائی تھی ☆اللھم بارك لنا فی فضتنا ...... اے میرے پالنے والے ہماری اس فضہ سلام اللہ علیھا میں ہمارے لئے برکت عطا فرما

دوستو! - یہ بات میں کئی مرتبہ عرض کر چکا ہوں کہ جہاں بھی برکت و مبارک کا لفظ استعمال ہوتا ہے وہاں اس چیز کے تادیر باقی رہنے کی دعا ہوتی ہے جیسے ہم کہتے ہیں حرام میں برکت نہیں ہوتی یعنی جلدی ختم ہو جاتا ہے یا ہم کسی کو اولاد کی پیدائش پہ مبارک دیتے ہیں تو کہتے ہیں کہ تمہیں یہ بیٹا مبارک ہو یعنی تمہارے پاس یہ تادیر باقی رہے، اسی طرح امام کائنات علیہ الصلوات والسلام دعا میں فرماتے ہیں کہ ہماری فضہ سلام اللہ علیھا کو ہمارے لئے برکت عطا فرما یعنی اسے زیادہ عرصہ تک اس گھر میں باقی رکھ ...... اس دعا کا نتیجہ یہ نکلا کہ جو بہ اختلافِ روایات دو، تین یا چار ہجری میں تیس سال کی عمر میں گھر اطہر میں آئی وہ تقریباً 130/125 سال کی عمر میں وصال فرماتی ہے اس دوران پاک گھر میں جتنے پردہ دار صلوات اللہ علیھن وصال فرماتے ہیں ان کی آخری ڈیوٹی یہی جناب فرماتی ہیں اور ان سے جب بھی تعارف چاہا گیا تو یہی فرمایا کہ

میں سیدہ کونین صلوات اللہ علیہا کی ماں فضہؑ صلوات اللہ علیہا ہوں ...... بس ایسی ماں بنیں کہ سارے گھر کی ماں ہی بن کر رہ گئیں

دوستو! - اب بات یہاں تک پہنچ چکی ہے تو اب یہ آپ کو سوچنا چاہیے کہ جس گھر کی ایک کنیز کی عظمت وحقیقت کے بارے میں کوئی کچھ نہیں سوچ سکتا تو اور ان کی ولادت وآمد کے بارے میں اور ان کی زندگی کے اسرار کو کوئی نہیں سمجھ سکتا تو شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰهُ فَرَجَهُ الشَّرِیْف کی والدہ پاک صلوات اللہ علیہا کے بارے میں کوئی کیسے حتمی بات کر سکتا ہے؟ جب ایک کنیز ہی اللہ کا وہ راز ہے جو کسی عقل میں نہیں آتا تو اس گھر کی کلی مالک بی بی صلوات اللہ علیہا کے اسرارِ ذات کو کون سمجھ سکتا ہے؟ میری لاکھ بار توبہ میں تو ان کے حریمِ ذات کے بارے میں سوچ ہی نہیں سکتا کتنے جسارت کرنے والے ہیں وہ لوگ جو ان کے بارے میں بڑے جاہلانہ وثوق کے ساتھ باتیں کرتے چلے جاتے ہیں ...... سچ تو یہ ہے کہ یہ پورا گھر غلاموں کنیزوں سمیت اللہ جل جلالہ کا وہ راز ہے جو کسی کی سمجھ میں آ ہی نہیں سکتا ہماری کیا اوقات ہے؟

جشنِ مبارک

ہاں تو دوستو! - جیسا کہ آپ کو معلوم ہے کہ آج ہمارے ہاں اللہ جل جلالہ کے فضل مجسم یعنی ہمارے شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰهُ فَرَجَهُ الشَّرِیْف کے نزول اجلال کا جشن منایا جا رہا ہے یہاں یہ بھی عرض کر دوں کہ یہ ہمارا مذہب و ہمارا دین ہمیشہ قرآن کریم اور پاک خاندان توحید رسالت علیہم الصلوات والسلام کے احکام کا پابند رہا ہے اس لئے ہمارا یہ جشن منانا بھی انہی کے احکام کے ماتحت ہے جیسا کہ کلام اِلٰہی میں ہمیں حکم فرمایا گیا ہے

قل بفضل الله و برحمتہٖ فبذالك فليفرحوا وهو خير مما يجمعون (58) یونس

اے میرے حبیب صلی اللہ علیك وآلك وسلم آپ فرما دیں کہ جب تمہیں اللہ جَلَّ جَلَالُهٗ کا فضل اور رحمت حاصل ہو تو تم فضل اللہ اور رحمت اللہ کے حصول پر جشن فرحت مناؤ اور یہ تمہارے لئے ہر اس چیز سے بہتر ہے جو تم اپنے لئے جمع کرتے ہو

یہ تو فطری بات ہے کہ اگر کوئی بھی نعمت وفضل و رحمت حاصل ہو تو انسان خوش ہوتا ہے مگر یہ کسی نے نہیں سوچا کہ اس آیت میں خصوصی حکم ہے کہ تم خوشی مناؤ...... اگر ہم اس سے یہ سمجھیں کہ ہر نعمت پر خوش ہونے کا حکم ہے تو یہ حکم تحصیل حاصل کے مترادف ہے یعنی جو چیز انسان فطرتاً کرتا ہے کوئی کہے یا نہ کہے دولت ملے تو خوش ہوتا ہے، کوئی قیمتی چیز مل جائے تو خوش ہوتا ہے اس خوش ہونے والے شخص سے کہنا کہ تمہیں جب دولت ملے تو خوش ضرور ہونا یہ تو ایک غیر عقلی سا حکم بن جاتا ہے

دوستو! - یہ خصوصی حکم عام نعمات وفضل کیلئے نہیں ہے بلکہ یہاں خصوصی حکم ہے یعنی اگر تمہیں فضل اللہ یعنی کسی امام علیہ الصلوات والسلام کا حصول ہو جو فضل اللہ مجسم ہیں وہ حاصل ہوں یا رحمت اللہ یعنی سرور دو جہاں رحمت اللہ مجسم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم حاصل ہوں تو تمہیں خوشی منانا چاہیے...... اس حکم کے بعد خالق نے فرمایا ہے کہ اللہ جَلَّ جَلَالُهٗ کے ان پاک انوار ازلیہ وابدیہ علیہم الصلوات والسلام کی آمد کے دن کی خوشی تمہارے لئے ہر اس چیز سے زیادہ بہتر ہے جو تم اپنے لئے جمع کرتے ہو

دیکھئے انسان دنیا کیلئے مال و دولت جمع کرتا ہے خزائن جمع کرتا ہے اور آخرت کیلئے اعمال صالح، نیکیاں، اچھائیاں جمع کرتا ہے اور اللہ جَلَّ جَلَالُهٗ فرما رہا ہے کہ تم اپنے لئے جو کچھ بھی جمع کرتے ہو یہ خوشی منانا ان سب خزائن سے بہتر ہے اور جملہ اعمال خیر سے بڑی خیر ہے هو خير مما يجمعون یعنی اس سے بڑھ کر کوئی خیر ہے ہی نہیں

آپ خود سوچیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم سے بڑھ کر کوئی اللہ کا فضل ہوسکتا ہے؟

کیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم سے بڑھ کر کوئی اللہ کی رحمت ہوسکتی ہے؟

کیا زمانے کے شہنشاہ زمانے کے امام علیہ الصلوات والسلام سے بڑھ کر کوئی فضل ہوسکتا ہے؟

کیا اہل بیت اطہار سے بڑھ اللہ جل جلالہ کی کوئی رحمت ہوسکتی ہے؟

جب ان سے بڑھ کر نہ کوئی فضل ہے اور نہ کوئی رحمت ہے تو پھر ان کی خوشی نہ منائیں تو یہ کفران نعمت نہیں ہوگا؟

اسی لئے امیر کائنات علیہ الصلوات والسلام نے فرمایا تھا

☆ان الله جل جلالہ اطلع الی الارض فاختارنا و اختار لنا شیعة ینصروننا و یفرحون لفرحنا و یحزنون لحزننا ویبذلون اموالهم و انفسهم فینا اؤلیك منا و الینا......بحار الانوار جلد 10 ص 114

امام رضا ضامن الغربا علیہ الصلوات والسلام نے ریان بن شبیب سے طویل حدیث میں فرمایا تھا...... ☆قال یا بن شبیب ان سرك ان تکون معنا فی درجات العلیٰ من الجنان فاخزن لحزننا و افرح لفرحنا و علیك بولایتنا فلو ان رجلا تولیٰ حجراً لحشر الله معه یوم القیامة

(وسائل الشیعه 14 ص 66...... بحار الانوار 44 ص286)

اسی طرح امام صادق آل محمد علیہ الصلوات والسلام نے مسمع بن عبدالملک سے فرمایا تھا ایسے بہت سے احادیث ہیں اور ان سب فرامین کا خلاصہ یہ ہے کہ شیعہ کی پہچان یہی ہے کہ وہ ہمارے غم کے ساتھ غم منائے اور ہماری خوشی کے ساتھ خوشی منائے اور ہمارے لئے جان و مال تک کی قربانی دے جو مومن ایسا کرے گا موت کے وقت اس کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی وہ ہمارے آبائے طاہرین علیہم الصلوات والسلام کو اپنے

سرہانے پائے گا اور وہ اس وقت ملک الموت سے تاکید فرمائیں گے کہ یہ ہمارا چاہنے والا ہے اس کی روح کو اس طرح قبض کرنا کہ اسے کوئی تکلیف نہ ہو اور وہ مومن کل جنت میں ہمارے ساتھ ہمارے درجات عالیہ میں ہوگا اور ''وہ ہم سے ہے اور ہمارے لئے ہے'' کیونکہ اگر کوئی انسان کسی پتھر سے محبت کرتا ہوگا تو اللہ جل جلالہ اسے روز قیامت اسی پتھر کے ساتھ اٹھائے گا تو کیا جو ہم سے محبت کرنے والے ہیں کیا وہ ہمارے ساتھ نہیں ہوں گے؟

اہل سنت اور اہل تشیع سب کو اس خوشی کے منانے کا ایک منظر یاد دلانا چاہتا ہوں مکہ سے سرور کونین صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ہجرت فرمائی اور ذوالحلیفہ پہ قیام فرمایا اور وہاں سے جب روانہ ہوئے تو مدینہ والوں کو اطلاع دی گئی کی اللہ جل جلالہ کی کلی رحمت وفضل کی آج مدینہ شہر کی طرف آمد ہے پھر کیا تھا...... جاء النسا و الصبیان عورتیں اور بچے گھروں سے نکل کر شہر کے باہر پہنچ گئے کوئی کسی اونچی جگہ پہ کھڑا ہو کر انتظار کر رہا ہے، کئی لوگ کھجوروں پہ چڑھے ہوئے ہیں انتظار ہو رہا ہے، تاریخ اٹھا کے دیکھیں نہ کوئی عورت خالی ہاتھ آئی ہے نہ کوئی بچہ، کسی کے ہاتھ میں دف ہے، کسی کے ہاتھ میں طنبور ہے، کسی کے ہاتھ میں کھجور کی شاخیں ہیں، کسی کے ہاتھ میں ڈھولک ہے، مگر یہ سامان تو سب کو میسر ہو ہی نہیں سکتا اس لئے کثیر تعداد میں ایسی عورتیں تھیں کہ جن کے ہاتھوں میں برتن ہیں یعنی کسی کے ہاتھ میں تھال ہے کسی کے ہاتھ میں پیتل کی پلیٹ ہے، کسی کے ہاتھ میں گاگر ہے، کسی ہاتھ میں گھڑا ہے، جسے جو ملا ہے اٹھا یا لایا ہے، اچانک کھجور کے درخت پر سوار ایک شخص نے اپنی زبان کی مخصوص آواز نکالی ...... ہلو ہلو ہلولولولولولو ...... یہ آواز کیا تھی ایک الارم تھا کہ شہنشاہ معظم علیہ الصلوات والسلام کی ناقہ نمودار ہو چکی ہے بس پھر کیا تھا سارے

مدینے کی عورتوں اور بچوں نے جو ہاتھ میں تھا اسے بجانا شروع کر دیا اور قصیدہ گانا شروع کر دیا جس کے بول اہل سنت کی ہر کتاب میں موجود ہیں اور ہمارے بحارالانوار تک اکثر کتابوں میں موجود ہیں سارے لوگ تھال، طشت، گھاگریں، دفیں اور طنبور وغیرہ بجا بجا کر گا رہے ہیں

طلع البدر علینا......من ثنیات الوادع......مادعا لله داع...... وجب الشکر علینا

جب ناقہ پہنچی تو ساری عورتوں اور بچوں نے ناقہ کو گھیر لیا ایک حاسد منافق کھڑا تھا اس نے عورتوں کو ڈانٹا کہ یہ گانا بجانا اسلام میں جائز نہیں یہ بند کرو اور تم دور ہٹو اس پر شہنشاہ انبیاصلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے رخ انور پر جلال کی سرخی دوڑی گئی اور فرمایا او بدبخت یہ تو ہمارے آنے کا شکر کر رہے ہیں تو کیوں بگڑ رہا ہے چل تو دور چلا جا انہیں ہمارے آنے کی خوشی منانے دے پھر تو انہیں مکمل چھٹی مل گئی اور پورے شہر میں ناقہ کے ساتھ یہی نعتیہ قصیدہ گاتے ہوئے جناب ابوایوب انصاری کے مکان تک لائے

اب دیکھیں وہ عورتیں کیا کیا سامان لائیں؟ جو جو بجانے کا سامان ملا وہ لائیں اور جسے کچھ نہیں ملا وہ برتن بجا رہی تھیں اس سے ثابت ہوا کہ ان کی آمد کی خوشی پہ جو بھی ہاتھ لگے بجایا جا سکتا ہے

دوستو یہ بات بھی یاد رکھنا چاہیے کہ خالق نے فرمایا ہے جب تمہیں ہماری رحمت یا فضل میسر ہو تو اس میں خوشی مناؤ یہ ہر اس چیز سے بہتر ہے جو کچھ جمع کیا جا سکتا ہے یعنی یہ خوشی منانا دنیا اور آخرت کے خزانوں سے یعنی مال اور اعمال کے جملہ خزانوں سے بہتر ہے

آج ہمارے ہاں ان کے اس آخری لعل کا جشن ہے کہ جو پورے خاندان پاک علیہم

پورا گھر خوش ہے کیونکہ اللہ ﷻ کا مجسم فضل و رحمت دنیا پہ ظاہر ہوئے ہیں اس لئے ہمیں ان خوش نصیب عورتوں کی طرح جشن کے انداز میں پڑھنا چاہیے ...... الصلوات والسلام کی مسرتوں کا واحد ضامن ہے اور ان کی آمد پہ تو ایک دو افراد نہیں

طلع البدر علینا...... وجب الشکر علینا .....وجب الشکر علینا

ہم تو یہی دعا کرنے کیلئے پیدا ہوئے ہیں کہ رب ذوالجلال والاکرام ہمیں وہ روز سعید جلدی دکھائے کہ اس پاک گھر کی عظمتیں ظاہر ہوں، ان کے جاہ و جلال کا مظاہرہ سرعام ہو، اس گھر کے ہر پاک فرد کی شان خداوندی کا ظہور جلد ہو، ان کی جلالت اِلٰہیہ دیکھ کر عقولِ عالمین کمالِ عجز سے ان کے حضور سر بہ سجود ہو جائیں اور ان کی حکومت اِلٰہیہ ہمیشہ ہمیشہ کیلئے ظاہر و غالب ہو جائے

اور ان خوش نصیب لوگوں کی طرح کہ جن کو مدینہ منورہ میں عالمین کی رحمت کل شہنشاہ انبیا صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کے استقبال کا شرف حاصل ہوا تھا ہم بھی خوشی سے جھومتے ہوئے گاتے پھریں کہ

طلع البدر علینا...... وجب الشکر علینا .....وجب الشکر علینا

﴿آمین یا رب العالمین﴾

یا رب محمدؐو آل محمدؐ صل علٰی محمدؐ و آل محمدؐ و عجل فرجھم بقائمھمؑ

عجل اللہ فرجه الشریف و صلوات اللہ علیك

یا هو یا من هو لا هو الا هو الحی القیوم یا هو یا من لا یعلم ما هو الا هو الحی القیوم
العلی العظیم
یا مولا کریم عجل الله فرجك وصلوات الله علیك

عجل الله فرجه الشریف و صلوات الله علیه

الحمد لله رب ا لعالمین و صل علیٰ محمدؐ و آلہٖ اجمعین خصوصاً علی حجة الله فی العـالـمین عجل الله فرجه الشریف وآبائه المعصومین وامهاته الطاهرین الطیبین صلوات الله علیهم اجمعین و لعنة الله علیٰ اعدائهم من یوم الازل الی یوم الدین

اے طالبان مملکت اِلٰهیه!

آج ہمارے پیش بیان شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَهُ الشَّرِیْف کا جو اسم مبارک ہے وہ ہے

جناب دولۃ الکریمہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَهُ الشَّرِیْف

اس کے لفظی معنی ہیں عزت مآب حکومت یعنی ہمارے شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَهُ الشَّرِیْف رب ذوالجلال والاکرام کی عزت مآب اور پروقار حکومت ہیں

دوستو! - اس سے قبل کہ میں کاروان بیان آگے کو چلاؤں پہلے ان دو لفظوں کے بارے میں کچھ نہ کچھ بتانا ضروری سمجھتا ہوں

دولۃ کی تعریف یہ ہے......اَلدَّوْلَةُ اِسْمُ الشَّیءِ الَّذِیْ یُتَدَاوَلُ بِعَیْنِہٖ

ہر اس چیز کو دولت کہتے ہیں جو بدل بدل کر آئے یا ملے یا وہ چیز جو کسی ایک ہاتھ میں مسلسل نہ رہے، اسی لئے مال وخزائن کو دولت کہا جاتا ہے......حکومت و اقتدار کو بھی دولت کہا جاتا ہے......غلبہ اور فتح کو بھی دولت کہا جاتا ہے

دوستو!۔ آپ نے دیکھا کہ دولت ہر اس چیز کو کہا جاتا ہے کہ جو ہمیشہ گردش میں رہے جو مسلسل کسی ایک کی ہو کر نہ رہے بلکہ کبھی اس سے کوئی فائدہ اٹھا رہا ہو تو کبھی دوسرا اس سے فیضیاب ہو رہا ہو...... اور آپ نے یہ بھی تو سن ہی لیا ہے کہ اللہ جلّ جلالہ کی عزت مآب دولت ہیں شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف انہیں بھی اگر دولت کہا گیا ہے تو ان میں بھی یہی صفت موجود ہونا چاہیے کہ کبھی ان سے آسمان والے فائدہ اٹھا رہے ہوں تو پھر زمین والے، پھر عرش والے، پھر فرش والے، کبھی آدم علیہ السلام فائدہ اٹھا رہے ہوں تو کبھی نوح علیہ السلام فیضیاب ہو رہے ہوں، کبھی ابراہیم علیہ السلام استفادہ کر رہے ہوں تو کبھی جناب موسیٰ علیہ السلام استفاضہ کر رہے ہوں، کبھی ازل والے مقدر سدھار رہے ہوں تو کبھی ابد والے قسمت چمکا رہے ہوں، غرض جس سے طلوع ازل سے لے کر غروب ابد تک سارے موجودات فیضیاب نہ ہوں وہ اللہ جلّ جلالہ کی دولت ہے ہی نہیں

گردش کا یہ عالم ہے کہ جب ایک کی نصرت کیلئے بنفسہ تشریف لاتے تو اسے یہ آگاہ فرماتے کہ عین اسی وقت ہمیں ایک ہزار آدمی پکار رہا ہے اور ہم ان کے مدد فرما رہے ہیں، یہی تو دولت کی گردش ہے کہ ایک مقام پر رہ کر ہر مقام پر گردش میں رہنا

دوستو!۔ عام طور پر عربی زبان میں جب بھی دولۃ کا لفظ استعمال ہوتا ہے اس سے مراد عموماً حکومت ہی ہوتا ہے کیونکہ حکومت کسی کی دوست یا متر نہیں ہوتی اس لئے اسے بھی دولۃ کہا جاتا ہے اگر ہم اس حوالے سے اسم مبارک کے معنی معلوم کریں تو ہمیں دوسرے لفظ کی ترکیب کی طرف جانا پڑے گا جیسا کہ دوسرا لفظ ہے ''کریمہ'' جو کریم کی تانیث ہے جس کے معنی ہیں عزت دار، عزت مآب، محترم، قابلِ تعظیم، پروقار، خاندانی، شریف

اب ان سے ترکیب پانے کے بعد معنی ہوئے

عزت دار بادشاہی ...... عزت مآب بادشاہی ...... محترم بادشاہی ...... قابل تعظیم بادشاہی ...... پروقار بادشاہی ...... خاندانی بادشاہی ...... شریف بادشاہی ...... یہ کون ہے؟ ہمارے شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰهُ فَرَجَهُ الشَّرِيف ہیں

دوستو! - اب یہاں یہ بھی عرض کردوں کہ شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰهُ فَرَجَهُ الشَّرِيف کی ذات اللہ جَلّ جَلالُہٗ کی ایک عزت مآب سلطنت وحکومت ہیں مگر اللہ جَلّ جَلالُہٗ کی حکومت وسلطنت کی دو صورتیں ہیں ایک اس کی باطنی حیثیت ہے اور دوسری اس کی ظاہری حیثیت ہے بہ الفاظ دیگر اللہ جَلّ جَلالُہٗ کی ایک ظاہری حکومت ہے اور دوسری اس کی باطنی حکومت ہے

باطنی حکومت

دوستو! - اب یہاں مناسب ہوگا کہ اللہ جَلّ جَلالُہٗ کی باطنی حکومت کے بارے میں عرض کروں کہ وہ کیسے اور کیا ہوتی ہے؟

یہ بات توکئی مرتبہ آپ سے کہی جا چکی ہے کہ اس کائنات پر ایک ان ویژن ایبل رولنگ کنگڈم (Unvisionable ruling Kingdom) ہے جس پر ایک با اختیار حکمران ہمیشہ رول (Rule) کرتا ہے جس کے ہاتھ میں ساری کائنات کا نظام ہوتا ہے اور اس برسر اقتدار حکومت کی ایک پوری مشینری ہوتی ہے اس میں درجہ چہارم کے ملازمین سے لے کر اے سی، ڈی سی، کمشنر، وزرا، حکام بالا، سیکریٹری تک ہر وہ عہدہ موجود ہوتا ہے جو کسی بھی حکومت کیلئے ضروری ہوتا ہے اور یہ ظاہری طور پر چلنے والی حکومتیں بھی ان کے تصرف میں چلتی ہیں، یہ علیحدہ بات ہے کہ وہ ظالمین کو حکم اِلٰہی کے ماتحت مہلت دے رہے ہوں مگر ان کے اختیارت سے باہر کچھ بھی نہیں

ہوتا بلکہ وہ باطنی حکومت جب بھی چاہتی ہے اس دنیا کے بادشاہوں، حکام، صدور، وزرائے اعظم وغیرہ کو برطرف کر کے اسمبلیاں توڑ کر سارا سیٹ اپ بدل دیتی ہے، چاہے تو روس جیسی آہنی حکومت کے پرخچے اڑا دیتی ہے، یہ اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کی باطنی حکومت ہوتی ہے

دوستو! - آپ کو یہ تو بتایا ہی نہیں کہ حکومت کو حکومت کیوں کہتے ہیں؟

بات یہ ہے کہ حکومت کے بارے میں ماہرین لسانیات فرماتے ہیں کہ

☆اَصْلُهٗ مَنَعَ مَنْعاً لِاِصْلاحٍ و منه سُمِّيَتِ اللَّجَامِ......

حکم وحکومت کی اصل جو ہے وہ اصلاح کیلئے روکنے والی لگام کی ہے، اسی لئے عام طور پر کہا جاتا ہے حَکَمتُ الدَّآبَةِ یعنی میں نے جانور کو لگام ڈالی ...... حاکم اپنی رعایا کی لگام ہوتا ہے، حاکم یا بادشاہ کا کام یہی ہوتا ہے کہ وہ ملک کی رعایا کو بے لگام نہ چلنے دے بلکہ ملک کے عوام کو ایک دوسرے کے نقصان سے روکے

اب اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کا جو راج ہے یا حکومت ہے وہ ازل سے ہے اور ابد تک رہنا ہے مگر وہ حکومت کون ہیں؟ ...... ہمارے شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰهُ فَرَجَهُ الشَّرِيْف

اب یہاں کون کہہ سکتا ہے کہ اللہ تھا مگر اس کی حکومت نہ تھی، اس کا حکم نہ چلتا تھا، یہ علیحدہ بات ہے کہ اس وقت اس کا محکوم کوئی نہ تھا مگر کسی محکوم کا نہ ہونا حاکم کی حکومت میں مانع نہیں ہوتا کیونکہ یہ بھی تو ہوسکتا ہے کہ حاکم خود ہی اپنا محکوم ہو؟

اب کچھ لوگ سوچنے لگے ہیں کہ حاکم اپنا محکوم کیسے ہوسکتا ہے؟ وہ یا حاکم ہوگا یا محکوم ہوگا بیک وقت وہ حاکم ومحکوم کیسے ہوسکتا ہے؟

دوستو! - ایک مثال دیتا ہوں ایک بادشاہ جو پورے ملک پر جابر حاکم کی حیثیت رکھتا ہے وہ اپنے محل میں اوپر والی منزل پر بیٹھا ہے یہاں اس کا کوئی غلام نہیں وہ

بالکل تنہا ہے باہر بارش ہورہی ہے اور اس نے اپنے غلاموں اور کنیزوں کو اجازت دے رکھی ہے کہ یہ گرمیوں کی بارش ہے تم اس میں خوب نہاؤ مزے کرو اور اس کے غلام اور کنیزیں نیچے محل میں خوب دھما چوکڑی مچا رہے ہیں یہ اوپر سے دیکھتا ہے تو اس کا دل چاہتا ہے کہ وہ بھی اپنے غلاموں اور کنیزوں کے ساتھ اس انجائے منٹ (Enjoyment) میں شامل ہو جائے مگر اس کی شہنشاہیت کا حکم ہے کہ تو حاکم ہے ان لونڈیوں کے ساتھ کھیلنا تیرے شایان شان نہیں ......

دوستو! - آپ دیکھیں یہ بادشاہ خود ہی اپنا حاکم ہے اور خود ہی اپنا محکوم ہے اس کے اندر کا انسان اسے انسانوں کے ساتھ ہنسنے کھیلنے کی دعوت دیتا ہے اور اندر ہی کا حاکم اسے جانے سے روک دیتا ہے یہ خود ہی اپنا حاکم اور خود اپنا محکوم ہے

اب ہم اللہ جل جلالہ کو حقیقی بادشاہ مان لیتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ جب فقط وہ ہی تھا تو اس وقت بس وہ ہی تھا کوئی اور تھا نہیں ، پھر اس نے تکوین وتخلیق کا سلسلہ شروع کیا ، یہ بھی پتہ نہیں کتنے لاکھوں کروڑوں اربوں سال تک وہ تنہا ہی رہا ، گو آج بھی وہ اسی طرح اکیلا ہے مگر میں ظاہری طور پر کہہ رہا ہوں کہ وہ پتہ نہیں کتنا عرصہ اکیلا رہا پھر اس نے مخلوق کو بنایا ...... اب میں یہ سوچتا ہوں کہ وہ جتنا عرصہ اکیلا رہا اور اس نے اپنی تخلیق وتکوین کا کام شروع نہیں فرمایا تو اس عرصے میں اسے کسی نہ کسی حکمت نے تو مخلوق کی تکوین وتخلیق سے روکے رکھا ہوگا ؟ یعنی اس کا ارادہ تھا یا اس کی مشیت تھی جو اس کی ذات کو روکے ہوئے تھی کہ ابھی مخلوق کی تخلیق کا سلسلہ شروع نہ کرو ...... یعنی جو روکنے والا تھا وہ حاکم اور جو رکا ہوا تھا وہ محکوم ...... مگر وہاں کوئی غیر بھی نہیں تھا ...... اب دوستو! - آپ دیکھیں وہ بااختیار بادشاہ اپنا خود ہی حاکم بھی ہے اور خود ہی محکوم بھی ہے اور یہ بات تو آپ کو یاد ہی ہے کہ جب حاکم ومحکوم

مل جائیں تو حکومت تو بن ہی جاتی ہے اور اللہ جل جلالہ کی اس حکومت کا نام ہے شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰهُ فَرَجَهُ الشَّرِيْف

دوستو! ......اب ہم اپنی منزل کی طرف سفر کرنا شروع کر چکے ہیں اور ہم یہ بتا چکے ہیں کہ رب ذوالجلال والاکرام جل جلالہ کی عزت مآب حکومت ہیں ہمارے شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰهُ فَرَجَهُ الشَّرِيْف ...... دوستو! ۔کبھی آپ نے سوچا ہے کہ کائنات کی کوئی ایسی جگہ موجود ہو جہاں رب ذوالجلال والاکرام جل جلالہ کی حکومت نہ ہو؟

یہ تو بچہ بچہ کہتا ہے ایک ذرے سے خورشید تک ، ہر قریب سے بعید تک ہر دید سے شنید تک ہر خفیف سے شدید تک اسی ہی کی حکومت ہمیشہ جاری ہے

دوزخ ہے یا جنت ہے، عرش ہے یا کرسی ہے، لوح ہے یا قلم ہے، فرشتے ہیں یا بشریت ہے، روح ہے یا بدن ہے، انسان ہیں یا حیوان ہیں، ایٹم ہے یا کائنات ہے ،کوئی چیز ایسی نہیں جس پر اس کی حکومت جاری وساری نہ ہو......اب اس مقام پر مجھے ان لوگوں سے دریافت کرنے کا حق پہنچتا ہے کہ جو کہتے ہیں شہنشاہ زمانہ ایک ہی وقت میں متعدد مقامات پر کیسے موجود رہ سکتے ہیں؟ اب وہ فرمائیں کہ رب ذوالجلال والاکرام جل جلالہ کی حکومت سے کوئی جگہ خالی دکھاؤ یا پھر مانو کہ شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰهُ فَرَجَهُ الشَّرِيْف سے اللہ جل جلالہ کی طرح کوئی جگہ خالی ہو ہی نہیں سکتی ہے

دوستو! ۔ یہی تو لامحدود کی مجبوری ہوتی ہے کہ وہ کوئی جگہ خالی چھوڑ نہیں سکتا بہ الفاظ واضح عرض کر دوں کہ یہی تو اللہ جل جلالہ کی مجبوری ہے اس قادر مطلق کی مجبوری ہے کہ اسے ہر جگہ رہنا پڑتا ہے، وہ اگر کسی جگہ کو خالی چھوڑنا بھی چاہے تو خالی چھوڑ نہیں سکتا یہ اس کی ایسی مجبوری ہے کہ اگر اس مجبوری سے نکل جائے تو پھر اللہ اللہ نہیں رہے گا یا یوں سمجھیں کہ اگر ایک لمحے کے اربویں کھربویں دورانیے تک کیلئے

کائنات کے صرف ایک ایٹم یا ایٹم کے اندر موجود نیوٹران تک یا کسی ایک جین سے بھی اگر اس کی عزت مآب حکومت خالی ہو جائے تو رب ذوالجلال والاکرام ﷻ کی الوہیت ہی باقی نہ رہے، اگر کسی ایک معمولی سے معمولی جگہ کو چھوڑنے پر اللہ قادر ہو جائے تو پھر وہ خود قادر ہی نہ رہے

اور جو شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف سے ملکوں کے ملک خالی سمجھتا ہے تو پھر توحید کیسے باقی ہے؟ جبکہ یہ اللہ ﷻ کی عزت مآب حکومت ہیں

دوستو! - آپ نے حکومتیں دیکھیں ہیں اور حکومتوں کے کام بھی جانتے ہیں اور حکومت کی ذمہ داریاں بھی جانتے ہیں اگر جانتے ہوں تو کسی بھی ملک کے آئین و قوانین کے مسودات کو اٹھا کر دیکھیں اس میں یہی لکھا ہوا پائیں گے کہ

( ) حکومت عوام کی چادر اور چار دیواری کے تحفظ کی ضامن ہوگی

( ) حکومت عوام کے روٹی، کپڑا اور مکان کی ضامن ہوگی

( ) حکومت عوام کے معاشی، جسمانی، معاشرتی، اقتصادی، عمرانی، تعلیمی مسائل کی ذمہ دار ہوتی ہے ...... اور بہت سی چیزیں آپ دیکھیں گے مگر میں یہاں تفصیل سے کچھ عرض نہیں کر سکوں گا بلکہ انہی باتوں کو کافی سمجھتے ہوئے انہی پہ بات کروں گا

دیکھئے دوستو! - حکومت ہر شریف شہری کی چادر اور چار دیواری کی حفاظت کی ذمہ دار ہے جب بھی کسی کو خطرہ محسوس ہو تو اس پر لازم ہے کہ وہ حکومت کو مدد کیلئے فوراً بلائیں ...... یہی ساری دنیا کا قانون ہے

اب دوستو! - جو ہماری ایک ناقص سی حکومت ہے وہ ہمارے معاملات کی ذمہ دار ہے اور جو حکومت اِلٰہیہ ہے کیا وہ ہماری چادر اور چار دیواری کی حفاظت کی ذمہ دار نہیں ہے اور اگر ہم پر کوئی مشکل وقت آتا ہے تو حکومت کو مدد کیلئے بلا سکتے ہیں تو

حکومت اِلٰہیہ اللہ کی عزت مآب حکومت سے مدد کی اپیل کردیں تو شرک ہے؟

( ) دوستو! -کسی ملک میں فلڈ (Flood) آتے ہیں یا ڈراوٹ اینڈ فیمن (Drought & Famine) کی وجہ سے قحط سالی یا فصلوں کی تباہی کی صورت میں خوراک وغذا کے مسائل پیدا ہوجائیں تو اس ملک میں ان مسائل کو حل کرنا کس کا کام ہوتا ہے؟

پوچھ ساری دنیا سے یہ کام حکومت کا ہوتا ہے ...... اب یہ بھی دیکھیں کہ جب ہمارے لئے کوئی معاشی مسئلہ کھڑا ہوتا ہے اور ہم رب ذوالجلال والاکرام ﷻ کی عزت مآب حکومت سے اصلاح کی اپیل کرتے ہیں اوران سے رزق طلب کرتے ہیں تو کیا یہ جرم ہے، یہ شرک ہے؟ کیا کسی نے اپنی حکومت سے روٹی، کپڑا لینے کو بھی شرک کہا ہے؟ ...... ارے بھائی یہ جو لوگ ہمیں یہ کہہ رہے ہیں کہ اللہ ﷻ کی عزت مآب حکومت سے کچھ نہ مانگو یہ خود یہودی حکومتوں سے مانگ مانگ کر کھا رہے ہیں اور یہی تو اسلام دشمن حکومتیں چاہتی ہیں کہ اللہ ﷻ کی عزت مآب حکومت سے کوئی کچھ طلب نہ کرے اور سب ہمارے ہاتھوں کی طرف دیکھیں اور ہمارے ٹکڑوں پر پلنا فخر سمجھیں

کسی بھی ملک میں بیماریاں یا وبائیں عام ہوں تو ان کا ذمہ دار حکومت کو ٹھہرایا جاتا ہے، جو فعال حکومتیں ہوتی ہیں وہ تو گلی محلوں تک ہسپتال بنادیتی ہیں، کسی وبا کے پھوٹتے ہی ملکی وغیر ملکی ریسکیو (Rescue) ٹیموں کو پورے ملک میں پھیلا کر وباؤں کو مزید پھیلنے اور پھر پورے ملک سے نکالنے کی پوری کوشش کرتی ہیں، اور جہاں جہاں یہ ٹیمیں نہ پہنچ سکیں وہاں کے لوگ حکومت کی توجہ اپنی طرف مبذول کرواتے ہیں اور حکومت سے مدد کی اپیل کرتے ہیں ...... دوستو! - ذرا انصاف کریں اگر کوئی شریف شہری اپنے ملک کی حکومت سے بیماری دور کرنے کی اپیل کرے تو

اسے کوئی مجرم نہیں کہتا اور جو رب ذوالجلال والاکرام ﷻ کی عزت مآب حکومت سے بیماری رفع کرنے کی اپیل کرے وہ مجرم ہے وہ مشرک ہے یہ کیسا دین ہے؟

اب آپ دیکھتے جائیں کہ کسی کے گھر کو آگ لگی ہے تو وہ حکومت سے فائر برگیڈ منگوانے کوشش کرتا ہے کسی کا کوئی آدمی پھانسی کا حکم سنتا ہے تو وہ حکومت کے سامنے رحم کی اپیل کرتا ہے

دوستو! ۔ اگر کسی کے گھر کو آگ لگتی ہے یا کسی کا کوئی دوست رشتہ دار موت کی کشمکش میں مبتلا ہو اور وہ دکھی آدمی رب ذوالجلال والاکرام ﷻ کی عزت مآب حکومت کے سامنے رحم کی اپیل کرے تو کہنے والے کہتے ہیں کہ وہ مشرک ہے آپ خود فیصلہ کریں کیا یہی دین ہے کہ کوئی اللہ ﷻ کی حکومت سے مدد بھی نہ مانگے

یہ بھی آپ نے دیکھا ہوگا کہ کسی آدمی کو اسی کے ملک کا قانون اس کے کسی جرم کی سزا پھانسی سناتا ہے، ساری عدالتوں میں اس کی سزا بحال رہتی ہے، اس کے باوجود سب سے آخر میں وہ حکومت سے رحم کی اپیل کر سکتا ہے، حالانکہ اسے اس کے ملک کا قانون اس کے جرم کی سزا سنا چکا ہوتا ہے پھر بھی حکومت با اختیار ہوتی ہے چاہے مجرم کو بخش دے یا پھانسی بحال رکھے، یہاں فصیلہ عدل پہ نہیں ہوتا کیونکہ عدالتیں تو ساری گزر چکی ہیں اب تو رحم کی اپیل ہی باقی ہے اس لئے یہ جو بھی ہوگا وہ عدل نہیں رحم ہوگا

اب دیکھیں آخرت کی ساری عدالتیں ایک مجرم کو سزائے موت یعنی سزائے جہنم سنا دیتی ہیں، ملک اِلٰہی کا قانون اسے مجرم قرار دے کر سزائے جہنم سنا دیتا ہے، مگر اس مجرم کیلئے ایک اپیل کی گنجائش ابھی باقی ہے یعنی حکومت اِلٰہیہ کی بارگاہ میں رحم

کی اپیل یہ کرسکتا ہے، اب حکومت اِلٰہیہ نے عدل کو بالائے طاق رکھ کر اپیل پہ غور کرنا ہے...... اب بلاؤ سارے قانون دانوں کو وہ اس حکومت کو عدل کرنے پر مجبور کریں؟ جب عام حکومت بھی رحم کی اپیل کے وقت عدل کرنے پر مجبور نہیں ہوتی بااختیار ہوتی ہے تو اللہ ﷻ کی عزت مآب حکومت کسی واقعی مجرم کو باعزت بری نہیں کرسکتی؟

امام زین العابدین علیہ الصلوات والسلام کی جو نعت ہے جس میں انہوں نے اپنی جدا طہر صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کو مخاطب کر کے اشعار انشا فرمائے اس میں فرماتے ہیں

ارحم علیٰ عصیاننا......انت شفیع المذنبین

اس میں رحم کی اپیل اپنے سفارشی یا وکیل کو دی جا رہی ہے کہ ہمارے گناہوں پر آپ رحم کی اپیل فرما دیں کیونکہ آپ گناہگاروں کے سفارشی و شفاعت فرمانے والے ہیں ......مگر اپیل کو سنے گی تو اللہ ﷻ کی عزت مآب حکومت اور فیصلہ سنائے گی تو حکومت اِلٰہیہ

دوستو! - آپ کے سامنے حکومت ہے اور سارے ملک کے مسائل ہیں آپ خود دیکھتے جائیں کہ کس کس معاملے میں ملک کے عوام حکومت کی طرف رجوع کرتے ہیں اس اس چیز کے بارے میں شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف کی طرف رجوع کرنا ہمارے لئے ثابت ہوتا جائے گا کیونکہ جو چیز ہم کسی عام آدمی سے مانگ سکتے ہیں اسے شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف سے مانگنا جرم یا شرک نہیں ہے اسی لئے آپ سوچتے اور دیکھتے جائیں ......

دیکھئے کسی کا کوئی قتل ہوتا ہے کیس حکومت کے سامنے

کسی کی بیماری لاعلاج ہو جاتی ہے تو غیر ممالک میں علاج کیلئے بھیجنے کیلئے حکومت سے

اپیل کی جاتی ہے

کسی کی فصل فطری آفات کی نذر ہو جاتی ہے تو حکومت سے مدد مانگی جاتی ہے

کسی جگہ فلڈ آتے ہیں اور ڈوبنے کا خطرہ درپیش ہو تو حکومت سے مدد مانگی جاتی ہے

کسی کو دشمن سے خطرہ ہوتا ہے تو وہ حکومت کو اپیل کرتا ہے اور اس سے تحفظ چاہتا ہے اور اس دور میں تو اللہ کے سوا کسی سے مدد مانگنے پر کفر و شرک کے فتوے لگانے والے لوگ بھی اپنی جان کی حفاظت کیلئے حکومت پاکستان سے دو دو چار چار سپاہی بطور مدد لئے پھرتے ہیں اور اللہ کی مدد پر انہیں بھروسہ رہا ہی نہیں

یہاں میں آپ کو ایک دلچسپ بات سناؤں کہ جناب ناصر علی رضوی صاحب جو پیپلز پارٹی کے دور میں وزیر بھی رہے تھے پھر ضیاالحق دور میں وہ برطانیہ سکیپ کر گئے تھے وہ اس زمانہ کا واقعہ سناتے تھے کہ وہاں انہیں شکار کھیلنے کا شوق ہوا اور سوچا کہ یہاں بندوق کا لائسنس لے لیں اور اس کے بعد شکار کھیلیں گے انہوں نے وہاں کے شیفر [تھانہ انچارج] کو درخواست بھیجی کہ ہمیں بندوق کا لائسنس چاہیے ......

اس نے وہاں سے ٹیلی فون کیا کہ آپ بندوق کس مقصد کیلئے لینا چاہتے ہیں؟

ہم نے تو پاکستان والا روایتی فقرہ کہہ دیا کہ میں بندوق حفاظت جان کیلئے رکھنا چاہتا ہوں ...... اب وہ شیفر چوکنا ہو گا اور اس نے کہا جی یہاں آپ کو کس سے خطرہ ہے؟ ...... ایک فقرہ منہ سے نکل تو گیا بس میں پھنس گیا ...... میں نے کہا جی ہمارے پاکستان کے سیاسی دشمن یہاں بھی ہیں ان سے جان کی حفاظت کیلئے بندوق لینا چاہتا ہوں ...... تھانیدار نے کہا جی آپ میرا انتظار کریں میں وہاں آ رہا ہوں ...... اب اس نے میری انکوائری شروع کر دی کہ آپ کو کس سے خطرہ ہے؟ آپ کی جان کی

حفاظت ہماری ذمہ داری ہے، کیونکہ ہر شہری کی جان کی حفاظت حکومت کی اولین ذمہ داری ہے، اپنی جان کی حفاظت آپ کی ذمہ داری نہیں، آپ کو ہم بندوق نہیں دیں گے بلکہ ہم خود آپ کی حفاظت کریں گے...... اب میں نے سوچا کہ بندوق کو مارو گولی کسی طرح اس تھانیدار سے جان چھڑائی جائے سو میں نے کہہ دیا کہ جیسی آپ کی مرضی، آپ مجھے بندوق نہ دیں لائسنس کی مجھے ضرورت نہیں چلو ہم کچھ نہیں لیتے...... وہ یہ سن کر چلا گیا اگلے دن میں بالکونی پر بیٹھے اخبار پڑھ رہا تھا میں نے دیکھا کہ نیچے سڑک پہ ایک سپاہی گن لے کر گشت کر رہا ہے جب تک میں بالکونی پر بیٹھا رہا وہ وہاں گشت کرتا جب میں واپس کمرے میں آ گیا تو وہ اپنے چوک پر چلا گیا اسی طرح کئی دن میں نے دیکھا میرے گھر کی مسلسل نگرانی ہو رہی ہے، آخر میں نے تنگ آ کر انہیں ٹیلی فون پر بتایا کہ جن لوگوں سے مجھے خطرہ تھا وہ اب پاکستان واپس چلے گئے ہیں اس لئے اب مجھے سیکورٹی کی کوئی ضرورت نہیں میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں، یہ کہہ کر میں نے پولیس سے جان چھڑائی

دوستو! - اب آپ دیکھیں کہ ایک ذمہ دار حکومت اپنے شریف شہریوں کا کس قدر خیال رکھتی ہے...... اگر ہم یہ کہہ دیں کہ اس کائنات کی نگران صرف اور صرف رب ذوالجلال والاکرام جَلَّ جَلَالُهُ کی عزت مآب حکومت عَجَّلَ اللّٰهُ فَرَجَهُ الشَّرِيْف ہے تو ہم پر کفر و شرک کے فتوے کیوں دیئے جاتے ہیں؟

۞ ...... عام حکومت سڑکیں بناتی ہے حکومت اِلٰہیہ صراط مستقیم بناتی بھی ہے اور دکھاتی بھی ہے

۞ ...... عام حکومت انسان کے مال کی حفاظت کرتی ہے حکومت اِلٰہیہ اعمال کی حفاظت کرتی ہے

۞ ...... عام حکومت جان کی حفاظت کرتی ہے حکومت اِلٰہیہ دین وایمان کی حفاظت کرتی ہے

۞ ...... عام حکومت جسمانی صحت کیلئے کام کرتی ہے حکومت اِلٰہیہ روحانی صحت کیلئے کام کرتی ہے

۞ ...... عام حکومت وسائل زراعت وخوراک مہیا کرتی ہے اور حکومت اِلٰہیہ کلی رزق عطا فرماتی ہے

۞ ...... ہر حکومت اپنے قوانین کو وائلنس (Villainous) کرنے والے کو سزا دیتی ہے اسی طرح حکومت اِلٰہیہ بھی اپنے قوانین کو توڑنے والوں کو سزا دیتی ہے

۞ ...... عام حکومت ہائی جیکنگ کو روکتی ہے اور اگر کوئی دشمن یا تخریبی قوت کسی مخلص شہری کو ہائی جیک کر لیتی ہے تو وہ ہر صورت میں اسے واپس لانے کی کوشش کرتی ہے ...... اسی حکومت اِلٰہیہ بھی ہر اس مخلص کو بچانے کی ذمہ دار ہے جسے کوئی ابلیسی قوت یا نفسانی قوت لے اڑتی ہے

۞ ...... عام حکومت اپنے مخلصین کو کڈنیپنگ سے بچاتی ہے اسی طرح حکومت اِلٰہیہ اغوائے فکری ونظری سے بچاتی ہے معصیتوں سے بچاتی ہے

۞ ...... اب یہ تو آپ جان چکے ہیں کہ اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کی حکومت لازوال ہمارے شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف ہی ہیں اس لئے جو کچھ اس کائنات کی ضروریات ہیں انہیں پورا کرنا انہی کے ذمہ ہے، اس کائنات کو جہاں بھی کوئی مشکل درپیش ہو اس میں اگر مدد طلب کرنا ہے تو وہ شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف ہی سے کرنا ہے

جیسا کہ جناب ابوالوفا شیرازی سے فرمایا گیا تھا کہ معمولی معمولی کاموں کیلئے شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف کو زحمت نہ دیں بلکہ جہاں جب کسی کی گردن پر ظالم کی تلوار رکھی

جا چکی ہو اور بچنے کی کوئی امید نہ ہو تو عین اسی وقت شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف کو استغاثہ کر کے آزمائیں اگر ظالم کے ہاتھ کی حرکت سے بھی پہلے مدد کو نہ پہنچیں تو حکومت اِلٰہیہ نام ہی نہیں

۞ ...... آپ دیکھیں دنیا کی ہر وہ حکومت کامیاب حکومت مانی جاتی ہے کہ جو زیادہ سے زیادہ عوام سے باخبر ہو اس کیلئے ساری حکومتیں اپنی خفیہ ایجنسیاں تیار کر کے انہیں اس کام پر لگاتی ہیں کیونکہ جو حکومت زیادہ سے زیادہ باخبر ہوتی ہے وہ اتنی زیادہ کامیاب حکومت مانی جاتی ہے

اب یہ بھی دیکھیں کہ جو اللہ جل جلالہ کی حکومت ہو وہ اپنے کسی فرد سے کیسے بے خبر ہوسکتی ہے؟ کہاں کیا ہو رہا ہے یا کیا ہونے والا ہے اگر حکومت اس امر سے بے خبر رہتی ہے تو وہ تو ایک ناکام حکومت ہی مانی جائے گی

۞ ...... ہر حکومت نے اپنے اپنے ملک کا ایک محکمہ موسمیات بنایا ہوا ہوتا ہے جو اس ملک کی عوام کو یا حکومت کے عمال کو بارش، طوفان، آندھی، (Hurricane) ہری کین، سٹارم (Storm) ٹارنیڈو (Tornado) ایولانچ (Avalanche) خشک موسم، ہواؤں کی مختلف لیئرز (Layers) پر رفتار، قبل از وقت ژالہ باری، برفباری، گرم آندھیوں وغیرہ سے آگاہ کرتا ہے، جو ملک جتنا زیادہ ترقی یافتہ ہوتا ہے اس کا یہ نظام اتنا ہی قوی ہوتا ہے

اب حکومت اِلٰہیہ اللہ کی عزت مآب حکومت کو اگر یہ بھی معلوم نہیں ہوسکتا کہ ایک گھنٹے بعد بارش ہو جائے گی تو پھر تو یہ حکومت نعوذ باللہ پاکستان سے بھی گئی گزری حکومت ہے کیونکہ یہ بھی کم از کم چوبیس گھنٹے اور زیادہ سے زیادہ تین دن پہلے بتا دیتے ہیں کہ بارش کب اور کس ڈویژن میں ہلکی یا موسلا دھار ہوگی یا برف باری ہوگی

دوستو!- جب یہ کائنات اپنے انجام کو پہنچے گی تو اس وقت رب ذوالجلال و الاکرام جل جلالہ فنائے عالمین کے بعد آواز دے گا کہ لمن الملك اليوم ......آج کس کی حکومت ہے؟ تو اس وقت خود اس کی ازلی وابدی عزت مآب حکومت کی طرف سے جواب ملے گا ......لله واحد القهار ......آج اللہ واحد وقہار کی حکومت ہے یعنی شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰهُ فَرَجَهُ الشَّرِيف ہی کی حکومت ہے خاندان پاکؑ کی حکومت ہے ...... تیری اپنی حکومت ہے

دعا کریں کہ حکومت الٰہیہ کا ظہور مسعود جلد از جلد ہو

آمین یارب العالمین

یا رب محمدؐو آل محمدؐ صل علٰی محمدؐ و آل محمدؐ و عجل فرجهم بقائمهمؑ
عجل الله فرجه الشريف و صلوات الله عليك

یا ھو یا من ھو لا ھو الا ھو الحی القیوم یا ھو یا من لا یعلم ماھو الا ھو الحی القیوم
العلی العظیم
یا مولا کریم عجل اللہ فرجک وصلوات اللہ علیک

عجل الله فرجه الشريف و صلوات الله عليه

الحمد لله رب العالمين و صل علیٰ محمدؐ و آلهٖ اجمعين خصوصاً على حجة الله فى العالمين عجل الله فرجه الشريف وآبائه المعصومين وامهاته الطاهرين الطيبين صلوات الله عليهم اجمعين و لعنة الله علیٰ اعدائهم من يوم الازل الى يوم الدين

اے طالبان سلطنت رحمٰن

کل سے ہم شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰهُ فَرَجَهُ الشَّرِيْف کے ایک اسم مبارک پہ روشنی ڈال رہے ہیں اور وہ اسم الحسنٰی ہے ...... دولۃ الکریمہ عَجَلَ اللّٰهُ فَرَجَهُ الشَّرِيْف

دوستو! ۔کل ہم نے عرض کیا تھا کہ اللہ جل جلالہ کی حکومت وسلطنت دوطرح کی ہوتی ہے ایک باطنی حکومت ہوتی ہے اور ایک وہ حکومت ہے جو ظاہری ہوتی ہے جو باطنی حکومت ہوتی ہے وہ کبھی معطل نہیں ہوتی کیونکہ وہ ازلی وابدی حکومت ہوتی ہے اور جو ظاہری حکومت ہے وہ ابھی ظاہر ہونا باقی ہے

دوستو! ۔آپ کا مشاہدہ ہے کہ آئے دن حکومتیں بدلتی ہیں آج کوئی حاکم ہوتا ہے تو دوسرے دن کوئی دوسرا ہوتا ہے اور ہر آنے والا حاکم بڑے بڑے پروگرام لے کرآتا ہے اور قوم اور ملک کی اصلاح وخیر وفلاح و بہبود کے انقلابی پروگرام اور منصوبے اس کے پاس ہوتے ہیں مگر کوئی منصوبہ کامیاب نہیں ہوتا اور کچھ عرصہ بعد

ہرحکومت ناکام ہو جاتی ہے اس کے بعد کوئی دوسرا حاکم اس کے سارے عیب گنوا کراوراس کے نقائص رفو کرنے کے دعوؤں کے ساتھ کرسی چاہتا ہے عوام اسے اپنا مسیحا سمجھ کر کرسی دیتی ہے تو وہ بھی ٹینڈے کا رس چوسنے والا کیڑا [کٹرپلر] ثابت ہوتا ہے

دوستو! - یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ جب کسی ملک میں کوئی نظام حکومت چل رہا ہوتا ہے تو ہر آنے والی حکومت اس نظام کے ماتحت آتی ہے جیسا کہ کسی ملک میں جمہوریت ہو تو حکومتیں صرف جمہوری پراسس (Process) سے تبدیل ہوتی ہیں اور جہاں جمہوریت ناکام ہو جائے تو پھر ایمرجنسی لگتی ہے یا کوئی فوجی حکمران اقتدار پر ناجائز طور پر قابض ہو جاتا ہے چاہے اس کی نیت کتنی ہی درست کیوں نہ ہو اس کی حکومت کو کوئی جائز نہیں کہہ سکتا کیونکہ وہ اس نظام کے تحت نہیں آئی جو اس ملک کا آئینی نظام ہے

دوستو! - ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ جب حکومت کرنے والے سارے ادارے عوام کے خلاف متحد ہو جاتے ہیں اور وہ عوام کا جوس نکالنے میں لگ جاتے ہیں تو اس وقت عوام میں سے ایک فرد اس نظام وسسٹم کے خلاف آواز بلند کرتا ہے اور اس کی آواز پورے معاشرے میں گونج جاتی ہے پھر اس کے ہمنوا پیدا ہوتے ہیں اور ایک انقلاب کی بنیاد پڑ جاتی ہے مگر اس دوران اس انقلابی لیڈر کو اس مشن سے مخلص ایک ٹیم کی ضرورت ہوتی ہے کیونکہ کسی ملک میں انقلاب لانا اور اس کا نظام سنبھالنا فرد واحد کے بس کا روگ نہیں ہوتا بلکہ یہ ایک ٹیم ورک (Teamwork) ہوتا ہے جس میں ایک بہت بڑی مسلز پاور (Muscles Power) [جسمانی قوت] مین پاور (Main Power) [افرادی قوت] کی ضرورت بھی ہوتی ہے، (Skill Power)

سکل پاور [دانش مندافراد] کی ضرورت ہوتی ہے اس میں مجاہدین ، سرفروشوں کی ضرورت بھی ہوتی ہے اور اس ٹیم کے ہر فرد کیلئے لازم ہوتا ہے کہ وہ اپنے لیڈر کے مشن کے ساتھ پوری طرح سے مخلص ہوں ورنہ انقلابوں کا بیڑا غرق ہو جاتا ہے صرف وہی انقلاب کامیاب ہوتے ہیں جن میں ساری قوتیں بھی ہوں اور اس مشن کے ساتھ اتنا خلوص ہو کہ اس کیلئے ہر قسمی قربانی سے دریغ نہ کیا جائے

دوستو ! - اب ہمارے سامنے بھی ایک انقلاب ہے کہ ہمارے شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللہُ فَرَجَهُ الشَّرِیف اس دنیا میں اپنی دولت کریمہ کا انعقاد چاہتے ہیں اور ایک دو ممالک پر نہیں پوری دنیا پر ایک جامع انقلاب چاہتے ہیں کیونکہ انقلابوں کی بھی قسمیں ہوتی ہیں جیسا شعوری انقلاب ، اقتصادی انقلاب ، معاشرتی انقلاب ، ثقافتی انقلاب ، فوجی انقلاب ، ذہنی انقلاب ، روحانی انقلاب ، پھر انقلابوں کے رنگ بھی ہوتے ہیں سرخ انقلاب ، زرد انقلاب ، سبز انقلاب وغیرہ

اسی طرح شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَهُ الشَّرِیف کا انقلاب ایک جامع انقلاب ہے جس میں روحانیت بھی ہونا ہے ، اقتصادی و معاشی حالت نے درست ہونا ہے ، اخلاقی و دینی حالت میں بھی انقلاب لانا ہے ، اسی طرح انقلاب کی جتنی اقسام ہیں وہ اسی ایک انقلاب میں جمع ہونا ہیں کیونکہ پوری دنیا کا نظام صرف ایک طرح سے تو بگڑا ہوا نہیں ہے بلکہ اس میں تو لاکھوں قسم کے خرابیاں اور فساد و نقائص ہیں اور شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَهُ الشَّرِیف نے ایک ایسی حکومت لانا ہے جو پر وقار بے عیب عزت مآب حکومت ہو گی

شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَهُ الشَّرِیف کو اپنی انقلاب کیلئے مشینری درکار ہے کیونکہ انہوں نے اس دنیا پر رہنے والے انسانوں کا نظام درست کرنا ہے اور ہم پر حکومت اِلٰہیہ کو

قائم و ظاہر فرمانا ہے اس لئے اس دنیا کے انسانوں کو اس میں شامل کرنا بڑا ضروری ہے اگر ہر کام انہوں نے خود کرنا ہے تو پھر یہاں آنے کی ضرورت ہی کیا وہ تو پہلے ہی نظام ان کے ہاتھ میں ہے

اور وہ ایسی حکومت ہوگی کہ وہاں نمائندوں کا ذکر ہی نہ رہے بلکہ وہ نمائندے اور اراکین سلطنت عمال حکومت اس طرح اپنے مالک کی رضا میں جذب ہوں گے کہ ان کا علیحدہ ذکر ہی نہیں بلکہ شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیف ہی کلی طور پر ایک اللہ کی پروقار بادشاہی نظر آئیں گے جن کے بارے میں جناب عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ لوگو اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کی بادشاہی تمہارے سر پہ پہنچ چکی ہے اس کیلئے تیار ہو جاؤ......

شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیف کی جو بادشاہی ہے یہ وہی بادشاہی ہے جس کا ذکر سارے انبیا و رسل نے اپنے اپنے صحیفوں میں کیا ہے اور اس میں اللہ کی جامع بادشاہی ایک ون مین شو (One Man Show) نظر آئے گا کیونکہ اس میں عمال ارکان سے لے کر ایک عام کارکن تک ایک ہی ذات کا جزو نظر آئیں گے

دوستو! - ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ جب عوام میں انقلابوں کا شعور بیدار ہو جاتا ہے تو اس وقت وہ لیڈر کو سامنے نہیں لاتے بلکہ وہ لیڈر کو غائب کر دیتے ہیں اور خود کام کرتے ہیں جیسا کہ جناب خمینیؒ رضوان اللہ علیہ خود نوفل لوشاتو [فرانس] میں تشریف فرما رہے اور یہاں ان کے نمائندے کام کرتے رہے اور ہزاروں قربانیوں کے نتیجے میں ایران میں ایک سیاسی و اسلامی انقلاب آ گیا اسی طرح شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیف کی حکومت کے قیام کیلئے ایک جماعت کی ضرورت ہے جو ان کی غیبت میں ان کیلئے انتہائی خلوص سے کام کرے

موجودہ سیٹ اپ

آج ہم اگر دنیا کو دیکھتے ہیں تو اس میں کئی طرح کے افراد اپنے اپنے سیٹ اپ (Setup) بنائے چل رہے ہیں ان کا اگر ہم جائزہ لیں تو وہ اس طرح کے سیٹ اپ (Setup) ہیں

❁ پہلا سیٹ اپ(Setup) ان لوگوں کا ہے جو کالانعام لوگ ہیں جن کی سوچ صرف عیاشی، آرام، نفس پروری تک محدود ہے، یہ لوگ دولت کمانے، عیش کرنے سونے، پہننے، کوٹھی، کار، زمین، جائداد بنانے میں لگے ہوئے ہیں انہیں فرصت ہی نہیں کہ وہ کسی اور طرف دیکھیں ان کا معمول حیات جنگلی چیمپنزی یا بندروں جیسا ہے یعنی(Eat and sleep, Sleep and eat) ایٹ اینڈ سلیپ، سلیپ اینڈ ایٹ ان کا مقصد حیات ہے ان کی زندگی انہی دو چیزوں کے گرد گھوم رہی ہے

❁ ایک وہ لوگ ہیں جو دنیا پر اقتدار اور عوام کے استحصال کیلئے سرگرمی سے مصروف ہیں وہ اہل سیاست ہیں، اہل اقتدار لوگ ہیں، جن کا مقصد حیات عوام کو بیوقوف بنا کر انہیں لڑا کر انہیں تقسیم کر کے انہیں دھوکہ دے کر انہیں سبز باغ دکھا کر ان پر حکومت کرنا ہے اور آج ان لوگوں میں جارحیت کا رجحان پیدا ہو چکا ہے اور وہ اپنی حکومت کے حصول و قیام کیلئے ہر داؤ استعمال کرنا جائز سمجھتے ہیں ملکی نظام یا عوام سے انہیں کوئی غرض نہیں ہوتی وہ دولت کما کر بھی حکومت ہی کرنا چاہتے ہیں وہ حکومت اس لئے حاصل کرتے ہیں کہ وہ دولت کما سکیں اور دولت اس لئے کماتے ہیں کہ وہ حکومت کر سکیں اس میں بڑی بڑی ملٹی نیشنل کارپوریشنز سے لے کر عام صنعتکار اور جاگیردار تک سب انوالو(Involve) شریک ہیں

۞ ایک سائنسدان طبقہ ہے تو وہ دن رات ایک کر کے سائنسی علوم میں وسعتیں پیدا کر رہے ہیں یہ علمی لوگ ہوتے ہیں مگر انہیں بھی برسر اقتدار طبقہ غلط استعمال کرتا رہتا ہے کیونکہ دولت ان کے ہاتھ میں ہوتی ہے اور ان کا کام دولت کے بغیر نہیں چل سکتا اس لئے عموما یہ سیاسی حکومتی لوگوں کے ہاتھوں کھلونا بن کر کام کرتے ہیں اور انہی کے مفادات کو سامنے رکھ کر انہیں کام کرنا پڑتا ہے ہاں کچھ لوگ کچھ مثبت کام بھی کر لیتے ہیں جس سے عوام کا تو تھوڑا سا فائدہ ہو جاتا ہے مگر امرا کا فائدہ زیادہ ہوتا ہے جیسا کہ وہ کوئی ویکسین تیار کرتے ہیں تو وہ اتنی مہنگی ہوتی ہے کہ اس سے عوام محروم ہی رہتے ہیں یہ ہمارے موضوع سے خارج ہیں اس لئے ہم اس بات کو یہیں ترک کرتے ہیں

۞ ایک وہ لوگ ہیں جو مذہب کی کینوس(Canvas) پر کام کر رہے ہیں کیونکہ ہمارا موضوع گفتگو یہی لوگ ہیں اس لئے ان پر ذرا تفصیل سے بات کریں گے

دوستو! - ان مذہبی کینوس(Canvas) پر کام کرنے والوں کے علیحدہ علیحدہ دائرے ہیں جن میں یہ لوگ کام کرنے میں مصروف ہیں اور ان میں سے زیادہ تر وہ لوگ ہیں جو اپنے مذہب کی بات کرتے ہیں اور اسی کی فلاح و بہبود اور اس کی توسیع کیلئے کام کر رہے ہیں جیسا کہ عیسائی ہیں، یہودی ہیں، بدھ مت ہیں، ہندو ہیں، سکھ ہیں، پارسی ہیں، یہ سب اپنے اپنے مذہب کی ترویج اور توسیع پر کام کر رہے ہیں اور آج اس دور میں یہ لوگ اپنے مذہب کے روحانی پورشن(Portion) پر بہت زیادہ توجہ دے رہے ہیں اور انہوں نے کئی سپر چوائل(Spiritual) چینل چلا رکھے ہیں اور کئی سپر چوائل(Spiritual) سرکل بنائے ہوئے ہیں اور ہزاروں سپر چوائل (Spiritual) کلب ہیں جو اپنے اپنے مذہب کی سچائی کو پیش کرنے میں مصروف ہیں

اوراس میں سب سے اول یہودی لابی ہے کیونکہ انہوں نے کامن ایکسرسائز پر اپنا کرقبالہ [روحانی نظام] تشکیل دیا ہوا ہے اوراس میں بہت زیادہ کام کر رہے ہیں اس کے بعد ہندو ہیں تو انہوں نے بھی روحانیاتی دین جسے وہ ویدک دھرم کے نام سے پیش کر رہے ہیں اور اسے رام راج [عالمی حکومت] کے قیام کا واحد ذریعہ سمجھتے ہیں اور وہ لوگ تو بہت زیادہ چمتکار [مریکل] (Miracle) دکھا رہے ہیں ماضی قریب میں گرو راجنیش نے اور مہاشی جی نے خوب کام کیا اور انہوں نے ایک جرمن نیورالوجسٹ(Neurologist) ڈاکٹر ٹونی نیڈر (Dr. Tony Nadir) اور دیگر سائنسدانوں کو اپنے ساتھ شامل کر کے خود کو مضبوط کر لیا ہے اسی طرح گرو راجنیش کے ایک چیلے نے تو ہزاروں لوگوں کے سامنے ایک ایسا مظاہر کیا ہے جس نے سب کو حیرت میں ڈال دیا ہے کہ اس نے کئی منٹ کیلئے تاج محل کو سارے لوگوں کے سامنے سے غائب کر دیا ہے جس پر بی بی سی وغیرہ نے بھی خوب تبصرہ کیا ہے

میرے عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ساری دنیا اب اپنے روحانی نظاموں کو پھر سے اپنے مذاہب میں لوٹانے میں لگی ہوئی ہے، اسی طرح عیسائی لوگ ہیں تو وہ روحوں کو بلا کر ان سے کام لے رہے ہیں، بدروحوں کو نکالنے کا مظاہرہ وہ ٹی بی این جیسے چینل پر آئے دن دکھا رہے ہیں اور ناقابل علاج مریضوں کو شفا دے کر وہ انسانیت کو اپنی طرف متوجہ کر رہے ہیں بلکہ انہوں نے تو اپنے ٹی وی پر ٹیلی فون نمبر اور ای میل ایڈریس وغیرہ تک دے رکھے ہیں کہ اگر کسی کو کوئی نامعلوم مرض ہے تو ہم اسے ٹیلی فون پر بھی ' ' پرے ' ' (Pray) کروا سکتے ہیں اور وہ ٹھیک ہو جائے گا، اسی طرح بدھ مت والوں نے انٹرنیٹ پہ کھلی دعوت دے رکھی ہے کہ جو آدمی امریکہ میں یا تبت میں آئے تو ہم اسے چند دنوں کے تزکیات سے کئی مکاشفات

کرواسکتے ہیں ......اسی طرح پارسی لوگ بھی بہت کام کر رہے ہیں اور اصفہان کے جناب رستم صاحب تو اس علم کے رستم زمان ہیں

دوستو! - یہ تو ہے ان لوگوں کا حال کہ جو غیر مسلم ہیں اب ہم اپنے مقصد کی طرف آتے ہیں اب ہمارے سامنے عالم اسلام ہے

آپ عالم اسلام کو دیکھیں کہ یہاں کیا ہو رہا ہے؟

کوئی فرقہ ایسا نہیں کہ جو اپنے اپنے مجاہدین تیار نہ کر رہا ہو اور یہاں روحانی کام کرنے کی بجائے کمانڈوز تیار کئے جا رہے ہیں اور ہر جماعت اپنے جوانوں کو فوجی تربیت دے رہی ہے اور انہیں حکومت کے اعلیٰ عہدوں تک لانے میں مصروف ہے اور دوسرے فرقے کے لوگوں کے خلاف نفرت پھیلا کر انہیں قتل کرنے پر جنت کی بشارت دے رہی ہے اب ہمیں سوچنا چاہیے کہ ہم کیا کر رہے ہے؟

مگر یہ بھی ہے کہ اب کہیں کہیں روحانیت کی تشنگی بھی محسوس کی جا رہی ہے اور اس لئے بریلوی حضرات اور اہل حدیث اور دیگر کئی روحانی مسالک اپنے اپنے روحانیاتی نظام کو دوبارہ تلاش کر کے اس پر کام کر رہے ہیں اور لاکھوں میں سے دو چار ایسے لوگ ان میں بھی موجود ہیں جو کچھ نہ کچھ کر کے دکھا سکتے ہیں اور وہ لوگ شہنشاہ انبیاصلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے رابطہ پیدا کرنے اور ان سے متوسل ہونے کے اعمال کروا رہے ہیں اور مثبت نتائج لے بھی رہے ہیں

شیعہ کمیونٹی

دوستو! - آپ نے دوسرے اقوام اور مذاہب کے جدید رجحانات کو دیکھ لیا ہے تو اب ہمیں اپنے مذہب و مسلک کے لوگوں کی طرف بھی آنا چاہیے تاکہ ہم اپنا تجزیہ

بھی کر سکیں کہ ہم کیا کر رہے ہیں ؟

دوستو ! ۔ سچ پوچھئے تو مجھے عالم تشیع کے بارے میں حقائق پیش کرتے ہوئے شرم آتی ہے کہ میں کیا کہوں کہ ہم کیا کر رہے ہیں اور ہماری پروگریس رپورٹ کیا ہے یہ میں بتا بھی نہیں سکتا اور بتانا ضروری بھی ہے

دوستو ! ۔ ہمارے مسلک کے اندر انتہائی خود غرضانہ نظام مذہب چل رہا ہے اور اس کی حالت یہ ہے کہ سارے مذہبی لوگوں نے اپنے کام اور نظام علیحدہ علیحدہ بنا رکھے ہیں اور ان کی اجتماعیت کلی طور پر پراگندہ ہو چکی ہے اور ہمارے مسلک کے اندر کئی قسم کے سیٹ اپ (Setup) چل رہے ہیں جو کسی سے پوشیدہ نہیں بلکہ سب کے سامنے ہیں مگر سارے لوگ سب کچھ دیکھتے ہوئے بھی اسی گمراہ کن نظام کا حصہ بنے ہوئے ہیں اور اس کو سینے سے لگائے ہوئے ہیں حالانکہ یہ سارا نظام اتنا خراب ہو چکا ہے کہ اسے درست کرنا ناممکنات میں سے ہے کیونکہ اس ایک قوم میں کئی سیٹ اپ (Setup) چل رہے ہیں جو ایک دوسرے کے بھی دشمن ہیں اور مقصد مذہب و دین کے بھی خلاف ہیں اس لئے مناسب ہوگا کہ میں ان کی طرف آپ کی توجہ مبذول کرواؤں مگر میرا مقصد کسی پر تنقید یا کسی کی مخالفت کرنا نہیں بلکہ صرف اصلاح ہے خود احتسابی ہے اس نظام سے میں خود بھی باہر نہیں ہوں کیونکہ میں بھی مولا کریم عَجَلَ اللّٰهُ فَرَجَهُ الشَّرِيْف کا نام لیوا ہوں اس لئے اس سارے سسٹم میں میں خود بھی شامل ہوں اس لئے اندر بیٹھ کر بات کر رہا ہوں باہر کھڑا ہو کے تنقید نہیں کر رہا...... ہمارے موجودہ مذہب و مسلک میں جو سیٹ اپ (Setup) چل رہے ہیں میں ان میں سے ایک ایک کی طرف آپ کی توجہ مبذول کرواؤں گا تو آپ سب کچھ خود دیکھ لیں گے

❁ عوامی سیٹ اپ

دوستو! - اس وقت شیعہ عوام کی کوئی ذاتی سوچ موجود ہی نہیں ہے بلکہ وہ صدیوں پرانے روایتی سسٹم کو سینے سے لگائے چل رہے ہیں اور ان کا واحد کام ہے مجلس سن لینا یا کروا لینا اور اس میں جی بھر کے رو لینا اور فضائل پر نعرے مار مار کر گلے بٹھا آنا اور اسی سے اپنی جنت کنفرم (Conform) کروا کے واپس آ کر ہر کام کر گزرنا چاہے اس کی شرعی حیثیت کیا ہو...... آپ خود سوچیں جس آدمی کو نجات کا یقین دلا دیا جائے کیا اس سے اصلاح اعمال و اخلاق کی کوئی توقع رکھی جا سکتی ہے؟

زیادہ تر انسان برائیوں سے تو صرف اللہ کے عذاب اور آخرت کی سزا کے ڈر سے بچتا ہے اگر کسی سے سزا کا خوف ختم کر دیا جائے تو اس سے کسی قسم کی اصلاح کی توقع کرنا فضول ہو جاتی ہے جسے جنت مفت میں مل جائے اسے نماز روزہ اور دیگر فروعات کی بجا آوری کی کیا ضرورت رہ جاتی ہے؟ ...... اسی لئے ہمارے عوام تو اپنے اعمال کی انتہا یہی سمجھتے ہیں کہ مجلس و ماتم میں جائیں اور وہاں چار آنسو بہائیں اور جنت کھری کر کے واپس آ جائیں اس لئے انہوں نے کبھی امام زمانہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف کے بارے میں جاننے کی زحمت تک گوارا نہیں کی، بلکہ اگر کوئی ان سے کہے کہ ہمارے زمانے کے امام بھی ہیں اور ان کی معرفت کے بغیر نجات ناممکن ہے تو وہ کہتے ہیں کہ ہمیں تو امیرالمومنین علیہ الصلوات والسلام ہی کافی ہیں باقی جو ہیں وہ تم لے لو نعوذ باللہ ہمیں ان کی ضرورت ہی نہیں ہے ایسا خود ہمارے ساتھ ہوا اور ہمیں کچھ لوگوں نے یہی کہا ہے اور ہم نے ان سے کہا ہے بھائی دعا کریں کہ ہمیں سارے پاک علیہم الصلوات والسلام نصیب ہوں ...... آج ہم یہ بھی دیکھ رہے ہیں کہ ہمارے ماتم اور مجالس میں بڑی تیزی سے تصنع اور بناوٹ داخل ہو رہی ہے اس کی نشاندہی میں

نہیں کرنا چاہتا آپ لوگ اچھی طرح جانتے ہیں

❁ مقررین کا سیٹ اپ

دوستو! - یہ بھی آپ جانتے ہیں کہ مقررین کا ایک علیحدہ سیٹ اپ ہے اور اس میں نہ ہی عوام کی خیر خواہی کا کوئی تصور ہے اور نہ ہی شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف کے بارے میں کوئی مثبت سوچ موجود ہے اور نہ ہی پاک خاندان توحید و رسالت علیھم الصلوات والسلام سے ہمدردی کا کوئی عنصر ہے بلکہ وہ صرف یہ چاہتے ہیں کہ مجالس زیادہ سے زیادہ ملیں اور عوام کو بیوقوف بنا کر ان کی جیبیں صاف کی جائیں اور وہ دن رات یہی سوچتے ہیں کہ ہم عوام کی جیبیں صاف کس طرح کر سکتے ہیں ......منبر پاک کی کوئی اخلاقیات مقرر نہیں، کوئی میرٹ نہیں، کسی قسم کی کوئی شرط نہیں، نہ روایات کے بیان میں علمی و تاریخی ہونے کی شرط ہے، نہ کردار کی شرط ہے

یہ بھی ساری دنیا جانتی ہے کہ کچھ مقررین ہائی جینٹری (High Gentry) کے مقرر شمار ہوتے ہیں کئی مڈل کلاس کے مقررین ہوتے ہیں اور کچھ بیچارے تھرڈ کلاس کے عوامی مقرر ہوتے ہیں اور جو ہائی جینٹری (High Gentry) کے مقرر ہیں انہیں کوئی عام آدمی تو بلا بھی نہیں سکتا کیونکہ ہزاروں روپے فی گھنٹے کے حساب سے کوئی ایسا آدمی تو نہیں دے سکتا جو تازہ مزدوری کی کمائی سے بچوں کا پیٹ پال رہا ہو اور ہائی جینٹری (High Gentry) کے مقررین ایک مخصوص کیلی بر (Caliber) اور سٹیٹس (Status) کی علامت ہوتے ہیں یعنی امیرانہ لباس اور لگژری گاڑی ان کی پہچان ہوتی ہے اور امیر لوگ انہیں اپنی امارت کے اظہار کا ایک بہترین ذریعہ سمجھتے ہیں کہ ہزاروں لوگوں کو ہم دکھا دیں کہ ہم نے فلاں صاحب کو ایک لاکھ روپیہ تین مجالس کا دیا ہے ہم کتنے بڑے امیر بھی ہیں اور کتنے بڑے مومن بھی ہیں کیونکہ اتنے

پیسے کوئی عام آدمی خرچ کر ہی نہیں سکتا، ایسی بہت سی باتیں ہیں اگر آپ مشاہدہ کریں گے تو نظر آجائیں گی میں کیا کیا بتاتا پھروں

❁ عالمانہ سیٹ اپ

دوستو جب ہم موجودہ دور میں علمائے کرام کو دیکھتے ہیں تو ہمیں علما کرام بھی کئی گروپوں میں تقسیم نظر آتے ہیں ...... کئی گروپ غیر مسلم لابی کے ایجنٹ بن کر کام کر رہے ہیں ...... کوئی گروپ کسی مسلمان مگر شیعہ دشمن ملک کا ایجنٹ بن کر کام کر رہا ہے

کوئی گروپ شیعہ دوست ملک کا ایجنٹ ہے

کوئی کسی شیعہ ملک کے سیاسی مفادات کیلئے کام کر رہا ہے، یہ اوپر والے سارے علما باہر سے پیسہ لیتے ہیں اور ان کیلئے کام کرتے ہیں اور موقعہ مل جائے تو اپنے لوگوں کی جیبوں کی صفائی بھی کر لیتے ہیں

ایک گروپ وہ ہے جو خود پاکستان کی حکومت کا ایجنٹ ہے اور وہ قوم میں حکومت کے مفادات کا تحفظ کرتا ہے اور اس کی اجرت لیتا ہے

ان کے بعد ایک گروپ وہ ہے جو باہر سے تو کچھ نہیں لیتا مگر پاکستان کے اندر موجود لوگوں سے تقاریر کی فیس سے وہ باہر والوں کے برابر معیار رکھے ہوئے ہے اور وہ دونوں ہاتھوں سے اپنے مسلک کے لوگوں کو کمزور کر رہا ہے یعنی ایک آدمی جو جلسہ کروالے تو پھر ایک سال تک اسے قرضے ادا کرتے گزر جاتی ہے

جہاں جہاں محرم ہو رہے ہیں ان فیسوں کی وجہ سے وہاں انجمنیں بنانا پڑی ہیں جبکہ پہلے ایک آدمی سارا خرچہ برداشت کر لیتا تھا اور اب تو انجمنیں بھی کافی نہیں ہو رہیں بلکہ بعض لوگوں کو باضابطہ طور پر باہر کے شہروں میں جا کر چندہ مانگنے تک کی نوبت پہنچی ہوئی ہے

اب اگر ہم علمائے کرام کے عمومی گروپوں کے سیٹ اپ کو دیکھیں تو ایک عجیب سی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے ایسا لگتا ہے کہ پھر سقیفہ بنی ساعدہ والا ڈرامہ (Replay) ری پلے ہو رہا ہے وہاں بھی یہی ہوا تھا کہ زمانے کے امام کو باہر بٹھا کر خود اپنا نظام چلایا جا رہا تھا اور اپنے زمانے کے امام کی ضرورت تک محسوس نہیں کی گئی تھی، اب یہاں بھی آپ دیکھ سکتے ہیں کہ کسی عالم کو اب زمانے کے امام کی کوئی ضرورت محسوس نہیں ہوتی بلکہ وہ ایک نظام ہے جو کتابوں کے بل بوتے پر مسلسل چل رہا ہے اور اس میں مرکزیت و مرجعیت عامہ کے خلاف قیاس و اجتہاد کے دروازے کھلے ہیں اور ایک ایک کر کے برائیوں اور غیر شرعی چیزوں کو مشرف بہ اسلام کیا جا رہا ہے اور کوئی روکنے والا ہے ہی نہیں

میں نے ایک مفتی صاحب کا عزاداری کی منہ مانگے دام لینے اور چک چکا کے جواز پہ فتویٰ دیکھا تو میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے کہ ہم کہاں جا رہے ہیں؟ یہ میں نے سب سے کم درجے کے فتوے کی بات کی ہے ورنہ جو امور شرعِ شریف کے صریح خلاف ہیں ان کے بارے میں بھی فتاویٰ آ چکے ہیں

سقیفہ بنی ساعدہ میں ہوا یہ تھا کہ حق رسول صلی الله علیه و آلهٖ وسلم و آل رسول علیه الصلوات والسلام کو حق حاکم بنا لیا گیا تھا یعنی خمس کے بارے میں یہی سوچا گیا تھا کہ خمس ہر حاکم وقت کی کنبہ پروری کیلئے مخصوص کیا گیا ہے اسی لئے انہوں نے فدک اور دیگر اخماس (جو سرورکونین صلی الله علیه و آلهٖ وسلم کے زمانے سے آل رسول یعنی آل عبدالمطلب علیه الصلوات والسلام پر صرف ہوتے تھے) ہتھیا لئے اور اس طرح تیسری خلافت کے زمانے میں مروان جو داماد ِخلیفہ تھا اسے فدک دیا گیا اور عمر ابن عاص جو خلیفہ کا بہنوئی تھا اسے افریقہ کا خمس معاف کر دیا گیا اور خمس میں سے امت کو کچھ بھی نہ دیا جاتا تھا بلکہ وہ

صرف خلیفہ کی کنبہ پروری کیلئے مخصوص تھا ...... اسی طرح آج وہی خمس شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰهُ فَرَجَهُ الشَّرِيْف کی اجازت کے بغیر تصرف میں لایا جارہا ہے اور سہم سادات اور سہم امام علیہ الصلوات والسلام وسہم آل رسولؐ، سادات کی بجائے متصرفان خمس کی کنبہ پروری کیلئے مخصوص نظر آتا ہے اور آج بھی سقیفے والی آواز کی بازگشت ہمیں اپنی سٹیج سے سنائی دیتی ہے کہ یہ ٹیکس رائل فیملی (Royal Family) کیلئے مخصوص تھا [یعنی کنبہ پروری کیلئے مخصوص تھا]

دوسری طرف یہ فتوے بھی آرہے ہیں کہ سادات کو اتنے خمس کی کیا ضرورت ہے یہ ملکی فلاح و بہبود کے کاموں پر صرف کرنا چاہیے ...... اور فلاحی ادارے سوائے درسوں کے کوئی نظر نہیں آتے اور عوامی خیر کیلئے عوام بھی صرف ایران کے ہی ہیں پاکستان تو زیورچ ہے جس میں کوئی غریب رہتا ہی نہیں ...... یہ مال امام کی بندر بانٹ شروع ہے اور شیعہ مذہب سے وابستہ ہر آدمی کسی نہ کسی طرح سے قوم کی دولت نچوڑنے میں لگا ہوا ہے اور اسے اس سے فرصت بھی نہیں ہے کہ وہ یہ دیکھے کہ ہمارے شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰهُ فَرَجَهُ الشَّرِيْف کے شب روز کیسے گزر رہے ہیں؟ یا ہمیں ان کیلئے بھی کچھ نہ کچھ کرنا چاہیے ...... یہ ساری باتیں میں نے صرف کچھ چیزوں کی نشاندہی کیلئے کہی ہیں جنہیں آپ اچھی طرح دیکھ اور سن رہے ہیں افسوس یہ ہے کہ آپ سمجھ نہیں رہے ہیں کیونکہ آپ کو سوچنے کا اختیار نہیں ہے

ڈاکٹر شریعتی صاحب کا ایک فقرہ میرے ذہن میں نقش رہتا ہے وہ فرماتے ہیں

''مرکز ناشناسی سے بڑا کفر و شرک کوئی ہو ہی نہیں سکتا مگر اسے جانتا کوئی نہیں''

دوستو! - یہی وہ کفر ہے جو ہم خوارج میں دیکھتے ہیں کہ وہ سارے شیعہ جانباز جانثار عبادت گزار قائم اللیل صائم النہار تھے لیکن جب انہوں نے اپنے مرکز سے

روگردانی کی تو نہ اسلام باقی رہا اور نہ ایمان باقی بچا بلکہ اپنے امام وقت کے مد مقابل آمادۂ جنگ ہوئے اور ابدی لعنت کے مستحق قرار پائے

ممکن ہے کہ کوئی آدمی یہ سمجھ لے کہ میں سارے علمائے کرام کے خلاف ہوں ایسا نہیں بلکہ جو علمائے ربانی ہیں میں ان کی جوتیاں سیدھی کرنا فخر سمجھتا ہوں ...... باقی علما سے اور ان کے معاملات سے میرا کوئی خاص تعلق نہیں یہ باتیں صرف ضمناً آ گئی ہیں اس لئے ہم ان کے بعد اصل موضوع کی طرف آتے ہیں اور وہ ہے روحانیاتی میدان

روحانیاتی میدان

دوستو! - جب بات چلی ہے تو پھر سارے لوگوں کا ایک تجزیہ کرتے چلیں

جو لوگ روحانیات و عرفانیات کے میدان میں پہچانے جاتے ہیں وہ بھی کئی گروپوں میں بٹے ہوئے ہیں

❁ پہلا گروپ ہیں ملنگ بابے ...... اب ہم ان میں بھی وہ جذبہ وجنون نہیں دیکھ رہے اور اس میں زیادہ تر تعداد ان لوگوں کی ہے جو بھیک مانگنے کیلئے ''حال وصلا'' جیسی متبرک چیز پہنے ہوئے ہیں

میں نے ایک ملنگ بابا سے کہا کہ تم نے گلے میں جو کنٹھا [مالا] پہنا ہوا ہے اسے پہننے کے فقرا حضرات کی طرف سے کچھ اصول تعلیم کئے جاتے ہیں وہ کیا کیا ہیں؟

اس نے کہا بابا مجھے یہ کنٹھا کسی مرشد نے نہیں دیا یہ تو پلاسٹک کے منکے [موتیوں] کا ہے اور بازار سے خریدا ہے اور اسے صرف اس لئے پہنا ہوا ہے کہ ریل گاڑی میں ٹکٹ نہیں پوچھا جاتا اور میں گاڑی میں ''مانگا مانگی'' آرام سے کرسکتا ہوں

جو حقیقی صاحبانِ فقر ہیں میں ان کی جوتیاں اٹھانے میں عزت سمجھتا ہوں مگر یہ بات صرف نام نہاد ملنگوں کی ہو رہی ہے کیونکہ نمبر دو مال اب ہر لیبل میں آ رہا ہے

پیران طریقت

ایک گروپ پیران طریقت کا ہے جو خانقاہی نظام سے جڑے ہوئے ہیں اب ان میں بھی مقاصد کی بجائے کمائی کا رجحان زیادہ ہے ہماری دعا ہے خدا انہیں بزرگوں کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے

ع ''زاغوں کے تصرف میں عقابوں کے نشیمن'' والی بات نہ ہو اور حقیقی روحانیات کا راستہ انہیں مل جائے اور ان کا رابطہ شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف سے ہو جائے تا کہ ان کا قبلہ درست ہو جائے اور وہ تعویذات اور دم درود کے چکر سے نکل کر کوئی مثبت کام کر سکیں...... ان کا ذکر بھی ہم نے ضمناً ہی کیا ہے کیونکہ ہمارا مقصد ان سب گروپوں کے بارے میں کچھ کہنا نہیں ہے بلکہ ہمارا اصل موضوع وہ روحانی گروپ ہیں کہ جو بڑی محنت سے شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف کی حکومت کیلئے کام کر رہے ہیں

دوستو! - بات یہ ہے کہ ہمارے شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف کی باطنی حکومت تو قائم ہے اور ہمیشہ قائم رہے گی کیونکہ یہ اللہ جل جلالہ کی عزت مآب حکومت ہے جس نے رہتی کائنات تک رہنا ہے مگر ضرورت اس بات کی ہے کہ اس حکومت کا اس عالم بشریت پر یا اس کائنات پر ظاہری نفاذ ہو جائے اور اسی کیلئے روحانی گروپ کام کر رہے ہیں

حقیقت یہ ہے کہ شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف کی حکومت کے ظہور و قیام کیلئے سخت محنت کی ضرورت ہے کیونکہ شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف کو حکومت کے قیام کیلئے ایک بڑی معاون جماعت کی ضرورت ہے اور اس میں کارکن درکار ہیں جو ان کے احکامات

کو نافذ کرنے میں ان کی معاونت کریں اور اس کام کیلئے کئی جماعتیں اپنے اپنے مقام پر کام کر رہی ہیں اور لوگوں میں شعور بیدار کر چکی ہیں اور وہ جانتی ہیں کہ ہماری طرف سے جب بھی مل کر شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف کو تشریف لانے کی دعوت دی جائے گی تو وہ فوراً قبول فرمائیں گے مگر ہم دیکھ رہے ہیں کہ جو لوگ شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف کیلئے کام کر رہے ہیں وہ انتہائی پریشان ہیں اس کی وجہ کیا ہے؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے اپنی اپنی جماعت بنائی ہوئی ہے اور اس جماعت کی تشکیل میں ان کی ایک ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف کی خدمت میں کچھ اچھے لوگ پیش کر سکیں جو شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف کے نظامِ حق کیلئے معاونین کا کام دے سکیں

جیسا کہ ہم دیکھتے ہیں کہ جب بھی کوئی انقلاب آتا ہے تو اس میں ایک تو لیڈر ہوتا ہے پھر اسے ایک مشینری درکار ہوتی ہے کہ جس سے وہ اپنے نظام کو قائم کرتا ہے جیسا کہ ساری دنیا جانتی ہے کہ کسی بھی حکومت کی کامیابی اور ناکامی کا انحصار اس کی مشینری پر ہوتا ہے، جس حاکم کی مشینری جتنی دیانت دار اور مخلص ہوتی ہے اس کی حکومت اتنی کامیاب ہوتی ہے اس کا نظام اتنا خوش اسلوبی سے رائج و نافذ ہو جاتا ہے اور جس حاکم کی مشینری کرپٹ ہو وہ خود چاہے کتنا بڑا مخلص اور دیانت دار کیوں نہ ہو اس کی حکومت ناکام ہو جاتی ہے کیونکہ نظام کا نفاذ تو مشینری نے کرنا ہوتا ہے جیسا کہ ہم اپنے ملک میں آنے والی حکومتوں کی ناکامی کی اگر واحد وجہ تلاش کریں تو پتہ چلتا ہے کہ واحد وجہ کرپٹ مشینری ہے کرپٹ بیوروکریٹس ہیں کرپٹ ایگزیکٹیوز (Executives) ہیں اسی طرح کوئی بھی حکومت ہو اس کیلئے نظام کا اچھا ہونا جتنا ضروری ہے اس سے زیادہ ضروری ہے کہ اس کی مشینری اچھی ہو

اب ہم دیکھ رہے ہیں کہ شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف کے نظام کے نفاذ کیلئے انہیں مشینری درکار ہے تا کہ ان کا نظام اس دنیا پر اچھی طرح نافذ ہو جائے اس کام کیلئے انہوں نے اپنے نمائندوں کو جماعتیں بنانے پر مبعوث فرمایا اور انہوں نے جماعتیں بنانا شروع کر دی ہیں کیونکہ خروج اصغر کا زمانہ صرف اسی کام کیلئے رکھا گیا ہے اس میں مشینری تیار کرنا ہے جب بھی مشینری مکمل ہو جائے تو اس وقت نمائندگان زمانہ مالک زمانہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف کی بارگاہ میں مل کر عجل اللہ فرجک کہیں گے اور ان کی یہ دعا گویا شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف کیلئے (Green Signal) گرین سگنل ہو گا کہ اب جماعتیں تیار ہیں آپ تشریف لائیے سارا انتظام ہو چکا ہے

اس وقت شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف کے بارے میں ہے کہ وہ بھی ان کے ساتھ خود دعا فرمائیں گے، بعض آیات کی تفسیر میں فرمایا گیا ہے کہ وہ انتہائی عالمِ اضطرار میں یہ دعا فرمائیں گے جیسا کہ ☆امن یجیب المضطر اذا دعاہ کی تفسیر میں فرمایا گیا ہے کہ خود شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف اپنی اس دعا میں شریک ہوں گے اور غلاف کعبہ پکڑ کر یہی دعا فرمائیں گے اور آپ ہی یہی دعا منظور بھی فرمائیں گے اور اعلان خروج فرما دیں گے

اب یہاں تک تو بات درست ہے......مگر بات اس سے بھی آگے ہے اور وہ یہ ہے کہ سارے سرگروہ منتظرینؑ اپنی اپنی جماعت تشکیل دے رہے ہیں اور اپنی جماعت کو پالش کرنے میں لگے ہوئے ہیں کہ جب بھی شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف تشریف لائیں تو جتنے زیادہ ممکن ہوں وہ مخلص لوگ ان کی خدمت میں پیش کریں اور زیادہ سے زیادہ انصار و معاونین ان کی خدمت میں پیش کریں اور سارے نمائندوں کے پیش کردہ جوانوں میں سے پھر منتخب فرما کر انہیں نظام حکومت سونپا جائے اور جو

نمائندے اس وقت اس دنیا میں کام کر رہے ہیں وہ یہ نہیں چاہتے کہ مالک ازل عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف کو کوئی زحمت ہو بلکہ وہ چاہتے ہیں کہ شہنشاہ معظم تخت نشین ہوں اور نظام حکومت کے مسائل سے انہیں کوئی سابقہ نہ پڑے بلکہ انہیں ایک ایسی مشینری ملنا چاہیے جو سارے کام خود اس طرح چلائے جیسا کہ شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف چاہتے ہوں

اب سب کیلئے جو ایک مسئلہ ہے وہ یہ ہے کہ جن جن نمائندگان نے اپنی اپنی جماعتیں بنائی ہوئی ہیں وہ دیکھ رہے کہ ان کی جماعتوں میں شمولیت کی حد تک تو کچھ نہ کچھ جوش پایا جاتا ہے مگر وقت کے ساتھ ساتھ ان کی شخصیتوں کو زنگ لگتا جارہا ہے اور جماعت کے لوگوں میں ترقی کی بجائے تنزلی کا رجحان غالب ہے اور شیطان انہیں کمزور کرتا جارہا ہے اور وہ خواہشات نفس کے سامنے سپر انداز ہوتے جارہے ہیں، اس لئے سارے نمائندگان زمانہ اس وقت پریشان ہیں کہ وہ کیا کریں اور وہ پریشانی ان کے چہروں اور رویوں سے دیکھی جاسکتی ہے کیونکہ ایک طرف تو یہ حکم ہے کہ انہیں ایک کامل جماعت فراہم کرنا ہے خالص موتی پیش کرنا ہیں مگر جو جو لوگ مل رہے ہیں وہ موتی بن کر آتے ہیں اور چند دنوں میں اپنی چمک کھو دیتے ہیں اب یہی بات ان کیلئے لازماً پریشانی کا باعث ہے کہ وہ مل کر دعا کریں اور شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف کو دعوت دیں بھی تو کس حوالے سے؟

کیا ہم جیسی نااہل، کرپٹ، بد دیانت اور نفس پرور جماعت مالک زمانہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف کے سامنے کھڑی کر دیں جن کا ایک لمحے کا بھروسہ نہ ہو اور جنہیں ایک مٹی کے برتن پر امین نہ بنایا جاسکے اور جن سے ایک پیالی چائے کی ترک کروانا بھی ناممکن ہو؟ ...... یہ جماعت لے کر جائیں گے تو سوائے شرمندگی کے اور کیا ملے گا؟

اگر مالک ذات شرمندہ نہ بھی کرے تو کیا اس مشینری سے کسی ملک کا نظام چلانا ممکن

ہے؟ اور اگر چلا یا بھی جائے تو اس کا انجام کیا ہوگا؟ وہ کسی سے پوچھنے کی ضرورت نہیں ہے ...... جو آدمی چار پیسے کیلئے جھوٹ بولنا جائز سمجھتا ہے یا جو آدمی حرام نہیں چھوڑ سکتا ...... یا جو آدمی چھوٹی چھوٹی بری عادتیں ترک نہیں کر سکتا اور اپنے نفس کا کلی طور پر غلام ہے اگر اس کے ہاتھ میں نظام حکومت دے بھی دیا جائے تو پھر خود سوچیں کہ وہ مالک کے حکم اور منشا پر نظام چلائے گا یا اپنے نفس کے حکم کے ماتحت؟ اگر نفس کے حکم پر نظام چلائے گا تو اس کا انجام کیا ہوگا؟ خدا نہ کرے نظام حکومت کی ناکامی کے سوا کیا ملے گا اگر ایسا ہی نظام اس دنیا پہ نافذ کروانا ہے تو پھر وہ پہلے ہی چل رہا شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰهُ فَرَجَهُ الشَّرِيْف کو بلانے کی کیا ضرورت ہے؟ ایسا نظام تو ہم خود پہلے چلا رہے ہیں، جس کے ہاتھ میں جتنے اختیارات ہیں انہیں ہم بری طرح استعمال پہلے کر رہے ہیں، نفس کی خواہشات کی تکمیل تو ہم پہلے ہی کر رہے ہیں اس لئے شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰهُ فَرَجَهُ الشَّرِيْف کو زحمت کیوں دیں؟ ...... یہی وجہ ہے کہ اس دور میں سرگرداں منتظرین انتہائی پریشان ہیں کہ وہ کیا کریں؟

اس کیلئے بعض نے دیگر مذاہب میں سے لوگوں کو لینا شروع کر دیا ہے اور شیعہ کمیونٹی سے ایک دم باہر چلے گئے ہیں، وہاں بھی وہی مسائل ہیں مگر شیعوں سے قدرے کم ہیں کیونکہ ان لوگوں میں یہ زعم باطل نہیں ہے کہ وہ ہر حال میں جنت جائیں گے چاہے وہ کچھ بھی کریں جنت ان کی فرنٹ پاکٹ (Front Pocket) میں ہے یہ تصور اور یہ خوش فہمی صرف شیعوں میں ہے اس لئے ان میں سے کوئی بھی سدھرنے کی طرف جلدی مائل نہیں ہوتا بلکہ ماتم اور عزاداری چاہے جیسی بھی ہے اسی کو کافی سمجھتا ہے، دیگر مذاہب میں یہ بات نہیں ہے بلکہ وہ اپنی نجات کے بارے میں سوچنے کی صلاحیت رکھتے ہیں اس لئے وہ سمجھتے ہیں کہ مذہب کوئی سیاسی پارٹی نہیں ہے کہ جس

میں صرف پارٹی جوائین (Join) کرنے سے ساری سہولیات خود بخود مل جاتی ہیں بلکہ وہ سمجھتے ہیں کسی بھی پارٹی میں جگہ اور مقام بنانے کیلئے کچھ نہ کچھ قربانیاں دینا پڑتی ہیں اس لئے وہ لوگ قربانیوں کیلئے تیار ہو جاتے ہیں مگر انہیں اصل مقام تک لانے میں کافی وقت کی ضرورت ہے کیونکہ ان کے معتقدات کو درست کرنا، اعمال اور فرائض سمجھانا، تزکیات، ریاضات میں لگانا اور سب سے بڑی بات ہے ان کی نیت کو تا دیر درست رکھنا...... یہ وہ مسائل ہیں جن سے سارے اہل جماعت پریشان ہیں...... کئی لوگوں نے تو اسلام کے باہر جھانکنے کی کوشش بھی کی ہے اور وہ ہندو، سکھ، عیسائیوں، یہودیوں میں کام کر رہے ہیں، میں سمجھتا ہوں کہ ان کی پروگریس فی الحال بہت اچھی ہے مگر ہمارے لئے خطرے کا الارم بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ دوسری قومیں اور دوسرے مذاہب کے لوگ تو اس حکومت اِلٰہیہ میں سہیم و شریک ہو جائیں اور ہم جو ہمیشہ ان کے کہلوانے والے ہیں محروم ہو جائیں اس سے بڑھ کر بدنصیبی اور کیا ہو گی؟

جیسا کہ سید ابطحی دام ظلہ تعالی کے روحانی استاد آغا جان زنجانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ ظہور اصغر کا زمانہ ہے اور آگے ظہور اکبر کا دور آنے والا ہے

دوستو!......اس لئے سارے نمائندگان جو پہلے چھپے ہوئے تھے انہیں حکم تھا کہ ہماری طرح تم بھی غیبت میں رہو اب انہیں حکم ہو چکا ہے کہ تم ظہور فرماؤ اور آنے والے وقت کیلئے اپنی اپنی جماعتیں تیار کرو اور جب تم اپنی طرف سے سارا کام مکمل کر لو تو پھر ہمیں دعوت دے دینا ہم وہ دعوت قبول فرما کر اعلان خروج فرما دیں گے مگر ہر نمائندہ ماضی کے واقعات کو دیکھ کر انتہائی پریشان ہے

میں آپ کو ماضی کی ایک مثال عرض کرتا ہوں وہ یہ ہے کہ شہنشاہ کربلا علیہ الصلوات والسلام

نے کوفہ کے شیعوں کی طرف اپنے پاک بھائی جناب امیر مسلم علیہ الصلوات والسلام کو نمائندہ بنا کر روانہ فرمایا اور انہیں حکم فرمایا کہ جب ہمارے خروج کی راہ ہموار ہو جائے تو ہمیں دعوت دے دینا ہم تشریف لائیں گے ...... مگر ہوا یہ کہ کوفہ والوں نے پہلے جوش میں دھڑا دھڑ بیعت کی اور ظاہر یہی ہونے لگا کہ اب سارا کوفہ پوری طرح تیار ہے اور اس ظاہر کو دیکھ کر جناب امیر مسلم علیہ الصلوات والسلام نے شہنشاہ کربلا علیہ الصلوات والسلام کو دعوت دے دی مگر جب شہنشاہ معظم علیہ الصلوات والسلام وہاں پہنچے تو حالات ایک دم تبدیل ہو چکے تھے اور وہی کوفی دشمن ہو چکے تھے ......

آج جو شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف کے نمائندے ہیں وہ اس لئے ڈرتے ہیں کہ کہیں ہم شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف کو دعوت دے دیں اور ہماری جماعت کے افراد خود ان کے دشمن ثابت ہوئے تو ہم منہ دکھانے کے قابل ہی نہیں رہیں گے کیونکہ یہ تو ساری کتابوں میں لکھا ہوا ہے

جو امام محمد باقر العلوم علیہ الصلوات والسلام نے فرمایا تھا کہ جب ہمارا لخت جگر ظہور فرمائے گا تو جب مکہ سے کوفہ کی طرف روانہ ہوں گے تو کوفے کے باہر دس ہزار سلاح پوش جوان جو پوری طرح سے اسلحہ سے لیس ہوں گے وہ آکر شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف کے خدمت میں عرض کریں گے یقولون له یابن سیدة النسا العالمین صلوات الله علیها ارجع من حیث جئت فلا حاجة لنا فی بنی سیده صلوات الله علیها......

[خلاصہ جامع] بحار الانوار 52 صفحہ 338 روایت 81

کہ جب شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف تشریف لائیں گے تو کچھ لوگ عرض کریں گے ''یا ابن سیدہ النساء العالمین صلوات اللہ علیہا آپ جہاں سے تشریف لائے ہیں وہاں واپس تشریف لے جائیں ہمیں پاک خاندان علیہم الصلوات والسلام کی کوئی ضرورت نہیں ہے

اس پر شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف ان کی گردنیں اڑا دیں گے‘‘

دوستو! - یہ یابن سیدہ صلوات الله علیها کہنا بتا رہا ہے کہ یہ شیعہ ہی ہوں گے یہ بھی کوفہ کے ایک سربراہ منتظرین کی جماعت ہی ہوگی اور شہنشاہ زمانہ کی دعا کرنے والے ہی ہوں گے مگر حالات اور نفاذ حق کو برداشت نہ کرسکیں گے اور اس نظام عدل کو نعوذ باللہ بے رحمی پر مبنی سمجھیں گے جیسا کے بعض دیگر روایات میں واضح طور پر فرمایا گیا ہے کہ کہنے والے یہاں تک کہہ دیں گے کہ آپ تو نعوذ باللہ آل محمد علیهم الصلوات والسلام میں سے ہی خیر ہیں

دوستو! - اس مقام پر اب ہمیں اپنا احتساب کرنا چاہیے اور ہم اپنا خود اچھی طرح سے تجزیہ کر سکتے ہیں کہ ہم کیسے ہیں؟ ہمارا کردار کیا اس قابل ہے کہ ہم ان کی حکومت میں کوئی مثبت کام کرسکیں کیا ہم مجرمین کی لسٹ میں شامل تو نہیں ہیں؟ اپنے احتساب کے بعد ہمیں تنہائی میں اپنے آپ سے یہ سوال کرنا چاہیے کہ کیا ہم تیار ہیں؟ کیا واقعی شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف کو آجانا چاہیے؟

اکثر جماعتوں میں زیادہ تر بزرگ شامل ہیں، نوجوانوں کو معاشی مسائل سے فرصت ہی نہیں اور جو بزرگ ہیں انہیں تو خود نوجوانوں کی ضرورت ہے کہ جوان کے کھانے سلانے اٹھا بٹھانے کیلئے ان کے ساتھ رہیں اور ان کی خدمت کریں اب خود سوچیں کہ جو نوجوان شامل ہو بھی جائیں انہیں بزرگوں کی خدمت سے فرصت ہی نہیں ملتی اب اگر فرصت مل بھی جائے تو انہیں اس کا خیال ہی نہیں ہوتا کہ انہیں بلایا کس لئے گیا ہے؟ اور انہوں نے آنے والے وقت میں کوئی مرکزی کردار ادا کرنا ہے

اب آپ بتائیں وہ سربراہانِ جماعت کس امید پر شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف کو

دعوت دیں ......اس لئے وہ جیسی بھی جماعت ہے اس سے دعائیں منگوا تو رہے ہیں مگر خود دل سے عرض کرتے ہوئے ڈرتے ہیں کہ ایسی جماعت اور ایسے افراد لے کر وہ شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰهُ فَرَجَهُ الشَّرِیْف کو کیا دعوت دیں؟

شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰهُ فَرَجَهُ الشَّرِیْف نے تو ایک عزت مآب حکومت قائم فرمانا ہے اس میں تو عزت دار کارکنوں کی ضرورت ہوگی

آپ نے دیکھا یا سنا ہوگا کہ جب کسی ایگزیکٹو (Executive) کی سیٹ یعنی اے سی یا ڈی سی یا اس جیسے بڑے عہدوں کیلئے لوگ ضرورت ہوتے ہیں تو ان کا انٹرویو ہوتا ہے اور اس میں ان کی ذہنیت کا امتحان ہوتا ہے کہ کیا یہ لوگ اس کام کیلئے موزوں بھی ہیں یا نہیں، یعنی ان میں یہ دیکھا جاتا ہے کہ کسی کمپلکس (Complex) کے شکار تو نہیں، گھٹیا ذہن کے تو نہیں، بکاؤ مال تو نہیں ہیں، کیا ان میں عزت نفس نام کی کوئی چیز موجود ہے یا نہیں، کیونکہ یہ عہدے عزت دار عہدے ہوتے ہیں ...... اب اسی سے آپ سمجھیں کہ مالک کو ایسے لوگ درکار ہیں جو عزت دار ہوں اور ان سے کسی بھی صورت میں کوئی ایسا کام نہ ہو جو انہیں گھٹیا اور کمینہ ثابت کرے، اصولوں کے پابند لوگ درکار ہیں، انہیں جوان مرد درکار ہیں، انہیں کام کرنے والے محنتی لوگ درکار ہیں اور ایسے لوگوں کی جماعتوں میں کمی ہے کیونکہ ان جماعتوں میں شریک تو بہت لوگ ہیں جبکہ ان صفات کے حامل لوگ نہ ہونے کے برابر ہیں اور ہر سرگروہ منتظرین چاہتا ہے کہ چاہے وہ صرف تین چار افراد ہی کیوں نہ دے سکے مگر وہ خالص ہوں کھرے نوٹ ہوں بریلر نہ ہوں ...... اب پھر عرض کروں گا کہ اپنے بستر پر رات کو انصاف کے ساتھ اپنے ضمیر اور اپنی ذات سے سوال کریں '' کہ کیا واقعی شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰهُ فَرَجَهُ الشَّرِیْف کو آجانا چاہیے؟''

دوستو! ۔ میں نے انقلاب ایران کی ایک مثال آپ کو دی ہے کہ جناب آیۃ اللہ خمینی رضوان اللہ علیہ ونور اللہ مرقدہ خود نوفل لی شاتو [فرانس] میں تشریف فرما تھے اور یہاں ایران کے جانفروشوں نے اپنے جانیں سڑکوں پر لگادیں اور ان کا حکم ملا کہ ''خیابان راترک نکنید'' تو انہوں نے ٹینکوں کے سامنے اپنے جسموں کی دیوار کھڑی کردی اور سڑکوں کو نہیں چھوڑا ...... اس طرح ہزاروں لاکھوں افراد نے اپنے جانوں کی قربانیاں دے کر اپنے لیڈر کی جھولی میں بڑی کامیابی کے ساتھ حکومت ڈال دی ......اور ہمارا اپنے شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف کے بارے میں یہ رویہ ہے کہ ہم یہ چاہتے ہیں کہ وہ ذات سب کچھ آ کر خود کریں ،ہمیں ان کیلئے کچھ بھی نہ کرنا پڑے وہ خود دشمنوں سے لڑیں ، سارا راستہ خود صاف کریں اور اپنی حکومت کو جب اچھی طرح قائم فرمالیں تو ہمیں صرف عیاشی کیلئے بلایا جائے اور ہم بس جشن منانے کیلئے اور مرغے حرام کرنے اور حلوہ پوری برباد کرنے کیلئے وہاں جائیں ...... یہ رویہ ساری دنیا کے اصولوں سے مختلف ہے کہ قربانیاں لیڈر سے دلوائیں اور فائدہ عوام کا ہو

دوستو! ۔ہمیں یہ باتیں سوچنا چاہیے اگر نقصان ہو رہا ہے تو ہمارا ہو رہا ہے، اگر خراب ہے تو ہماری دنیا کا نظام خراب ہے، اگر بے سکونی اور محرومی و ہلاکت ہے تو وہ انسانیت کی ہے، اگر برباد ہو رہا ہے تو وہ انسان ہی ہے، اور اگر فائدہ ہونا ہے تو وہ بھی ہمارا ہونا ہے، اگر حکومت بننا ہے تو وہ بھی ہماری ہی بننا ہے، ورنہ شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰـہُ فَرَجَـہُ الشَّرِیْف کی حکومت اِلٰہیہ تو ازلی وابدی ہے انہیں اس حکومت کے قیام سے کوئی مزید فائدہ نہیں ہونے والا ، دشمن سے انتقام ہی لینا ہے تو وہ ان کے ہاتھ سے مرنے کے بعد بھی دور نہیں ہیں، وہ ہمیں دکھائے بغیر بھی انہیں جہنم کے کتوں

کے حوالے کر سکتے ہیں، انہوں نے تو یہاں حکومت ہمارے فائدے کیلئے قائم کرنا ہے، اگر ہم انہیں دعا کرتے ہیں تو اس میں ہم ان پر ترس کھا کر دعا کرتے ہیں اور گویا ان پر احسان کرتے ہوئے دعا کرتے نظر آتے ہیں، دوستو بات یہ نہیں ہے بلکہ حقیقت تو اس کے برعکس ہے کہ احسان تو اس ذات نے کرنا ہے، ترس تو اس ذات نے کرنا ہے، نجات دینا ہے تو ہمیں دینا ہے، اس میں ان کا کوئی ذاتی فائدہ نہیں بلکہ ہمارا ہی فائدہ ہے، انہوں نے ہمارے لئے اس دنیا پر حکومت فرمانا ہے اور ہمیں اپنے راج کی ایک جھلک دکھانا ہے، اگر ساری دنیا نہ بھی چاہے تو ان کی حکومت کا قیام ہونا ہی ہونا ہے، اس میں نقصان تو اس کا ہے جو اس حکومت کو دیکھنے یا پانے سے محروم رہے گا، مالک کی خوشیوں کا میلہ تو ہر صورت میں لگنا ہے، اس لئے ہمیں ان کی نصرت کیلئے تیار ہونے کی ضرورت ہے، اس وقت سارے سرگروہ رندانِ عشق پریشاں ہیں کہ شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰهُ فَرَجَهُ الشَّرِیف کے حضور جلدی سے جلدی جاں نثار پیش کریں، ادھر منتظرین کا جو حال ہے وہ ہم سب اچھی طرح جانتے ہیں اب ہم دعا ہی کر سکتے ہیں کہ مولا جلدی ان سرگروہان منتظرین کو انصار فراہم کرے شاید ہمیں ان کے صدقے میں حکومت اِلٰہیہ کی زیارت نصیب ہو جائے

﴿ آمین یارب العالمین ﴾

یا رب محمدؐ و آل محمدؐ صل علیٰ محمدؐ و آل محمدؐ و عجل فرجھم بقائمھمؑ
عجل الله فرجه الشريف و صلوات الله عليك

یا ھو یا من ھو لاھو الا ھو الحی القیوم یا ھو یا من لا یعلم ماھو الا ھو الحی القیوم العلی العظیم
یا مولا کریم عجل اللہ فرجك وصلوات اللہ علیك

﴿عجل الله فرجه الشريف و صلوات الله عليه﴾

الحمد لله رب العالمین و صل علیٰ محمدؐ و آلہٖ اجمعین خصوصاً علی حجة الله فی العـالـمین عجل الله فرجه الشریف وآبائه المعصومین وامهاته الطاهرین الطیبین صلوات الله علیهم اجمعین و لعنة الله علیٰ اعدائهم من یوم الازل الی یوم الدین

اے طالبانِ عباد رب الارضؑ!

آج ہماری تیری نشست ہے کہ جس میں ہم اپنے شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰهُ فَرَجَهُ الشَّرِيْف کے اسم مبارک دولۃ الکریمہ عَجَلَ اللّٰهُ فَرَجَهُ الشَّرِيْف پر انہی کے عطا کردہ شعور کے مطابق روشنی ڈالیں گے

دوستو! - روز اول ہم نے گذارش کی تھی کہ حکومت وحکم کے معنی کے بارے میں ماہرین لسانیات فرماتے ہیں کہ اَصْلُهٗ مَنَعَ مَنْعاً لِاِصْلاحِ و منه سُمِّیَتِ اللَّجَامِ حکم وحکومت کی اصل جو ہے وہ اصلاح کیلئے روکنے والی لگام ہے اسی لئے عام طور پر کہا جاتا ہے☆حکمتُ الدَّآبةِ یعنی میں نے جانور کو لگام ڈالی ...... حاکم اپنی رعایا کی لگام ہوتا ہے حاکم یا بادشاہ کا کام یہی ہوتا ہے کہ وہ ملک کی رعایا کو بے لگام نہ چلنے دے بلکہ پورے ملک کو اس طرح اپنے کنٹرول میں رکھے جیسے منہ زور گھوڑے کو کڑیالی [کانٹے دار] لگام کنٹرول میں رکھتی ہے

بس اسی سے سمجھ لیں کہ شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَهُ الشَّرِیْف اللہ کے پورے نظام کے حاکم ہیں اور اس کے پورے نظام کی باگ یا لگام ان کے ہاتھ میں ہے کیونکہ وہ ید اللہ بھی ہیں اس لئے کائنات کی باگیں ان کی انگلیوں کی گردش میں رہتی ہیں

دوستو! - یہ تو آپ جان ہی چکے ہیں کہ اللہ جَلَّ جَلَالُهُ کی باطنی حکومت ازلی وابدی ہے اور اس کی ظاہری حکومت ابھی ظاہر ہونا ہے اور اس کی ظاہری حکومت کے اظہار کیلئے حاکم کون ہوں گے؟ جو حاکم بھی ہوں گے، حکم بھی ہوں گے، خود ہی حکومت بھی ہوں گے، نافذہ احکام بھی ہوں گے، یعنی وہ اللہ جَلَّ جَلَالُهُ کی مکمل گورنمنٹ ہوں گے، وہ ہوں گے ہمارے شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَهُ الشَّرِیْف کہ جن کا ایک اسم مبارک ہے **دولۃ الکریمہ** عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَهُ الشَّرِیْف

دوستو! - یہ بھی ضروری ہے کہ جب حکومت کی بات ہو رہی ہے تو اس میں حکم کے مصدر سے نکلنے والے بعض کثیر الاستعمال الفاظ کے بارے میں بھی کچھ نہ کچھ عرض کرتا چلوں تاکہ یہ پہلو بھی تشنہ نہ رہ جائے

ایک کثیر الاستعمال لفظ ہے ''احکام'' جیسا کہ ہم یہ سنتے ہیں کہ فلاں احکام شرع ہیں ...... یا احکام شرع کی پابندی لازم ہے ...... ایسے الفاظ ہم بکثرت استعمال کرتے ہیں حقیقت یہ ہے کہ احکام بھی ایک طرح سے حکومت کے دائرے میں آجاتے ہیں کیونکہ احکام شرعی ہوں یا اخلاقی یا حکومتی جو بھی ہوں ان کی دو صورتیں ہوتی ہیں ( ) امری احکام ( ) نہیی احکام

ان دونوں صورتوں کا مقصد ایک ہوتا ہے یعنی نظام کی اصلاح ...... کسی کام کے کرنے کا حکم تب دیا جاتا ہے جب اس میں اصلاح ہو اور روکا بھی اصلاح کیلئے جاتا ہے جیسا کہ لگام کی مثال دی گئی ہے تو لگام کے دو کام ہوتے ہیں روکنا اور

چلانا اور انہی سے دیگر کام نکلتے ہیں یعنی تیز چلانا موڑنا آہستہ چلانا کسی طرف سے روکنا منشا کے خلاف چلانا وغیرہ یعنی احکام شرع وہ حکم ہیں جو انسان کیلئے دین کی لگام کا کام دیتے ہیں تا کہ زندگی بے لگام نہ ہو جائے اعمال بے لگام نہ ہو جائیں

دوسرا لفظ ہے حَکَمْ یعنی فیصلہ کرنے والا

یہ بھی حکومت ہی کی ایک شاخ سمجھ لیں اس کا کام بھی اسی طرح کا ہوتا ہے کہ دو آدمی کسی بات پر اتفاق نہیں کر رہے ہوتے تو ایک آدمی ان دونوں کے آرا کو ایک بات کی طرف موڑ دیتا ہے اس لئے اسے بھی حکم کہا جاتا ہے حکم کے معنی ہیں ''فیصلہ کرنے والا وہ آدمی جسے دونوں فریق ثالث کے طور پر قبول کر لیں''

تیسرا لفظ ہے''حکیم'' ...... یہ بھی اسی مادے سے مشتق ہے حکیم کا کام بھی انسان یا مریض کو اس کی مرضی کی بجائے اپنی مرضی پر چلانا ہوتا ہے چاہے وہ اِلٰہی حکیم ہو یا انسانی یا ماہر طب حکیم ہو وہ اپنے حکم پر چلاتا ہے کچھ چیزیں کرنے کا حکم دیتا ہے اور کچھ سے پرہیز کرواتا ہے ...... لفظ حکیم کی تعریف یہ ہے

''حکیم اسے کہتے ہیں کہ جو پوشیدہ مصالح ومفادات کو جانتے ہوئے نہ جاننے والوں کو اپنے حکم کے مطابق چلائے''

اللہ جل جلالہ سے لے کر انسان تک سب اسی تعریف میں آجاتے ہیں

ایک ایڈیم (Idiom) [محاورہ] ہے''فعل الحکیم لا یخلوا عن الحکمت''

یعنی حکیم کا کوئی فعل حکمت سے خالی نہیں ہوتا ...... یہاں میں حکمت کو نہیں چھیڑوں گا کیونکہ اس کے کئی مرادات ہیں اور کئی معانی ہیں جن پر پھر بات کریں گے یہاں اس کے صرف عمومی معنی عرض کروں گا کہ

عمومی طور پر حکمت اس مصلحت کو کہتے ہیں جو انسان کے ظاہری مفادات کی بجائے

اندر کے حقیقی مفادات کی طرف انسان کو لگام ڈال کر موڑ دے

دوستو!۔ جب ہم کلام اِلٰہی میں دیکھتے ہیں تو ہمیں اللہ جل جلالہ کی ظاہری حکومت کے بارے میں جو آیات ملتے ہیں ان میں کئی دلچسپ پہلو ہمارے سامنے آتے ہیں جیسا کہ جناب عیسیٰ علیہ السلام سے فرمایا گیا تھا کہ

☆اِذْقَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰىٓ اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَ رَافِعُكَ وَ اِلَيَّ مُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ جَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ ثُمَّ اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَاحْكُمْ بَيْنَكُمْ فِيْمَا كُنْتُمْ تَخْتَلِفُوْنَ (55 آل عمران)

اس آیت میں اللہ جل جلالہ کا جناب عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ وہ مکالمہ ہے جس میں ان سے ہونے والے وعدوں کو بیان فرمایا گیا ہے وہ وعدے یہ ہیں

پہلا وعدہ یہ ہے کہ انہیں کلی طور پر اپنا لیا جائے گا

دوسرا وعدہ یہ ہے کہ انہیں رفعت عطا کی جائے گی اٹھا لیا جائے گا

تیسرا وعدہ یہ ہے کہ انہیں کفار زمانہ سے پاک کیا جائے گا

چوتھا وعدہ یہ ہے کہ ان کی اتباع کرنے والوں کو کفار پر ہمیشہ فوقیت حاصل رہے گی یعنی قیامت تک انہیں فوقیت حاصل رہے گی

پانچواں وعدہ یہ ہے کہ انہیں اللہ جل جلالہ کی حکومت میں بلایا جائے گا

چھٹا وعدہ یہ ہے کہ ان کا کیس سماعت ہوگا اور مخالفین کے خلاف حکم سنایا جائے گا

ساتواں یہ ہے کہ ان کی وفات سے قبل سارے اہل کتاب ان پر ایمان لائیں گے یعنی اس وقت تک انہیں دنیا سے نہیں اٹھایا جائے گا جب تک سارے اہل کتاب ان پر ایمان نہ لے آئیں گے یہ ساتواں وعدہ سورۃ النسا میں ہے جیسا کہ فرمایا گیا ہے

☆ وَ اِنَّ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ الا ليوء منن به قبل موته و يوم القيامة يكون عليهم

شہیدا ...... (109) النسا

اس آیت کے بارے میں تفاسیر آئمہ ہدیٰ علیہم الصلوات والسلام میں ہے کہ یہ وعدہ شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف کے زمانے میں پورا ہونا ہے کہ جب جناب عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نازل ہوکر ہمارے شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف کی اقتدا میں نماز ادا فرمائیں گے تو اس کے بعد جتنے اہل کتاب ہوں گے وہ آپ پر ایمان لے آئیں گے

اس دور میں شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف ان لوگوں کو زندہ فرمائیں گے جن لوگوں نے ان کے بارے میں عقائد باطلہ وضع کئے تھے ان لوگوں کو دربار میں بلایا جائے گا اور ان کا کیس ساعت ہوگا اور شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف ان کے بارے میں اپنا فیصلہ صادر فرمائیں گے کیونکہ وہ جناب اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کی حکومت کریمہ بھی ہیں اور اس کی طرف سے حاکم بھی ہیں جیسا کہ ارشاد ہے

☆لا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهً آخِر لا اِلٰه الّا هُوَ كُلُّ شَیْءٍ هُالِك الا وَجْهَه لَهُ الْحُكْمُ وَ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْن ......(88)...... قصص

اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کے ساتھ کسی کو اللہ قرار نہ دو کیونکہ اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کے سوا کوئی اللہ ہے ہی نہیں، یہ بھی ہے کہ وجہ اللہ کے سوا ہر چیز ہلاک شدہ و ہلاک ہونے والی ہے اور اسی [وجہ اللہؑ] کی حکومت بھی ہے اور اسی کی طرف سب لوگوں کی بازگشت ہے کیونکہ وجہ اللہؑ کی بارگاہ کی پیشی ہی اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کی بارگاہ کی پیشی ہے اور اسی پیشی کو ساعت بھی کہا گیا ہے اور منکرین ساعت یعنی وہ لوگ جو حکومتِ الٰہیہ کے قیام کے بارے میں شک و شبہ میں مبتلا ہیں ان کو اس طرح وارننگ دی گئی ہے

☆لا يَزَالُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِیْ مِرْيَةٍ مِنْهُ حَتىٰ تَاتِيَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً اَوْ يَاتِيَهُمْ عَذابُ يَوْمٍ عَقِيْمٍ (55) اَلْمُلْكُ يَوْمَئِذٍ لِّلّٰهِ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ فَالَّذِيْنَ آمَنُوْا وَ عَمِلُوا

الصَّالِحَاتِ فِیْ جَنّاتِ النَّعِیْمِ (56) حج
جو لوگ حکومت اِلٰہیہ سے کفر کرنے والے ہیں وہ اس کے معاملے میں شکوک و شبہات میں پڑے رہیں گے تا اینکہ ان پر یہ قیامت اچانک ٹوٹے گی اور انہیں روز عقیم کے عذاب کا مزا چکھنا پڑے گا اور اس دن فرمایا جائے گا کہ آج حکومت اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کی ہے اور وہی سب کے مابین فیصلہ صادر فرمائے گا ☆ولتسئلن یومیذ عن النعیمؑ ......یعنی اس دن شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف کے بارے میں سب سے پوچھا جائے گا کہ ان کے بارے میں تم نے کیا رویہ رکھا تھا [نعیم بھی شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف کا ایک اسم قرآنی ہے] اور جو لوگ اس دن پر ایمان رکھنے والے ہوں گے وہ شہنشاہ زمانہ شہنشاہ نعیم عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف کے دلنواز باغات میں دیدار قدیر کے مزے لے رہے ہوں گے ...... اب اس مقام پر ہمیں بھی سوچنا ہے کہ کیا ہم اس حکومت اِلٰہیہ کے معاملے میں یقین کامل رکھتے ہیں؟
کیا واقعی ہم سمجھتے ہیں کہ شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف کی حکومت کا قیام ہو جائے گا ؟
کیا واقعی ایک نظامِ عدل اس دنیا میں نافذ ہو جائے گا ؟
اگر ہم ان چیزوں پر یقین رکھتے ہیں تو پھر ہمیں یہ بھی سوچنا چاہیے کہ کیا ہم اس کیلئے تیار بھی ہیں؟ کہ نظامِ عدل اگر نافذ ہو گیا تو کیا اس سے ہماری ذات کو یا ہمارے مفادات کو کوئی ذق تو نہیں پہنچے گی ؟

دوستو! - میں نے اپنے سابقہ بیان میں عرض کیا تھا کہ آج سرگرداں منتظرین رضوان اللہ علیہم بہت پریشان ہیں کیونکہ شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف کی طرف سے انہیں فرمایا جا چکا ہے کہ جب مکمل تیاری کر لو تو ہمیں مل کر دعوت دے دینا ہم تشریف لانے کیلئے تمہارے اشارہ کے منتظر ہیں ادھر کوئی سرگروہ منتظرین اپنی جماعت سے مطمئن نہیں

ہے اس لئے وہ یہ رسک (Risk) لینے کیلئے تیار نہیں کہ ہم دعوت دیں اور کل نتیجہ کوئی منفی سامنے آئے

جیسا کہ بارہا یہ بات آپ کے سامنے عرض کی جا چکی ہے کہ جب پروردگار عالم نے جناب اسحاق علیہ السلام کی والدہ سلام اللہ علیہا کو جناب اسحاق علیہ السلام کی ولادت باسعادت کی بشارت دی تو انہوں نے اظہار تعجب کیا اور عرض کیا کہ میں ایک بانجھ بوڑھی عورت ہوں اور میرے شوہر نامدار ضعیف ہیں اس عالم میں ہمیں بیٹا کیسے مل سکتا ہے؟ اسی وقت خالق کائنات نے فرمایا ☆ء تعجبی من امر الله ؟ ...... کیا آپ امر اللہ پر تعجب کرتی ہیں؟

امام صادق علیہ الصلوات والسلام نے فرمایا کہ اس کے بعد خالق نے فرمایا کہ کیونکہ آپ نے ہماری قدرت پر شک کیا ہے اس لئے ہم جناب اسحاق علیہ السلام کی اولاد کو چارسو برس تک معذب رکھیں گے ...... پھر وہ وقت آیا کہ جب جناب اسحاق علیہ السلام کی اولاد پر فرعون رعمیسس کو مسلط کیا گیا اور اس نے جو ظالمانہ رویہ رکھا اس کے بارے میں کلام اِلٰہی بھرا ہوا ہے ...... آخر اس امت کے ایک عالم نے بنی اسرائیل سے کہا کہ آپ ایسا کریں کہ دعائے تعجیل فرج کریں، اس کا انہوں نے یہ طریقہ بتایا کہ سارے لوگ صحرا میں نکل جائیں اور وہاں جا کر مرد اور مستورات ایک دوسرے سے جدا ہو جائیں اور بچوں کو والدین سے جدا کر دیں اور گریہ وزاری کے ساتھ دعا کریں بچے جب والدین سے جدا ہو کر گریہ و بکا کریں گے تو دعا جلدی مستجاب ہوگی ...... پھر انہوں نے اسی طرح کیا اور پورے چالیس دن تک انہوں نے گریہ وزاری کے ساتھ دعا کی ...... اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ابھی اس مقررہ مدت میں سے ایک سو بیس سال یا اس سے کچھ کم و بیش حصہ ابھی رہتا تھا کہ خالق کی طرف سے

جناب موسیٰ علیہ السلام کو حکم ہوا کہ ہم نے ان کی فریاد سن لی ہے آپ جا کر انہیں عذاب سے نجات دیں ...... اس واقعے کو بیان فرمانے کے بعد امام صادق علیہ الصلوات والسلام نے فرمایا ☆ ھکذا انتم ...... اے شیعو آپ کا معاملہ بھی اسی طرح کا ہے اگر تم بھی اسی طرح گریہ زاری کے ساتھ مل کر دعا کرو گے تو پھر خروج ہو جائے گا اور اگر تم غفلت میں پڑے رہے تو پھر خروج اپنے وقت پر ہوگا

اب صورت حال یہ ہے کہ منتظرین کی جماعتیں مدت سے کام کر رہی ہیں اور اب انہیں ادھر سے یہ اشارہ بھی مل چکا ہے کہ آپ کی دعا مستجاب ہے مگر اپنی جماعت کو پالش کرلیں، آپ سرگروہان منتظرین جب ہمیں مل کر دعوت دیں گے تو ہم تشریف لائیں گے اب دیر ہے تو ہماری طرف سے ہے شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰهُ فَرَجَهُ الشَّرِيْف کی طرف سے کوئی دیر نہیں ہے مگر ہر جماعت کا سربراہ جانتا ہے کہ جماعت بڑی ہے اس میں کامل چند افراد ہیں اور وہ بھی اس درجہ تک کامل نہیں ہیں کہ ان کے بھروسے پر شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰهُ فَرَجَهُ الشَّرِيْف کی خدمت میں عرض کر دیا جائے کہ تشریف لائیں

ہمارے ایک دوست نے کل کے خطاب کے بعد کہا تھا کہ طوالت وقت ہی سارا نقصان کر رہی ہے اگر ایک وقت مقرر کر دیا جائے اور اس کے بارے میں یقین دلا دیا جائے کہ فلاں وقت تک تم تیار ہو جاؤ اس کے بعد خروج ہو جائے گا تو پورے پاکستان کے لاکھوں کروڑوں شیعہ سنی اپنی جانیں ہتھیلی پر رکھ کر تزکیات نفس کامل کر کے کلی طور پر تیار ہو جائیں گے اور میں نہیں سمجھتا کہ کوئی آدمی ان کی نصرت کی سعادت سے محروم رہ جائے گا

میں نے اس کے جواب میں عرض کیا کہ شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰهُ فَرَجَهُ الشَّرِيْف کی آمد وظہور ایک عالمی انقلاب ہے اور کوئی بھی یہ نہیں چاہے گا کہ یہ عالمی انقلاب ناکام ہو جائے

بات یہ ہے کہ آج ہم جانتے ہیں کہ ''انقلابیات'' ایک علم کے طور پر پڑھائی جا رہی ہے اور اس میں سینکڑوں انقلابوں کے بارے میں معلومات دیئے جاتے ہیں اور یہ بتایا جاتا ہے کہ انقلاب کیوں آتے ہیں ان کے اقتصادی عوامل کیا ہوتے ہیں عمرانی و معاشرتی عوامل کیا ہوتے ہیں سیاسی عوامل کیا ہوتے ہیں انقلاب فرانس سے لے کر انقلاب روس و ایران تک سارے انقلابوں پر بحث ہوتی ہے اور یہ بھی ''علم انقلابیات'' کا ایک مسلمہ فیصلہ ہے کہ آج تک دنیا میں جتنے بھی انقلاب آئے ہیں مقصدیت کے لحاظ سے وہ ناکام ہوئے ہیں

علم انقلابیات میں ناکامیوں کے وجوہات بھی پڑھائے جاتے ہیں ...... میں ان انقلابیات کے بیان کردہ عوامل سے ہٹ کر انقلابوں کی ناکامی کی ایک اور وجہ دریافت کرتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ ہر انقلاب دراصل ایک جذباتی فیصلہ ہوتا تھا جو عوام کو فوری طور پر جوش و جذبہ دلا کر لایا جاتا تھا اور جذباتی فیصلہ چاہے کسی فرد کا ہو یا قوم کا اجتماعی فیصلہ ہو کبھی ثمر بخش نہیں ہوتا

دوستو! - ہوتا یہ ہے کہ عوام کچھ معاشی و معاشرتی و اقتصادی و روحانی مسائل کی شکار ہوتی ہے تو وہ ادھر ادھر دیکھتی ہے کہ ''کوئی ہے'' کہ جو ان کیلئے مسیحا بن کر آئے عین اس وقت کوئی آدمی انقلاب لانے کی بات کرتا ہے عوام میں شعلہ بیانی کر کے ان کے جذبات و جوش کے شعلہ کو بھڑکا دیتا ہے اور اس طرح اسے جذباتی افراد کا ساتھ مل جاتا ہے اور اس جذباتی ماحول میں کرپٹ سے کرپٹ آدمی بھی جذبات سے مغلوب ہو کر مخلص آونسٹ (Honest) بن جاتا ہے اس طرح وہ لوگ وقتی جذباتی فضا سے متاثر ہو کر پوری طرح سے انقلاب سے مخلص ہو کر کام کرتے ہیں وہ جانی و مالی و ناموس کی قربانیاں تک دے دیتے ہیں اور وہ کلی طور پر نظریاتی

لوگ بن کر کام کرتے ہیں مگر جب انقلاب آ جاتا ہے اور وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاتے ہیں تو پھر انہیں امور حکومت سنبھالنا پڑتے ہیں اور پھر وقت کے ساتھ ساتھ ان کے جذبات ٹھنڈے ہونا شروع ہو جاتے ہیں تو ان کی سابقہ شخصیت واپس آنا شروع ہو جاتی ہے اور جذبات سے سرخ لوہا ٹھنڈا ہو جاتا ہے تو ان کی کرپٹ شخصیت واپس اپنی حالت پر آ جاتی ہے اور پھر وہ حکومت سنبھالنے والے لوگ خود کرپشن میں لگ جاتے ہیں جس کی وجہ سے انقلاب لانا بے سود ہو جاتا ہے کیونکہ جو انسان کو ایک جابرانہ یا ظالمانہ نظام سے نکالنے کیلئے آئے تھے وہ خود ظالم و جابر بن کر مسلط ہو جاتے ہیں اور اپنی ذات کو قانون سے بالا کوئی ہستی ماننا شروع کر دیتے ہیں

اس لئے شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَهُ الشَّرِیْف کی حکومت کیلئے کسی جذباتی ہنگامے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَهُ الشَّرِیْف کی حکومت ایک بہت ہی لنتھی اور لانگ ٹرم (Lengthy and Long Term) گورنمنٹ ہے اس میں جو لوگ وقتی جذبات سے مخلص ہو جائیں گے وہ زیادہ دیر تک دیانت داری کے اصولوں پر کاربند نہیں رہ سکیں گے بلکہ ایک عرصہ گزرنے کے بعد وہ پھر کرپٹ ہو جائیں گے اس لئے شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَهُ الشَّرِیْف کو جو مشینری چاہیے وہ جذباتی فیصلوں سے آنے والی مشینری نہیں ہے بلکہ انہیں تو ایسے اہل کار اور عہدہ دار درکار ہیں جن پر طوالت وقت کا کوئی اثر ہی نہ ہو سکے ...... جو دور غیبت کی طوالت کے باوجود اپنا (Track of Life) ٹریک آف لائف ایسا بنا چکے ہوں کہ اگر لاکھوں برس کا فاصلہ ہی کیوں نہ ہو وہ اپنے ٹریک (Track) پر چلتے رہیں ...... جیسا کہ ریل گاڑی کی ایک پٹڑی ہوتی ہے وہ اس سے ادھر ادھر نہیں جا سکتی اسی طرح ان لوگوں کی زندگی ہی اسلامی و شرعی اصولوں

کی پٹڑی پر ایک گاڑی کی طرح رواں دواں ہو، جنہیں یورپ کی عیاشی کی یلغار اور ایجنسیوں کے پیسوں کی بھرمار اور حکومتوں کے ظلم وستم اپنی پٹڑی سے نہ اتار سکیں اور وہ خروج سے پہلے ہی اپنی زندگی کو مابعدالخروج کے زمانے کی زندگی کی طرح گزار رہے ہوں اور نظام عدل ان کی فطرت ثانیہ بن چکا ہو اس لئے شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیف کی غیبت کو ایک امتحان کہا گیا ہے کہ اس میں کھرے کھوٹے کی پرکھ ہے اسی لئے فرمایا گیا تھا

☆تغربلوا تغربلوا ثم تغربلوا ......یعنی تمہیں چھانا جائے گا، چھانا جائے گا، پھر چھانا جائے گا ...... یعنی اس دور غیبت میں یہی دیکھا جا رہا ہے کہ کون کل کی زندگی کے مطابق چل رہا ہے؟ ...... کیونکہ کل کا نظام ''عدل'' پر مبنی ہے، دیکھنا یہ ہے کہ اس ظلم کے دور میں کون عدل پر باقی ہے؟ کل کا نظام قسط پر مبنی ہوگا یہاں یہ دیکھنا ہے کہ یہاں کون جور سے بچا ہوا ہے تاکہ اسے اس نظام میں کوئی کام سپرد فرمایا جائے کل کا نظام پُر خلوص عبادت کا ہے تو اس کا امتحان بھی یہیں ہو رہا ہے کہ کون پر خلوص عبادت کرر ہا ہے؟

کل کا نظام تقویٰ اور پاکیزگی کا ہے اس لئے جو یہاں حرام نہیں چھوڑ سکتا وہ کسی جذباتی فیصلے سے چھوڑ بھی دیتا ہے تو چار دن بعد پھر شروع کر دے گا اس لئے یہاں دیکھنا ہے کہ کون حرام خوری سے بچا ہوا ہے؟

کل کا نظام عصمت وعفت کا ہے اس لئے کسی کا وقتی طور پر نیک بن جانا اور بات ہے دیکھنا تو یہ ہے کہ کس کی زندگی کا ایک جزو لاینفک عصمت وعفت بن چکی ہے اور دین حق کس کی عادت ثانیہ کا درجہ لے چکا ہے؟ اسی طرح آگے آپ طرح خود سوچتے چلے جائیں گے تو پھر آپ بھی ماننے پر مجبور ہو جائیں کہ جملہ سربراہان

منتظرین کی پریشانی درست ہے

دوستو! - آج میرے پاس بہت سے لوگ آتے ہیں کہ ہمیں شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف کی زیارت کے اعمال بتائیں ہم ان کی زیارت کرنا چاہتے ہیں مگر کوئی یہ نہیں سمجھتا کہ زیارت کرنا تو ایک بہت بڑی ذمہ داری ہے کیونکہ جب بھی ہم زیارت سے مشرف ہوں گے تو وہ زیارت ہمیں بہت سی ذمہ داریاں دینے کیلئے کروائی جاتی ہے ہمیں کوئی سرخاب کے پر نہیں لگے ہوئے کہ مولا کریم عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف ہمیں اپنی زیارت کرواتے ہیں وہ ہمیں کچھ ذمہ داریاں عطا فرمانے کیلئے ہمیں اپنی زیارت کا اعزاز عطا فرماتے ہیں، اب یہاں یہی سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا جن لوگوں کو زیارت کا اعزاز حاصل ہو چکا ہے کیا وہ ان ذمہ داریوں کو نبھا رہے ہیں؟

زیارت تو بہت بڑی ذمہ داری کا نام ہے، جسے جب بھی زیارت ہوتی ہے تو اس سے کچھ کام لینا مقصود ہوتا ہے مگر ہم اس زیارت کو مشاہد مقدسہ کی زیارت کی طرح سمجھتے ہیں کہ جہاں ہمیں صرف ثواب ملتا ہے اور ہمیں ظاہری طور پر کوئی ذمہ داری نہیں ملتی ...... اگر کسی نے ثواب کمانا ہے تو پھر مشاہد مقدسہ کی زیارت کرے ہاں جو اپنے لئے کوئی ڈیوٹی لینا چاہتا ہے تو پھر وہ کوشش کرے کہ شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف کی زیارت سے مشرف ہو، کیونکہ اس دور میں شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف کو بہت سے غلاموں کی ضرورت ہے، بہت سے انصار کی ضرورت ہے، اپنی حکومت اِلٰہیہ کے قیام کیلئے کام کرنے والوں کی ضرورت ہے، اب دیکھنا یہ ہے کہ اس دولۃ الکریمہ کیلئے کون کام کرنے پر تیار ہوتا ہے؟

جو آدمی حرام نہیں چھوڑ سکتا وہ ڈیوٹی کیا کرے گا؟ جو نفس پرست، سست الوجود، عیش کوش، آرام طلب انسان ہو وہ کوئی سخت کام کیسے کر سکتا ہے؟ اس لئے یہ یاد

رکھنا چاہیے کہ شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰهُ فَرَجَهُ الشَّرِيْف کو جفا کش، نفس کُش، صعوبت کیش، محنتی افراد کی ضرورت ہے اور اس میں جوانوں کی زیادہ ضرورت ہے

ہماری بدقسمتی ہے کہ ہم نے مذہب کو بوڑھوں کیلیئے مخصوص کر دیا ہے اور ہم سوچتے ہیں کہ ہمارے تو کھیلنے کودنے موج مستی کرنے کے دن ہیں جب بوڑھے ہو جائیں گے اور عیاشی کے قابل ہی نہ رہیں گے تو پھر ہم بھی جنت کی عیاشی کی طرف توجہ دیں گے...... ٹوٹے دانتوں والے بوڑھے بھیڑیئے کی طرح ہم بھی توبہ تائب ہو جائیں گے کہ اب بے گناہ بکریوں کی جان سے نہیں کھلیں گے

ایک عارف فرما رہے تھے کہ جو انسان اپنی بخشش طلب کرتا اور توبہ کر کے نجات طلب کرتا ہے وہ ناصر نہیں بن سکتا کیونکہ ناصر تو وہ ہوسکتا ہے جو اپنے لئے کوئی رعایت طلب نہ کرے اور اپنے آپ کو حکومت اِلٰہیہ کے قانون کے سامنے اس طرح پیش کرے کہ اس میں رحم کی اپیل کی تمنا بھی نہ ہوتا کہ وہ ایک کھرے مال کی طرح کام آئے جو آدمی اپنے لئے جسمانی یا روحانی رعایتیں طلب کرتا ہے تو اسے اپنی زندگی اپنی عیاشی سے محبت ہے اس لئے ضروری یہ ہے کہ انسان خود احتسابی میں اپنی ذات سے اس طرح حساب لے کہ جیسے کوئی دشمن اپنے دشمن سے پائی پائی کا حساب لیتا ہے اور رائی بھر رعایت نہیں دیتا اور یہی سیلف کاؤنٹ بیلٹی ہی انسان کو کھرا کرسکتی ہے اور ناصر بنا سکتی ہے اس لئے ہمیں تیار رہونا چاہیے

دوستو! - سرگروہِ رندانِ بلانوش، سید الفقرا، مسند آل تقیؑ کے وارث، جناب سید تنویر سبطین بخاری دام ظلہ بزم فقرا میں فرما رہے تھے کہ شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰهُ فَرَجَهُ الشَّرِيْف کے ظہور سے پہلے فقرا و رانصار کو ان کے راستے کے سارے کانٹے اپنی آنکھوں سے چگنا ہوں گے کیونکہ جب ہمارے صاحب عَجَلَ اللّٰهُ فَرَجَهُ الشَّرِيْف تشریف لائیں تو انہیں

آرام سے تخت شاہی پر بیٹھنا چاہیے اور کوئی کام ایسا نہ ہو جو انہیں کرنا پڑے
اس کے بعد انہوں نے لوگوں سے مخاطب ہو کر مثال دیتے ہوئے فرمایا کہ آپ میں سے کوئی شخص اپنے مرشد کریم کو اپنے گھر آنے کی دعوت دیتا ہے، جب وہ تشریف لاتے ہیں تو انہیں اپنے بیٹھنے کا کمرہ خود صاف کرنا پڑے اپنی چارپائی خود ڈالنا پڑے اور اپنا بستر بھی خود ہی بچھانا پڑے اور اپنا کھانا بھی خود تیار کرنا پڑے تو پھر بلانے والے نے انہیں بلایا کیوں ہے؟ لعنت ہے ایسے غلام پر جو مالک کو بلا کر اس سے کام کروائے، اسی لئے ہمارا فریضہ ہے کہ ہم ان کے راستے کے کانٹے اپنی آنکھوں سے اچھی طرح چگ لیں اس کے بعد انہیں تشریف لانے کا عرض کریں
دوستو! - اگر ہمیں دولت کریمہ کیلئے کوئی کام کرنا ہے تو وہ قبل از وقت کرنا چاہیے کیونکہ میں اکثر انقلاب ایران کی مثال دیتا ہوں کہ جیسے مجدد عرفانیات جناب امام خمینی رضوان اللہ علیہ نوفل لی شاتو (فرانس) میں تھے اور ان کے کارکن سڑکوں پر ٹینکوں کے سامنے اپنی جانیں بچھا رہے تھے اور ہر قسمی قربانیاں دے رہے تھے، جب تک انہوں نے شاہ ایران سے حکومت چھین نہیں لی اس وقت تک انہوں نے اپنے رہنما کو تشریف لانے کی دعوت نہیں دی اسی طرح ہمیں بھی اپنے شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰهُ فَرَجَهُ الشَّرِيْف کیلئے بھرپور کام کرنا ہوگا اور جب سارے راستے پوری طرح صاف ہو جائیں تو پھر انہیں تشریف لانے کی دعوت دینا چاہیے مگر ہمارا حال یہ ہے کہ ہم یہ چاہتے ہیں کہ ہمارے شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰهُ فَرَجَهُ الشَّرِيْف خود تشریف لائیں اور ظالمین کے ساتھ خود جنگ کریں اپنے اور ہمارے دشمن بھی وہ خود آ کر فنا کریں اور جب اقتدار حاصل ہو جائے تو ہمیں اس میں شامل کریں اور سب سے پہلے ہماری کوتاہیوں کو معاف فرمائیں اور نصرت نہ کرنے کے جرم معاف فرما کر ہمیں اقتدار

کی کرسی عطا فرمائیں تاکہ ہم ان کی حکومت میں بھی عیاشی کریں ......اب آپ سوچیں کہ کیا ہم اپنے شہنشاہ آقا عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف سے بلف نہیں کر رہے؟ کیا ہم ان کے ساتھ دھوکہ نہیں کر رہے؟ کیا ہم ان کے ساتھ ناانصافی نہیں کر رہے؟ کیا ہم اپنے مالک عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف کے ساتھ ساری دنیا کے اصولوں کے خلاف رویہ نہیں رکھے ہوئے ہیں؟

دوستو! -شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف کی حکومت ہی نہیں ان کی ذات اقدس ہی پاکیزہ عزت دار حکومت ہے ان کا ہر فرمان دین اور آئین ہوگا اور وہاں اتھارٹی لانے کی ضرورت نہ ہوگی آیئے ہم سب ان کی حکومت اِلٰہیہ کے قیام کیلئے روحانیات کا راستہ اپنائیں اور ان کی نصرت کیلئے خود کو تیار کریں اور تزکیات نفس سے اپنے نفس کی امارگی کا قلع قمع کر کے اسے حب دنیا کی آلائشوں سے اچھی طرح پاک کریں تاکہ ہم جب شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف کی حکومت اِلٰہیہ میں شامل ہوں تو انصار کی طرح شامل ہوں نہ کہ مجرمین کی طرح

دوستو! - یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ خروج کے بعد عمل کا وقت گزر جائے گا وہاں تو مجرمین سے حساب ہوگا اور انصار کو نصرت کا موقعہ فراہم کیا جانا ہے یعنی انصار کیلئے نصرت اور خدمت کا دروازہ کھلا رہنا ہے باقی لوگوں کیلئے وہ دروازہ بند ہو جانا ہے ہاں جو نان مسلم ہیں انہیں پھر بھی دعوت حق دی جائے گی اور انہیں عمل کا موقعہ دیا جائے گا مگر جو لوگ پہلے سے فرائض کو جانتے ہیں ان کیلئے کوئی رعایت نہیں ہوگی آیئے ہم سب مل کر دعا کریں کہ شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف کی ابدی حکومت کا جلدی قیام ہو اور مالک ازل ہمیں ان کی نصرت اور خدمت کی توفیق عطا فرمائے

یا ھو یا من ھو لا ھو الا ھو الحی القیوم یا ھو یا من لا یعلم ما ھو الا ھو الحی القیوم العلی العظیم
یا مولا کریم عجل اللہ فرجک وصلوات اللہ علیک

عجل الله فرجه الشريف و صلوات الله عليه

الحمد لله رب العالمين و صل علیٰ محمدؐ و آلهٖ اجمعين خصوصاً على حجة الله فى العـالمين عجل الله فرجه الشريف وآبائه المعصومين وامهاته الطاهرين الطيبين صلوات الله عليهم اجمعين و لعنة الله علیٰ اعدائهم من يوم الازل الى يوم الدين

اے واقفان غایت حیات!

شہنشاہ زمانہ مقصود کائنات عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیف کے اسماء الحسنٰی میں سے آج ہمارے پیش بیان جو اسم مبارک ہے وہ ہے

شہنشاہ معظم غاية القصویٰ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیف

دوستو! - یہ تو آپ جانتے ہیں کہ غایت کے معنی ہمیشہ غرض کے سمجھے جاتے ہیں اور قصویٰ کے معنی ہیں بلند ترین اس طرح معنی یہ ہوئے کہ بلند ترین بعید ترین غرض و غایت و مقصد

لغت میں غایت کے معنی ہیں انتہا، غرض، مدعا، مدت، جھنڈا، مقصود، فائدہ، نتیجہ، انتہائی طاقت وغیرہ

دوستو! - اس دنیا میں جو کچھ موجود ہے یا جو کچھ وجود میں آ رہا ہے یا عالم خلق جو کچھ کرتا ہے اس کا کوئی نہ کوئی مقصد و مدعا ضرور ہوتا ہے ہر کام کی کئی علتیں ہوتی ہیں

مگر جو اصل مدعا و مقصد ہو اسے غایت و غرض یا مقصد یا مدعا کہتے ہیں ...... اسے اس طرح سمجھیں کہ انسان گھر بناتا ہے تو اس کیلئے چار بنیادی علتیں ضروری ہوتی ہیں پھر ان علتوں کے اندر لاتعداد علتیں ہوتی ہیں جیسا کہ ماضی میں علل اربعہ کا تصور دیا جاتا تھا پھر علل عشرہ کا تصور آیا، اب تو سلسلۂ علل کو لامتناہی مانا جاتا ہے لیکن ماضی میں یہی مانا جاتا تھا کہ علتیں صرف چار ہیں اور ان میں سے ایک بھی کم ہو تو مکان نہیں بن سکتا جیسا کہ

(1) پہلی علت ہے ''علت مادیہ'' ...... جیسا کہ میں نے مکان کی مثال دی ہے کہ انسان مکان بنانا چاہتا ہے تو اسے سب سے پہلے میٹیریل (Material) جمع کرنا پڑتا ہے یعنی اینٹیں، گارا، مٹی، چھت کیلئے گارڈرز، ٹی آر یا شہتیر، بالے وغیرہ اسی طرح اوپر ڈالنے کیلئے ٹائل یا آر سی سی کا کلی سامان، سیمنٹ، الغرض جس قسم کا مکان ہو اس کا بنیادی اور اسی قسم کا کلی سامان جو ہوتا ہے اسے علت مادیہ کہا جاتا ہے، اگر بنیادی میٹریل (Material) ہی نہ ہو تو کیا مکان بن سکتا ہے؟

صاف ظاہر ہے نہیں بن سکتا

() دوسری علت ہے ''علت فاعلیہ'' ...... جیسا کہ میں نے مکان کی مثال دی ہے اب خود سوچیں کہ ایک مکان بن رہا ہے سامان آ گیا ہے اور مستری [معمار] اور مزدور نہیں ہیں تو کیا مکان بن سکتا ہے؟ ...... صاف ظاہر ہے مکان تو کوئی معمار ہی بنا سکتا ہے، یعنی اس مکان کو بنانے پر جو محنت صرف ہوتی ہے، جو کام کرنے والے ہاتھ ہوتے ہیں، تعمیر کا عمل کرنے والے افراد ہوتے ہیں، وہ ہوتے ہیں علت فاعلیہ اگر یہ نہ ہوں تو مکان تعمیر نہیں ہو سکتا

() تیسری ہوتی ہے ''علت صوریہ'' ...... دیکھئے ایک مکان ہے اس کا (Material)

میٹریل بھی موجود ہے، معمار و مزدور بھی موجود ہیں مگر وہ معمار سارے سامان کو ایک ڈھیر کی شکل میں اوپر نیچے رکھ دیتا ہے تو کیا اسے مکان کہنا درست ہوگا؟ صاف ظاہر ہے کہ مکان کیلئے ایک شکل وصورت ایک ماڈل کی ضرورت ہے، اگر کسی مخصوص شکل میں کسی خاص ترتیب سے اس سامان کو نہ رکھا جائے گا تو وہ مکان نہیں ہوگا، اس لئے مکان کی ایک صورت وشکل ہونا چاہیے اور اس صوری حالت کو ''علت صوریہ'' کہتے ہیں اگر یہ نہ ہو تو مکان نہیں ہوگا بلکہ ایک ملبہ ہوگا' کباڑ ہوگا

( ) چوتھی علت ہے''علت غائیہ'' ...... یہی چوتھی علت ہی اصل ہے

دیکھئے دوستو! - اگر کوئی بھی چیز بنتی ہے تو سب سے پہلے اس کے بنانے کی کوئی نہ کوئی وجہ ہوتی ہے، کوئی نہ کوئی مقصد ہوتا ہے، جیسا کہ میں نے مکان کی مثال دی ہے تو اس کے بنانے کی کوئی نہ کوئی وجہ تو ضرور ہوتی ہے، اگر کسی چیز کے بنانے کی کوئی وجہ ہی نہ ہو تو وہ چیز بنائی ہی نہیں جاسکتی یعنی کوئی بھی ذی عقل وشعور انسان کسی چیز کو بلا وجہ نہیں بناتا بلکہ اس کی کوئی نہ کوئی وجہ، کوئی نہ کوئی مقصد و مدعا وغرض و غایت ضرورت ہوتی ہے، جیسا کہ مکان کی علت غائیہ کیا ہوتی ہے وہ ہے ''رہائش''

اس کے ماتحت کئی اور مقاصد بھی ہوسکتے ہیں مگر بنیادی وجہ ایک ہی ہوگی اور وہ ہوگی''رہائش'' اگر کوئی مقصد نہ ہوگا تو انسان نہ اس پر پیسہ خرچ کرے گا، نہ میٹریل (Material) جمع کرے گا، نہ مستری مزدور بلائے گا، نہ مکان کی شکل وصورت کا خیال آئے گا اور یہی مقصد و مدعا ہی علت غائیہ وغرض و غایت ہوتی ہے

دوستو! - ماضی میں تو چار علتوں کا تصور تھا، پھر علل عشرہ یعنی دس علتوں کا تصور آیا، اس کے بعد تو علل لا متناہیہ کا تصور آیا اس کی وجہ یہ تھی کہ ہر علت کے پیچھے لاتعداد

علتیں کارفرما ہوتی ہیں جیسا کہ ہم علت مادیہ میں سے صرف اینٹ ہی کو دیکھ لیتے ہیں دیکھئے اینٹ کیلئے مٹی کی ضرورت ہے، پانی کی ضرورت ہے، قالب کی ضرورت ہے، بھٹوں کی ضرورت ہے، بھٹوں کو خام اینٹ سے بھرنے کیلئے کیرج کرنے والی گدھا گاڑیوں یا کیرج کرنے والے دوسرے ذرائع کی ضرورت ہے، اسی طرح اینٹ کی تخلیق کیلئے علت فاعلیہ میں اینٹ ساز سے لے کر بھٹوں سے اٹھانے والوں اور صاحب مکان تک لانے والوں تک بیسیوں افراد کام کرتے ہیں

پھر یہ بھی تو آپ جانتے ہیں کہ ان کام کرنے والوں کے مقاصد جدا جدا ہوتے ہیں اینٹ ساز کا مقصد کوئی اور ہوتا ہے، مزدور کا مقصد کوئی اور ہوتا ہے، ٹریکٹر والے کا مقصد کوئی اور ہوتا ہے، اسی طرح اس کام میں شریک لوگوں کے اپنے اپنے مقاصد ہوتے ہیں اسی طرح ساری علتوں کے پیچھے علتوں کی ایک طویل زنجیر ہوتی ہے جس کی ہر کڑی آپس میں جڑی ہوئی ہوتی ہے، اس طرح ایک ہی چیز کے ہزاروں علل سامنے آ جاتے ہیں جنہیں بیان کرنے کیلئے ایک طویل عرصہ درکار ہے

دوستو! - اب یہاں یہ بھی عرض کردوں کہ ہر چیز کی تخلیق کے جتنے ہزار علل کیوں نہ ہوں مگر سب سے پہلے سب سے اول جو علت ہوتی ہے وہ ہوتی ہے علت غائیہ یعنی غرض و غایت ...... اگر یہ علت غائیہ نہ ہو تو پھر آگے سلسلہ چل ہی نہیں سکتا یعنی ہر چیز کی جو علت غائیہ ہوتی ہے وہ ہی سب سے اولین ہوتی ہے مگر یہ بھی عجیب بات ہے کہ وہی اولین چیز جو کسی چیز کو بنانے کی محرک ہوتی ہے اگرچہ وہ ہوتی سب سے پہلے ہے مگر وہ سب سے آخر میں آتی ہے اس کا ظہور ہمیشہ سب سے آخر میں ہوتا ہے

جیسا کہ اینٹ بنانے والے کی غرض اجرت منافع ہے تو وہ اسے سب سے آخر میں

ملتا ہے، اسی طرح گھر کی مثال دی ہے کہ سب سے پہلے انسان کے گھر بنانے کا مقصد ہوتا ہے رہائش مگر یہ مقصد پورا اس وقت ہوتا ہے جب سب کچھ مکمل ہو جاتا ہے یعنی رہائش تو مکان بننے کے بعد ہوتی ہے

دوستو!۔اب اس مقام پر میں ایک اور طرف اشارہ کروں گا کہ اللہ جل جلالہ نے کائنات کو تخلیق فرمایا اس کے علل لا متناہیہ کو شامل فرمایا اس میں انسان کو خلق فرمایا انبیا کو خلق فرمایا یہ سارا سلسلہ تخلیق و تکوین بھی بتا رہا ہے کہ اس کا بھی کوئی نہ کوئی مقصد وغرض و غایت ضرور ہوگی

اللہ جل جلالہ نے جو سلسلہ تخلیق جاری فرمایا ہے وہ دو طرح کا ہے پہلا سلسلہ وہ ہے جسے تکوین کہتے ہیں اور دوسرا سلسلہ وہ ہے جسے تخلیق کہتے ہیں

تکوین وہ ہے جس کے بارے میں کلام الٰہی میں فرمایا

☆انما امره اذا اراد شيئا ان يقول له كن فيكون ...... وہ ذات اقدس جب کسی چیز کی تکوین کا ارادہ فرماتی ہے تو فرماتی ہے ”کن“ ہو جا تو فوراً بلا فصل ہو جاتا ہے

یہاں ایک بات کی طرف آپ کی توجہ مبذول کروانا ضروری سمجھتا ہوں کہ جو چیزیں بھی کن سے وجود میں آئی ہیں وہ ”کن“ کہنے سے وجود میں آئی ہیں

اب یہ تو سارے جانتے ہیں کہ ”کن“ قول ہے ان يقول له سے ثابت ہے کہ کن کہا گیا ہے یہ ایک علیحدہ موضوع ہے کہ کن کس طرح کہا گیا، اس کا مفہوم کیا تھا، وہ کلام تھا، قول تھا، اشارہ تھا، جو بھی تھا وہ قول ہی کہا جا سکتا ہے کیونکہ اللہ جل جلالہ نے اسے قول فرمایا ہے

اگر کوئی مبہم آواز پیدا کی جائے تو اسے عربی میں صوت کہتے ہیں چاہے اس کا کوئی مفہوم متعین ہی کیوں نہ ہو کوئی لے، سرُ، ردھم ہی کیوں نہ ہو کوئی راگ یا موسیقی ہی

کیوں نہ ہو کیونکہ اس میں الفاظ نہیں ہوتے اس لئے وہ اسے صوت کہتے ہیں یعنی آواز جیسی بھی ہو چاہے گدھے کی ہو چاہے دربار رسالت میں اونچی ہونے والی ہو وہ صوت ہی ہوتی ہے ہاں جب کوئی بات ہوگی تو اسے قول کہا جائے گا...... اس پر ماہرین نے طویل بحثیں کی ہیں انہیں ترک کرتے ہوئے صرف اتنا عرض کروں گا کہ لفظ کن ایک قول ہے اس لئے ان یقول لہٗ سے ظاہر فرمایا گیا ہے

اب اس مقام پر ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہوں گے کہ جو جو چیز تکوین کے عمل میں تخلیق ہوئی ہے وجود پذیر ہوئی ہے وہ اللہ جل جلالہ کے ''بنانے'' سے نہیں بنی بلکہ ''کہنے'' سے بنی ہے یہ علیحدہ بات ہے کہ کہا اس نے ہو بنانے والا کوئی اور ہو اس مقام پر کوئی سوچ سکتا ہے کہ یہ کیا بے تکی بات کردی ہے؟ ...... میں اس کے جواب میں صرف امیر کائنات علیہ الصلوات والسلام کا ایک فقرہ بلا تشریح عرض کرکے آگے بڑھوں گا کہ انہوں نے فرمایا ☆انا امر بین الکاف و لنون ......یعنی ہم ہی وہ امر اِلٰہی ہیں جو کاف اور نون کے اندر جاری تھا

بہر حال اس اللہ جل جلالہ نے کن کہا کائنات تکوینی وجود میں آ گئی

اب یہاں ایک اور طرف بھی توجہ مبذول کروانا ضروری سمجھتا ہوں کہ اللہ نے سلسلۂ تکوین کے بارے میں فرمایا کیا تھا کہ؟ ......انما امرہ اذا'' اراد'' ......یعنی ہر چیز کی تکوین سے قبل اس کا ارادہ وجود میں آیا ......یعنی ارادہ ہی وہ چیز ہے کہ جو کن سے بھی پہلے تھا ...... کن اس کے بعد کہا گیا ...... اب یہاں یہ تو بتانے کی ضرورت نہیں ہے کہ کس ذات نے فرمایا تھا ☆نحن ارادۃ اللہ عزوجل یعنی اللہ عزوجل کا ارادہ ہم ہیں کہیں فرمایا ہم ہی اللہ جل جلالہ کے ارادے کے آشیانے ہیں دوستو! - اللہ جل جلالہ نے جو چیزیں لاشے سے پیدا فرمائی ہیں ان کی تخلیق کو تکوین

کہا جاتا ہے اور جو چیزیں شے سے پیدا ہوئی ہیں انہیں تخلیق کہا جاتا ہے یہ ایک طویل موضوع ہے ہم اسے ترک کر کے آگے بڑھتے ہیں

خالق ازل وابد نے جو سلسلۂ تکوین وتخلیق شروع فرمایا ہے اس کی بھی کوئی نہ کوئی تو غرض وغایت ضرور ہوگی ...... اب بجائے اس کے کہ اس بارے میں ہم اپنی طرف سے کچھ عرض کریں بہتر یہ ہوگا کہ ہم اسی ذات واجب الوجود ہی سے عرض کر کے دریافت کریں کہ تو نے یہ ساری چیزیں کیوں بنائی ہیں؟

دوستو! - خالق ازل وابد نے حدیث قدسی میں فرمایا ہے ☆کنت کنزاً مخفیاً ...... یعنی میں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا میں نے چاہا کہ میں پہچانا جاؤں سو میں نے سلسلہ تخلیق شروع فرمایا ...... یعنی اللہ جل جلالہ کا مقصد تخلیق صرف اور صرف اپنا عرفان تھا کہ مجھے کوئی پہچانے

اب ایک اور حدیث میں دیکھتے ہیں تو وہ خلاق ازل جل جلالہ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے فرماتا ہے لولاك لما خلقت الافلاك ...... اگر آپ جناب نہ ہوتے تو پھر مجھے اس کائنات کو تخلیق کرنے ضرورت ہی کیا تھی

اب یہاں پہنچ کر ہم پریشان ہو جاتے ہیں کہ ایک طرف وہ اپنے حبیب سے فرماتا ہے کہ میں نے ساری چیزیں تیرے لئے خلق فرمائی ہیں دوسری طرف فرماتا ہے کہ یہ ساری چیزیں میں نے اپنے عرفان اور اپنی پہچان کیلئے خلق فرمائی ہیں، تو کیا مقصد تخلیق متعدد بھی ہو سکتے ہیں؟

اس کا جواب یہ ہے کہ بظاہر یہ دو نظر آنے والے مقاصد دراصل ایک ہی ہیں کیونکہ اس کی پہچان بلاواسطہ ناممکن ہے، اس کا عرفان بلاواسطہ محال ہے، اس لئے اس نے فرمایا کہ اے میرے حبیب ازل صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم آپ ہی تو میرے عرفان کا

ذریعہ اور وسیلہ ہیں، اس لئے میں نے ہر چیز آپ ہی کیلئے خلق فرمائی ہے کیونکہ جو آپ کو دیکھے گا مجھے پہچان لے گا، آپ ہی کا نور میرا زندہ تعارف ہے، آپ ہی کا نور اول میری مجسم شناخت ہے، آپ ہی کا نور اقدس مفصل عرفان ہے...... یہ بھی ایک طویل موضوع ہے کہ شہنشاہ انبیاصلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم اس ذاتِ واجب الوجود کا عرفان مفصل ہیں تو کس طرح ؟ اس بات کو ترک کر کے ہم آگے بڑھتے ہیں

دوستو ! - جس طرح تکوین وتخلیق کے عمل کی کوئی نہ کوئی غرض وغایت ہوگی اسی طرح تخلیق عرش و کرسی، لوح وقلم، حجابات وصرادقات کی بھی کوئی نہ کوئی غرض و غایت ہوگی، اسی طرح تخلیق انبیا و رسل علیہم السلام کی بھی کوئی نہ کوئی غرض و غایت ہوگی، پھر ان کی اس دنیا میں بعثت کی بھی کوئی نہ کوئی غرض وغایت کوئی نہ کوئی مقصد ضرور ہوگا، کیونکہ کہتے ہیں کہ فعل الحکیم لا یخلوا عن الحکمت حکیم کا کوئی عمل حکمت سے خالی نہیں ہوتا اور جو علیم الحکیم ہے اس نے انبیا و رسل علیہم السلام کو مبعوث فرمایا ہے تو اس کی بھی کوئی نہ کوئی وجہ ہی ہوگی

اب یہ تو آپ جانتے ہیں کہ غرض وغایت وہ ہوتی ہے جو ہوتی تو سب سے اول میں ہے مگر آتی سب سے آخر میں ہے

اسی کلیہ کو یہاں اپلائی(Apply) کریں تو پتہ چلتا ہے کہ انبیا و رسل علیہم السلام کی بعثت کی وجہ آخر وہی ذات ہوسکتی ہے جو سب سے آخر میں ظاہر ہوئی ہے

بات یہ ہے کہ جتنے بھی انبیاعلیہم السلام مبعوث ہوئے ہیں وہ اللہ جل جلالہ کے تعارف و عرفان کیلئے مبعوث نہیں ہوئے بلکہ وہ سارے شہنشاہ انبیاصلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کے تعارف وعرفان کیلئے مبعوث فرمائے گئے ہیں اور شہنشاہ انبیاصلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم اللہ جل جلالہ کے تعارف کیلئے دنیا میں تشریف لائے ہیں

دیکھئے آیت میثاق میں فرمایا گیا تھا کہ ☆

اذ اخذالله میثاق النبیین لما آتیتکم من کتاب و الحکمت ثم جاء کم رسول

یعنی جب انبیاعلیھم السلام سے عہد و پیمان لیا گیا تھا کہ تمہیں کتاب وحکمت میں سے عطا فرمایا جارہا ہے پھر شہنشاہ انبیاصلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم تشریف لائیں گے تم نے ان پر ایمان لانا ہے اوران کی نصرت کرنا ہے ......اس میں لفظ رسول کے مصداق دو ہیں یہاں میں اس کی وضاحت نہیں کرسکتا وقت نہیں ہے

یہاں اتنا عرض کروں گا کہ بعثت انبیاعلیہم السلام کا مقصد صرف خاتم النبیین صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم ہیں اورسارے نبی ان کے تعارف کیلئے مبعوث بر نبوت فرمائے گئے ہیں ورنہ کسی نبی کی یہ اوقات نہیں کہ وہ اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کا تعارف کرواسکے اللہ کا تعارف کروائے تو وہ کروائے جو اس کا نور اول ہے جو اس کا جامع جمیع صفات نور ہے...... دیکھئے انبیا میں سے سب سے خوش قسمت نبی ہیں جناب ابراہیم خلیل الرحمٰن علیہ السلام کیونکہ انہیں تینوں سامی مذاہب احترام کی نگاہ سے دیکھتے ہیں یعنی یہودیت عیسائیت اور اسلام، ان سب مذاہب میں ان کا احترام موجود ہے مرتبہ وشان میں یہ سارے انبیا سے افضل مانے جاتے ہیں کیونکہ یہ خلیل بھی تھے، نبی بھی تھے، امام بھی تھے، یعنی چھ (6) عہدے ایک دم ان کے پاس تھے مگر جب مردوں کو زندہ کرنے کی بات ہوئی تو انہوں نے بارگاہ ایزدی میں عرض کیا ☆رب ارنی کیف تحی الموت ...... اے خالق مجھے دکھا دے کہ تو مردے کیسے زندہ کرے گا؟ ارشاد قدرت ہوتا ہے کیا آپ کا اس پر ایمان نہیں ہے؟ عرض کیا خالق ایمان تو تیری ہر صفت پر ہے مگر اطمینان تو مشاہدے سے ہوسکتا ہے

اب خود دیکھیں کہ جو شیخ الانبیاعلیہم السلام ہیں انہیں بھی صفت محی پر اطمینان کیلئے

مشاہدے کی ضرورت ہے انہیں بھی اطمینان بغیر مشاہدے کےنہیں ہورہا ہےتو اسی سے اندازہ کریں کہ جو ایک صفت کو عین الیقین تک لانے کیلئے منتیں کررہا ہے اس نے اللہ کی ذات اجل کا کلی تعارف کیا کروانا ہے؟

میں عرض کررہا تھا کہ اللہ جَلّ جَلالُہٗ کا عرفان تو شہنشاہ انبیاصلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے کروانا ہے باقی انبیا ورسل علیہم السلام تو ان کے تعارف کیلئے اس دنیا میں مبعوث فرمائے گئے

دوستو!۔میں باقی چیزوں کے بارے میں بات کروں گا تو بات بڑھ جائے گی یہاں صرف اتنا عرض کروں گا کہ شہنشاہ انبیاصلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سب سے اول تھے مگر انہیں ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیا ورسل علیہم السلام میں سب سے آخر میں بھیجا گیا کیونکہ غایت بعثت یہی ہیں اور غرض وغایت ہمیشہ آخری میں ہی آتی ہے

دوستو!۔یہاں ایک اور طرف اشارہ کرنا بھی ضروری ہے کہ جو غایت اولیہ یا کسی چیز کے بنانے کی جو اصل محرک ہوتی ہے اس کی ایک صفت یہ بھی ہے کہ وہ ہوتی تو سب سے پہلے ہے مگر وہ اول ہونے کے ساتھ ساتھ سارے علل کو جاری رکھنے کی بھی محرک ہوتی ہے اور ظاہر سب سے آخر میں ہوتی ہے جیسا کہ میں نے مکان کی مثال دی ہے تو اسی کو دیکھ لیں کہ سب سے پہلے انسان کو رہائش کی ضرورت محسوس ہوئی اور وہ محرک بنی کے مکان بنایا جائے اور وہ محرک اول سے لے کر آخر تک کام کرتی رہی یعنی اگر یہ مکان بنانے کی خواہش وضرورت کسی ایک مرحلے پر بھی ختم ہو جائے تو مکان کی تعمیر رک جاتی ہے ...... یہی علت غائیہ سب سے پہلے ہوتی ہے اور سب علل کے ساتھ بھی ہوتی ہے اور ظاہر سب سے آخر میں ہوتی ہے اسی طرح اشارہ فرماتے ہوئے فرمایا گیا تھاالحجة قبل الخلق و مع الخلق و بعد الخلق

حجت وہ ہے کہ جو تخلیق سے پہلے ہو اور تخلیق کے ساتھ ساتھ بھی ہو اور تخلیق کے بعد بھی ہو...... اس حدیث پر 1980 سے قبل میں نے چودہ خطبات دیئے تھے جو شائع بھی ہوئے تھے اس لئے اس پر مزید بات نہیں کروں گا اور آگے بڑھوں گا

دوستو! - یہ تو آپ کو معلوم ہو ہی چکا ہے کہ ہر چیز کی تخلیق و عمل و فعل کا کوئی نہ کوئی مقصد، مدعا، غرض، غایت ضرور ہوتی ہے اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جس طرح تخلیق انبیاعلیہم السلام کا بھی ایک مقصد تھا اور ان کی بعثت کا بھی ایک مقصد تھا اسی طرح اللہ جل جلالہ کا جو نور اول تھا وہ اس دنیا میں جامۂ بشری میں جلوہ کش ہوا تو اس کا بھی کوئی نہ کوئی مقصد تو ضرور ہوگا ان کے بشری روپ میں آنے کی کوئی نہ کوئی غرض و غایت بھی ضرور ہوگی جس کی وجہ سے یہ اس دنیا میں انسانی شکل میں تشریف لائے اور اس نور وحدت الاصل نے چہاردہ معصومین علیہم الصلوات والسلام کا روپ اختیار کیا اور اس کے بعد یہاں بد بخت انسان کے ہاتھوں سارے ظلم و ستم برداشت کئے اور اپنے صبر خداوندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ایک ایک کر کے اس دنیا سے تشریف لے جاتے رہے ان کے اس جامۂ مظلومیت میں آنے کی بھی کوئی نہ کوئی غرض و غایت ہوگی

اب دیکھنا یہ ہے کہ وہ غرض و غایت کیا ہے؟

اس سوال کا حقیقی جواب تو وہ جناب خود ہی دے سکتے ہیں مگر ہم اس کلیہ کو اس جگہ بھی اپلائی (Apply) کریں تو ہمیں ماننا ہوگا کہ ان کے جامۂ بشری میں آنے کی اصل وجہ یا غرض و غایت وہ سکتی ہے جو ان میں سے سب سے آخری نور کی شکل میں ظاہر ہوگی کیونکہ اصل وجہ ہمیشہ آخر میں پوری ہوتی ہے اور یہ تو بتانے کی ضرورت نہیں کہ سب سے آخر میں کس نے ظہور اجلال فرمانا ہے بس یوں سمجھ لیں کہ جو

جناب سب سے آخر میں نظام عالم کو اپنے دست مبارک میں لیں گے اور مظلومیت کی بجائے جبروتیت کا اظہار فرمائیں گے تو وہی جناب ان انوار اِلٰہیہ ءازلیہ علیھم الصلوات والسلام کے ظہور کی غایت کبریٰ غایت القصویٰ ہوں گے

دوستو! - میں نے پہلے گذارش کی تھی کہ کائنات اور مافیھا کی تخلیق کے غایات جدا جدا ہیں جیسا کہ میں نے عرض کیا تھا کہ انبیا و رسل علیھم السلام کی تخلیق کی غایت اور ہے ان کی بعثت کی غایت شہنشاہ انبیا صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم ہیں، کائنات کی تخلیق کی غایت شہنشاہ انبیا صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم ہیں مگر اس غایت کا ظہور سب سے آخر میں ہونا ہے

انوار ازلیہ وابدیہ علیھم الصلوات والسلام کے جامہ بشری میں ظاہر ہونے کی غرض و غایت ہمارے شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف اور مومنین کی تخلیق کی غرض و غایت بھی یہ انوار معصومین علیھم الصلوات والسلام ہیں اور پوری خلقی وامری مخلوق کی تخلیق کی غرض و غایت و مقصد عرفان اِلٰہی ہے مگر عرفان اِلٰہی کا واحد ذریعہ ہمارے شہنشاہ معظم عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف کا ظہور ہے کیونکہ ان کے ظہور کے ساتھ ہی سارے مقاصد حاصل ہونا ہیں کیونکہ ہمارے شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف جامع الغایات ہیں اسی لئے غایت القصویٰ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف کا اسم مبارک ملا ہے یعنی غایت القصویٰ بلندترین مقصد وغرضِ تخلیق ہیں

عرفانیاتی حوالے سے یہ عرفان کی وہ اعلیٰ ترین غرض و غایت ہیں کہ جس کا حصول لازم بھی ہے مگر ان کا مقام اتنا اونچا ہے کہ اس مقام پر کسی نبی و ولی یا روح قدسی کی بھی رسائی نہیں ہے

ایمانی حوالے سے دیکھا جائے تو یہی وہ مقصد اعلیٰ ہیں کہ جنہیں پانا اولین وآخرین کی پہلی اور آخری خواہش رہی ہے

افادیت کے حوالے سے دیکھا جائے تو یہ وہ غایت القصویٰ ہیں جن کے حصول کا

فائدہ سب سے زیادہ ہے یعنی دنیا، عقبیٰ، جنت، کوثر، عرش، کرسی کے حصول سے بھی ان کی نعلین بوسی کا درجہ بہت اونچا ہے

کائناتی حوالے سے دیکھا جائے تو ان کا ظہور ہی کائنات کے جملہ مسائل مادی و روحانی کا واحد حل ہے

ہمارے شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیف کو غایت القصویٰ اس لئے کہا گیا ہے کہ یہ ذات اقدس اولین و آخرین کی وہ بلند ترین اعلیٰ ترین غرض و غایت ہیں کہ جن تک کسی کی رسائی ہی نہیں ہے، یہ وہ بلند ترین غایت ہیں جو ہماری پہنچ سے، ہمارے ارواح کی پہنچ سے، ہمارے فہم و ادراک کی پہنچ سے، ایمان وعرفان و ایقان کی پہنچ سے بہت بلند ہیں مگر ہیں یہ ہماری اولین مراد

دوستو! - یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ خاندان انوار علیہم الصلوات والسلام کیلئے یہ ان کا جزو ہیں ان کا ایسا حصہ ہیں جو ان کی واحدیت کا ملہ کا درجہ رکھتا ہے کیونکہ یہ نور ایک ہی ہے یہ غایت ہیں تو مخلوق کیلئے ہیں نہ کہ ان کی ذات کیلئے

مخلوق خلقی و امری کیلئے ان کا ظہور اجلال غایت کلیہ کا درجہ رکھتا ہے کیونکہ ان کے ظہور اجلال کے ساتھ خلقی و امری مخلوق کو اپنے کمال کا حصول ہو جائے گا یعنی اللہ جل جلالہ کا تعارف ہو جائے گا اور اللہ جل جلالہ کا مقصد عرفان بھی پورا ہو جائے گا کیونکہ یہ اللہ جل جلالہ کا زندہ تعارف ہوں گے ...... اور ان کے خروج وظہور کے فوائد ایک ادنیٰ ذرے سے اعلیٰ ترین مخلوق تک ظاہر بظاہر و یکساں پہنچیں گے کہ دنیا کو درست نظام ملے گا جو اس کی غرض و غایت ہے ...... مظلومین کو انتقام سے راحت ملے گی ...... دوستوں کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی ...... مناصب عالیہ کو عدل و قسط کا حصول ہو گا ......عرفا کو دیدار اِلٰہی ہوگا ...... زخمی دلوں کو شفا ملے گی ......ملکوت کو لطف سجود ملے

گا ...... انبیاعلیہم السلام کومقصد تخلیق حاصل ہو گا ...... عاشقوں کومحبوب ازل کا وصل نصیب ہو گا ...... ظالمین کوان کے مظالم کی سزا ملے گی

اسی لئے انہیں غایت القصویٰ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف کہا گیا ہے کہ یہ بلندترین اعلیٰ ترین مقصد ہیں کیونکہ یہ ایک ذات ہزاروں لاکھوں کی مراد بن کر ظاہر ہوں گے اور جو جو مظلومین انتقام کیلئے بیقرار ہیں یہ ان کا انتقام لیں گے اوران کے صبر کی جزا میں انہیں اپنی مسرتوں سے نوازیں گے

دوستو ! - اب یہاں مناسب ہے کہ ہم سارے مل کر یہ دعا کریں کہ اس کائنات کو اپنا مقصد جلدی حاصل ہو ...... مظلومین کو ان کا منتقم جلدی مل جائے ...... پاک خاندان علیہم الصلوات والسلام کو اپنی خوشیاں لوٹانے والی ذات کا حصول جلدی ہو

یا رب محمدؐو آل محمدؐ صل علیٰ محمدؐ و آل محمدؐ و عجل فرجھم بقائمھمؐ
عجل اللہ فرجہ الشریف و صلوات اللہ علیک

یا هو یا من هو لا هو الا هو الحی القیوم یا هو یا من لا یعلم ماهو الا هو الحی القیوم
العلی العظیم
یا مولا کریم عجل الله فرجك وصلوات الله علیك

﴿عجل الله فرجه الشريف و صلوات الله عليه﴾

الحمد لله رب العالمین و صل علیٰ محمدؐ و آلہٖ اجمعین خصوصاً علی حجة الله فی العـالـمین عجل الله فرجه الشریف وآبائه المعصومین وامهاته الطاهرین الطیبین صلوات الله علیهم اجمعین و لعنة الله علیٰ اعدائهم من یوم الازل الی یوم الدین

اے طالبان غایت ازلیه!

کل سے ہم نے شہنشاہ معظم کے اسم مبارک جناب الغایۃ القصویٰ عَجَلَ اللّٰهُ فَرَجَهُ الشَّرِيْف کے بارے میں گفتگو جاری رکھی ہوئی ہے اور آج اس موضوع پہ دوسرا دن ہے

کل کے بیان میں آپ سن چکے ہیں کہ ہم نے اس اسم مبارک کے کلمہ اولیہ یعنی لفظ غایت کے بارے میں کچھ نہ کچھ عرض کیا تھا اور آج ہم چاہتے ہیں کہ اس اسم مبارک کے کلمہ ثانیہ یعنی القصویٰ کے بارے میں کچھ نہ کچھ عرض کریں

غایت کے بارے میں آپ جان چکے ہیں کہ اس کا مطلب ہے ’’مقصد، مدعا، غرض، غایت‘‘

اب دیکھئے القصویٰ کے معنی کیا ہیں؟ اس کے بارے میں صاحبان لغت نے لکھا ہے کہ اس کے معنی ہیں’’ بعید ترین، اعلیٰ ترین، اشرف ترین، بلند ترین، بہت اونچی بہت دور، آخری کنارہ وغیرہ ...... جیسا کہ عرش عظیم کو مسجد اقصیٰ یعنی اعلیٰ ترین، بلند

ترین ، اشرف ترین یا بعید ترین مسجد کا نام دیا گیا ہے
اب یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ہمارے شہنشاہ زمانہعَجَلَ اللّٰهُ فَرَجَهُ الشَّرِیْف کو غایت القصویٰ یعنی بلند ترین، بعید ترین، اعلیٰ ترین غرض و غایت و مقصد کیوں قرار دیا گیا ہے؟ جبکہ ہم انہیں صرف غایت بھی کہہ سکتے تھے ان کے نام پاک کے ساتھ قصویٰ کے لفظ کا اضافہ کیوں فرمایا گیا ہے؟
اس کا جواب ہم عرفانیاتی طریقے سے دے سکتے ہیں
دوستو!۔عرفانیات کے حوالے سے اگر دیکھا جائے تو اہل عرفان کے نزدیک صاحبان نجات کے کئی درجات ہوتے ہیں جیسا کہ
(1) اسلام (2) ایمان (3) علم (4) عرفان (5) ایقان (6) وقوف
ان کے پھر ذیلی درجات [منازل] ہوتے ہیں یعنی ان میں سے ہر ایک کے دس دس درجات [منازل] ہوتے ہیں اور ہر درجے کہ سات سات مراحل ہوتے جیسا کہ میں اسم مبارک'' موقف الانبیاعَجَلَ اللّٰهُ فَرَجَهُ الشَّرِیْف '' کے ضمن میں بیان کر چکا ہوں یہاں اعادہ و تکرار مناسب نہیں یہاں یاد دہانی کیلئے صرف چند باتیں دہرانا مناسب ہوگا ...... میں نے عرض کیا تھا کہ
علم اور عرفان میں جو فرق ہے وہ یہ ہے کہ علم انسان کو کبھی مشاہدے تک نہیں لاتا بلکہ علم میں معلومات ہوتے ہیں، ایک ڈیٹا ہوتا ہے جو انسان کو کسی چیز کے بارے میں ایجوکیٹ (Educate) کرتا ہے جبکہ عرفان و معرفت کا نقطہء آغاز مشاہدے سے ہوتا ہے اگر کوئی مقام مشاہدہ تک نہیں پہنچا تو وہ عارف نہیں ہوتا کیونکہ عرفان کا آغاز ہی مشاہدے سے ہوتا ہے
یہ بھی ہے کہ ہر عارف عالم ہوتا ہے مگر ہر عالم عارف نہیں ہوتا، انسان جب عرفان

کی سرحد میں داخل ہوتا ہے تو اس کے داخل ہوتے ہی علم بھسم ہو جاتا ہے اور وہاں سے ایک اور طرح کا ادراک ہوتا ہے جو علم سے لاکھوں گنا زیادہ قوی ہوتا ہے

اس کی میں ایک عام مثال دیتا ہوں کہ آپ حضرات میں سے بعض ایسے ہوں گے جو یہاں پہلی مرتبہ آئے ہوں گے اور اکثر آنے والے حضرات بھی جب پہلی مرتبہ آئے ہوں گے تو انہوں نے میرے بارے میں بہت کچھ سنا ہوگا یا اس بارے میں علم حاصل کیا ہوگا، جب انہوں نے ہمارے بارے میں معلومات لئے ہوں گے تو انہیں جو علم حاصل ہوا ہوگا اس سے ان کے ذہن میں ہماری ایک امیج (Image) [تصویر] بنی ہوگی، ہمارے ماحول کے بارے میں ایک امیج (Image) بنی ہوگی، حتیٰ کے میری شکل وصورت کی بھی ایک امیج (Image) بنی ہوگی، پھر وہ یہاں تشریف لائے ہوں گے یعنی ایک مکمل علم حاصل کرنے کے بعد جب یہاں آئے ہوں گے تو یہاں پہنچتے ہی ان کے ذہن کے سارے تصاویر ایک دم فنا ہو گئے ہوں گے اور اس کی جگہ ایک نئ تصویر بنی ہوگی ...... بالکل اسی طرح جب انسان انوار اِلٰہیہ ازلیہ کے بارے میں معلومات حاصل کرتا ہے یا کتابیں پڑھتا ہے تو اس سے اس کے ذہن میں معصومین علیہم الصلوات والسلام کی ایک امیج (Image) بنتی ہے، ایک تصویر یا ایک تصور پیدا ہوتا ہے مگر جب وہ ان ذوات متعالیات علیہم الصلوات والسلام کی زیارت کا اعزاز حاصل کرتا ہے تو اس کی پہلی تصویر و تصور فنا ہو جاتے ہیں بلکہ ایک نئ تصویر بنتی ہے، اس سے ثابت ہوا کہ علم سے جو تصویر یا تصور قائم ہوتا ہے وہ ناقص اور فانی ہوتا ہے اور اس کی اساس اتنی کمزور ہوتی ہے کہ مشاہدے کے ایک ہی جھپاکے سے آن واحد میں وہ فنا ہو جاتے ہیں اور مشاہدے کی ہلکی سی کرن کے سامنے جم ہی نہیں سکتے

اب یہ علیحدہ موضوع ہے کہ عرفان اِلٰہی سے مراد کیا ہے اور مشاہدہ اِلٰہی سے مراد کیا ہے؟ اسے پھر کبھی ڈسکس (Discuss) کریں گے یہاں ہم عرض کر رہے تھے کہ جب انسان ایک مقام سے دوسرے اعلیٰ مقام کی طرف پرموٹ (Promote) ہوتا ہے تو سابقہ مقام کے تصورات و تصاویر اگلے مقام پر فنا ہو جاتے ہیں اسی طرح معرفت ایقان میں اور ایقان وقوف میں فنا ہو جاتا ہے

دوستو! - یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ایقان کے اعلیٰ درجات انبیا و رسل علیھم السلام میں سے بھی ہر ایک کو میسر نہیں ہوتے جیسا کہ کسی نے بارگاہ میں عرض کیا تھا کہ جناب عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ پانی پر چل سکتے تھے اس پر فرمایا کہ اگر ان میں یقین کامل ہوتا تو وہ ہوا پر بھی اسی طرح چل لیتے جس طرح وہ زمین پر چلتے تھے یعنی ایقان کی آخری منزل تو انبیا و رسل میں سے بھی ہر ایک کو نصیب نہیں ہے ہاں اس امت کے جو صاحبان ایقان ہیں وہ ان اعلیٰ منازل و مقامات کو پا لیتے ہیں اسی لئے فرمایا گیا تھا کہ ہماری امت کے علما یعنی صاحب ایقان انبیائے بنی اسرائیل سے بھی افضل ہیں کیونکہ جو منازل و مقامات انہیں حاصل ہوتے ہیں وہ ان انبیاعلیھم السلام کو حاصل نہیں ہوتے ...... اسی کا ایک مظاہرہ جناب حسین بن روح سلام اللہ علیہ آج تک فرما رہے ہیں کہ ہزاروں لاکھوں مقامات پر ایک وقت میں لوگ عریضہ ان کے سپرد کرتے ہیں تو وہ ہر عریضہ اپنے دست مبارک پر وصول کرتے ہیں اور یہ صرف ان کی انفرادیت نہیں ہے بلکہ وکلائے اربعہ [نواب اربعہ] سلام اللہ علیھم میں سے جس کے سپرد عریضہ کیا جائے وہ اسی طرح وصول کرتے ہیں یعنی ایقان و وقوف کے اعلیٰ درجات پر اس امت کے اعلیٰ ترین افراد فائز ہیں

دوستو! - یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ان مقامات عالیہ سے آگے بھی ایک مقام ہے کہ

جہاں ایک صاحب ایقان جانا بھی چاہے تو جا نہیں سکتا بلکہ اس مقام کا دور سے مشاہدہ ہی کرتا ہے، وہاں اگر دیکھا جائے تو آسمانی بجلیوں کا ایک بہت چمکدار اور دل دہلا دینے والا جال بُنا ہوا ہوتا ہے اور اس کے جال کی ہر تار اس طرح روشن ہوتی ہے کہ انسان کی روح اسے دیکھ کر کانپ جاتی ہے گویا لاکھوں ارب میگا واٹ کی اربوں تاروں کا ایک جال آسمان پر تنا ہوا ہوتا ہے اس مقام پر انسان کی روح جب جاتی ہے تو اسے معلوم ہوتا ہے وہ کتنی کمزور ہے اور اس کی تخلیق کتنی کمزور ہے کیونکہ وہاں اس کی حیثیت ایسی ہوتی ہے کہ جیسے آگ کا ایک سمندر دہک رہا ہو اور اس میں سے کوئی مچھر گزرنے کی کوشش کرے تو اس کا کیا انجام ہوسکتا ہے بس وہ اس طرح ہوتی ہے یہ وہ مقام ہے کہ جہاں کوئی روح نہیں جاسکتی کیونکہ اس کے برقستان میں ایک کشش بھی ہوتی ہے جیسا کہ ایک ارب میگا واٹ کی برقی تار سو گز سے انسان کو کھینچ کر فنا کر دیتی ہے اسی طرح وہ برقی جال یا وہ برقستان بھی لاکھوں کروڑوں نوری برسوں کے فاصلے سے اپنی طرف کھینچ لیتا ہے اور اس میں جاتے ہی انسان ایک کمزور مچھر سے بھی زیادہ کمزور حالت میں جا کر فنا ہو جاتا ہے وہاں کسی عام روح کے داخلے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا بلکہ روح الامین بھی اس مقام پہ سر جھکا کر عرض کرتا ہے کہ اگر میں ایک بال کے برابر بھی آگے بڑھا تو میرے پر جل جائیں گے اور وہ بھی ان حدود سے لاکھوں اربوں نوری برس کے فاصلے پہ کھڑے ہو کر عرض کرتا ہے کیونکہ اس برقستان کو عبور کرنے کا تو وہ سوچ بھی نہیں سکتا اگر سوچ لے تو اس کا شعور اور اس کی روح کا نور بھی جل کر بھسم ہو جائے بات یہاں تک ختم نہیں ہوتی بلکہ یہ وہ مقام ہے کہ جہاں انوار آئمہ اطہار علیہم الصلوات والسلام کا جو جامۂ بشری ہے وہ بھی جل کر بھسم ہو جاتا ہے، اس میں یہ پاک انوار بھی

جاتے ہیں تو لباس بشریت اتار کر جاتے ہیں کیونکہ وہ مقام ان کی ظاہری بشریت سے بھی ماوریٰ ہے کیونکہ ان کی بشریت کی جو طینت ہے وہ مومنین کے ارواح قدسیہ سے مناسبت رکھتی ہے اور اس میں مومنین کے ارواح بھی اگر جانا چاہیں تو فنا ہو جائیں ،اس لئے جب پاک ذوات علیہم الصلوات والسلام بھی جاتے ہیں تو یہ اپنی بشریت کے لباس کو اس مقام سے بہت نیچے چھوڑ جاتے ہیں کیونکہ وہ مقامِ ذات ہے وہ برقستان حریمِ ذات کا حرم سرا ہے اس کے اندر کیا ہے یہ سوچنا بھی وہ گناہ و گستاخی ہے جو کفر سے لاکھوں گنا بڑا کفرا کبر ہے

دوستو! - ایک دن میں اپنے احباب میں"امرنا صعب مستصعب "یہ بات کررہا تھا اور اس دوران میں نے انہیں آگاہ کیا کہ بعض ایسے مقامات عالیہ بھی ہیں جن کا متحمل کوئی بھی نہیں ہوسکتا سوائے ذات واجب الوجود کے، اسی مقام کے متعلق شہنشاہ انبیا صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم نے امیر کائنات علیہ الصلوات والسلام سے فرمایا تھا کہ ہمیں کوئی نہیں جانتا سوائے ذات واجب الوجود اور آپ کے...... آپ کو کوئی نہیں جانتا ذات سوائے ذات واجب الوجود کے اور میرے...... اور ذات واجب الوجود کو ہم دونوں کے سوا کوئی نہیں جانتا، یہ ان کی حقیقت کلیہ اولیہ ہے کہ انہی تک محدود ہے اس پر میرے ایک دوست نے سوال کیا تھا کہ پھر اس ذات کو اس طرح کا رنگ اپنانے کی کیا ضرورت تھی کہ جس کا کوئی متحمل ہی نہ ہو سکے؟

میں نے اس کا جواب یہ دیا تھا کہ ذات کو اگر آپ دوسروں کیلئے دیکھیں گے تو یہ سوال پیدا ہوتا ہے، اگر آپ اس ذات کو خود اسی کیلئے دیکھیں گے تو یہ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کیونکہ اس نے اپنی ذات کو بنایا نہیں بلکہ اس کی ذات ہے ہی ایسی اگر اس نے اپنی ذات کو بنایا ہوتا تو پھر بھی اپنے ہی لئے بنایا ہوتا نہ کہ اپنے غیر کیلئے

جب اس کی ذات کا تعلق کسی غیر کیلئے تھا ہی نہیں تو غیر کی استعداد سے اس کا کیا تعلق تھا ...... اسے ایک اور طرح سے دیکھیں کہ یہ سوال تو ایسے ہے جیسا کہا جائے کہ اللہ نے آسمان کو اتنا اونچا کیوں بنایا ہے کہ جس تک کوئی انسان پہنچ ہی نہ سکے؟ اس نے پہاڑوں کو اتنا وزنی کیوں بنایا ہے کہ جنہیں کوئی انسان اٹھا ہی نہ سکے؟

دوستو! - اب یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ برقستان ہے کیا؟ جو ذات واجب الوجود کا حرم ذات ہے کہ جس کے اندر کے کیفیات و حالات کے بارے میں سوچنا بھی کفر اکبر ہے ...... اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ولیء مطلق کا ''مقامِ سرّیّت'' ہے

دوستو! - ولی مطلق کے مقام سریت اور ذات واجب الوجود کے مابین کوئی حجاب ہوتا ہی نہیں بلکہ ولی مطلق ہی اس کا حجاب اقرب و حجاب ذات ہوتا ہے

دیکھئے سرورکونین اللہ جل جلالہٗ کے نوراول صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم من حیث الولی ازل سے متصل باللہ و واصل باللہ ہیں، ان کے اور خالق ازل و ابد کے مابین کوئی حجاب ہو ہی نہیں سکتا کیونکہ وہ اس کے نوراول ہیں اور اس کے وسیلہ بلافصل ہیں اس لئے انہی کا مرتبہ باطنیہ ہی حجاب اللہ اکبر ہے، حجاب اللہ اول ہے، مگر سرورکونین صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کو جو مرتبۂ اظہار عارض ہوا وہ دوصورتوں میں اظہار پذیر ہوا ایک جزوِنور بحیثیت نبی کے ظاہر ہوا اور دوسرا جزوِنور بحیثیت ولی مطلق کے ظاہر ہوا، ان دونوں کا باطن واحد الاصل نور تھا مگر اظہار کی حد میں یہ دونور بن کر ظاہر ہوئے جیسا کہ شہنشاہ انبیا صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم نے فرمایا تھا ☆**انا و علی** علیہ الصلوات والسلام **من نور واحد**

دوسری طرف امیر کائنات علیہ الصلوات والسلام نے حدیث معرفت بالنورانیہ میں فرمایا تھا ☆**انا محمد** صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم **و محمد** صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم **انا** ...... یعنی ہم وہ جناب ہیں اور وہ جناب ہم ہیں ...... یعنی ان کا نور ایک ہی ہے اور ان کا اظہار دو حیثیتوں میں

ہوا ہے ...... اگر ہم مثال کیلئے خود خالق کونین جل جلالہ کو لائیں تو وہ اس طرح ہے کہ جیسے اللہ جل جلالہ کی ذات احد ہے مگر اس کے صفات کا اظہار دو صورتوں میں ہوا ہے یعنی صفاتی تقسیم سے اس کا اظہار جمال وجلال کی صورتوں میں ہوا ہے، اسی طرح مرتبہ نبوت مظہر جمال اِلٰہی ہے اور مرتبہ ولایت مظہر جلال اِلٰہی ہے اور ان دونوں کا باطن واحد ہے، کیونکہ اللہ احد ہے جمال وجلال کے باوجود اس کی احدیت میں فرق نہیں آتا اسی طرح مقام مظہریت میں نبوت وولایت کا اظہار اس نور اول کی واحدیت کی نفی نہیں کرتا ان دونوں کا باطن ایک ہے اور وہ نور اول ہے

جیسا کہ اللہ جل جلالہ احد ہے اکیلا ہے اسی طرح اس کا نور اول بھی متبہ باطن میں واحد الاصل ہے، جس طرح اللہ جل جلالہ کا اظہارِ صفات دو حیثیتوں میں ہوا ہے یعنی جلال و جمال میں اسی طرح نور اول کو بھی اظہار دو حیثیتوں سے بخشا گیا ہے ایک نور بحثیت نبی کے مظہر جمال اِلٰہی بن کر آیا اور دوسرا نور مظہر جلال بن کر ظاہر ہوا

جس طرح اللہ جل جلالہ کی جمال وجلال کے اظہار سے احدیت متاثر نہیں ہوتی اسی طرح نور اول کی اظہار نبوت وولایت سے واحدیت متاثر نہیں ہوتی اور وہی نور اول ونور ولی مطلق ہی اللہ جل جلالہ کا حجاب ہے اور مرتبہ ولایت میں اس نور ولایت اور نور احدیت کے مابین کوئی حجاب ہوتا ہی نہیں ہے جیسا کہ عرفا کا فرمان ہے

☆ الولی لیس بینه و بین الله حجاب...... ولی وہ ہے کہ جس کے اور اللہ جل جلالہ کے مابین کوئی حجاب و پردہ ہوتا ہی نہیں ہے

دوستو! - یہ بھی آپ نے دیکھا ہوگا کہ جب شہنشاہ انبیاصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معراج پہ تشریف لے جاتے ہیں تو بحثیت ''عبد'' کے تشریف لے جاتے ہیں نہ کہ بحثیت ولی کے، اس لئے فرمایا گیا تھا کہ سبحان الذی اسریٰ بعبده......یعنی سبحان ہے وہ

ذات جو اپنے عبد کو لے گئی (اسریٰ رات کی سیر کو بھی کہتے ہیں) اس طرح معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ سبحان ہے وہ ذات جو اپنے عبد کو رات کی سیر پر لے گئی ......اب یہ تو میں پہلے ہی بیان کر چکا ہوں کہ مقام عبد اِلٰہی کمال نبوت و کمال عصمت کا مقام ہے جو کسی دیگر مخلوق کو حاصل ہی نہیں ہے مگر یہ یاد رکھنا چاہیے کہ مرتبۂ ولایتِ مطلقہ عبدیت کا کل ہے اور عبدیت مرتبہ ولایت کا جزو ہے ......اب ہوا یہ کہ سرورِ کونین صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم معراج پر تشریف لے جاتے ہیں تو انہوں نے عبدیت و نبوت کا لباس زیب بدن فرمایا ہوا تھا نہ کہ لباس ولایت مطلقہ زیب حقیقت تھا اس لئے انہیں حجاب اللہ اکبر کے سامنے روک لیا گیا اور اس مقام پر جناب آیۃ اللہ روح اللہ خمینی رضوان اللہ علیہ تعلیقات علی الفصوص الحکم میں فرماتے ہیں کہ حجاب قدرت سے آواز آئی

☆قف یا محمد صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم ان اللہ یصلی ......اے حبیب رب اکبر آپ یہاں رک جائیں کیونکہ ذات واجب الوجود صلوات پڑھنے میں مصروف ہے ......

یعنی انہیں حجاب اللہ اکبر کے سامنے روک دیا گیا اور اندر جانے کی اجازت نہ ملی اس میں ہمارے سامنے یہ حقیقت منکشف ہوتی ہے کہ مرتبۂ عبدیت و نبوت و رسالت کا کمال مقام قاب و قوسین او ادنیٰ ہے اس لئے انہیں وہاں رکنا پڑا

اب یہاں سے شہنشاہ انبیا صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم آگے جانا چاہتے تو جا سکتے تھے مگر انہیں لباس عبدیت و نبوت و رسالت کو اتارنا پڑتا یعنی ان لباس ہائے اظہاری سے مجرد ہو کر آگے جا سکتے تھے ورنہ اس لباس کے ساتھ وہاں نہیں جا سکتے تھے کیونکہ عبدیت و نبوت و رسالت کا یہی مقام کامل تھا اس سے آگے تو وہ ولی مطلق بن کر ہی جا سکتے تھے مگر شہنشاہ انبیا صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم اپنے مراتب ظاہریہ کا کمال اسی میں دریافت کر

رہے تھے کہ وہاں مع نعلین پہنچے جہاں کوئی نبی یا رسول بھی نہیں جا سکتا اور یہ مرتبہ نبوت ورسالت وعبدیت کیلئے مقام معراج تھا ان کی ذات کیلئے تو یہ کوئی معراج تھا ہی نہیں ، حقیقت یہ ہے کہ ان مراتب اظہار یہ وعارضہ کے ساتھ کسی کا وہاں تک پہنچ جانا امر محال تھا مگر یہ وہاں پہنچ گئے

یہاں آپ کو سمجھانے کیلئے میں ایک مثال عرض کرتا ہوں کہ ایک آدمی کوہ ہمالیہ کی سب سے اونچی چوٹی ماؤنٹ ایورسٹ پر پہنچنا چاہتا ہے اور اس کی خواہش یہ ہو کہ وہ اپنی رولز رائس گاڑی کے ساتھ چوٹی تک انہی کوہ پیاؤں کے راستوں پر چل کر پہنچ جائے ، یہ بات امر محال ہے کیونکہ اس چوٹی پر تو پچاس پچاس افراد کی ٹیم جانے کی کوشش کرتی ہے تو پچاس میں سے دو یا تین آدمی پیدل بڑی مشکل سے جا سکتے ہیں وہاں کسی کا اپنی گاڑی سمیت پہنچ جانا امر محال ہے اور اگر کوئی جیالا وہاں یہ کوشش کرے اور چوبیس ہزار فٹ کی بلندی میں سے بائیس ہزار فٹ تک وہ گاڑی سمیت پہنچ جائے تو یہ بات کسی معجزے سے کم نہیں ہوگی کیونکہ یہ عادی طریقے سے ناممکنات میں سے ہے ، بلاتشبیہ اسی طرح شہنشاہ انبیاصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لباس ہائے ظاہر یہ کے ساتھ اوادنیٰ کے مقام تک پہنچ جانا وہ کمال ہے جو مقام اعجاز کیلئے بھی کمال کا درجہ رکھتا ہے یعنی ان عارضہ لباسوں اور عہدوں کو وہاں تک لے جانا اور اپنی ظاہری حقیقتوں کو معراج کروانا بہت بڑی چیز ہے اور یہی ان کی انفرادیت ہے

اب یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے مقام قاب وقوسین اوادنیٰ ہے کیا چیز ؟

اس کا جواب یہ ہے کہ وہ مقام قرب ہے مگر لیس ذالك قرب المكان وہ مقام قرب اِلٰہی ہے مگر یہ قرب مکانی نہیں ہے لان الرحمن جل جلالہ جل عن المكان ...... کیونکہ اللہ جل جلالہ زمان ومکان سے اجل وارفع ومنزہ بھی ہے اور یہ بھی ہے کہ قرب

مکانی تو ہر فرد کو حاصل ہے کیونکہ اللہ جل جلالہٗ فرماتا ہے نحن اقرب الیہ من حبل الورید...... ہم تمہاری شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں ☆ بل ذالك قرب الصفات من الذات...... بلکہ یہ قرب صفاتی ہے جو ذات واجب الوجود سے ہے ☆ذاك قرب الواحد من الاحد ...... اور یہ ذات واحد کا ذات احد سے قرب ہے اور یہ بھی ہے کہ الواحد صفة الاحد...... کیونکہ واحد احد کی صفت ہے یعنی ایک ہونا ایک کی صفت ہے والواحد ھو النور الاول...... احد ذات واجب الوجود ہے اور واحد وہ نور واحد ہے جو نور اول ہے

ہمارا مقصد یہ ہے کہ صفات الٰہیہ کا کمال حصول بلا تجرید ناممکن تھا یعنی یہ ناممکن ہے کہ بشریت کا جامہ بھی باقی رہے اور اللہ کے کلی صفات کا مظہر بھی بن جائے اس لئے کمال قرب میں جامۂ بشریت سے مجرد ہونا شرط ہے اور اس مقام او ادنیٰ تک رسائی کیلئے تجرید کامل درکار ہے جس میں بشریت و نبوت و رسالت کو پیچھے چھوڑنا پڑتا تھا کیونکہ کوئی بھی نبی و رسول اپنے عہدوں سے تجرید کامل پا ہی نہیں سکتا اس لئے وہ وہاں نہیں پہنچ سکتا اور کوئی ملک مقرب بھی اپنی ملکیت و فرشتگی سے مجرد نہیں ہوسکتا کیونکہ اگر اس سے لباس ملکی اتر جائے تو ملک ہی نہ رہے اس لئے وہ بھی وہاں نہیں جا سکتا وہاں تو صرف وہ جا سکتا ہے جس کی حقیقت مجرد کامل ہو اور وہ اول ما خلق الله نوری کا مصداق ہو......جس کی ازلی ذات مجرد عن المراتب ہو اور سارے مراتب اسے عارض ہوئے ہوں ان کے جزوِ ذاتِ اولیہ نہ ہوں

دوستو! ۔حقیقت یہ ہے کہ اگر ان عہدوں اور مراتب ظاہریہ سے مجرد ہوکر جانا چاہتے تو پھر انہیں جانے کی ضرورت ہی نہیں تھی کیونکہ یہ ولی مطلق تھے اور ولی مطلق اور خالق کے مابین تو کوئی حجاب ہوتا ہی نہیں ، ولی مطلق تو ہمہ وقت مقام معراج ہی

پر متمکن ہوتا ہے اس لئے عرش ہمہ وقت ان کے قدموں میں ہوتا ہے اور کرسی ان کے تصرف میں ہوتی ہے، لوح زیرِ نظر ہوتی ہے، قلم ان کی انگلیوں میں گردش کرتا ہے، ذات واجب الوجود ان کے روبرو ہوتی ہے، تو پھر سفر کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے؟ ...... ہاں مرتبۂ رسالت اور عبدیت و نبوت کے ساتھ ان کا وہاں جانا معراج ہے مگر جب یہ وہاں پہنچ جاتے ہیں تو وہاں ان کے سامنے حجاب آ جاتا ہے
اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ حجاب کیا تھا؟ ...... وہ حجاب اللہ اکبر ان کا کوئی غیر نہیں تھا بلکہ انہی کا اپنا باطن تھا ان کا مرتبہ ولایت مطلقہ ہی ان کے سامنے حجاب بن گیا یعنی وہ امیر کائنات علیہ الصلوات والسلام تھے جو ان کے سامنے حجاب تھے جو وہاں عبدیت کے لباس سے مجرد ہو کر تشریف فرما تھے اور ہمیشہ سے موجود تھے اس لئے انہوں نے وہاں انہیں حجاب اللہ اکبر پایا اس کی مثال ایسی ہے جیسے ایک پردے کے دونوں پہلوؤں کے درمیان جو حجاب ہوتا ہے وہ پردہ خود ہی ہوتا ہے کوئی غیر نہیں ہوتا یعنی سرور کونین صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم اور امیر کائنات علیہ الصلوات والسلام ایک ہی پردے کے دو پہلو ہیں ایک اندرونی پہلو ہے اور ایک بیرونی پہلو ہے
دوستو! - یہ بات یاد رکھنا چاہیے کہ اللہ جل جلالہ کی سب سے اعلیٰ ترین نشانی یا ارفع ترین آیت حجاب اللہ ذات ہی ہے جس کے اندر ذات ہی ذات ہے اور اس کے اندر ذات کے علاوہ کوئی نہیں ہے اور یہ ہزاروں لاکھوں حجابات کے بعد سب سے آخری حجاب ہوتا ہے اس لئے اس حجاب اللہ اکبر کو آیۃ اللہ الکبریٰ بھی کہتے ہیں جیسا کہ کلام الٰہی میں فرمایا ☆ لَقَدْ رَاٰی مِنْ آیَاتِ رَبِّهِ الْکُبْرَیٰ یعنی انہیں آیت کبریٰ کا مشاہدہ کروایا گیا مگر یہ مشاہدہ مرتبہ عبدیت و نبوت و رسالت کو کروایا گیا کیونکہ یہ ان مراتب ہی کیلئے اعلیٰ ترین مقام تھا ان کی ذات کیلئے نہیں کیونکہ یہ

ذات رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کیلئے کوئی بڑی چیز نہ تھا کہ یہ انہی کا جزو نور تھا جس کے یہ ''کل'' تھے یعنی ان کی ولایت مطلقہ کا ہی کا ایک جلوہ تھا جو ان کے مراتب اظہار یہ کو دکھایا گیا تھا

آپ روایات معراجیہ کو دیکھیں اس میں ہے کہ جب شہنشاہ معظم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم وہاں تشریف لے جاتے ہیں تو حجابِ ذات کے باہر اپنے ہی انوار کا مشاہدہ ہوا یعنی ان کے اپنے مراتب ولایت مطلقہ کے ساتھ سارے معصومین علیہم الصلوات والسلام ان کے استقبال کیلئے وہاں موجود تھے اور یہ بھی تھا کہ وہ انوار معصومین علیہم الصلوات والسلام خود حجاب اللہ اکبر بنے ہوئے تھے یہ یاد رہے کہ ☆ لَقَدْ رَاٰی مِنْ آیَاتِ رَبِّهِ الْكُبْرَىٰ ...... میں جو من ہے یہ تبعیضیہ نہیں ہے بلکہ ''من'' مترادفۃ بالبا ہے جیسا کہ من کے اقسام میں طلبا کو پڑھایا جاتا ہے کہ اس کے معنی معیت کے ہوتے ہیں یعنی ترجمہ اس طرح ہو جائے گا کہ تحقیق انہیں آیات کبریٰ الٰہیہ کے ساتھ دکھایا گیا یعنی ان کی اپنی حقیقت کا اپنے انوار کے ساتھ مشاہدہ کروایا گیا کیونکہ معصومین علیہ الصلوات والسلام انہی کی حقیقت کے اجزا تھے اور وہی حجاب اللہ اعظم و اقرب بنے ہوئے تھے

دوستو! - یہ بھی آپ جانتے ہیں کہ حجاب کے دو پہلو دو ڈائمنشن (Dimention) ہوتے ہیں ایک اندرونی حصہ ہوتا ہے اور ایک بیرونی حصہ ہوتا ہے اس کی مثال آپ کسی ایسے کپڑے سے دے سکتے ہیں کہ جس کے اندر اور باہر کے دو علیحدہ علیحدہ رنگ ہوں یا ویلوٹ جیسا کپڑا سمجھ لیں کہ جس کے ایک طرف فر ہوتی ہے اور دوسری طرف فر نہیں ہوتی ...... اب ایسا کوئی حجاب ہو تو اس کے اندر والے اور باہر والے کیلئے دو مختلف ویو (View) ہوتے ہیں یعنی اگر فرض کر لیں کہ ایک کپڑا ایسا ہے کہ جس کے اندر کا رنگ سبز ہے اور باہر کا رنگ سرخ ہے تو باہر والے کو وہ حجاب

سرخ نظر آئے گا اور اندر والے کو وہ حجاب سبز نظر آئے گا یعنی پردے سے باہر والے کو پردہ اور رنگ کا نظر آئے گا اور جو پس پردہ ہوگا اس کے سامنے اور رنگ ہوگا

بس اسی طرح اس حجاب اللہ اکبر کا باہر جو تھا وہ انوار معصومین کا نور تھا اور جو اس کا باطن تھا وہ مخدرات عصمت صلوات اللہ علیھن کا نور تھا اس لئے احادیث معراجیہ میں مخدارت عصمت صلوات اللہ علیھن کا ذکر نہیں ہے بلکہ ان کی خوشبو کا ذکر ہے جیسا کہ شہنشاہ انبیا صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم سے جب دریافت کیا گیا کہ معراج کے دوران جو کلام ہوا اس کا لب ولہجہ کیسا تھا؟ تو آپؐ نے فرمایا کہ عرش پہ جو نوے ہزار کلام ہوئی اس میں لب ولہجہ امیر کائنات علیہ الصلوات والسلام کا تھا اور وہاں کی جو خوشبو تھی وہ میری اس بیٹی صلوات اللہ علیھا کی تھی کہ جو اپنے بابا پاک صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی بھی ماں ہیں

اس کے بعد سارے اجزائے نور کی افرادیت کا ذکر ہوتا اور آواز قدرت آتی ہے

یا محمد صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم اتحب ان تراهم قلت نعم یا رب فقال التفت عن یمین العرش فالتفت فاذا انا بعلیؑ و سیدہؑ و الحسنؑ و المھدیؑ علیھم الصلوات والسلام فی ضحضاح من نور قیام یصلون المھدیؑ عجل اللہ فرجہ الشریف فی وسطھم کانه کوکب دری فقال یا محمد صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم ھولاء الحجج و ھذا الثائر من عترتك یا محمد صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم و عزتی و جلالی انه الحجة الواجبة لاولیائی و المنتقم من اعدائی (غیبة الشیخ طوسی ص 95)

اے میرے پاک حبیب صلی اللہ علیہ و آلك کیا آپ اپنے اوصیائے پاکؑ کی زیارت کرنا پسند فرمائیں گے؟ عرض کی جی ہاں ! اس پر فرمایا آپ عرش کے دائیں طرف نگاہ فرمائیں ' جب آپ نے نگاہ فرمائی تو کیا دیکھا کہ وہاں امیر المومنین علیہ الصلوات و السلام اور ملکۂ عالمین صلوات اللہ علیھا اور باقی انوار ازلیۂ الٰھیہ صلوات اللہ علیھم

اجمعین کو مسند نشین دیکھا اور ان کے درمیان میں انہوں نے دیکھا کہ ایک کوکب دری قمری الوجہ ذات کھڑے ہوئے ہیں اس وقت پردۂ توحید سے ندا آئی اے میرے محبوب صلی اللہ علیک و آلک هولاء الحجج و هذا الثائر من عترتك يا محمد صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم و عزتی و جلالی انه الحجة الواجبة لاوليائی و المنتقم من اعدائی (1)

یہ سارے اللہ جل جلالہ کے حجت ہیں اور یہ جو درمیان میں جلوہ آرا ہیں یہ آپ کی پاک عترت کے تو ثائر ہیں یعنی ایک ایک کے خون کا بدلہ لینے والے ہیں اور مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم یہ میرے جملہ اولیا کیلئے حجت واجبہ ہیں اور میرے سارے دشمنوں سے انتقام لینے والے بھی یہی ہیں

دیکھئے یہ عرش وہ مقام ہے کہ جس کے اندر مسجد اقصیٰ ہے اور وہ مسجد اقصیٰ جو دراصل خاندان توحید و رسالت علیہم الصلوات والسلام کی مسجد ہے

اب اس مختصر اور اجمالی سی بحث سے آپ سمجھیں کہ اس نور اول کی اقصائیت و بلندی کا کیا عالم ہے؟

اب یہاں یہ بات تو واضح ہوگئی کہ قصویٰ کے معنی کیا ہیں یعنی ہمارے عقول و افہام سے بہت اونچی غایت ، اب یہاں ترکیب لفظی کے بارے میں عرض کرنا ضروری ہے کہ غایت القصویٰ کی ترکیب لفظی کا مدعا کیا ہے

دیکھئے میں یہ عرض کر چکا ہوں کہ ہر چیز کی اک غرض و غایت ہوتی ہے اور اس کائنات و عالم ممکنات کی غرض و غایت صرف اور صرف نور اول صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم ہے جو اپنے لمحہ اولین میں واحد الاصل تھا مجرد عن المادیات و مراتب تھا اور یہی نور اول ہی غایت الغایات و جامع الغایات ہے، پھر آگے جو کچھ بنتا گیا ہے وہ اسی

نور کے کسی نہ کسی پہلو کی وجہ سے بنتا گیا یعنی تخلیق افلاک کی وجہ ان کا ظہور تھا، انسانیت کی تخلیق کا مقصد ان کا تعارف تھا، انبیا کی تخلیق کا مقصد ان کی پہچان کروانا تھا، اسی طرح پاک خاندان علیہم الصلوات والسلام کا نور اول (جو کلنا واحد کا مصداق ہے) ہی ہر چیز کی وجہ تخلیق بنا ہے، کیونکہ یہی اللہ جَلَّ جَلَالُهُ کا مجسم تعارف ہیں اور ان کے اس دنیا میں بشری لباس میں آنے کی وجہ حکومت اِلٰہیہ کا قیام ہے اور یہ بھی احادیث سے ثابت ہے کہ حکومت اِلٰہیہ کا قیام دورآخر میں شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف کے ذریعے ہونا ہے اور انہی کے زمانے میں پھراس واحدالانوار نے زمانہ واحد میں ظاہر ہونا ہے...... کیونکہ ہمارے شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف کا قیام سب سے آخر میں ہے اور باقی پاک خاندان تطہیر علیہم الصلوات والسلام کے صدیوں بعد ان کا ظہور ہے اس لئے یہ ایک طرح سے بعید ترین غایت ہیں یعنی ہیں تو آئمہ اطہار علیہم الصلوات والسلام کے ظہور کا مقصد ہی مگر ان کے کافی بعد اس نے پورا ہونا ہے اس لئے یہ بعید ترین مقصد قرار پائے ہیں

دوسری وجہ یہ ہے کہ حکومت اِلٰہیہ کا قیام اعلیٰ ترین مقصد بھی ہے اور وہ شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف سے وابستہ ہے اس لئے یہ غایت القصویٰ یعنی اعلیٰ ترین مقصد قرار پائے ہیں

تیسری وجہ یہ ہے کہ جس طرح ان کا جسم اطہر موجودگان ارض کی نظروں سے غائب ہے اسی طرح ان کی ازلی حقیقت افہام وعقولِ موجودات عالم سے مخفی ہے اس لئے غایت القصویٰ یعنی بلندترین مقصد کائنات قرار پائے ہیں

دوستو! - غایت کے ایک معنی انتہا کے بھی ہیں

غایت القصویٰ کے ایک معنی ہیں انتہائی مقصد وغرض یہ بھی عرض کر دوں کہ شہنشاہ

زمانہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف کی حکومت اِلٰہیہ کا قیام سب سے آخر میں ہے یعنی ان کا دور حکومت وظہور اجلال دور باطل کیلئے ایک انتہا کا درجہ رکھتے ہے کہ ان کے خروج کے ساتھ ہی باطل کا خاتمہ ہو جائے گا، ان کا خروج وقت معلوم ہے جس میں ابلیس اور آل ابلیس کیلئے مقررہ مدت انہی پر منتہی ہونا ہے اور ان کے خروج کے بعد اس ملعون کا بھی کلی طور پر خاتمہ ہو جائے گا اور اس کے بعد حق کی ایک نہ ختم ہونے والی حکومت کا آغاز ہو جائے گا کہ جس کی کوئی انتہا نہیں ہوگی کوئی حد اختتام نہیں ہوگی بلکہ ایک اِنفنیٹ کنگڈم آف گاڈ (Infinite Kingdom of God) ہوگی جو رہتی کائنات بلکہ ابدالآباد تک باقی رہنا ہے گویا وہ جنت کی طرح کا ملک ہوگا جس میں رہنے والوں کیلئے فیھا خالدون کی نوید دی گئی ہے جس کیلئے ایور اینڈ ایور (Ever and Ever) کا لفظ بھی بہت چھوٹا اور بونا لگتا ہے

شہزادہ جناب محسن علیہ الصلوات والسلام

دوستو! - میں یہاں یہ عرض کر رہا تھا کہ پاک خاندان علیہم الصلوات والسلام کے جتنے بھی پاک افراد علیہ الصلوات والسلام شہید ہوئے ہیں ان کے ولی شرعی ہمارے شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف ہیں اب اگر ہم اس گھر کے شہیدوں کی ایک لسٹ بنانا چاہیں تو سب سے اول جو شہید ہیں وہ ہیں جناب محسن علیہ الصلوات والسلام ...... یہ امام مظلوم علیہ الصلوات والسلام کے سب سے چھوٹے بھائی ہیں، اسد الغابہ فی تمیز صحابہ جلد 9 صفحہ نمبر 18 پر ہانی ابن ہانی امیر کائنات علیہ الصلوات والسلام سے روایت کرتے ہیں کہ......لما ولد الحسن سمیتہ حربا فجاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فقال ارونی ابنی ما سمیتموہ؟ قلنا حربا قال ھو حسن علیہ الصلوات والسلام، فلما ولد الحسین علیہ الصلوات والسلام سمیتہ حربا فجاء النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فقال ارونی ابنی ما سمیتموہ؟ قلنا حربا

قال بل هو الحسين علیہ الصلوات والسلام فلما ولد الثالث سمیته حربا ثم جاء النبی صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم فقال ارونی ابنی ما سمیتوہ؟ قلنا حربا فقال بل هو محسن علیہ الصلوات والسلام ثم قال سمیتم باسماء ولد هارون شبر و شبیر ومشبر صلوات اللہ علیہم اجمعین

یہ تو وہ روایت ہے جسے اغیار نے لکھا ہے اگر ہم اس روایت کے ساتھ وہ روایت بھی شامل کریں کہ جس میں امیر کائنات علیہ الصلوات والسلام نے فرمایا تھا کہ ہماری دلی خواہش تھی جس کا اظہار نہیں ہوا کہ ہم اپنے بیٹوں کے نام اپنے بھائیوں کے نام پر رکھیں گے مگر ہماری اولاد کے اسماالحسنٰی جناب ہارون علیہ السلام کے تین بیٹوں کے نام پر رکھے گئے اغیار نے بھائیوں کی بجائے ابوسفیان کے باپ کا نام شامل کردیا ورنہ امیر کائنات علیہ الصلوات والسلام نے اپنے بھائیوں کا ذکر فرمایا تھا جیسا کہ بعد والے بیٹوں میں جناب جعفر جناب عقیل اور جناب طالب علیہم الصلوات والسلام کے نام موجود ہیں اور یہ بات واضح ہے کہ ان کے نام پاک رکھنے میں اسی خواہش کی تکمیل فرمائی گئی

میں نے یہ روایت صرف اس لئے لکھی ہے کہ اس میں ایک اہم مسئلے کو حل فرمایا گیا ہے

فلما ولد الثالث سمیته حربا ثم جاء النبی صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم فقال ارونی ابنی ما سمیتوہ؟ قلنا حربا قال بل هو محسن علیہ الصلوات والسلام ثم قال سمیتم باسماء ولد هارون شبرؑ و شبیرؑ ومشبرؑ صلوات اللہ علیہم اجمعین........... (مسند الامام الشهید ج اول)

فرمایا جب ہمارے لخت جگر جناب محسن علیہ الصلوات والسلام کی دنیا پہ آمد ہوئی تو شہنشاہ انبیا صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم تشریف لائے اور فرمایا ہمیں ہمارا نور چشم دکھائیں تو ہم نے جناب محسن علیہ الصلوات والسلام کو پیش کیا تو فرمایا آپ نے ان کا نام کیا تجویز کیا ہے؟ ہم نے [دل میں کہا] حرب یا جعفر! اس پر فرمایا ان کا نام پاک تو محسن علیہ الصلوات والسلام ہے اور

ہم نے جناب ہارون علیہ السلام کے تینوں بیٹوں کے ناموں پہ آپ کے پاک فرزندان کے نام تجویز فرمائے ہیں [یعنی شبر وشبیر ومشبر کے عربی میں یہی معنی ہیں]

اب دیکھیں اس روایت سے یہ ثابت ہے کہ جناب محسن علیہ الصلوات والسلام کی دنیا میں آمد شہنشاہ انبیا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ظاہری دور حیات ہی میں ہوئی تھی

اب یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ان کی دنیا میں آمد کی تاریخ کیا تھی ؟

اس کا جواب کسی کتاب میں میری نظر سے نہیں گزرا ہاں ہم واقعات پر کرونالوجی (Chronology) کے کلیات اپلائی (Apply) کرکے اندازہ ضرور کرسکتے ہیں

وہ اس طرح ہے کہ خم غدیر پہ اعلان ولایت کے بعد جب 20 ذوالحجہ کے بعد آپ مدینے میں تشریف لائے تو جناب محسن علیہ الصلوات والسلام کی دنیا پہ آمد ہوئی یعنی شہنشاہ انبیا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ظاہری دور علالت محرم الحرام میں شروع ہوا ایک ماہ اٹھائیس دن بعد آپ نے وصال فرمایا یعنی 28 صفر المظفر کے دن آپ کا وصال ہوا اس طرح ہم یہ اندازہ ضرور کرسکتے ہیں کہ جناب محسن علیہ الصلوات والسلام کی دنیا میں آمد 23 ذوالحجہ کے بعد اور یکم محرم الحرام سے قبل ہے اور ان کا روز شہادت 12/10 جمادی الاول ہے اس طرح بوقت شہادت ان کی عمر شریف پانچ مہینے سے کچھ کم تھی

یہ اتنے اہم شہید ہیں کہ مقام شہادت میں یہ اولین وآخرین میں سے سب سے اونچے مقام کے مالک ہیں ، آپ کتب غیبت اٹھا کر دیکھیں ہمارے شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف جب اپنی تلوار انتقام بلند فرمائیں گے تو سب سے پہلے نہ امیر کائنات علیہ الصلوات والسلام کو ماہ رمضان میں لگائی گئی ضربت کا انتقام لیں گے اور نہ ملکہ عالمین صلوات اللہ علیہا کے زخمی پہلو کا انتقام لیں گے اور نہ ہی امام حسن المجتبیٰ علیہ الصلوات والسلام کے تابوت اطہر کی بے حرمتی کا یعنی ان کے کفن اطہر سے نکلنے والے ستر تیروں کا انتقام لیں گے

اور نہ ہی امام مظلوم علیہ الصلوات والسلام کی تیرہ ضربوں کا انتقام لیں گے بلکہ سارے کتب غیبت رو رو کر یہی بتا رہے ہیں کہ منتقم حقیقی عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف سب سے پہلے اس کمسن کا انتقام لیں گے

میں عرض کر رہا تھا کہ ظالمین سے ایک انتقام خروج کے فوری بعد لیا جانا ہے اس میں زمانہ موجود کے ظالمین کو سزا دی جائے گی اس کے بعد منبر عدل آراستہ کیا جائے گا جس میں زمانہ ماضی کے ظالمین کو زندہ کر کے ان سے انتقام لیا جائے گا اس کے بارے میں ایک روایت یہ ہے کہ ہمارے شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف سب سے پہلے جس ظلم کا انتقام اپنے دست مبارک سے لیں گے وہ معظّمہ کونین صلوات اللہ علیہا کے کمسن لعل جناب محسن علیہ الصلوات والسلام کا انتقام ہوگا ان کے بارے میں عرض کر دوں کہ جب غاصبان فدک نے ملکہ عالمین صلوات اللہ علیہا کے گھر اطہر کو ٹھنڈا کرنے کیلئے دروازے پر لکڑیاں جمع کر دی تھیں تو اس وقت ملکہ عالمین صلوات اللہ علیہا اپنے دروزاے کے پیچھے تشریف لائیں اور انہیں سرزنش فرمائی اس وقت ان کی گود میں ان کے کمسن شہزادے جناب محسن علیہ الصلوات والسلام تھے، اس وقت قنفذ ملعون نے آکر دروازے کو دھکا دیا تھا جس کی ضرب سے جناب محسن علیہ الصلوات والسلام ملکہ عالمین صلوات اللہ علیہا کے ہاتھوں سے زخمی حالت میں زمین پر گر گئے اور مرتبۂ شہادت کو پالیا

امام صادق علیہ الصلوات والسلام نے فرمایا تھا کہ اول من یحکم فیھم محسن ابن علیؑ و فی قاتلہ ثم فی قنفذ فیؤتیان ھو و صاحبہ فیضربان بسوط من نار......

فرمایا کہ سب سے پہلے جس مظلوم علیہ الصلوات والسلام کے انتقام کا فیصلہ ہوگا وہ جناب محسن علیہ الصلوات والسلام ہوں گے اس وقت قنفذ ملعون کو اس کے ساتھیوں سمیت دربار عدالت میں پیش کیا جائے گا اور ان پر آتش جہنم کے کوڑے سے حد جاری کی جائے گی اور

وہ کوڑا اس طرح کا ہوگا کہ اگر اس کی ایک ضرب سمندر پر لگائی جائے تو وہ سمندر بھی دہک اٹھے گا اور اگر اس کی ضرب پہاڑوں پر لگائی جائے تو وہ انہیں بھی پیس کر رکھ دے گا، اس کوڑے کی اس ملعون اور اس کے ساتھیوں کو دو دو ضربیں لگائی جائیں گی ...... دوستو! - اگر ہم اس اصول کے حوالے سے دیکھیں کہ جو سب سے بڑا مظلوم اور سب سے بڑا شہید ہوگا اس کا انتقام سب سے پہلے لیا جائے گا تو پھر ہمیں یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ عالم موجود میں شہید اکبر اگر کوئی ہے تو وہ جناب محسن علیہ الصلوات والسلام ہیں اس طرح ہم درجہ بندی کریں تو وہ اس طرح ہوگی کہ باقی سارے شہدائے عالم میں سید الشہدا جناب حمزہ علیہ الصلوات والسلام ہیں اور بنو ہاشم علیہ الصلوات والسلام کے جتنے شہید ہیں ان میں سے سید الشہدا شہنشاہ کربلا علیہ الصلوات والسلام ہیں اور آل عمران علیہم الصلوات والسلام میں سے جتنے شہید ہیں ان میں سے سید الشہدا اور شہید اکبر جناب محسن علیہ الصلوات والسلام ہیں کیونکہ سب سے پہلے ان کا انتقام لیا جانا ہے اور ان کے بعد شہنشاہ کربلا علیہ الصلوات والسلام کا انتقام لیا جانا ہے ان کے بعد دیگر شہیدوں کا انتقام لیا جائے گا اور اس بات سے آج تک کسی نے انکار نہیں کیا کہ سب پہلے جو انتقام لیا جانا ہے وہ جناب محسن علیہ الصلوات والسلام ہی کا ہوگا

دوستو! - جب میدان عدل لگایا جائے گا تو اس وقت اس ملعون کو بلایا جائے گا جس کا نام قَــنْـفَــذْ ملعون ہے یہ ملعون اپنے ساتھی سمیت دربار عدل میں پیش کیا جائے گا جونہی وہ ملعون ہمارے شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف کے سامنے آئے گا وہ اپنے تخت بیٹھ نہیں سکیں گے فوراً کھڑے ہو جائیں گے ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوں گے ان کے ہاتھ میں سوط [درہ] ہوگا وہ ایسا درہ ہوگا کہ اگر سمندروں پر اس کی ایک ضرب لگائی جائے تو سارے سمندر آگ کے سمندر بن

جائیں، اگر وہ کوڑا کوہ ہمالیہ کی پشت پر مارا جائے تو وہ راکھ کا ڈھیر بن جائے ......
وہ کوڑا لے کر آپ اس ملعون کے سامنے تشریف لائیں گے ...... اس وقت وہ اپنے
اس کوڑے کو اپنے سر اطہر کے اوپر گردش دیں گے جس کی ہیبت ناک آواز سے
اہل جہنم کی چیخیں نکل جائیں گی، عالم ملکوت کے رونگٹے کھڑے ہو جائیں گے، اہل
عرش سے لے کر اہل تحت الثریٰ تک ساری مخلوق کے دہشت سے سانس حلق میں
مچھلی کے کانٹے کی طرح اٹک جائیں گے ...... اس کے بعد سارے موجودگانِ عالم کو
ان ملعونوں کے جرم سے آگاہ فرمائیں گے اولین وآخرین کی مخلوق قنفذ ملعون
اور اس کے ساتھیوں پر لعنت کرے گی ...... میرا دل مانتا ہے کہ شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ
الشَّرِیْف اولین وآخرین کی ساری مخلوق کے مجمع میں ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء علیہم السلام
اور سارے معصومین علیہم الصلوات والسلام کے سامنے اپنی جدہ طاہرہ صلوات اللہ علیہا کی شہادت کو
بیان فرمائیں گے گویا یہ وہ مجلس ہوگی جس میں ساری کائنات سامع ہوگی اور خود
شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف ذاکر ہوں گے ...... میں سمجھتا ہوں کہ جب آپ اس معصوم
کائنات علیہ الصلوات والسلام کی شہادت بیان فرمائیں گے تو اولین وآخرین پر ایسی رقت
طاری ہوگی کہ قیامت کا سماں ہوگا ...... دوستو! - میں اس مقام پر دعا کرنا واجب
سمجھتا ہوں کہ آؤ ہم سب مل کر دعا کریں کہ اس معصوم کائنات علیہ الصلوات والسلام کا انتقام
جلدی ہو، معظّمہ کونین صلوات اللہ علیہا کی شہادت کا انتقام ہو، ان کے زخمی پہلو کا انتقام
ہو، ان کے پاک گھر سے مصائب کا کلی طور پر خاتمہ ہو جائے اور جو کائنات کی
غایت القصویٰ یعنی بلندترین انتہا ہیں ان کا ظہور اجلال وخروج بصد عروج جلدی ہو

آمین یا رب العالمین

يا هو يا من هو لاهو الا هوالحي القيوم يا هو يا من لا يعلم ماهو الا هو الحي القيوم العلي العظيم
يا مولا كريم عجل الله فرجك وصلوات الله عليك

عجل الله فرجه الشريف و صلوات الله عليه

الحمد لله رب ا لعالمين و صل علیٰ محمدؐ و آلہٖ اجمعين خصوصاً علی حجة الله فی العـالمين عجل الله فرجه الشريف وآبائه المعصومين وامهاته الطاهرين الطيبين صلوات الله عليهم اجمعين و لعنة الله علیٰ اعدائهم من يوم الازل الی يوم الدين

اے طالبان فرج المومنینؑ !

آپ جانتے ہیں کہ ہم نے شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف کے اسمائے مبارکہ کے تشریحات پہ اپنا سلسلہ بیان جاری رکھا ہوا ہے اور آج ہمارے زیر شرح اسما مبارک ہے

جناب غیث الرحمة عجل الله فرجه الشريف

دوستو ! - یہ اسم مبارک بھی مرکب ہے یعنی غیث بمعنی بارش کے اور رحمت ......اس میں رحمت پر الف اور لام کا ہونا بتا رہا ہے یہ کوئی خصوصی بارش ہے عام نہیں

دوستو ! - عام بارش کو عربی میں مطر کہتے ہیں اور جو مخلوق کے استغاثہ اور طلب و پکار کے بعد ہوا سے غیث کہتے ہیں کیونکہ غاث یغوث غوثا میں استغاثہ اور غم کے زائل ہونے کا تصور ضرور شامل ہوتا ہے اس لئے غوث اسے کہتے ہیں جو فریاد کو پہنچے اور غم رفع کرے ...... غیث اس بارش کو کہتے ہیں جو فریاد اور پکار کے بعد نازل ہو ......تفسیر المیزان میں بھی یہی بیان ہوا ہے کہ ''غیث'' کو غیث اس لئے کہتے ہیں

کہ وہ اس وقت ہوتی ہے جب انسان خشک سالی سے پریشانیوں میں گھر جاتا ہے اور پھر دکھی ہوکر غوث الندا کو پکارتا ہے اور اس کی طرف بارش ہو جاتی ہے تو اس سے غم رفع ہو جاتے ہیں پریشانی دور ہو جاتی ہے برکت کا نزول ہو جاتا ہے اللہ کی رحمت ہو جاتی ہے

سورہ شوریٰ میں اللہ جل جلالہ نے فرمایا ہے ھوالذی ینزل الغیث ...... کہ وہ وہی تو ہے جو غیث کو نازل فرماتا ہے ...... اس میں ایک معنی تو وہ ہیں کہ جو عمومی ہیں یعنی جب انسان خشک سالی کا سامنے کرتے کرتے انتہائی پریشان ہو جاتا ہے اور اپنے مالک کے سامنے فریاد کرتا ہے اور اس کی فریاد سنی جاتی ہے تو اللہ فرماتا ہے کہ وہ میں ہی ہوں کہ جو فریاد سن کر تم پر بارش برساتا ہے

اس کے باطنی تفسیر میں غیث مراد شھنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَهُ الشَّرِيف ہیں کہ جن کے بارے میں ارشاد ہے کہ جب انسانیت انتہائی پریشان ہوگی مصائب میں مبتلا ہوگی اور روحانیت کی تشنگی محسوس کرتے ہوئے اپنے زمانے کے امام عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَهُ الشَّرِيف کے بارے میں ہم سے فریاد کرتی ہے تو ہم ہی اس غیث الرحمت کو نازل فرماتے ہیں

اگر ہم قرآن کریم کو دیکھتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ یہ لفظ غیث کلام اِلٰہی میں صرف دو مرتبہ استعمال ہوا ہے ایک مرتبہ سورہ شوریٰ میں اور دوسری مرتبہ سورہ لقمان میں اور سروہ لقمان کے جن آیات میں یہ لفظ استعمال ہوا ہے انہیں مفاتیح خمسہ کہا جاتا ہے کہ جن فرمایا کہ گیا کہ پانچ چیزوں کا علم اللہ جل جلالہ کے علاوہ کسی کو نہیں ہے ان میں اسے ایک قیامت کا علم ہے دوسرا نزول غیث ہے یعنی وینزل الغیث فرمایا گیا ہے جسکے معنی عام لوگ بارش کے لیتے ہیں جو کے آج کی سائنس نے اس چیلنج کو قبول کرتے ہوئے بارش کے بارے میں ہفتوں پہلے بتانا شروع کر دیا ہے اور اگر

ہم الغیث کے معنی بارش تک محدود رکھیں تو اس طرح بیرومیٹرز دیگر موسمیاتی آلات وسیارگان اللہ کے علم کے چیلنج کو ناکام کردیتے ہیں اور اگر ہم اس کے معنی وہی لیں جو جملہ عرفائے عظام رضوان اللہ علیھم نے لئے کہ اس سے مراد شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف کے نزول اجلال وخروج بالعروج ہے تو اس کا علم سائنس کے گرینڈ فادر کو بھی نہیں ہے

ہاں تو دوستو! ۔ میں عرض کررہا تھا کہ غیث کے معنی ہیں استغاثہ کے بعد ہونے والی ایسی رحمت جس سے غم زائل ہوجائیں اور وہ ہیں ہمارے شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف کے جنکے ظہور ونزول کا کسی کو علم نہیں ہے اور وہ ہونا ہے تو ہم سب کے استغاثہ اور فریاد کے بعد، یعنی جب ہم سب شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف کی دلی طور پر ضرورت محسوس کریں گے اور ان کے خروج اور ابدی حکومت کیلئے دعا کریں گے تو خالق کائنات ہماری فریاد کو سن کر شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف کی ابدی حکومت اِلٰہیہ کو ظاہر فرمائے گا

آج کئی مہربان یہ کہتے ہوئے نظر آتے ہیں کہ ہمیں دعا نہیں کرنا چاہیے کیونکہ خروج کا ایک وقت مقرر ہے اس کی ایک ساعت معین ہے اس لئے یہاں یہ عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ دعا کے بارے میں اس نقطے کو سمجھنا انتہائی ضروری ہے کہ انسان جن چیزوں کے بارے میں دعا کرتا ہے ان کے چار اقسام ہیں

(1) معین غیر معلوم

(2) معین معلوم

(3) غیر معین غیر معلوم

(4) غیر معین معلوم

یعنی کچھ چیزیں جو ہم طلب کرتے ہیں ان کا وقت مقرر ہوتا ہے مگر وہ ہمیں معلوم نہیں اور کچھ چیزیں ایسی طلب کی جاتی ہیں جن کا وقت مقرر بھی ہوتا ہے اور ہمیں معلوم بھی ہوتا ہے

کچھ چیزیں ایسی ہوتی ہیں جن کا وقت مقرر نہیں ہوتا اور ہمیں معلوم بھی نہیں ہوتا اور کچھ چیزیں ایسی فرض کی جاسکتی ہیں جن کا وقت مقرر بھی نہیں اور ہمیں معلوم بھی ہے یہ آخری چیز ناممکن ہے

اگر ہم غور سے دیکھیں تو اصل چیزیں تین طرح کی ہیں

معین غیر معلوم   غیر معین غیر معلوم   معین معلوم

کلیہ یہ ہے کہ ہر وہ چیز جو معین و معلوم ہے اس کیلئے دعا کی اجازت نہیں ہے بلکہ دعا کرنا بے سود ہے مگر صرف انسان کیلئے ، نہ کہ انبیا و رسل علیہم السلام کیلئے

جیسا کہ ہم دیکھتے ہیں کہ سورج ایک خاص وقت میں طلوع وغروب ہوتا ہے

فصلات کیلئے ایک مقرر موسم و وقت ہے جو ہمیں معلوم ہے

اسی طرح شکمِ مادر میں بچہ ہے تو اس کے پیدا ہونے کا ایک وقت ہے ، ایسے ہی جملہ تقدیرات بدیہی کہ جو ہمارے مشاہدے و تجربے میں آتے رہتے ہیں کیونکہ یہ ساری چیزیں معین بھی ہیں اور معلوم بھی ہیں ان کے بارے میں دعا کرنا بے سود ہے

یہ بات یاد رہے کہ ایسے امور کیلئے دعا کرنے پر نا جائز یا حرام یا مکروہ کا کوئی فتویٰ نہیں دیا جا سکتا بلکہ ایسی دعا کو ایک لایعنی ، عبث یا بے سود کام کہا جا سکتا ہے اس کی دعا مانگنا حرام نہیں

عرفا کرام رضوان اللہ علیہم کا فرمانا ہے کہ شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف کا خروج غیر معین غیر معلوم کے دائرے میں آتا ہے اس لئے دعا کرنا ہی شرط ہے جیسا کہ امام صادق علیہ

الصلوات والسلام نے بنی اسرائیل پر مقررہ عذاب کی مدت میں دعا سے کٹوتی ہونا بیان فرمایا اور اس کے بعد فرمایا تھاھکذا انتم ...... اے شیعو تمہارا معاملہ بھی اس جیسا ہے کہ اگر تم بھی مل کر دعائے تعجیل فرج کرو گے تو تمہارے شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف کا ظہور وخروج بھی جلدی ہو جائے گا اور اگر تم دعا نہیں کرو گے تو پھر وہ اپنے مقررہ وقت پر ہوگا اس حدیث کو سارے کتب غیبت نے لکھا ہے اور جناب مقبول احمد صاحب نے اپنے مترجمہ قرآن کریم کے حاشیہ پر بھی لکھا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ خروج غیر معین غیر معلوم ہے اس لئے یہ مشروط بہ دعا ہے اگر ایسا نہ ہوتا تو شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف اپنی توقیع مبارک میں تاکید نہ فرماتے کہ ☆ واکثر الدعا بتعجیل للفرج ...... کہ تم کثرت سے دعائے تعجیل فرج کرو ...... یہ تاکیدی حکم بھی بتا رہا ہے کہ ظہور اقدس غیر معین غیر معلوم ہے

اس دور میں کئی لوگ کہتے ہیں کہ شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف کا ظہور معین غیر معلوم ہے اس لئے اس کے کیلئے دعا کرنا جائز نہیں ...... میں ان سے گزارش کروں گا کہ اگر ہم ان کی بات کو فرض کرو کے کلیہ کے تحت درست مان بھی لیں تو پھر ہمیں اس نظریے کو دیکھنا ہوگا کہ کیا یہ بات درست بھی ہے یا نہیں کہ ''معین غیر معلوم کے بارے میں دعا کرنا جائز نہیں ہے''

دوستو کچھ چیزیں ایسی ہوتی ہیں کہ جن کا ایک وقت مقرر و معین تو ہوتا ہے مگر وہ وقت ہمیں معلوم نہیں ہوتا بلکہ اس کے وقت کا تعین کرنے سے منع بھی فرمایا گیا ہے

جیسا کہ موت کا ایک وقت مقرر ہے مگر ہمیں معلوم نہیں، نزول وتوسیع رزق کا وقت مقرر ہے ہمیں معلوم نہیں، اولاد کے ہونے کا وقت مقرر ہے معلوم نہیں، اسی طرح صحت وسقم وغیرھم کا وقت مقرر ہے مگر معلوم نہیں، کیونکہ فرمایا گیا ہے کہ ☆ کل امر

مرھون الی اوقاتھا...... یعنی سارے امور کا ایک وقت مقرر ہے مگر معلوم نہیں کیونکہ دعا کا تعلق ہمیشہ نا معلوم سے ہوتا ہے اس لئے ان امور میں دعا کو مستحسن قرار دیا گیا ہے بلکہ عمومی دعا کے بارے میں تو یہاں تک فرمایا گیا ہے کہ☆ کل ما یئبوبکم لولا ربی دعا کم...... یعنی دعا نہ کرنے والے کی خالق کو ضرورت ہی نہیں ہے

اب ہم شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف کے خروج کو بھی معین غیر معلوم مان لیتے ہیں تو ہمیں پتہ چلتا ہے کہ اس کے وقت کے تعین کے بارے میں بھی سختی سے تاکید کی گئی ہے کہ اور فرمایا گیا ہے☆ وکذب الوقاتون...... یعنی وقت مقرر کرنے والے جھوٹے ہیں بلکہ کتب وغیرہ میں نہی توقیت کے ابواب موجود ہیں اس لئے کوئی بھی انہیں معین معلوم میں نہیں لا سکتا یا معین غیر معلوم مانے گا یا غیر معین غیر معلوم میں شمار کرے گا تو پھر اس کیلئے دعا کرنا مستحب و واجب و مستحسن کے دائرے میں آئے گا نہ کہ حرمت کے دائرے میں ، اس لئے کوئی دعائے تعجیل فرج سے منع کرنے والا بلا دلیل ہی منع کرتا ہے

یہاں یہ بات ذہن نشین رکھنا ضروری ہے کہ جن چیزوں کو خالق نے معین غیر معلوم میں رکھا ہے ان کے غیر معلوم رکھنے کی مصلحت ہی یہی ہے کہ ان چیزوں کے بارے میں انسان ہمیشہ خالق کے حضور پیش ہوتا رہے گا اور اس طرح عبد و معبود کے مابین عبدیت کا رشتہ باقی رہے گا ، اگر ایسا ہوتا کہ فرما دیا جاتا کہ میں نے ازل میں ہر چیز کا وقت مقرر کر دیا ہے اور اس میں تغیر و تبدل کا امکان ہی نہیں ہوتا تو اس طرح انسان سے خالق کا رشتۂ رب و مربوب باقی نہ رہتا کوئی انسان کبھی بھی اس سے نہ کچھ مانگتا اور نہ ہی اسے خالق کی کوئی ضرورت محسوس ہوتی وہ خود کو پابند تقدیر سمجھ کر خود خالق ہی سے بے نیاز ہو جاتا اور بھول کر بھی اسے یاد نہ کرتا

﴿ اقسام سائلین ﴾

دوستو یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اس کائنات میں جتنے بھی لوگ دعا کرتے ہیں اور اللہ سے سوال کرتے ہیں ان کی دو قسمیں ہیں

[1] واقفِ سرقدر [2] ناواقف سرقدر

یعنی ایک وہ لوگ ہوتے ہیں جو اللہ جل جلالہ کے فیصلہ قدری سے واقف ہوتے ہیں اور جانتے ہیں کہ کس چیز کے بارے میں اس نے کیا فیصلہ فرمارکھا ہے

واقفانِ سرِ قدر کی آگے دو قسمیں ہوتی ہیں

[1] اجمالی واقف [2] تفصیلی واقف

یعنی جو ذوات بینا، اللہ جل جلالہ کے فیصلوں سے آگاہ و واقف ہوتے ہیں ان کی بھی دو قسمیں ہوتی ہیں ایک وہ ہوتے ہیں کہ اللہ جل جلالہ کے فیصلوں سے جزوی و اجمالی طور پر واقف ہوتے ہیں اور دوسرے وہ ہوتے ہیں جو اس کے فیصلوں سے کلی و تفصیلی طور پر واقف ہوتے ہیں، اس کی ایک مثال عرض کردوں کہ ہم دیکھتے ہیں کہ بعض حکومتیں کوئی خفیہ فیصلہ کرتی ہیں اور اس فیصلے سے بعض صرف اتنی حد تک واقف ہوتے ہیں کہ حکومت یہ کام کرے گی مگر انہیں یہ معلوم نہیں ہوتا کہ وہ کس طرح یہ کام کرے گی، مگر کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں کہ جو اس کام کے ایک ایک جزو کو جانتے ہیں اور یہ تک جانتے ہیں کہ یہ کام کیسے ہوگا، کتنے مراحل میں ہوگا، کس قدر ہوگا، اس پر کیا خرچ ہوگا، اس کا انچارج کون ہوگا، وہ اس کے کلی پراسس (Process) کے تفصیلات سے واقف ہوتے ہیں اور یہ واقفان سرقدر سوائے پاک خاندان علیھم الصلوات والسلام کے کوئی بھی نہیں ہوتا، نہ ہی کوئی انسان ہوتا ہے، نہ ہی کوئی

نبی مرسل ، نہ ہی کوئی ملک یا ملک مقرب ، اور نہ ہی لوحِ محو و اثبات ان فیصلوں سے واقف ہوتی ہے، حتیٰ کہ ان فیصلوں سے تو لوح محفوظ بھی واقف نہیں ہوتی ، کیونکہ لوح پر جو کچھ لکھا گیا تھا وہ قلم نے لکھا تھا اور قلم میں بھی علم اِلٰہی کا کلی احاطہ کرنے کی صلاحیت نہیں ہے اس لئے لوح وقلم بھی کلی وتفصیلی علم سے محروم ہوتے ہیں کیونکہ وہ تفصیلی علم اللہ جل جلالہ کے حضرت علمیہ ذاتیہ میں ہوتا ہے اور اس کے بارے میں اس نے فرمایا ہوا ہے ☆ولا یحیطون بشی ء من علمه الا بماشاء ......یعنی اس کے علم کا احاطہ ممکن ہی نہیں ہاں وہ جسے چاہتا ہے اس کا احاطہ کرنا عطا فرما دیتا ہے اور یہ جو''الا'' کا استثنٰی ہے یہ صرف حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم اور ان کی مقدس آل علیھم الصلوات والسلام کیلئے مخصوص ہے کیونکہ فقط اِنہیں ہی اللہ جل جلالہ نے خزانۃ العلم اللہ کا اعزاز بخشا ہے اس لئے شے مذخور یعنی علم اِلٰہی کا احاطہ بوجہ حضرت علمیہ رکھتے ہیں

یہ بات یاد رہے کہ احاطہ علم اللہ باللہ فرماتے ہیں یعنی اللہ کی ذات سے اس کے علم کا احاطہ کرتے ہیں نہ کہ اپنی ذات خارجی کی وجہ سے جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم نے فرمایا تھا کہ ہم نے اللہ جل جلالہ کو اللہ جل جلالہ سے پہچانا ہے ...... اسی طرح امیر کائنات علیہ الصلوات والسلام نے فرمایا تھا کہ ہم نے اللہ جل جلالہ کو اسی سے دیکھا اور پہچانا ہے گویا وہ عین اللہ بن کر اللہ کو دیکھتے ہیں ...... یہ ایک علیحدہ موضوع ہے اس پر پھر کبھی بات ہوگی

ہاں تو دوستو ! - میں عرض کر رہا تھا کہ واقفان سرقدر کے دو قسمیں ہیں اور پھر ان کے آگے ان کی دو قسمیں ہیں مگر بنیادی طور پر لوگ دو قسم کے ہوتے ہیں یعنی واقفان سرقدر اور ...... ناواقفان سرقدر

دوستو ! - جو ناواقفان سرقدر ہوتے ہیں ان کی بھی دو قسمیں ہوتی ہیں

[1] ...... مستعجل [جلد باز] [2] ......محتاط

دوستو! ۔مستعجل یا جلد باز وہ شخص ہوتا ہے جس کی طبیعت کی بے صبری اور عجلت نے اسے سوال پر برانگیختہ کیا ہو اور وہ بلا سوچے سمجھے جلد بازی کر رہا ہو اور پھر سوال کے بعد وہ جلد بازی کی وجہ سے ناامید بھی ہو جاتا ہے، دوسرا شخص وہ ہوتا ہے جو اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کے فیصلوں سے تو ناواقف ہی ہوتا ہے اور وہ کسی چیز کو صرف احتیاطاً طلب کرتا ہے ...... اس لفظ احتیاط کو واضح کرنے کیلئے میں عرض کروں گا کہ جو مقدرات ہیں ان کی بھی دو قسمیں ہوتی ہیں

[ ] مقدرات تدریجی [ ] مقدرات غیر تدریجی

یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ مقدرات تدریجی کے بھی دو اقسام ہوتے ہیں

[1] ایک وہ ہوتے ہیں کہ جن کا علم قبل از وقوع ہو جاتا ہے

[2] دوسرے وہ ہوتے ہیں جن کا علم انسان کو بعد از وقوع ہوتا ہے

دوستو! ۔ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ مقدرات تدریجی و غیر تدریجی کی بھی دو قسمیں ہوتی ہیں

[1] مقدرات مشروط [2] مقدرات غیر مشروط

یعنی کچھ چیزیں ایسی ہوتی ہیں جنہیں مشروط رکھا جاتا ہے یعنی اس کیلئے سوال کی شرط رکھی ہوئی ہوتی ہے کہ اگر فلاں شخص سوال کرے گا تو اسے عطا کر دی جائے گی اور سوال نہیں کرے گا تو عطا نہیں ہو گی ...... اور محتاط اس شخصیت کو کہتے ہیں کہ جو یہ جانتا ہے کہ مقدرات کی دو قسمیں ہیں اور وہ جب سوال کرتا ہے تو اس چیز کو مشروط سمجھ کر کرتا ہے اور وہ سمجھتا ہے کہ شاید میری مطلوبہ چیز مشروط بہ شرط سوال چیزوں میں سے ہو اس لئے اس کا سوال احتیاطاً ہوتا ہے نہ کہ بوجہ استعجال

دوستو! - یہ بھی عرض کر دوں کہ مانگنے والوں کی ایک قسم وہ بھی ہوتی ہے کہ جن کا سوال کرنا نہ بوجہِ استعجال ہوتا ہے اور نہ بوجہ احتیاط بلکہ تعمیل امر اِلٰہی کی وجہ سے ہوتا ہے کیونکہ اس نے حکم فرمایا ہے کہ☆ادعونی استجب لکم ......

انہیں ''حصوری'' کہا جاتا ہے ان کا سوال اقتضا پر ہوتا ہے مقام تفویض میں ساکت رہتے ہیں اقتضائے حال ہوتو از راہ بندگی سوال کرتے ہیں مگر ان کی دو قسمیں ہوتی ہیں ایک وہ جو حصوری ہوتے ہیں ایک وہ جو دنیا اور عقبٰی کے سوال سے دست کش ہو جاتے ہیں اور ان کا سوال ان دنیاوی اور اخروی معاملات سے نہیں ہوتا بلکہ مالک سے متعلق ہوتا ہے یا اس کے گنہگار بندوں کی آخرت کے بارے میں ہوتا ہے یعنی یا وہ اپنے لئے اپنے مالک کا قرب معنوی طلب کرتے ہیں یا اس کے گنہگار بندوں کیلئے عفو وکرم طلب کرتے ہیں

ایک وہ ہوتے ہیں جو نہ ہی اپنے لئے مانگتے ہیں اور نہ مالک کے بندوں کیلئے بلکہ وہ سوائے مالک کے کسی کے بارے میں کچھ طلب ہی نہیں کرتے

یہاں یہ بھی عرض کر دوں کہ کوئی عطا بغیر سوال کے نہیں ہوتی ہاں نوعیت و ہیئت سوال جدا جدا ہوتی ہے کیونکہ سوال کی دو قسمیں ہوتی ہے

( ) یا تو زبان قال سے سوال کیا جاتا ہے ( ) یا زبان حال سے سوال کیا جاتا ہے

یعنی انسان کچھ دعائیں کرتا ہے جو زبان و زبان قلب سے ادا کرتا ہے مگر کچھ دعائیں وہ کرتا نہیں بلکہ اس کی حالت ایسی ہوتی ہے جو عطا کو نوازش پر آمادہ کر دیتی ہے عطا چاہے دنیا کی ہو یا آخرت کی بغیر سوال کے نہیں ہوتی

دوستو! - یہ بھی یاد رہنا چاہیے کہ اجابت دعا کے دو معنی ہوتے ہیں جب کوئی انسان کسی سے فریاد کرتا ہے یا کسی کام میں مدد کیلئے کسی کو پکارتا ہے تو اس کی دو طرح کی

لبیک ہوتی ہے ( ) ایک زبانی ( ) دوسری اجابتی

یعنی ایک لبیک وہ ہوتی ہے جس میں اسے جواب دیا جاتا ہے اور دوسری وہ ہوتی ہے کہ بغیر جواب دیئے اس کا کام کر دیا جاتا ہے، اسی طرح مالک کل کی طرف سے اجابت کے یہی دو انداز ہیں یعنی کسی کو مالک لبیک فرماتا ہے اور دوسرا وہ ہوتا ہے کہ اس کے مطلوب کو پورا فرما دیا جاتا ہے اور حقیقی لبیک عطائے مطلوب کی ہوتی ہے

دوستو! - یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ مالک کی طرف سے لبیک کہنا ہر دعا کے ساتھ ہوتا ہے لیکن مطلوب کا پورا کرنا مشروط ہوتا ہے یعنی اس میں وقت کی شرط ہوسکتی ہے کہ فلاں وقت میں تمہارا مطلوب تمہیں عطا ہوگا یا اس میں آخرت کی شرط ہوتی ہے کہ اس دنیا میں اس کے مطلوب کا پورا کرنا اس کیلئے مضر ہوتا ہے تو اس کیلئے اسے آخرت میں منتقل کر دیا جاتا ہے اور اس کی تکمیل آخرت میں ہوتی ہے

دوستو! - یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ مطلوب کا پورا ہونا بوجہ رحمت ہوتا ہے اور عرفا عظام رضوان اللہ علیہم کا فرمانا ہے کہ رحمت کے تین اقسام ہیں

[1] رحمت محض [2] رحمت دنیوی ونفسی [3] رحمت اخروی وروحی

[1] رحمت محض وہ رحمت ہے کہ جس میں دنیا وعقبٰی کی راحت ولذت شامل ہو، جیسا کہ کسی کو رزق حلال بھی ملے اور وہ لذیذ بھی ہو کیونکہ رزق حلال ولذیذ دنیا میں بالذات لذت ہے اور آخرت میں عذاب کی آمیزش سے پاک ہے یہ اسم رحیم کے ماتحت ہے اس لئے یہ ''عطائے رحیمی'' کہلاتی ہے

[2] رحمت دنیوی ونفسی ایسی رحمت ہوتی ہے کہ جس کا انجام عذاب ہو جیسا کہ فرعون وشداد ونمرود ویزید ملعون کو حکومتیں دی گئیں اور انہوں نے اس دنیا سے بھرپور لطف اٹھایا مگر انجام ابدی جہنم تھا یہ رحمت اسم ''رحمٰن'' کے ماتحت ہوتی ہے

اس لئے یہ ''عطائے رحمانی'' کہلاتی ہے

[3] تیسری رحمت اخروی وروحی ہے اور یہ وہ رحمت ہے کہ جو آمیختہ ءنقمت ہوتی ہے، جیسے کڑوی یا بدمزہ دوا جس کا انجام راحت ہے یہ ''عطائے اِلٰہیہ'' کہلاتی ہے

دوستو! - جیسا کہ علمائے علم اِلٰہیات کا یہ مسلمہ ہے کہ اللہ جل جلالہ کے جملہ صفات کی دو طرحیں ہوتی ہیں () عمومی وغیر قصدی () خصوصی وقصدی

اس کی مثال ہم رحمت کے حوالے دیں تو بہتر ہوگا آپ نے دیکھا ہے کہ ایک رحمت عمومی وغیر قصدی ہے جو رحمانیت کا تقاضہ ہے جو ہر نیک و بد پر مسلسل جاری رہتی ہے جسے خالق خود بھی نہیں روک سکتا کیونکہ یہ اس کی ایک صفت ہے اور وہ اپنے صفات کو فنا کرنے پر قادر نہیں مانا جاتا جیسا کہ حیات اس کی صفت ہے اس لئے وہ اپنی صفت حیات کو فنا نہیں کرسکتا کیونکہ صفت حیات کو فنا کرنے کا مطلب ہے نعوذ باللہ اپنی ذات پر موت وارد کرنا اور اس کی حیات واجب ہے اس لئے وہ خود بھی چاہے تو اپنی ذات پر موت کو وارد نہیں کرسکتا اسی طرح وہ اپنی رحمت عمومی جو رحمانیت ہے اسے فنا نہیں کرسکتا اور یہی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے بھی ثابت ہے کہ اولوہیت کے بعد اولیت رحمانیت کو حاصل ہے یعنی جس طرح اس کا اللہ ہونا عمومی ہے، الوہیت عمومی ہے اور وہ اپنے مالوہ سے رشتہ الوہیت نہیں توڑ سکتا کوئی مالوہ یہ کہہ تو سکتا ہے کہ میرا اللہ کوئی اور ہے مگر اللہ جل جلالہ کسی بھی مالوہ سے نہیں کہہ سکتا کہ اس کا اللہ کوئی اور ہے ہاں یہ کہہ سکتا ہے کہ اس نے دوسرا اللہ بنا لیا ہے جبکہ حقیقی میں ہی ہوں ...... اسی طرح وہ الوہیت کی طرح رحمانیت کو بھی فنا نہیں کرسکتا اور نہ ہی اس سے دست کش ہوسکتا ہے اور یہی عمومی وغیر قصدی رحمت ہے کہ جس کی وجہ سے دوست دوشمن باقی ہیں اگر وہ کسی مخلوق سے بھی رحمانیت کا کاندھا ہٹا لے تو

ہر چیز فنا میں گر جائے ...... اس رحمت عمومی و غیر قصدی کی ایک مثال سورج کی دی جا سکتی ہے کیونکہ جب سورج طلوع ہوتا ہے تو نیک و بد میں امتیار کئے بغیر سب کو فیض پہنچاتا ہے اور وہ وہ اپنی روشنی کو روکنا بھی چاہے تو نہیں روک سکتا اسی طرح جو اللہ کی رحمت رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی شکل میں جاری وساری ہے اسے وہ ذات خود بھی نہیں روک سکتی اور اسی میں اس کی عظمت و جلالت و کبریائی ہے ...... سورج کی مثال میں صرف یہ کمزوری ہے کہ اس کی روشنی کے سامنے مکان یا درخت یا کوئی بھی چیز مانع ہوسکتی ہے مگر رحمت عمومی و غیر قصدی کے شمس الضحیٰ کے سامنے کوئی چیز مانع نہیں ہوسکتی ...... اس کی ایک مثال ہم گریوٹیشن پل (کشش ثقل) کی دے سکتے ہیں مگر اس میں بھی ایک کمزوری ہے کہ اس سے ریڈیائی سگنل فرار ہوسکتا ہے مگر رحمت عمومی و کلی سے کوئی چیز فراز نہیں ہوسکتی کیونکہ آپ اس کی کشش ثقل ایک بلیک ہول سے اربوں کھربوں گنا زیادہ فرض کر سکتے ہیں کہ جس سے کسی چیز کا فرار ناممکن ومحال ہے جیسا کہ اللہ جل جلالہ نے بھی اس رحمت عمومی و کلی و غیر قصدی کی طرف اشارہ فرمایا ہے ☆ فان کذبوک فقل ربکم ذو رحمۃ واسعہ ...... یعنی سرورکونین صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی نعوذ باللہ تکذیب کے باوجود جو رحمت برس رہی ہے یہ عمومی و غیر قصدی رحمت ہے جس کے بارے میں اللہ جل جلالہ نے فرمایا وکتب ربکم علیٰ نفسہ الرحمۃ ...... کہ اللہ جل جلالہ نے اپنی نفس پر رحمت کو واجب قرار دیا ہوا ہے اسی لئے فرمایا گیا ہے

☆ ربنا وسعت کل شی رحمۃ وعلما ...... ہمارے رب کی رحمت اور علما ہر چیز سے وسیع ہے ......

اس میں یہ بھی ظاہر فرما دیا گیا ہے کہ جس طرح اللہ جل جلالہ کا علم ہر چیز پر محیط ہے

رحمت بھی محیط ہے

اس میں یہ بھی فرمادیا گیا ہے کہ جس طرح اللہ جل جلالہ کا علم کبھی بھی منقطع نہیں اسی نہیں ہوسکتا اسی طرح اس کی رحمت بھی کبھی منقطع نہیں ہوسکتی ...... جس طرح اللہ کا علم واجب اور اسے وہ خود بھی فنا نہیں کرسکتا یا روک نہیں سکتا اسی طرح اس کی رحمت عمومی بھی ہے کہ جسے نہ ہی وہ خود فنا نہیں کرسکتا اور نہ ہی روک سکتا ہے لیکن یہ رحمت عمومی و غیر قصدی کا ذکر ہے نہ کہ رحمت خصوصی کا

دوستو! - یہ بھی عرض کردوں کہ رحمت خصوصی و قصدی ہمیشہ مومنین سے متعلق ہوتی ہے اس میں غیر کا کوئی حصہ نہیں ہوتا یہ صرف مومنین کیلئے مخصوص ہوتی ہے جیسا کہ ارشاد ہے ☆ ان رحمۃ اللہ قریب من المحسنین ...... و رحمۃ لقوم یؤ منون یعنی اللہ کی رحمت محسنین کے قریب ہوتی ہے اور ایمان والوں کیلئے مخصوص ہوتی ہے ...... یہ جو مخصوص رحمت ہے یہ رحمت خصوصی ہوتی ہے

اس کے بارے میں اللہ جل جلالہ نے متعدد انداز میں وضاحتیں فرمائی ہیں جیسا کہ ارشاد قدرت ہے ☆ لولا فضل اللہ علیکم و رحمتہ ما زکی منکم من احد ابدا ......

یعنی اللہ جل جلالہ کا فضل و رحمت شامل حال نہ ہوتو تم میں سے کوئی بھی ابد تک پاک نہ ہوسکتا ...... اسی طرح فرمایا ☆ لولا فضل اللہ علیکم و رحمتہ لاتبعتم الشیطان الا قلیلا

فرمایا اگر اللہ جل جلالہ کا فضل و رحمت شامل حال نہ ہوتو تم میں سے سوائے قلیل لوگوں کے کوئی بھی اتباع شیطان سے نہ بچ سکتا ......

اس میں ایک بات کی طرف توجہ دلانا چاہونگا وہ یہ ہے اس آیات میں استثنیٰ بتا رہا ہے کہ کچھ افراد ایسے بھی ہیں جو لفظ ''تم'' میں تو شامل ہیں مگر اتباع شیطان سے حفاظت کیلئے نہ فضل اِلٰہی کے محتاج ہیں نہ ہی اس کی رحمت کے محتاج ہیں گویا ازل

سے محفوظ عن الخطا وعصیان ہیں ...... اس پر پھر کبھی تفصیل سے بات کریں گے یہاں اشارہ مقصود تھا...... اب ہم بات کو آگے بڑھاتے ہیں

دوستو! - جو رحمت خصوصی وقصدی ہوتی ہے اس کے نزول کے دو وجوہات ہوتے ہیں

( ) بوجہ طلب نازل ہوتی ہے یعنی کوئی جب طلب کرتا ہے تو اس کا نزول ہوتا ہے

( ) بوجہ لطف بلا طلب کے نازل ہوتی ہے جو خالص کرم کی وجہ سے ہوتی ہے جیسا کہ جناب ابراہیم علیہ السلام کے اہل خانہ کو خطاب کر کے فرمایا گیا ہے

☆ رحمۃ اللہ و برکاتہ علیکم اھل البیت انہ حمید مجید ......یعنی اے اہل بیت آپ اللہ کی رحمت اور برکات ہوں ......

یہاں یہ بھی عرض کر دوں کہ یہ شیعہ مسلمہ ہے کہ انسانیت کی فلاح کیلئے کسی نبی یا امام کو مبعوث ومنصوب فرمانا بھی خالصتاً لطفی ہوتا ہے ...... یہ رحمت لطفی کا اعلیٰ ترین مظاہرہ ہے کہ اللہ جل جلالہ کسی کو صالح ، منتجب ، منتخب ، مجتبیٰ ، مصطفیٰ ، نبی ، رسول ، یا امام بناتا ہے

یہاں یہ بھی عرض کر دوں کہ یہ لطف امام یا نبی پر نہیں ہوتا بلکہ انسانیت یا امت پر ہوتا ہے کیونکہ منصب امامت ہو یا نبوت اس کا مطالبہ امت کی طرف سے نہیں ہوتا بلکہ بعثت انبیا ورسل علیہم السلام کا تقاضہ رحمت اِلٰہی کرتی ہے کیونکہ جسے اس نے پیدا کیا ہے اسے راستہ دکھانا بھی اس پر واجب ہے اس لئے وہ نبی یا امامت کو مبعوث و منصوب فرماتا ہے جیسا کہ ارشاد ہے قدرت ہے ☆ وھبنا لہ من رحمتنا اخاہ ہارون نبیا

حالانکہ جناب ہارون علیہ السلام کے بارے میں جناب موسیٰ علیہ السلام نے عرض بھی کیا تھا

کہ خالق انہیں میرا معاون بنا دے اس کے باوجود اللہ جل جلالہ فرماتا ہے کہ یہ ہمارلطف ہے ہم نے جناب ہارون علیہ السلام کو نبی بنا دیا کیونکہ مطالبہ جناب موسیٰ نے کیا تھا امت نے نہیں کیا تھا اورا حسان ہورہا تھا امت پر اس لئے یہ رحمت لطفی کے دائرے میں آتا ہے ہاں جو نبی یا امام پر ہوتا ہے وہ تفضّل ہوتا ہے جیسا کہ ارشاد قدرت ہے

واللہ یختص برحمتہٖ من یشا واللہ ذوالفضل العظیم ...... یعنی اللہ جسے اپنی رحمت کا ذریعہ بنانے کیلئے مخصوص فرماتا ہے یہ اس کا ان پر تفضّل ہوتا ہے کیونکہ وہ وہ ذات واجب الوجود فضل عظیم کی مالک ہے (اس پر تفصیل سے پھر کبھی بات ہوگی)

دوستو! - یہ بھی یاد رہے کہ جو رحمت بوجہ طلب ہوتی ہے اس کی دو قسمیں ہوتی ہیں

() رحمت عامہ ...... یہ رحمت ہر طلبگار پر برستی ہے اس میں مانگنے والے کیلئے کوئی میرٹ نہیں ہوتا چاہے کافر مانگے یا مومن سب کو یہ رحمت ملتی ہے

() رحمت لدنی ...... یہ رحمت ہر طلبگار کو نہیں ملتی بلکہ یہ خواص کو ملتی ہے جیسا کہ کلام اِلٰہی میں ہے ☆ وھب لنا من لدنک رحمتہ ......یعنی انبیاعلیہم السلام بھی خصوصی طور رحمت لدنی طلب کرتے ہیں

دوستو! - یہ بھی عرض کر چکا ہوں کہ طلب دو طرح کی ہوتی ہے

() ''طلب قالی'' جو زبان قال سے ہوتی ہے

() ''طلب حالی'' جو زبان سے طلب نہیں ہوتی بلکہ زبان حال سے طلب ہوتی ہے یعنی یا تو انسان زبان سے رحمت طلب کرتا ہے یا پھر اس کا حال اور اعمال اور کمزوریاں تقاضہ رحمت کرتے ہیں

اس کی جو خصوصی یا قصدی رحمت ہے وہ رحیمیت کے تحت ہے جو مخصوص ہے

دوستو! - عرفائے کرام رضوان اللہ علیھم کا فرماتے ہیں کہ اللہ جل جلالہ کے صفات حسنہ کی دو قسمیں ہیں ایک عمومی اور دوسرے خصوصی جیسا کہ الوہیت ہے رحمانیت ہے محی ہے یہ سب عمومی صفات ہیں اور وہ رحیم ہے قہار ہے جبار ہے تو یہ اس کے خصوصی صفات ہیں کیونکہ وہ وہ سب پر قہر کو جاری نہیں رکھتا وہ سب پر جبر کا قائم نہیں رکھتا بلکہ یہ صفات مشروطہ ہیں کہ جس مخلوق پر ان کے اعمال کی وجہ سے قہر کرنا واجب ہوجاتا ہے تو قہر واقع ہوتا ہے اسی طرح رحمت خصوصی بھی ان لوگوں پر ہوتی ہے جو اس کا استحقاق پیدا کرلیتے ہیں

دوستو انسان پیدائشی طور پر مستحق رحمت ہوتا ہے مگر عمر بڑھنے کے ساتھ ساتھ وہ نافرمانیوں پر کمر باندھ لیتا ہے جسکی وجہ سے اسے بیوروفائی کرنے کیلئے صعوبات مصائب میں ڈال دیا جاتا ہے اور یہ صورت انتہائی حالت میں پیدا ہوتی ہے جیسا کہ حدیث میں ہے کہ '' جب مخلوق پر اللہ جل جلالہ کا غضب بڑھ جاتا ہے تو ان سے حجت زمانہ علیہ الصلوات والسلام کو غائب کردیا جاتا ہے'' اور اس کے بعد مخلوق پر غم آلام اور ابتلاو آزمائشوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑتے ہیں اور انسان طرح طرح کی مصیبتوں میں گرفتار ہوجاتا ہے پھر نہ جی سکتا ہے نہ مرسکتا ہے جیسا کہ ارشاد قدرت ہے

قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلَى أَن يَبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَاباً مِّن فَوْقِكُمْ أَوْ مِن تَحْتِ أَرْجُلِكُمْ أَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعاً وَيُذِيقَ بَعْضَكُم بَأْسَ بَعْضٍ انظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الآيَاتِ لَعَلَّهُمْ يَفْقَهُون

65/6 - (اے رسولؐ) فرمادیجئے کہ وہ اللہ جل جلالہ اس بات کی قدرت رکھتا ہے کہ وہ تمہارے اوپر سے یا تمہارے پاؤں کے نیچے سے تم پر عذاب بھیج دے، یا تمہیں فرقوں میں تقسیم کردے، اور تم میں سے ایک گروہ کی سختی کا مزہ دوسرے گروہ

کو چکھائے ، دیکھوتو ہم کس طرح آیات کو پھیرتے ہیں ، شاید وہ انہیں سمجھ جائیں

دوستو ! - اس آیت میں اللہ جل جلالہ نے اپنی عدالت کی سزاؤں کے اقسام بیان فرمائے

( ) پہلی قسم ہے اوپر اسے عذاب کا نزول یعنی پتھروں کا برسنا ژالہ باری خشک سالی وغیرہ اور جدید دور میں بمباری میزائل باری وغیرہ

( ) دوسری قسم ہے قدموں کے نیچے سے عذاب کا صادر ہونا

( ) تیسری قسم یہ ہے آپس میں تفرقہ پیدا کر کے ایک گروہ کے ذریعے دوسرے کو مسلط کر کے قتل و غارت کا مزا چکھانا ، ظالم پر اظلم کو مسلط کرنا

دوستو ! - جب انسان نافرمانی کی انتہا کر دیتا تو اللہ جل جلالہ اپنی حجت علیہ الصلوات والسلام کو ان سے غائب کر دیتا ہے لیکن اس کے ساتھ یہ بھی رحیمیت کا تقاضہ ہوتا ہے کہ اس غیبت کو مشروط رکھا جائے یعنی اس میں یہ شرط ہو کہ اگر لوگ توبہ کر لیں اور گریہ و زاری کے ساتھ دعا کریں اور اپنے ایمان اور عقائد کو درست کر لیں اور اعمال کی اصلاح کر لیں تو پھر ان پر رحمت فرمانا اللہ جل جلالہ اپنے اوپر واجب سمجھتا ہے

دوستو ! - میں عرض کر رہا تھا کہ رحمت خصوصی ہر طلبگار کو ملتی ہے چاہے وہ ترک سزا و عذاب کی صورت میں یا عطائے ثواب کی صورت میں

دوستو ! - یہ بھی حقیقت ہے کہ رحمت خصوصی و قصدی و اختیاری کے بھی کئی درجات ہیں جسکا سب سے اولین درجہ ترک سزا و عذاب ہے جیسا کہ ارشاد ہے

☆ واذا اذقنا الناس رحمۃ من بعد ضراً ...... یہ جو ضر کے بعد رحمت کا مزا چکھایا جاتا ہے یہ رحمت بصورت ترک سزا ہوتی ہے

اور انسانیت کیلئے اس کا سب سے بلند درجہ جو ہے وہ ہے جسکے بارے میں ارشاد

قدرت ہے ☆ یبشرھم ربھم برحمتۃ منہ ورضوان و جناب لھم فیھا نعیم مقیم ......
انہیں ان کا رب اپنی رحمت سے بشارت دیگا اپنے ''رضوان'' کی اور ایسی جنتوں کی کہ جن میں ''نعیم'' کا قیام ہوگا ......
یہاں یہ عرض کردوں کہ سب سے اونچا درجہ رضوان اِلٰہی کا ہے کیونکہ جنتوں کے بعد فرمایا گیا کہ رضوان من اللہ اکبر یعنی اللہ جل جلالہ کی رضا سے بڑی چیز ہے
اور مومنین کو ایسی جنتوں کی بشارت ملے گی جس میں رضا اِلٰہی کا حصول ہوگا اور ان باغات میں نعیم یعنی ہمارے شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیف کا قیام ہوگا اور وہ جنت وصال ہوگی
نعیم ہمارے شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیف کا اسم قرآنی ہے اس پر ہم اس اسم مبارک کے ضمن میں تفصیل سے بات کرچکے ہیں
دوستو! - ! رحمت خصوصی وقصدی کے حصول کیلئے طلب کرنا شرط ہوتا ہے اور یہ بھی یاد رکھیں کہ رحمت عمومی وغیر قصدی سے مایوس ہونا کفر ہوتا ہے اور خصوصی وقصدی سے مایوسی کفر اکبر ہوتا ہے
اب دیکھیں کہ ہمارے شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیف کا اسم مبارک ہے غیث الرحمت یعنی وہ رحمت مجسم بھی ہیں اور اس کی برستی ہوئی بارش بھی ہیں اور ان دونوں الفاظ میں طلب موجود ہے یعنی ''رحمت'' ہے تو اسے طلب کرنا ضروری ہے اور اگر ''غیث'' ہے تو اس کے کیلئے استغاثہ کرنا ضروری ہے ہاں جو لوگ ان کے معنوی حصول کیلئے ستغاثہ کرتے ہیں انہیں رضوان اللہ کا حصول ہوتا ہے اور ان کے ظاہری ظہور کیلئے اور ان کی ابدی حکومت اِلٰہیہ کے قیام کیلئے بھی استغاثہ ضروری ہے

آ ج ہم د یکھ ر ہے ہیں کہ پو ر ی ا نسا نیت مظا لم کا شکا ر ہے ایک عا لمگیر بے چینی نے سا ر ی د نیا کو ا پنے چپیٹ میں لے رکھا ہے مسلما نو ں پر ر و حا نیت کے قحط کا عا لم طا ر ی ہے مو منین عدم تحفظ کا شکا ر ہیں علمی و ا خلا قی ا فلا س ا و ر ذ ہنی سکو ن کی تنگ دستی نے سا ر ے معا شر ے کو بر با د کیا ہوا ہے ا گر ہم ا س حا ل بھی ا للہ جل جلا لہ کی غیث الرحمت عَجَلَ اللهُ فَرَجَهُ الشَّرِيف کو طلب نہیں کر یں گے تو کب کر یں ؟

ہما ر ے جملہ مسا ئل کا حل غیث الرحمت عَجَلَ اللّٰهُ فَرَجَهُ الشَّرِيف ہیں ، ا ن کے ظہو ر و خر و ج ہی میں ا نسا نیت کی فلا ح مضمر ہے ...... ا ب و قت ہے کہ ہم مل کر اللهم صل على محمدؐ وآل محمدؐ و عجل فرجهم بقائمهم صلوات الله عليه کا و ر د کر یں ا و ر گر یہ و زا ر ی کے سا تھ با ر گا ہ ا یز د ی میں عر ض کر یں کہ ا س کی طر ف سے ہم پر ر حمت و فضل کی با ر ش ہو ...... بھا ئیو ہم سب مل کر گر یہ و زا ر ی کر یں گے تو غضب جبا ر رحمت رحیم بن جا ئے گا کیو نکہ و ہ را حم علی العبر ا ت ہے و ہ آ نسو ؤ ں پر رحم فر ما تا ہے ا س لئے ہم سب مل کر د عا کر یں کہ ہما ر ے شہنشا ہ ز ما نہ عَجَلَ اللّٰهُ فَرَجَهُ الشَّرِيف کی غیبت کا د و ر ختم ہو ا و ر ا ن کے پا ک گھر میں ا بد ی مسر ت کا ا علا ن ہو ' ا ن کے گھر سے صف ما تم لپیٹ د ی جا ئے ا و ر ا ن کے ا جدا د طا ہر ین علیھم الصلوات والسلام کا ا نتقا م ہو

﴿آمین یا رب العالمین﴾

یا رب محمدؐو آل محمدؐ صل علٰی محمدؐ و آل محمدؐ و عجل فرجهم بقائمهمؐ

عجل الله فرجه الشريف و صلوات الله عليك

یا ھو یامن ھو لاھو الا ھوالحی القیوم یا ھو یا من لا یعلم ماھو الا ھو الحی القیوم العلی العظیم
یا مولا کریم عجل اللہ فرجک وصلوات اللہ علیک

عجل اللہ فرجہ الشریف و صلوات اللہ علیہ

الحمد للہ رب العالمین و صل علیٰ محمدؐ و آلہٖ اجمعین خصوصاً علی حجۃ اللہ فی العالمین عجل اللہ فرجہ الشریف وآبائہ المعصومین وامھاتہ الطاھرین الطیبین صلوات اللہ علیھم اجمعین و لعنۃ اللہ علیٰ اعدائھم من یوم الازل الی یوم الدین

اے واصلان محبوب عرفان!

ہم نے شہنشاہ زمانہ ولی العصر اپنے منعم ازل عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیف کے اسمائے مبارکہ کے تشریحات کا جو سلسلہ شروع کیا ہوا ہے اس کی اگلی منزل کا سفر شروع کرنے سے پہلے یہ عرض کروں گا کہ بعض اسمائے مبارکہ ایسے ہیں کہ جن کی تشریح اگر ہم قدیم روایتی علوم کے حوالے سے کریں تو ان کی کما حقہ تشریح ہو نہیں سکتی اور اگر کر دی جائے تو جدید سائنس اس مقام پر پہنچ چکی ہے کہ جو اس کیلئے باعث ابہام اور اشکال ہوسکتی ہے اور ان کی تشریح اگر ہم آج کی جدید سائنس کے حوالے سے کریں گے تو ہماری نوجوان نسل اسے بہتر طریقے سے سمجھ سکتی ہے

آج جو اسم مبارک ہے وہ بھی ان اسمائے مبارکہ میں سے ہے کہ جن کی تشریح سائنسی حوالے سے کی جائے تو سمجھنے اور سمجھانے میں آسانی ہوگی

یہاں یہ وضاحت بھی کرتا چلوں کہ میں کوئی سائنس دان تو ہوں نہیں ہاں اپنے

مطالعاتی سیزن میں میں نے سائنس کی کئی شاخوں کا مطالعہ کیا ضرور ہے مگر پھر بھی میرا مطالعہ اتنا زیادہ نہیں ہے کہ جس کی بنیاد پر میں سائنس کا عالم کہلانا شروع کردوں، ایک اور بات عرض کردوں کہ سائنس کے علوم کو اپ ڈیٹ(Update) رکھنا بڑا ضروری ہوتا ہے اور پاکستان میں رہتے ہوئے یہ کافی مشکل کام ہے اس لئے اگر کوئی اولڈ تھیوری(Old Theory) آجائے تو اس کیلئے قبل از وقت معذرت چاہوں گا، آج ہم جس اسم مبارک کے بارے میں بات کرنا چاہ رہے ہیں وہ ہے

جناب اذن السامعہ عَجَلَ اللّٰهُ فَرَجَهُ الشَّرِيْف

یہ اسم مبارک بھی مرکب اسمائے مبارکہ میں سے ہے اس میں جو دو الفاظ ہیں ان میں پہلا لفظ ہے ''اُذن'' اس کے معنی ہیں کان [ایئیر](Ear) اور دوسرا لفظ ہے ''سامعہ'' جس کے معنی ہیں سننے والا ہم اردو میں تو کان کو مذکر سمجھ کر بولتے ہیں مگر عربی میں کان کو مؤنث بولتے ہیں جیسے سورج کو ہم مذکر بولتے ہیں اور عربی میں مؤنث بولا جاتا ہے اسی طرح ''اُذن السامعہ'' کے لفظی معنی ہوں گے ''سننے والی کان یا سننے والا کان''

اب یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ کان تو کسی ذات کا ایک (Part of Body) پارٹ آف باڈی ہوتا ہے تو یہاں یہ سوال پیدا ہوگا کہ یہ کس کے سننے والے کان ہیں؟ اس کا جواب ہمارے کئی ادعیہ میں دیا گیا ہے کہ ان میں اس ذات کو خطاب کرتے ہوئے اذن اللہ السامعہ عَجَلَ اللّٰهُ فَرَجَهُ الشَّرِيْف کہتے ہیں یعنی یہ اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کے سننے والے کان ہیں ...... دوستو! - حقیقت یہ ہے کہ انسان کے قویٰ کے دو اقسام ہیں

( ) قوت افعالیہ ( ) قوت انفعالیہ

قوت افعالیہ وہ ہوتی ہے جو اپنی طرف سے کچھ کرتی ہے جیسا کہ انسان بولتا ہے تو

انسان آواز وصوت کے فعل کو پیدا کرتا ہے یعنی اپنے متعلق فعل کو (Produce) پروڈیوس کرتا ہے اور قوت انفعالیہ وہ ہوتی ہے جو اپنی طرف سے کسی چیز کو پیدا نہیں کرتی بلکہ پیدا شدہ کسی چیز کا ادراک کرتی ہے...... ماضی میں قوت باصرہ کو قوت افعالیہ میں شامل کیا جاتا تھا اور کہا جاتا تھا کہ نظر آنکھ سے نکل کر کسی چیز کو چھوتی ہے اور اس کے اس چھونے کے عمل کو بصارت کہا جاتا تھا مگر موجودہ آپٹومالوجی (Optomology) [بصریات] نے اس تھیوری (Theory) کو رد کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ بھی ایک انفعالیہ قوت ہے...... اسی طرح سماعت بھی افعالی قوت نہیں بلکہ انفعالی قوت ہے...... یعنی یہ اپنے طور پر کوئی کام نہیں کرتی بلکہ جو کام ہوتا ہے اسے وصول کرتی ہے جیسا کہ پیدا شدہ آواز کو یہ صرف وصول کرتی ہے بالفاظ دیگر یہ سنتی ہے، ادراک کرتی ہے

دوستو! - یہ تو آپ بھی جانتے ہیں کہ سننے کا عمل آواز سے ہوتا ہے اور ''آواز'' دیگر مادوں کی طرح قائم بالذات نہیں ہوتی بلکہ آواز ہوا کے دوش پر سفر کرتی ہے یعنی اسے سفر کرنے کیلئے ایک میڈیم (Medium) کی ضرورت ہوتی ہے اس لئے آواز کی لہریں خلا میں سفر نہیں کر سکتیں کیونکہ خلا میں ہوا نہیں ہوتی اور آواز کو سفر کرنے کیلئے واسطہ یا میڈیم (Medium) چاہیے ہوتا ہے جبکہ (Electromagnetic) الیکٹرومیگنیٹک لہریں جیسے حرارت، روشنی، ریڈیو کی لہریں، مائیکرو ویوز، الٹرا وائلٹ لہریں اور ایکس ریز وغیرہ خلا سے گزر سکتی ہیں کیونکہ وہ قائم علیٰ الواسطہ (Depended on Medium) نہیں ہوتیں...... جبکہ آواز ہوا میں وائبریشن (Vibration) [ارتعاش یا تھرتھراہٹ] کے عمل کا ہی نام سمجھیں......آواز جب ہوا کے دوش پر سفر کرتی ہے تو اس کی ارتعاشی لہریں جا کر کان کے پردوں پر ارتعاش

پیدا کرتی ہیں اور وہ پردے اس ارتعاش کی فری کوئنسی (Frequency) اور صورت کو وصول کر کے دماغ تک بھیجتے ہیں اور اس طرح دماغ کے ذریعے آوازوں کی پہچان ہوتی ہے اس کے درمیانہ عمل کو میں نے عمداً ترک کر دیا ہے

دوستو یہ بھی عرض کر دوں کہ ہوا کے دوش پر جب آواز سفر کرتی ہے تو اس کی ایک رفتار ہوتی ہے اور اس کے مختلف میڈیمز (Mediums) میں اس کی رفتار میں فرق پڑتا ہے جیسا کہ خشک ہوا میں صفر درجہ سنٹی گریڈ پر اور سمندر کی سطح پر ہوا کے عام دباؤ پر جو کہ 14.7 پونڈ فی مربع انچ پر ہوتا ہے اس میں آواز کی رفتار 331.29 میٹر فی سکینڈ یا 741.1 میل فی گھنٹہ ہوتی ہے یعنی تقریباً 1192.644 کلومیٹر فی گھنٹہ ہوتی ہے لیکن سمندر کے اندر اس کی رفتار میں اضافہ ہو جاتا ہے اگر ہم دیکھیں تو پانی کے اندر اس کی رفتار 1490 میٹر فی سیکنڈ یعنی 5364 کلومیٹر فی گھنٹہ ہوتی ہے اور اگر اسے خالص سٹیل کے میڈیم (Medium) میں سفر کرنا پڑے تو اس کی رفتار 18000 کلومیٹر فی گھنٹہ ہوتی ہے یعنی آواز کی رفتار اپنے میڈیم (Medium) کے ساتھ بدلتی ہے

فزیکل سائنس کی ایک شاخ ہے فزکس (Physics) [طبیعات] اور اس کی کئی شاخوں میں سے ایک شاخ ہے (Waves and Oscillations) ویوز اینڈ اوسی لیشنز جس میں لہروں کے متعلق پڑھایا جاتا ہے یعنی اس میں روشنی، حرارت، آواز، ایکس ریز (X_Rays)، الٹرا وائیلٹ ریز (Ultraviolet Rays)، الیکٹرو میگنیٹک ریز (Electromanetic Rays)، الٹراسونکس ریز (Ultrasonic Rays)، کرنٹ، وولٹیج (Voltage) وغیرہ پہ بحث ہوتی ہے اور ان لہروں کے ارتعاش اور رفتار وغیرہ کی تفصیل میں یہ بھی بتایا جاتا ہے کہ جملہ لہروں میں کچھ خصویات پائے جاتے

ہیں یعنی منعکس ہونا، منعطف [پاس] ہونا، اور منتشر ہونا یعنی منشور(Prism) سے پاس ہوکر بکھر جانا، جیسے روشنی کے منشور سے روشنی سات رنگوں میں بکھر جاتی ہے اسی طرح آواز بھی اپنے پریزم(Prism) سے پاس ہوکر بکھر سکتی ہے...... یہ تھے کچھ بنیادی معلومات جو آپ کی خدمت میں پیش کئے ہیں

دوستو اب ہم اپنے موضوع کی طرف آتے ہیں ہمارا موضوع ہے آواز یا ساونڈ (Sound) کیونکہ سماعت کا تعلق آواز یا ساؤنڈ سے ہوتا ہے اس لئے اس کے بارے میں کچھ تفصیل سے عرض کروں گا

دوستو!- انسانی ادراک میں آنے والی آواز کی سادہ تعریف یہ ہے کہ آواز وہ شے ہوتی ہے جس کا کانوں کو احساس ہوتا ہے، یا جو کانوں کو محسوس ہوتی ہے

دوستو!- آواز کی ایک اور قسم بھی ہوتی ہے جسے نائز(Noise) کہا جاتا ہے یہ اس بے ہنگم آواز کو کہتے ہیں کہ جو کانوں کو برا محسوس ہونے والا شور ہو

دوستو!- اوشیانوگرافی (Oceanography) بھی ایک علیحدہ علم ہے جس میں (Sounding) ساؤنڈنگ [صوتیات] بھی پڑھائی جاتی ہے اورصوتیات یا ساونڈنگ (Sounding) ایک ایسا علم ہے جس میں آواز کی لہروں کو سمندر کی گہرائی میں اُتار کر پھر اُن کے واپس لوٹنے پر سمندر کی مختلف جگہوں کی گہرائی کا اندازہ کیا جاتا ہے...... اسی طرح فضا میں اسی طریقے سے مختلف اونچائیوں پر فضائی ماحول کا اندازہ لگایا جاتا ہے یہ علم صوتیات کئی دیگر علوم کا حصہ بھی مانا جاتا ہے

دوستو!- آواز کی ایک قسم وہ ہے جسے میوزک (Music) [موسیقی] کہا جاتا ہے میوزک کی کئی ایک تعریفیں [ڈیفی نیشنز](Definitions) کی جاتی ہیں

میوزک(Music) کی پہلی تعریف یہ ہے

میوزک (Music) ''آوازوں یا سروں [ٹونز] (Tones) کو ترتیب دینے والی سائنس یا آرٹ کا نام ہے کہ جو ان کو ایک تسلسل میں لاتی ہے، ان کو اکٹھا کرتی ہے اور ان کا ردھمی تعلق بناتی ہے تاکہ ایک ایسی کمپوزیشن(Composition) حاصل ہو جس میں وحدت یا ہم آہنگی، تسلسل یا باقاعدگی پائی جاتی ہوا سے میوزک کہتے ہیں''
میوزک (Music) کی دوسری تعریف یہ ہے کہ ''ایسی انسانی یا آلاتی یا مشینی آوازوں کو میوزک کہتے ہیں جن کے اندر ردھم میلوڈی(Melody) غنائیت اور ہم آہنگی ہارمنی(Harmony) پائی جاتی ہے''
جیسا کہ میں عرض کر رہا تھا کہ آواز کی ایک قسم میوزک (Music) بھی ہے جو کہ انسانی سماعت کے دائرے میں آتا ہے کیونکہ جب تک ہم آواز کو نہ سمجھیں گے سماعت کو نہیں سمجھیں گے اور اگر سماعت کی حدود کو نہ سمجھیں گے تو اُذن یعنی آلۂ سماعت کو نہ سمجھیں گے پھر اسی طرح ہم اذن سامعہ کے دائرہ سماعت کو نہ سمجھ سکیں گے اس لئے میں آواز کے بارے میں تفصیل سے عرض کر رہا ہوں
دوستو! - ہر آواز کی ایک ویولنتھ (Wave Length) [لہروں کی لمبائی] اور اس کی ان ٹنسٹی (Intensity) [شدت] ہوتی ہے، اس کی ایک فری کوئنسی (Frequency) ہوتی ہے
ویولنتھ (Wave Length) کا فارمولا عموماً یہی بیان ہوتا ہے کہ (Wave Length) ویولنتھ برابر ہے سپیڈ آف ویوز(Speed of Waves) تقسیم فری کوئنسی آف ویوز (Frequency of Waves) ساونڈ ان ٹن سٹی(Sound Intensity) یا آواز کی شدت کے برابر ہے

wave Lenth=Speed of waves / Frquency of waves = Sound Intensity

آواز کی توانائی کی وہ مقدار جو اکائی وقت میں ایک مخصوص اکائی ایریا میں سے عمودی پاس کرتی ہے آواز کی ان ٹن سٹی (Intensity) کہلاتی ہے، یہ توانائی یا کام اپنے یونٹس (Units) کے اکائیوں میں ماپا جاتا ہے، جیسا (Microjoule) مائیکروجیول یعنی دس کی طاقت منفی چھ پر سیکنڈ پر سکوائر سنٹی میٹر یا یہ پاور کے یونٹس (Units) میں ماپی جاتی ہے جیسا کہ مائیکرو واٹ (Microwatt) یعنی دس کی طاقت منفی چھ واٹ فی سیکنڈ، فی سکوائر سنٹی میٹر

ساونڈ (Sound) ایک آبجکیٹو (Objective) یعنی بیرونی چیز ہے اس لئے ہم اسے آلات سے بھی ماپ سکتے ہیں، نیز دو یکساں فری کوئنسی (Frequency) کی آواز کی شدتیں موازنہ کی جا سکتی ہیں، آواز کی سب سے مدھم شدت جو انسانی کانوں سے سنی جا سکتی ہے وہ ہے دس کی طاقت منفی 16 واٹ فی سیکنڈ، فی سکوائر سنٹی میٹر یعنی یہی آواز کا زیرو پوائنٹ ہے ...... یعنی 1e+16 - ایک کے ساتھ منفی 16 زیرو یعنی ایک بٹہ 10000000000000000 واٹ فی سیکنڈ، فی سکوائر سینٹی میٹر

لہٰذا باقی تمام آواز کی شدتوں کو اسی سب سے مدھم شدت سے موازنہ کرنے سے یعنی دراصل تقسیم کرنے سے پہچانا جاتا ہے ...... اگر یہ ریشو (Ratio) یا موازنیاتی نسبت دس حاصل ہو تو ان ٹن سٹی آف ساؤنڈ (Intensity of Sound) ایک بیل کہلاتی ہے، یہ یونٹ گراہم بیل کے نام سے موسوم کیا گیا ہے کیونکہ اس سائنس دان نے ٹیلی فون ایجاد کیا تھا لیکن عام طور پر استعمال ہونے والی آواز کی شدت کا اکائی یونٹ ڈیسی بل (Decibel) ہے جو بل کا دسواں حصہ ہے ...... جب آپ یہ معلوم کرنا چاہیں کہ آواز کی شدت کیا ہے تو آپ اس آواز کی شدت میں سے زیرو والی شدت منفی کر دیں جو بچ جائے اس کا لاگ لے کر اسے دس سے ضرب

دے دیں تو ڈیسی بل(Decibel) حاصل ہوں گے مثلاً
اگر کسی آواز کی شدت دس کی طاقت منفی بارہ واٹ ہو تو اسے زیرو آواز کی شدت سے تقسیم کرنے پر اس کا لاگ لینے پر صرف 4 حاصل ہوتا ہے اور اسے دس سے ضرب دیں گے تو اس آواز کی شدت 40 ڈیسی بل(Decibel) یعنی 4 بیل حاصل ہوگی

پچ_PITCH

دوستو! ۔اس کائنات میں جتنی آوازیں بھی ہوتی ہیں ان کی ایک پچ(Pitch) ہوتی ہے اور اگر ہم اسے وائلن کے ایک تار کی مثال سے سمجھائیں تو وہ اس طرح ہوگی کہ وائلن کی تار کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک اگر مینڈھ میں ایک سر لیا جائے تو وہ اس وائلن کی ایک پچ (Pitch) ہے یا یوں سمجھ لیں کہ پچ(Pitch) آواز کی ایک کوالٹی(Quality) کو کہتے ہیں
آپ دیکھتے ہیں کہ کوئی انسان بہت اونچی سر میں بات کرتا ہے، کوئی دھیمی آواز میں بات کرتا ہے، کوئی گانے والا بہت اونچی سر میں گاتا ہے، کوئی نیچے والے سروں میں گاتا ہے، یہ سب ایک طرح سے اپنی اپنی پچ(Pitch) پر بولتے یا گاتے ہیں
کیونکہ ہر آدمی کی آواز ہو یا کسی بھی ساز کی آواز (Tone) ہو اس کی بلندی [Highness] کی بھی ایک حد ہوتی ہے اور اس کے سر یا آواز کی پستی [lowness] کی بھی ایک حد ہوتی ہے ...... کیونکہ انسانی آواز انسانی گلے میں موجود ووکل کارڈ(Vocal cords) کی پیدا کردہ فریکوئنسی (Frequency) [یعنی ایک سیکنڈ میں پیدا کردہ وائبریشن(Vibration) کی تعداد] پر منحصر ہے یعنی اس کا دارومدار

فریکوئنسی (Frequency) پر ہے،اس لئے ہر آدمی یا ساز کی آواز کی فری کوئنسی (Frequency) جدا جدا ہوتی ہے لیکن اس دور میں انسانی حوالے سے جو''ہائی (High)''اور''لو(Low)'' کا تصور ہے وہ متعین ہے جیسا کہ 880 ہرٹز [Hertz] ہائی فریکوئنسی کی ہائی پچ(High Frequency of High Pitch) مانی جاتی ہے اور 55 ہرٹز کو فریکوئنسی (Frequency) کی لو(low) پچ مانا جاتا ہے...... یہ بھی عرض کردوں کہ مغربی موسیقی میں جو سٹینڈرڈ پچ(Stanard Pitch) ٹیوننگ(Tuning) میں استعمال ہو رہی ہے وہ 440 ہرٹز (Hertz) فری کوئنسی (Frequency) کی پچ (Pitch) ہوتی ہے

مثالی کامل(Absolute) یا مکمل(perfect) پچ اُس قابلیت کا نام ہے جس میں انسانی کان کسی بھی نوٹ(Note) کو شناخت کر سکے یا انسان یا آلات کسی خاص سُر کو گا سکیں,مکمل ترقی یافتہ پرفیکٹ پچ بہت شاذونادر چیز ہے

دوستو! - یہ بھی عرض کردوں کہ ایک یونیورسل پچ(Universal Pitch) بھی ہوتی ہے جو لاتعداد آکٹیو (Octave) پر مبنی ہوتی ہے مگر انسانی سماعت تو ارتعاش وائبریشن (Vibration) کی محتاج ہوتی ہے، وہ اس کائنات میں موجود اربوں کھربوی فری کوئنسیوں (Frequencies) میں سے ایک انتہائی قلیل فری کوئنسی (Frequency) کی آوازوں کا ادراک کرسکتی ہے جیسا کہ آج ہر آدمی جانتا ہے کہ انسانی کان 20 ہرٹز(Hz) سے لے کر20000 ہرٹز(Hertz) تک سن سکتے ہیں

دوستو یہاں یہ بھی عرض کرتا چلوں کہ فریکوئنسی(Frequency) کیا چیز ہے؟

لہروں (waves) یا مکمل چکروں(cycles) کی وہ تعداد جو کسی مخصوص پوائنٹ میں سے ایک سیکنڈ میں گزرے فریکوئنسی (Frequency) کہلاتی ہے یعنی ویوز فی سیکنڈ

فریکوئنسی (Frequency) ہوتی ہے......مثال کے طور پر اگر لہر اپنا ایک چکر مکمل کرنے کیلئے ایک بٹہ دو سیکنڈ وقت لیتی ہے تو اُس کی فریکوئنسی(Frequency) دو چکر فی سیکنڈ ہو گی یعنی فریکوئنسی = 1 بٹہ وقت جو ایک چکر کیلئے درکار ہے

اسے سمجھانے کیلئے ہم چاند کی مثال دے سکتے ہیں کیونکہ اس کے بارے میں آپ جانتے ہیں کہ چاند سال میں زمین کے گرد بارہ چکر لگاتا ہے اس لئے آپ یوں سمجھ لیں کہ چاند کی فری کوئنسی (Frequency) جس سے وہ زمین کے گرد گھوم رہا ہے 12 چکر سالانہ سے تھوڑی سی زیادہ ہے اسی طرح ایک وائلن (ساز) کے تار کی فریکوئنسی (Frequency) 440 چکر فی سیکنڈ ہے...... اب اگر میں ویولنتھ (Wavelength) اور ایمپلی چیوڈ(Amplitude) وغیرہ کے بارے میں تفصیل پیش کروں گا تو بات لمبی ہو جائے گی

یہاں ایک حد کی نشاندہی کیلئے اتنا عرض کروں گا کہ کم سے کم پریشر ویری ایشن کا ایمپلی چیوڈ(Amplitude of Low Pressure Variation) جو انسانی کان سماعت کر سکتے ہیں وہ ہے دس کی طاقت منفی پانچ پاسکل (Pascal) [ایک یونٹ ہے] (Pascal=Unit of pressure=One newton per Square meter

اور زیادہ سے زیادہ (Amplitude of High Pressure Variation) پریشر ویری ایشن کا ایمپلی چیوڈ جو انسانی کان کی سماعت میں درد پیدا کرتا ہے وہ ہے آواز کا پریشر جو برابر ہے دس پاسکل (Pascal) کے اور یہ بھی آج سارے لوگ جانتے ہیں کہ صفر انٹن سٹی (Intensity) والی آواز کی لہر کی فریکوئنسی 1000 ہرٹز (Hertz) ہوتی ہے

دوستو!- آپ دیکھ رہے ہیں کہ میں سائنسی بحث کے جنگل میں گھس گیا ہوں جس

سے آپ میں سے بہت کم لوگ اپنا راستہ دیکھ پا رہے ہوں گے مگر اس کے بغیر کوئی دوسرا راستہ بھی نہ تھا کہ میں اپنی بات کو واضح کر سکتا اب آپ کے ذہن کو تھوڑی سی زحمت اور دوں گا اس کے بعد بالکل صاف میدان میں ہم اتر جائیں گے کیونکہ میں یہ عرض کر رہا ہوں کہ سماعت کیا ہے اور سماعت کا تعلق آواز سے کیا ہے اور آواز ارتعاش یا وائبریشن (Vibration) کا نام ہے اور ارتعاش جو ہوتا ہے اس کی تھرتھراہٹ کی ایک لمبائی ہوتی ہے جسے ویولنتھ (Wave Length) کہا جاتا ہے اور اس ارتعاش کی ایک مخصوص اونچائی بھی ہوتی ہے جسے (Amplitude) ایمپلی چیوڈ کہا جاتا ہے اور یہ بھی یاد رہے کہ جو (Universal Pitch) یونیورسل پچ ہوتی ہے اس کے بھی نوٹ ہوتے ہیں

آپ نے کبھی نہ کبھی پیانو یا ہارمونیم دیکھا ہوگا، اس پر آپ نے لگے ہوئے بٹن دیکھے ہوں گے، وہ بٹن اس کے نوٹس کہلاتے ہیں اور ماہرین موسیقی یہ جانتے ہیں کہ جو گیت یا خیال کا بنیادی بیسک (Basic) نوٹ ہوتا ہے اسے وہ اپنی اصطلاح میں کھرج کہتے ہیں اور اس کھرج سے بارہ سر اوپر ایک دوسرا گھر ہوتا ہے جو پہلے کھرج کا میچنگ نوٹ (Matching Note) یا سر ہوتا ہے اور ان بارہ سروں سے جو موسیقی کی ایک پچ (Pitch) بنتی ہے اسے انگلش میں ''آکٹیو'' (Octave) کہا جاتا ہے اور ہماری ہندوستانی موسیقی کی زبان میں ''سپتک'' کہا جاتا ہے یہ تو آپ جانتے ہیں کہ ''سر'' سے مراد پیانو یا ہارمونیم کا ایک نوٹ [بٹن] ہوتا ہے

ایک سپتک کے جو بارہ نوٹ ہوتے ہیں ان کی ترتیب اس طرح ہوتی ہے

(1) کھرج (2) رکھب کومل (3) رکھب تیور (4) گندھار کومل (5) گندھار تیور (6) مدھم کومل (7) مدھم تیور (8) پنچم اچل (9) دھیوت کومل (10)

دھیوت تیور (11) نکھا دکومل (12) نکھا دتیور

اس کے بعد اوپر والا کھرج ہوتا ہے

اب یہ بات میری سمجھ میں نہیں آتی کہ ہر چیز بارہ کے دائرے میں کیوں رہتی ہے؟ مہینے ہیں تو بارہ ہیں، دن کے گھنٹے ہیں تو بارہ، یہ سر ہیں تو یہ بھی بارہ ہی ہیں، پتہ نہیں فطرت کو بارہ کے عدد کے ساتھ اتنا پیار کیوں ہے؟ یہ آپ نے سوچنا ہے میں تو یہ عرض کررہا تھا کہ ایک آ کٹیو (Octave) [سبتک] میں بارہ سُر ہوتے ہیں

اگر تار کے ساز میں سر کو دیکھتے ہیں تو اس میں بارہ سروں کا جو آ کٹیو (Octave) ہوتا ہے اس میں دس اور سروں کا اضافہ ہو جاتا ہے جنہیں علم موسیقی میں اس طرح لکھا جاتا ہے (1) کھرج (2) رکھب کومل (3) رکھب اتی کومل (4) رکھب تیور (5) رکھب اتی تیور (6) گندھار کومل (7) گندھاراتی کومل (8) گندھار تیور (9) گندھاراتی تیور (10) مدھم کومل (11) مدھم اتی کومل (12) مدھم تیور (13) مدھم اتی تیور (14) پنچم (15) دھیوت کومل (16) دھیوت اتی کومل (17) دھیوت تیور (18) دھیوت اتی تیور (19) نکھاد کومل (20) نکھاداتی کومل (21) نکھاد تیور (22) نکھاداتی تیور

اس کے بعد پھر کھرج آجاتا ہے

دوستو! ۔ یہ جو جو اتی سر ہیں انہیں موسیقی کی زبان میں '' سرتی '' کہتے ہیں کیونکہ یہ ہارمونیم میں نہیں ہوتی اس لئے اسے کامل سر نہیں مانا جاتا

﴿ آ کٹیو (Octave) یا سبتک ﴾

دوستو! ۔ قدیم ہندی موسیقی کے سنگیت شاستروں کے مطابق کل آ کٹیو (Octave)

[سبتک] تین ہیں یعنی ان کی موسیقی کل 37 سروں تک محدود ہے یا بیان ہوئی ہے مگر حقیقتاً آکٹیوز پارٹس (Octave Parts) کی کوئی تعداد مقرر نہیں ہوسکتی ہاں یہ بات ہے کہ انسانی قوت سماعت اور آواز کی بلندی و پستی کا دائرہ محدود اور (Limited) لمیٹڈ ہے مگر اعداد و شمار کی کوئی حد نہیں ہے کیونکہ اگر ہم آواز کی (Frequency) فری کوئنسی کی بنیاد پر آکٹیو (Octave) یا سبتکیں بنائیں اور اس میں صفر عشاریہ چھ تین...0.63 وغیرہ کو بنیاد بنائیں تو چھ سبتک تو ایسے ہیں کہ جن تک انسان کی آواز جا ہی نہیں سکتی بلکہ یوں سمجھیں کہ اگر ہم پیانو یا ہارمونیم کے سب سے نیچے والے سر کو دیکھیں تو وہ ہماری رسائی میں آنے والی سب سے نچلی سبتک کا ساتواں سر ہے یعنی کل بارہ میں سے سات سر ایسے ہیں جن پر انسانی آواز نہیں جاسکتی ہاں اگر کچھ خاں صاحبان یا پنڈت مہاراج اپنے ریاض کے بعد شاید ایک آدھ سر اور نیچے جا سکیں مگر وہ پورے سات سر نیچے نہیں جاسکتے یہ کسی کے بس کا روگ ہے ہی نہیں

﴿ سٹینڈرڈ بیس Standard Base [بنیادی کھرج] ﴾

اب یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ہم فری کوئنسی (Frequency) کے لحاظ سے ہارمونیم یا پیانو کے کس سر کو ایک بنیادی کھرج مانیں تاکہ ہم اس کی بنیاد پر باقی سبتکوں کا تعین کریں؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اگر ہم فری کوئنسی (Frequency) کو دیکھتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ ایک چھوٹے پیانو یا ہارمونیم کے سب سے نیچے والے سر سے جو پانچواں سر بنتا ہے وہ تقریباً تیور مدھم ہوگا اس پر آکر فری کوئنسی (Frequency) ایک کمپلیٹ فگر (Complete Figure) بناتی ہے یعنی اس میں عشاریہ نہیں لگتا اور وہ فگر ہے 110

یعنی ایک سو دس فری کوئنسی (Frequency) ہی ایک مکمل فگر کے طور پر موجود ہے اس سے قبل جتنے بھی سر [نوٹ] ہیں وہ عشاریہ ضرور لگاتے ہیں

دوستو ! - یہ بھی عجیب اتفاق ہے کہ علم موسیقی کا بنیادی نوٹ جو ہے اس کی فری کوئنسی (Frequency)110 بنتی ہے ...... یہ تو مجھے نہیں بتانا پڑے گا کہ یہ عدد کتنی اہمیت رکھتا ہے ہمارا بچہ بچہ اس عدد سے واقف ہے کیونکہ یہ امیر کائنات علیہ الصلوات والسلام کے نام پاک کا عدد ہے ...... یہ بات بھی بڑی عجیب ہے کہ فطرت اور خالق دونوں نے موسیقی کی بنیاد بھی شہنشاہ معظم امیر کائنات علیہ الصلوات والسلام کے عدد کو بنا کر بتایا ہے کہ اس کائنات کی بنیاد یہی ذات اقدس ہیں

دوستو ! - میں عرض کر رہا تھا کہ یہ 110 فری کوئنسی (Frequency) والا سر ہی بنیادی کھرج یا بیسک زیرو (Basic Zero) ہے جس سے نیچے والے سات (Octave) آکٹیو [سپتک] منفی سپتک شمار ہوں گے اور اوپر والے سات آکٹیو (Octave) مثبت شمار ہوں گے اور اس کے بعد ہر نوٹ کے درمیانہ فاصلے کی (Frequency) فری کوئنسی میں ایک مخصوص ریشو (Ratio) میں کمی یا زیادتی ہوتی چلی جاتی ہے جس کی سو فی صد درست صورت معلوم کرنا ہو تو ہمیں ہر سر کی فری کوئنسی (Frequency) میں 15.467481338538000 کے حساب سے اوپر والے سروں میں فی نوٹ اضافہ کرنا پڑے گا اور نیچے والے سروں میں فی نوٹ کمی کرنا ہوگی اس طرح اوپر والے آکٹیو (Octave) [سپتکوں] کے ہر کھرج پر مقدار ڈبل ہو جاتی ہے جیسا کہ ایک سو دس والے نوٹ کو بنیادی کھرج بنائیں تو اگلے کھرج کی (Frequency) فری کوئنسی 220 ہوگی پھر اس سے اوپر والے کھرج کی (Frequency) فری کوئنسی 440 ہوگی اور اس کے اوپر والے کھرج کی فری کوئنسی (Frequency) 880 ہوگی

اسی طرح ہر کھرج پر اس کی مقدار ڈبل ہوتی چلی جائے گی اور جو منفی والے آکٹیوز (Octaves) کے کھرج ہیں ان میں کوئی مکمل فگر موجود نہیں ہے بلکہ اربوں عشاریہ کچھ لگتا ہے جیسا کہ منفی کے پہلے کھرج کی 52.7111853634120000 فری کوئنسی (Frequency) ہے اسی طرح باقی سب کی فری کوئنسی (Frequency) عشاریہ میں جاتی ہے اور صرف 110 والا نوٹ ہی مکمل بنتا ہے اور اس کے بعد کے دو تین کھرج مکمل بنتے ہیں

اوپر والے سات سپتک جو ہیں اس میں جو ساتویں کھرج کا اتی مدھم ہے اس کی فری کوئنسی (Frequency) 20000Hz یا 20kHz بنتی ہے جس کے بعد الٹراسونکس آکٹیوز (Ultrasonic Octaves) آجاتے ہیں کہ جو انسان کی سماعت وادراک سے باہر ہیں ہاں انہیں آلات کے ذریعے سمجھا جا سکتا ہے

دوستو! - یہ بھی عجیب بات ہے کہ 110 والے کھرج سے اگر ہم پیانو کی طرح اوپر کی طرف اور بٹن یا نوٹ بڑھاتے جائیں گے تو جب ہم 92 نوٹ اوپر چلے جائیں گے تو یہ نوٹ وہ ہوگا کہ جو الٹراسونکس (Ultrasonic) کا پہلا نوٹ ہوگا اور یہی وہ پہلا نوٹ ہوگا جو انسان کی سماعت کے ادراک سے باہر ہے اس نوٹ کو انسانی کان سن ہی نہیں سکتے

دوستو! - یہ بھی عجیب اتفاق ہے کہ 92 کا عدد شہنشاہ انبیا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نام پاک کا عدد ہے اور یہی نام پاک ہمارے شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیف کا بھی ہے یعنی یہ بھی فطرت نے ہمیں بتایا کہ 92 نمبر والے نوٹ کا بلا وسیلہ آپ ادراک نہیں کر سکتے

دوستو! - یہ بھی ایک عجیب اتفاق ہے کہ انسانی قوت سماعت کو اگر ہم ہارمونیم کے

بٹنوں کی شکل میں ظاہر کریں تو انسان صرف 128 سروں یا نوٹس تک کا ادراک کرسکتا ہے یعنی110 فری کوئنسی والے بنیادی کھرج سے 91 نوٹ اوپر تک اور 37 نوٹ منفی والے تک انسان سن سکتا ہے اس کے بعد اس کے حواس جواب دے دیتے ہیں ہاں آلات کے ذریعے یہ سن سمجھ سکتا ہے اور یہ بھی آپ کو معلوم ہی ہے کہ 128 امام حسینؑ علیہ الصلوات والسلام کے اسم مبارک کا عدد ہے...... یہاں بھی فطرت ہمیں اپنی ادراک کی سرحد دکھاتے ہوئے کہتی ہے تمہارے ادراک کی کل بھاگ دوڑ شہنشاہ معظم کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام تک ہی ہے اس سے آگے جانا تیرے بس کا روگ نہیں ہے کوئی وسیلہ ہو تو جا سکتے ہو

میں ان ساری چیزوں کو اتفاق نہیں سمجھتا بلکہ فطرت کی پلاننگ(Planning) سمجھتا ہوں کہ اس نے ہر چیز میں انوارِ الٰہیہ ہی کو بنیاد بنایا ہوا ہے

دوستو!- ہمارے ادراک سماعت کا آخری جو نوٹ ہے اس نوٹ کی (Frequency) فری کوئنسی 15Hz ہوتی ہے یہی منفی میں ہماری سماعت کی آخری حد ہے

دوستو انسانی کانوں کی ایک مخصوص قوت سماعت ہے جسے (Frequency) فری کوئنسی میں دیکھا جائے تو 15Hz سے لے کر 20000Hz یا 20kHz تک ہوتی ہے، اس لئے ان سے زیادہ فری کوئنسی (Frequency) ہوگی یا ان سے کم ہوگی وہ ہماری سماعت کے ادراک سے باہر ہوگی کیونکہ 20kHz سے زیادہ کی (Frequency) فری کوئنسی اتنی باریک ہوتی ہے کہ جو انسان کے کانوں کے پردوں کو متحرک نہیں کرسکتی 20kHz سے زیادہ کی فری کوئنسی (Frequency) کو الٹرا سونکس (Ultra sonic) یا الٹرا سانگ (Ultrasong) کہتے ہیں یہ عموماً مادے کی تھک نس (Thickness) معلوم

کرنے کیلئے استعمال ہوتی ہے جیسا کہ الٹرا ساؤنڈ(Ultrasound) کیا جاتا ہے اور ایکس ریز(X_Rays) وغیرہ کی فری کوئنسی(Frequency) بھی اسی طرح ہوتی ہے دوستو!-آپ نے دیکھ لیا کہ انسان کی سماعت ہوا کی وائبریشن(Vibration) یا [ارتعاش] کی مجبوری ہے یعنی ہماری سماعت کی یہ مجبوری ہے کہ ایک تو ہوا میں ارتعاش ہوتب یہ سن سکتی ہے اس ارتعاش کیلئے یہ بھی شرط ہے کہ وہ اتنا بڑا ارتعاش ہو جسے کانوں کے پردے محسوس کرسکیں یعنی نہ زیادہ فری کوئنسی(Frequency) کی ہو اور نہ ہی بہت لوفری کوئنسی(Low Frequency) کی ،تب ہماری سماعت سنتی ہے دوستو!-حقیقت یہ ہے کہ اس آواز کی دنیا اتنی زیادہ وسیع ہے کہ جس کی پہنچ کا ہم تصور بھی نہیں کر سکتے ہم تو انتہائی محدود آوازیں سن سکتے ہیں گویا ہم آواز کے سمندر میں سے چلو بھر آوازیں بلا واسطہ اور بالواسطہ سن سکتے ہیں، کیونکہ اس دنیا میں موجود ہر چیز کی کوئی نہ کوئی آواز ہے......ایک چیونٹی ہو یا ایک جرثومہ یہ بھی کلام کرتے ہیں مگر یہ اتنی ہائی فری کوئنسی(Frequency) میں بولتے ہیں کہ ہم ان کی آواز سن ہی نہیں سکتے ، ہزاروں گنا زیادہ حساس آلات ایجاد کرلیں تب بھی ان کی آواز نہیں سن سکتے ...... اب یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا اللہ ﷻ یہ ساری آوازیں سن سکتا ہے اور سمجھ سکتا ہے یا نہیں ؟

اس کا جواب کوئی بھی مسلمان نفی میں نہیں دے سکتا کیونکہ آج سارے مذاہب اس بات کے قائل ہیں کہ اللہ ﷻ یہ آواز ڈائریکٹ(Direct) سن بھی سکتا ہے اور سمجھ بھی سکتا ہے ...... ہاں ماضی بعید میں لوگوں کا یہ عقیدہ ضرور رہا ہے کہ اللہ ﷻ ساری باتیں نہیں سن سکتا بلکہ اس نے فرشتوں کی فوج ظفر موج چھوڑی ہوئی ہے جو ساری باتیں سن کر اس کے علم میں لاتے ہیں مگر آج یہ عقیدہ کسی بھی صاحب مذہب کا نہیں

ہے بلکہ سارے مذاہب کا اس پر اتفاق و اجماع ہے کہ اللہ ایک جرثومے یا وائرس (Virus) سے لے کر کائنات کی ہر مخلوق کی آواز بلا واسطہ سنتا ہے اور سمجھتا ہے

اب دوستو! ۔ ہم دیکھتے ہیں کہ بعض ذوات ایسے ہیں کہ جنہیں اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ نے اپنا اذن [کان] قرار دیا ہے اور یہ بات سارے جانتے ہیں کہ کان آلہ سماعت ہوتا ہے اس طرح اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ نے اپنے انوار ازلیہ اِلٰہیہ علیہم الصلوات والسلام کو اپنے آلات سماعت قرار دیا ہے جیسا کہ سرورکونین صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم ہیں تو اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کے سب سے بڑے اذن سامعہ وہ جناب صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم ہیں

ہمارے کتب میں ایسے بہت سے معجزات درج ہیں جو ہمیں ان کی قوت سماعت کے اس پہلو پر روشنی ڈالتے ہیں جیسا کہ لکھا ہے کہ

( ) آپ جناب صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم جمادات ، نباتات وحیوانات کی تسبیحات کو سنتے تھے

( ) آپ جناب صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم جنات کی آواز سنتے بھی تھے اور سمجھتے بھی تھے

( ) آپ جناب صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم ملکوت وکروبیاں کی آواز سنتے بھی تھے اور سمجھتے تھے

( ) یہاں تک لکھا ہے کہ جب آپ عرش پر تشریف لے گئے تو ابھی کچھ دور تھے کہ آپ نے حجابات نور کے اندر سے قلم چلنے کی آوازیں سنیں وہاں جا کر دیکھا کہ ملکوت مقربین نوری قراطیس پر کچھ لکھنے میں مصروف تھے

یہ بات اور زیادہ سماعت کا تقاضا کرتی ہے یعنی فرشتوں کی آواز سے بھی زیادہ مدھم آواز نوری قراطیس پر ان کے قلم چلنے کی آواز ہوتی ہے کیونکہ اس کا تو کوئی نوری مخلوق بھی ادراک نہیں کرسکتی ...... جیسا کہ ہمارے کاندھوں پر کراماً کاتبین ہمارے اعمال لکھنے میں مصروف ہیں مگر ان کی قلم کی آواز کوئی سن ہی نہیں سکتا مگر سرورکونین صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی ذات اقدس نے حجابات نور کے اندر چھپے ہوئے

ملکوت مقربین کے قلموں کی آواز دور سے سماعت فرمالی یہ کمال بتا رہا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم ''اذن اللہ سامعہ'' ہیں یعنی اللہ جل جلالہ کے سننے والے کان ہیں

اسی طرح ہم دیکھتے ہیں کہ شہنشاہ معظم امیر کائنات علیہ الصلوات والسلام بھی اللہ جل جلالہ کے اذن سامعہ ہیں ...... ان سے بھی اس کائنات کی کوئی آواز کبھی بھی ایک لمحے کیلئے مخفی یا نامحسوس نہیں ہوتی بلکہ ان کی سماعت پر کائنات کی جملہ آوازیں مل کر بھی آپس میں خلط ملط نہیں ہوتیں ...... ورنہ آپ نے دیکھا ہوگا کہ جہاں دو چار سو آدمی مل کر بولنا شروع کردیں تو ہمیں کسی آواز اور مقصد کا علم نہیں ہوتا بلکہ وہ ایک بے ہنگم شور محسوس ہوتا ہے ان کے الفاظ اور لہجوں کا ہمیں کوئی ادراک و امتیاز نہیں ہوتا، لیکن یہی تو اذن اللہ سامعہ کی شان ہے کہ کائنات کی ساری آوازیں ان کی سماعت کے دائرے میں ایک دوسرے سے متشابہ نہیں ہوتیں بلکہ اربوں کھربوں آوازوں میں سے ہر شخص کی آواز وہ اس طرح سن رہے ہوتے ہیں جیسے وہ ان کے ساتھ تنہائی میں مصروف مناجات و کلام ہو

جب شہنشاہ معظم کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام کی دنیا پر آمد ہوئی تھی تو اہل مدینہ شہنشاہ انبیا صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی خدمت میں مبارک بادی پیش کرنے کیلئے حاضر ہوئے ...... اس وقت شہنشاہ معظم امیر کائنات علیہ الصلوات والسلام باہر تشریف فرما تھے انہوں نے لوگوں سے فرمایا کہ تم تھوڑی دیر رک جاؤ کیونکہ شہنشاہ معظم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی خدمت میں چالیس ہزار ملکوت کا ایک وفد آیا ہے اور وہ مبارک دے رہا ہے جب وہ واپس چلے جائیں تو تم لوگ جا کر ہدیہ تبریک پیش کرنا ...... انہوں نے سوال کیا کہ آپ تو باہر تشریف فرما ہیں آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ ملکوت کا وفد جو آیا ہے اس میں چالیس ہزار ملکوت ہیں؟ ...... آپ نے جواب میں فرمایا کہ جب وہ وفد حاضر بارگاہ ہوا

ہے تو سب نے مل کر بارگاہ اقدس میں سلام عرض کیا ہے، ہم نے ان کے لہجوں کو گنا ہے وہ چالیس ہزار تھے

اب آپ سوچیں کہ چالیس ہزار انسان کی آواز بیک وقت ہمارے کانوں میں پڑے تو متشابہہ ہو جاتی ہے مگر وہ اذن اللہ سامعہ ہی ہیں کہ جن کی سماعت میں چالیس ہزار ملکوت کی آواز بھی ایک دوسرے میں گڈ مڈ نہیں ہوتی

دوستو! ۔میں ایک کتاب پڑھ رہا تھا جس کا نام تھا(Etheric World) ''ایتھرک ورلڈ'' [اثیر کی دنیا]

اس میں جدید میڈ یمز(Mediums) اوران روحوں کا ذکر تھا کہ جن سے آج عیسائی اور یہودی اور دیگر ماہرین روحانیات بلا کر باتیں کرتے ہیں اور مسائل پوچھتے ہیں ...... اس میں وہ مصنف لکھ رہا تھا کہ میں ایک میڈیم(Medium) کے پاس گیا تو اس نے ایک روح کو بلایا اور میں نے اس سے باتیں کیں ...... وہ ایک طویل سلسلہ گفتگو تھا یہاں صرف ایک سوال کا جواب پیش کرنا چاہتا ہوں اس میں مصنف نے اس روح (جس کا نام گرینٹ ٹری تھا) سے سوال کیا کہ آپ کا وجود روحی کوئی مادی وجود نہیں ہوتا اور یہ جو تم ہم سے باتیں کرتی ہو اس کیلئے تو ایک مادی وجود کی ضرورت ہوتی ہے جو آواز پیدا کر سکے تم ایتھر(Ether) کی مخلوق ہم سے کس طرح باتیں کر لیتی ہو؟ ...... اس نے جواب دیا کہ تمہارے لئے تو زبان ومتعلقات زبان کی ضرورت ہوتی ہے کیونکہ تم محتاج مخلوق ہو مگر ہمارے لئے یہ کام بہت آسان ہے کیونکہ آواز کا پیدا کرنا دراصل وائبریشن(Vibration) کا پیدا کرنا ہے اور ہم ہوا میں جب بھی چاہتے ہیں کسی بھی فری کوئنسی (Frequency) کا ارتعاش پیدا کر سکتے ہیں ...... آپ دیکھیں کہ یہ الفاظ کیا ہیں؟ ...... آواز ہوا میں ایک مخصوص ارتعاش کا

نام ہے جب بھی آپ کی زبان ایک خاص قسم کا ارتعاش پیدا کرتی ہے تو دوسرے کی سماعت اس ارتعاش ہی سے لفظ بنا لیتی ہے ...... بس اسی طرح ہم بولتے نہیں بلکہ اپنی قوت سے ہوا میں لفظوں کے ''صوتی ارتعاشیے'' پیدا کرتے ہیں تو آپ کو لگتا ہے کہ ہم بول رہے ہیں جبکہ ہم یہ کام اپنے ہاتھوں پیروں اور جسم کے کسی بھی حصے سے لے لیتی ہیں ...... بات یہاں تک نہیں ہے بلکہ ہم ہر قسمی آواز جیسا کہ ٹرمپٹ (Trumpet) کی آواز ہے یا کسی بھی انسٹرومنٹ (Instrument) کی آواز ہے وہ بھی ہم پیدا کرسکتی ہیں کیونکہ یہ سارا کھیل ہے تو ارتعاش کا، جو بھی ارتعاش پیدا کرنا جانتا ہے وہ جیسا بھی چاہے ارتعاش پیدا کر کے بات یا ساز کی آواز پیدا کرسکتا ہے ...... یہ بھی ممکن ہے کہ الفاظ کے صوتی ارتعاشیے زیادہ پٹنسی (Potency) کے ڈیسی بلز (Decibels) کے ساتھ اس طرح پیدا کیئے جائیں کہ آپ کے کانوں میں وہ الفاظ بمعہ آواز گونج رہے ہوں جبکہ وہ آواز کوئی دوسرا سن بھی نہ رہا ہو دوستو! - اب آپ نے دیکھا کہ بولنا اور کچھ نہیں بلکہ ایک ارتعاشی عمل ہے اور ہوا میں مختلف فری کوئنسی (Frequency) کے ارتعاش پیدا کرنے کا نام ہے اس لئے جتنے بھی ملکوت ہیں یا جتنی بھی مخلوق ہے ہر مخلوق اپنے دائرے میں ہوا یا فضا میں ارتعاش پیدا کر کے ایک دوسرے سے مصروف کلام ہے اور اسے اگر سن سکتا ہے تو وہ اللہ جل جلالہ کا اذن سامعہ ہی ہوتا ہے

ویسے تو ایسے واقعات سارے آئمہ معصومین علیہم الصلوات والسلام کے لکھے ہوئے ہیں مگر خصوصی طور پر شہنشاہ معظم امام سید الساجدین علیہ الصلوات والسلام کے بارے میں لکھا ہوا کہ جب انہیں زہر دیا گیا تو آخری دن شہنشاہ معظم امام باقر العلم النبیین علیہ الصلوات والسلام سے فرمایا کہ بیٹا آج ہماری تیاری ہے ...... انہوں نے عرض کیا بابا جان آج تو

آپ کی طبیعت پہلے سے کافی بہتر ہے ...... اس پر آپ نے فرمایا کہ بیٹا کیا آپ نے یہ آواز نہیں سنی کہ ہمیں کریم کر بلا علیہ الصلوات والسلام بابا پاک فرمارہے ہیں کہ اے میرے لخت جگر ہمارے پاس جلدی آ جاؤ ہم آپ کیلئے اداس ہیں

یعنی کچھ آوازیں ایسی بھی ہوتی ہیں جنہیں کوئی بھی نہیں سن سکتا مگر اسے حجت زمانہ ہی سن سکتا ہے ......شہید زندہ ہوتے ہیں اور وہ آپس میں کلام فرماتے ہیں اور آنے جانے والے سے کلام فرماتے ہیں مگر ان کے کلام کو وہی سن سکتا ہے جو اللہ جل جلالہ کا اذن سامعہ ہوتا ہے یعنی اللہ جل جلالہ کا سننے والا کان ہوتا ہے

دوستو! - ہمارا آج کا موضوع تھا" اذن اللہ سامعہ" کیونکہ یہ ہمارے شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰهُ فَرَجَهُ الشَّرِيْف کا ایک اسم مبارک ہے اور یہ بھی ہمارے زمانے کے اذن اللہ سامعہ عَجَلَ اللّٰهُ فَرَجَهُ الشَّرِيْف ہیں

جب آپ کا ظہور وخروج ہوگا تو اس وقت آپ کی حکومت ظاہر بظاہر پورے عالمین پر ہوگی اور اس وقت وہ اپنی اس سماعت کا مظاہرہ فرمائیں گے کہ اس کائنات کے کسی گوشے میں کوئی بھی آواز پیدا ہوگی تو آپ اس سے آگاہ فرمائیں گے

یہ تو آپ سارے جانتے ہیں کہ آپ کے لشکر میں ملکوت بھی شامل ہوں گے یہ ان کی باتیں سنیں گے بھی اور انہیں احکام بھی فرمائیں گے، اسی طرح آپ کے لشکر میں جنات بھی ہوں گے اس کائنات کی ہر قسمی مخلوق آپ کے لشکر میں شامل ہوگی مگر کہیں بھی لکھا ہوا نہیں کہ وہ سارے عربی زبان میں بات کریں گے اور تب شہنشاہ زمانہ ان کی باتوں کو سنیں گے اور سمجھیں گے بلکہ پورے یونیورس (Universe) میں جہاں جو بھی کوئی بات عرض کرے گا وہاں بیٹھے بٹھائے اسے شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰهُ فَرَجَهُ الشَّرِيْف کا جواب عطا ہو جائے گا کیونکہ یہ اللہ جل جلالہ کے اذن سامعہ عَجَلَ اللّٰهُ فَرَجَهُ الشَّرِيْف ہیں

اب آپ خود دیکھ اور سوچ سکتے ہیں کہ کیا اللہ ﷻ کی سماعت سے کوئی چیز باہر ہوسکتی ہے؟ ...... اور جو اللہ ﷻ کے اذن سامعہ ہوں ان سے کوئی آواز چاہے کتنی ہی پوشید و خفیف کیوں نہ ہو وہ ان سے کبھی مخفی نہیں ہوسکتی

دوستو ایک بات اور بھی عرض کردوں کہ جو لوگ حاضرات ارواح کو عملی طور پر دیکھ اور کر چکے ہیں وہ یہ بات جانتے ہیں کہ روح اتنی حساس ہوتی ہے کہ وہ انسان کے دماغ میں کروٹ بدلنے والے ہر خیال کو بھی سن سکتی ہے ...... اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ روح انتہائی خفیف فری کوئنسی (Frequency) کی وائبریشن(Vibration) کا بھی پوری طرح ادراک کرسکتی ہے، اور جب کسی دماغ میں کوئی سوال کروٹ بدلتا ہے تو دماغ میں خیال پیدا ہونے سے ایک ارتعاش پیدا ہوتا ہے اور وہ ارتعاش اتنا خفیف ہوتا ہے کہ اسے کوئی دوسرا محسوس ہی نہیں کرسکتا لیکن روح اتنی سینسٹو (Sensitive) یا حساس ہوتی ہے کہ وہ دماغ کے اندر پیدا ہونے والے ہلکے سے ارتعاش کو بھی پڑھ لیتی ہے اور اس کا مفہوم سمجھ لیتی ہے

اب خود سوچیں کہ روح دماغوں میں کروٹ بدلنے والے خیالات کو پڑھ لیتی ہے اور ذہن میں پیدا ہونے والی ہلکی سی آواز کو بھی سن لیتی ہے تو اللہ ﷻ کا جو اذن سامعہ ہے اس کی سماعت کتنی حساس ہوگی؟ ...... کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَهُ الشَّرِیف سے کسی شخص کا کوئی خیال بھی پوشیدہ ہوسکتا ہے؟

دوستو! - جو لوگ ''علم اِلٰہیات'' سے آشنا ہیں وہ یہ جانتے ہیں کہ اللہ ﷻ کی جو سماعت ہے اس کی دو طرحیں ہیں

( ) سماعت عمومی ...... اس کیلئے بعض علمائے اِلٰہیات سماعت غیر قصدی کی اصطلاح استعمال کرتے ہیں

( ) سماعت خصوصی ......اس کیلئے بعض علمائے اِلٰہیات سماعت قصدی کی اصطلاح بھی استعمال کرتے ہیں

اللہ ﷻ کی جو سماعت عمومی [غیر قصدی] ہے وہ کسی لمحہ میں بھی معطل نہیں ہوتی جو جہاں بھی ہے اللہ ﷻ کی سماعت کے دائرے ہی میں ہوتا ہے اور اس کی سماعت عمومی و غیر قصدی اس کی ایسی صفت ہے کہ جو ایک لمحے کیلئے بھی اس سے جدا نہیں ہوسکتی یعنی وہ قادر مطلق بھی اپنی سماعت کو کسی سے معطل نہیں کر سکتا بلکہ وہ ہر آواز سننے پر مجبور ہے جیسا کہ اس کی صفت حیات ہے جو اس سے جدا نہیں ہوسکتی وہ اگر چاہے بھی تو اپنی ذات پر موت طاری نہیں کر سکتا کیونکہ اللہ ﷻ کی ہر صفت ایک حیثیت سے واجب ہے اور اس لئے اس کی حیات بھی واجب ہے اور حیات کا واجب ہونا ثابت کرتا ہے کہ وہ کسی بھی صورت میں اپنی ذات پر موت وادر نہیں کرسکتا، اور وہ اپنی موت پر قادر نہیں ہے ......اسی طرح اس کی صفت سماعت بھی واجب ہے وہ کسی کی آواز سننا پسند نہ بھی کرے تو وہ سننے پر مجبور ہے کیونکہ وہ سمیع بالذات و واجب ہے

اس کی دوسری سماعت جسے خصوصی یا قصدی کہا جاتا ہے وہ ہر شخص کے ساتھ نہیں ہوتی بلکہ وہ مظلوموں کی فریاد سنتی ہے صاحبان استغفار کی دعائے مغفرت سنتی ہے اور وہ ایک طرح سے قصدی ہوتی ہے

دوستو! - آپ دیکھیں کہ جو اس کا اذن سامعہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَهُ الشَّرِیْف ہیں تو ان کی سماعت کی بھی یہی حیثیت ہے کہ عمومی طور پر ان سے کوئی بھی آواز پوشیدہ نہیں ہے اور خصوصی طور پر جب بھی کوئی استغاثہ کرنے والا انہیں پکارتا ہے تو وہ اس کی آواز کو سنتے ہیں اور مدد بھی فرماتے ہیں کیونکہ اللہ ﷻ کا اذن سامعہ ہیں

دوستو! - یہ بھی حقیقت ہے کہ اگر کائنات کے لاکھوں کروڑوں افراد مل کر انہیں پکاریں یعنی جنات ، ملکوت ، حوران ، غلمان ، انسان ، حیوان ، نباتات ، جمادات ، سارے مل کرانہیں پکاریں توان کی سماعت کیلیئے کسی ایک کی آواز بھی اجنبی و متشابہ نہیں ہوتی کیونکہ یہ اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کے اذن سامعہ ہیں

دوستو! - آیئے ہم بھی مل کر دعا کریں کہ اے کائنات کے مالک و وارث امام و حجت آپ ہماری یہ دعا بھی سن لیں کہ آپ کے جدا طہر علیہ الصلوات والسلام کا گھر پاک جلدی آباد ہو، ان کا جلدی انتقام ہو، آپ کی خوشیوں کا کیلنڈر جلدی رائج ہو، معظّمہ کونین صلوات الله علیها کے ویران گھر جلدی آباد ہوں، سارے آل محمد علیهم الصلوات والسلام اس دنیا پر جلدی آباد و شاد ہوں

یا رب محمدؐ و آل محمدؐ صل علٰی محمدؐ و آل محمدؐ و عجل فرجھم بقائمھمؑ
عجل الله فرجه الشريف و صلوات الله عليك

یا ھو یا من ھو لا ھو الا ھو الحی القیوم یا ھو یا من لا یعلم ما ھو الا ھو الحی القیوم العلی العظیم
یا مولا کریم عجل اللہ فرجک وصلوات اللہ علیک

﴿عجل الله فرجه الشريف و صلوات الله عليه﴾

الحمد لله رب العالمین و صل علیٰ محمدؐ و آلہٖ اجمعین خصوصاً علی حجة الله فی العـالـمین عجل الله فرجه الشریف وآبائه المعصومین وامهاته الطاهرین الطیبین صلوات الله علیهم اجمعین و لعنة الله علیٰ اعدائهم من یوم الازل الی یوم الدین

اے سامعین بیان عرفان !

کل کے خطاب میں میں نے اذن اللہ سامعہ پر کچھ نہ کچھ روشنی ڈالی تھی اور آج چاہتا ہوں کہ اپنے شہنشاہ معظم کریم ازل عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف کے اس اسم مبارک کے بارے میں گفتگو کروں کہ جو سابقہ خطاب سے قریب تر ہو اور وہ اسم مبارک ہے

''لسان اللہ الناطقہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف''

اس کے لفظی معنی تو یہ ہیں کہ اللہ کی بولتی زبان مبارک

دوستو! - یہ اسم مبارک بھی مرکب ہے یعنی دو لفظوں کا مجموعہ ہے یعنی لسان [زبان]، [ناطقہ]، اور اللہ کا، مگر اس میں قابل تشریح الفاظ ''زبان'' اور ''ناطق'' کے ہیں

دوستو! - عام طور پر جو ہمیں پڑھایا گیا تھا وہ یہ تھا کہ ایک ہوتی ہے قوت دوسرا ہوتا ہے اس کا آلۂ فعل تیسرا ہوتا ہے فعل

(1) یہ تو آپ جانتے ہیں کہ انسان اگر بولتا ہے تو اس میں بولنے کی صلاحیت یا فیکلٹی (Faculty) ہوتی ہے تبھی وہ بول سکتا ہے

(2) یہ بھی آپ جانتے ہیں کہ بولنے کیلئے فقط صلاحیت یا فیکلٹی (Faculty) کافی نہیں ہوتی بلکہ اسے استعمال کرنے کیلئے زبان کا ہونا بھی ضروری ہے

(3) یہ بھی آپ جانتے ہی ہیں کہ صرف زبان ہی کافی نہیں بلکہ اس سے بولنے کا عمل صادر ہونا بھی ضروری ہے

بس اب آپ سمجھ گئے کہ بولنے کی جو صلاحیت ہے اسے ''نطق'' کہا گیا تھا اور جو بولنے کیلئے استعمال ہونے والا آلہ تھا اسے ''لسان'' [زبان] کہا گیا تھا اور لسان سے جو عمل صادر ہوتا ہے اسے ''کلام'' کہا گیا تھا

یہ بھی آپ جانتے ہیں کہ جو کلام ہوتا ہے اس کے بھی کئی اجزائے لازمہ ہوتے ہیں جن کے بغیر کلام بھی ممکن نہیں

جیسا کہ آپ یہ بھی جانتے ہیں کہ کلام دراصل کسی مفہوم کو ایک ذہن سے دوسرے ذہن تک منتقل کرنے کا ایک ذریعہ ہے چاہے وہ مفہوم احکام و اعمال سے متعلق ہو، چاہے وہ جذبات و کیفیات سے متعلق ہو، چاہے وہ کلام اوامر و نواہی سے متعلق ہو، چاہے وہ تعارفی و اخلاقی و توضیحی و تاکیدی ہو، الغرض یہ کائنات مفاہیم کا ایک سمندر ہے اور انسان اس میں قطرہ قطرہ جمع کرتا جارہا ہے اور پھر ان براہنہ و مفاہیم کو الفاظ کا موزوں خلعت دے کر دربار سماعت میں کھڑا کر دیتا ہے

دوستو! - یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ انسان کے پاس جو الفاظ ہیں وہ بہت محدود ہیں مگر مفاہیم لامحدود ہیں اس لئے کبھی یہ نئے الفاظ تراشتا ہے کبھی یہ نئے اصطلاحات وضع کرتا ہے اور کبھی یہ تراکیب کے نئے افق تلاشتا ہے اور اس طرح ''خانمِ

لغت'' کی فربہی کا سامان ہوتا چلا جا رہا ہے
یہ بھی آپ جانتے ہیں کہ مفہوم و الفاظ و زبان کا ہونا یا زبان کا ان الفاظ کو ادا کرنا بھی کافی نہیں ہوتا بلکہ ان الفاظ کو ایک فرد سے دوسرے تک کیمونی کیٹ (Communicate) کرنے کیلئے آواز کی ضرورت ہوتی ہے اور آواز قائم بالذات چیز نہیں بلکہ اسے اپنے قیام کیلئے ایک میڈیم(Medium) کی ضرورت ہوتی ہے جو اس کیلئے ہوا ہے یعنی اگر ہوا نہ ہوتو ہم جتنا زور سے بولیں گے وہ آواز ہمارے ہونٹوں سے باہر جا ہی نہیں سکے گی کیونکہ آواز تو ہوا میں وائبریشن (Vibration) پیدا ہونے سے پیدا ہوتی ہے اور اسی وائبریشن(Vibration) کے دائرے یا صوتی ارتعاشے ہی دوسرے کے کانوں سے ٹکراتے ہیں اور پھر انہیں قوتِ سماعت ادراک کر کے دماغ تک پہنچاتی ہے اور دماغ اس آواز کو پہچانتا ہے کہ یہ شور ہے یا با معنی کوئی کلام ہے، یہ قول ہے یا صرف صوت ہے، کیونکہ صوت اور قول میں فرق یہی ہے کہ جس میں کلام داخل ہو وہ قول ہوتا ہے اور جس میں الفاظ موجود نہ ہوں وہ صوت ہوتی ہے، آگے پھر صوت کے اقسام ہوتے ہیں جنہیں ہم یہاں بیان نہیں کرنا چاہتے ہیں
ہاں تو دوستو ! - میں عرض کر رہا تھا کہ آواز کیلئے میڈیم(Medium) کا ہونا ضروری ہے کیونکہ جب ہم خلا میں جاتے ہیں تو ہمیں وہاں آپس میں تبادلہ مفاہیم میں اس طرح نہیں بولنا پڑتا جس طرح ہم زمین پر بولتے ہیں کیونکہ وہاں ہوا نہیں ہوتی اس لئے ہماری آواز وہاں سفر نہیں کرسکتی ...... ایک دور تھا کہ میں ایتھرالوجی کا مطالعہ کر رہا تھا تو اس میں یہی بیان ہوا تھا کہ ہماری زمین کے گرد ایتھر(Ether) [اثیر] کی ایک لئیر (Layer) [پرت] ہے جب ہم کوئی آواز پیدا کرتے ہیں تو وہ ہوا کے

دوش پر سفر کرتی ہوئی اس مقام تک پہنچ جاتی ہے کہ جہاں ہوا ختم ہو جاتی ہے اور وہاں وہ اا اپنی ایک لئیر (Layer) بنا لیتی ہے کیونکہ آگے خلا ہے جو اس زمین سے تقریباً 120 میل یا 120 کلومیٹر کی بلندی سے شروع ہو جاتی ہے اور ایتھر (Ether) کی تہہ اس کے اندر ہی اندر ہے اور اس دنیا کے رہنے والوں نے آج تک جتنی آوازیں بھی پیدا کی ہیں وہ ہمارے ایتھر (Ether) سے باہر نہیں جا سکیں اور وہ ایتھر (Ether) میں موجود ہیں اور سنا تھا کہ کچھ سائنس دان ہزاروں برس پرانی آوازوں کو ریٹرایو (Retrieve) [دوبارہ واپس] کرنے کی کوششیں کر رہے ہیں اور یہ بھی پرنٹ میڈیا (Print Media) کے حوالے سے پتہ چلا تھا کہ وہ اس میں کسی حد تک کامیاب بھی ہوئے ہیں، پتہ نہیں یہ بات کہاں تک درست ہے

دوستو! - یہ تو تھیں ماضی کی باتیں، مگر اس جدید دور میں بیٹھ کر جب ہم سوچتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ کلام کیلئے اس سارے سلسلے میں اصل چیز ''مفہوم'' ہے اور اس کے کمیونی کیٹ (Communicate) کرنے کے بہت سے ذرائع ممکن ہیں مثلاً

( ) اشاراتی زبان کا استعمال جو سب سے قدیم طریقہ ہے

( ) آواز کا میڈیم (Medium of Voice)

( ) ریڈیائی سگنلز (Radio Signals)

( ) الیکٹرومیگنٹک (Electromagnetic) طریقے سے زپ، زلچ، ناڈا، سسٹم

( ) ٹیلی پیتھی سگنلز (Telepathy Signals) جن میں الفاظ کی بجائے ایک دماغ سے دوسرے دماغ تک مفہوم جاتا ہے

( ) اس دور میں جاپانی سائنسدانوں نے یہ انکشاف کیا ہے کہ انسانی انتڑیوں کے اندر ایک ایسے بکٹیریا (Bacteria) دریافت ہوئے ہیں جو خلائی سگنلز میں استعمال

کئے جا سکتے ہیں ...... ان میں یہ خصوصیت ہے کہ یہ ہر قسمی حالات میں باقی بھی رہ سکتے ہیں اور افزائش نسل بھی کر سکتے ہیں ، نہ انہیں آکسیجن کی ضرورت ہے نہ ہوا کی ، بلکہ وہ خلا کی وسعتوں میں بڑھتے چلے جائیں گے اور اپنی نسل کی افزائش کرتے ہوئے اپنے پیغام میں قوت بڑھاتے جائیں گے، انہوں نے اس وائرس میں موجود کوڈ (Code) کا تفصیلی جائزہ لیا ہے جس کے بعد یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ اس وائرس کے کوڈ (Code) کو تین طریقوں سے پڑھا بھی جا سکتا ہے، یہ سسٹم ریڈیائی سسٹم سے بدرجہا بہتر ہے کیونکہ ریڈیائی سسٹم خلا میں سفر کرتے کرتے کمزور سے کمزور تر ہوتا جاتا ہے مگر یہ اپنی قوت کو بحال ہی نہیں رکھتا بلکہ اس میں اضافہ بھی کرتا چلا جاتا ہے اور یہ ہمارے قریبی سو ارب کہکشاؤں میں کسی بھی انسانی قسم کی مخلوق تک ہمارا پیغام لے کر جا سکتا ہے ...... یعنی کیمونی کیشن (Communication) کا یہ ایک نیا طریقہ بھی موجود ہے

( ) روحانیاتی سسٹم یعنی اس میں کوئی آواز نہیں ہوتی بلکہ پیدا کرنے والا ہوا میں صوتی ارتعاشیے پیدا کر کے بغیر زبان والفاظ وآواز کے مفہوم سنا سکتا ہے

دوستو ! - اب آپ یہ تو سمجھ چکے ہیں کہ آواز ، الفاظ ، کلام ، نطق ، مفہوم اور کیمونی کیشن (Communication) میں کیا امتیازات ہیں یا ان کا آپس میں کیا تعلق ہے؟

یہاں ایک اور علم کے حوالے سے اگر میں بات نہیں کروں گا تو بات ادھوری رہ جائے گی وہ علم ہے ''علم منطق'' ...... جب میں منطق پڑھا کرتا تھا تو وہاں نطق کا بہت ذکر ہوتا تھا یعنی انسان حیوان ناطق ہے مگر وہاں قدیم منطق نطق سے مراد بولنا لیتی تھی علم منطق کو بولنے کا علم کہا جاتا تھا کہ اس سے انسان کو پر مغز گفتگو کا فن آ جاتا ہے مگر بعد والے منطقیین نے نطق سے مراد عقل لے لیا اور انسان حیوان ناطق سے

مرادانسان حیوان عاقل بنادیا جبکہ یہ معنی مراد لینا خود منطقی اعتبار سے بھی درست نہ تھے کیونکہ لغت کی کسی کتاب میں نطق سے کسی بعیدی معنی میں عقل مراد نہیں لی گئی مگر اس بعید از عقل مراد کو اصطلاح بنا کر قبول کرلیا گیا یہ درست تھا یا نا درست یہ علیحدہ موضوع ہے مگر یہاں یہ عرض کردوں کہ جس نطق کی میں بات کررہا ہوں وہ منطقی عقل والا نطق نہیں ہے

دوستو! ۔ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ نطق دراصل مفہوم کو دوسرے کے دماغ میں منتقل کرنے کا نام ہے...... کیونکہ انسان عام طور پر زبان اور الفاظ وآواز کے ذریعے یہ کام کرتا ہے اس لئے ان کے مجموعے کو اعتباری طور پر نطق کہہ دیا جاتا ہے ورنہ ان کا اصل ''نطق'' سے کوئی تعلق نہیں ہے

حقیقت یہ ہے کہ نطق کیلئے الفاظ کا ہونا ضروری نہیں ہے ہاں مفہوم کا ہونا ضروری ہے کیونکہ ٹیلی پیتھی (Telepathy) میں جو پیغام دیا جاتا ہے اس میں الفاظ نہیں بولے جاتے بلکہ مفہوم ایک دماغ سے دوسرے دماغ میں جاتا ہے یعنی ایک اردو بولنے والا ٹیلی پیتھی میسج (Telepathy Message) میں لفظ بکری استعمال کرتا ہے تو میسج (Message) وصول کرنے والا اگر انگریز ہوگا تو وہ ''گوٹ'' (Goat) سنے گا ،عرب ہوگا تو وہ ''غنم'' سمجھے گا ،کوئی اہل فارس ہوگا تو وہ ''بز'' سمجھے گا ، اسی لئے کہتے ہیں کہ ٹیلی پیتھی (Telepathy) میں لینگو یج پرابلم (Language Problem) ہوتا ہی نہیں ہے...... کہنے والا اپنی زبان میں کہتا ہے وصول کرنے والا اپنی زبان میں وصول کرتا ہے...... اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ انتقال مفہوم کیلئے الفاظ کی حیثیت ختم ہوجاتی ہے ،مفہوم ہی مفہوم رہ جاتا ہے

یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ نطق کیلئے آواز والفاظ کا ہونا بھی ضروری نہیں ہے جیسا کہ

آواز کیلئے نطق والفاظ ومفہوم کا ہونا ضروری نہیں ہوتا کیونکہ سازوں کی آواز اور بے ہنگم شور میں یہ تینوں موجود نہیں ہوتیں

دوستو! - نطق انتقال مفہوم کا نام ہے اگر وہ بصورت الفاظ وآواز ہوتو اسے کلام کہا جاتا ہے اور یہ بھی حقیقت ہے کہ کلام کوئی طریقوں سے پیدا کیا جا سکتا ہے جیسا کہ صوتی ارتعاشیے کی شکل میں یا الیکٹرومیگنیٹک (Electromagnetic) طریقے سے یا اس طرح کے بہت سے جدید طریقے ہیں جیسا کہ ہم ٹیپ سنتے ہیں، ٹی وی دیکھتے ہیں ...... اب تو اس آواز کو مقید بھی کیا جا چکا ہے تو ہمارے لئے اس بات کو سمجھنے میں اور زیادہ آسانی پیدا ہوگئی ہے کہ کلام کیلئے زبان اور گلے کے ووکل کارڈز (Vocal Cords) کی ضرورت نہیں رہی بلکہ بے جان کل پرزے بھی گیت گا کر دکھا یا سنا سکتے ہیں

دوستو! - یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ کلام دو طرح کا ہے ایک سری جو ہماری سماعت کے ادراک سے باہر ہے دوسرا جہری جسے ہماری سماعت ادراک کرسکتی ہے، اس کا ذکر میں سابقہ بیان میں کر چکا ہوں کہ اربوں کھربوں آوازوں میں سے ہم صرف چند فری کوئنسیز (Frequencies) کی آوازوں کا ادراک کر سکتے ہیں

اب آپ یہ تو سمجھ چکے ہیں کہ میسج (Message) ومفہوم کنوے (Convey) کرنے کیلئے زبان [ٹنگ] (Tongue)، زبان [لینگو یج](Language) آواز، الفاظ کا ہونا ضروری نہیں ہے

دوستو! - شاید اس مقام پر میں یہ بات کہنے کے قابل ہوگیا ہوں کہ اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کا ایک اسم الحسنٰی ''ناطق'' بھی ہے اور اس کا قریبی اسم مبارک ''متکلم'' بھی ہے کہ جس کی وجہ سے جناب موسیٰ علیہ السلام کو کلیم اللہ کہا جاتا ہے اور کلام اِلٰہی میں بھی فرمایا گیا ہے

کہ بعض انبیا و رسل علیہم السلام ایسے بھی ہیں ☆ منھم من کلم الله ...... کہ جن سے اللہ جل جلالہ نے کلام فرمایا ہے

آپ یہ تو جانتے ہیں کہ اللہ جل جلالہ کی نہ کوئی مادی زبان ہے، نہ گلا ہے، نہ ووکل کارڈز (Vocal Cords) ہیں پھر بھی اس نے کلام فرمایا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس نے کسی ذریعے سے ہوا میں صوتی ارتعاشیے تخلیق فرمائے جنہیں ان انبیا علیہم السلام نے ادراک کیا لیکن یہ ضروری نہیں کہ اس آواز کو دیگر انسانی کانوں نے بھی ادراک کیا ہو، یا کر سکتے ہوں، کیونکہ جب ملکوت آ کر کسی نبی سے کلام کرتے ہیں تو چاہے وہ ہزاروں کے مجمع میں ہو کوئی ملکوت کی آواز نہیں سن سکتا اور ان کا مسیج (Message) وصول نہیں کر سکتا کیونکہ وہ ایک مخصوص فری کوئنسی (Frequency) پر کلام فرماتے ہیں اسی طرح اللہ جل جلالہ بھی اپنے کلام کو ایک مخصوص (Frequency) فری کوئنسی پر ایجاد فرماتا ہے

دوستو یہ ایک علیحدہ موضوع ہے کہ اس کلام کو ایجاد فرمانے کا ذریعہ کیا ہوتا ہے؟ اور اس کا لب ولہجہ کس کا ہوتا ہے؟ ...... اس پر پھر کبھی بات ہو گی

جیسا کہ میں نے عرض کیا ہے کہ اللہ جل جلالہ کا ایک اسم مبارک ناطق بھی ہے اور یہ بھی عرض کر چکا ہوں کہ نطق کیلئے نہ آواز کی ضرورت ہوتی ہے نہ ہی الفاظ کی بلکہ وہ ایک مفہوم ہوتا ہے جو مقابل کے دماغ میں منتقل کر دیا جاتا ہے

صاحبان مفردات نے تو یہی لکھا ہے کہ

فیراد بالناطق ماله صوت وبالصامت مالیس له صوت ...... کہ ناطق سے مراد ہے جس کی آواز ہو...... اور صامت بے آواز کو کہتے ہیں

حالانکہ قرآن کریم فرماتا ہے کہ ہر چیز ناطق ہے جیسا کہ اعداء اللہ کی محشر میں

حاضری کے بارے میں فرمایا گیا ہے کہ ان کی جلدیں بھی ان کے خلاف بولنے لگیں گی تو وہ پوچھیں گی تم کیسے بول رہی ہو؟ وہ جلدیں جواباً کہیں گی
قالوا انطقنا الله الذی انطق کل شی ...... وہ کہیں گی ہمیں اللہ جل جلالہ نے ناطقہ عطا فرمایا ہے کہ جس نے ہر چیز کو نطق عطا فرمایا ...... کیونکہ نطق کیلئے آواز لازم نہیں ہے ہاں اگر نطق جہری ہو تو اس میں آواز آ سکتی ہے مگر وہ ثانوی حیثیت رکھتی ہے لازمہ نطق نہیں ہے

دوستو! - آپ نے کلام اِلٰہی میں پڑھا ہوگا کہ ارشاد ہے
ولا ن کلف نفسا الاوسعها ولدینا کتاب ینطق بالحق وهم لایظلمون ......
ہم نے کسی نفس کی برداشت سے زیادہ پر اسے مکلّف نہیں فرمایا اور ہمارے پاس ایک کتاب ہے جو حق کے ساتھ نطق فرماتی ہے اور کسی پر ظلم نہیں ہوگا ...... آپ سوچیں کہ ''نطقِ کتاب'' کیا ہے؟ ...... کیا اس میں آواز بھی شامل ہوگی؟
اب آپ دیکھ چکے ہیں کہ اللہ جل جلالہ بھی ناطق ہے اس کی کتاب بھی ناطق ہے اسی طرح فرمایا گیا تھا ☆ان الله بعث رسولاً هادیا بکتاب الناطق ......یعنی اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس جو کتاب ہے وہ بھی ناطق ہے
اسی طرح فرمایا ☆ماینطق عن الهویٰ ان هو الا وحی یوحٰی ...... فرمایا میرے پاک حبیب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بھی اپنے ہوا و خواہش سے نطق نہیں فرماتے بلکہ ان کا نطق وحی اِلٰہیہ پر منحصر ہے ...... اور یہ آپ سمجھ چکے ہیں کہ یہاں مراد نطق جہری بھی ہے اور نطق حقیقی وسری بھی ہے یعنی اگر اس سے مراد کلام لے لیں تو بھی درست ہے مگر نبی اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا کلام فرمانا بھی انسانی انداز میں نہیں ہے بلکہ وہ بھی اِلٰہی انداز میں ہے کہ وہ کلام کو مخاطب کے کانوں کے قریب ایجاد فرماتے ہیں یا صوتی

ارتعاشیے پیدا کر کے مفہوم کو مخاطب تک پہنچاتے ہیں اور ان کی آواز بھی عام انسانی آواز نہ تھی بلکہ وہ بھی ایجادی تھی

دوستو! - آپ سارے کتب سیرت اٹھا کے دیکھ لیں سب نے یہی لکھا ہے کہ میرے پاک و مقدس حبیب صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم نے کبھی بھی اونچی آواز میں کلام نہیں فرمایا سارے یہی لکھتے ہیں کہ انہوں نے ہمیشہ دھیمے لہجے میں کلام فرمایا...... اور یہ بھی آپ جانتے ہیں کہ جب آپ خطابات انشا فرماتے تھے تو اس وقت آپ کے سامنے چاہے لاکھوں کا ہجوم ہوتا تھا پھر بھی آپ دھیمی آواز میں کلام فرماتے تھے مگر سامعین میں سے کوئی بھی ایسا نہ ہوتا تھا کہ جس تک وہ آواز نہ پہنچ رہی ہوتی بلکہ جس طرح کوئی قریب ترین شخص اس آواز کو سنتا تھا بالکل اسی طرح سب سے بعید ترین انسان سنتا تھا...... اس سے ثابت ہے کہ ان کا کلام فرمانا انسانی انداز میں نہ تھا کیونکہ انسانی آواز قریبی کو زیادہ پہنچتی ہے دور والے تک بڑی کمزور ہو کر پہنچتی ہے اور لاکھوں کا مجمع ہو تو پھر مقرر کو بڑی اونچی آواز میں بات کرنا پڑتی ہے ورنہ اس تک آواز جاتی ہی نہیں ہے...... یہی اعجاز نبوت ہے کہ وہ سارے سامعین کے کانوں کے قریب اپنے مخصوص لب و لہجے اور ایمپلی چیوڈ (Amplitude) اور ویولنتھ (Wave Length) کے صوتی ارتعاشیے ایجاد فرماتے تھے جسے نطق کا نام دیا جا سکتا ہے اور وہ بھی انسانی انداز میں نہیں بلکہ اِلٰہی انداز میں

یہ حقیقت اظہر من الشمس ہے کہ سارے معصومین علیھم الصلوات والسلام اس نور اول صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کے نور کا حصہ ہیں اس لئے یہ نطق انہیں بھی حاصل تھا یعنی اس نور اول صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کے نور سے مشتق جتنے انوار تھے ان سب کا طریقہ کلام و نطق انسانی انداز میں نہ تھا بلکہ اِلٰہی انداز میں تھا...... اس نطق کے معاملے میں تو شہنشاہ معظم امیر کائنات

علیہ الصلوات والسلام سے لے کر شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰهُ فَرَجَهُ الشَّرِيْف تک سب کیلئے ایک حکم لگتا ہے بلکہ میں نے نطق کے بارے میں جو روایات دیکھے ہیں ان میں تو اس پاک خاندان علیہم الصلوات والسلام مقدس شہزادگان علیہم الصلوات والسلام کے بارے میں بھی یہی روایات ملے ہیں کہ ان سب کا اندازِ نطق ایک جیسا تھا جیسا کہ شہزادہ علی اکبر علیہ الصلوات والسلام کے بارے میں شہنشاہ معظم کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام کا فرمان ہے

فقد برز الیھم الغلام اشبه الناس برسولك صلی الله علیه و آلهٖ وسلم خلقاً وخلقاً و منطقاً

یعنی خلق واخلاق میں، مادہ تخلیق میں اور نطق وحی پرور میں یہ شہنشاہ انبیا صلی الله علیه و آلهٖ وسلم سے سب سے زیادہ مشابہ تھے

اسی طرح دیگر متعدد شہزادگان علیہم الصلوات والسلام کے بارے میں بھی یہی الفاظ ملتے ہیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس پاک خاندان علیہم الصلوات والسلام کا ہر معصوم ومقدس فردِ الٰہی انداز میں کلام جہری ونطقِ سری فرماتا تھا

دوستو!۔نطق اپنی ناقص حالتوں میں لاتعداد چیزوں میں پایا جاتا ہے مگر کامل صورت میں وہ اِلٰہی متعلقات میں پایا جاتا ہے جیسا کہ کلام اِلٰہی ہے تو یہ بھی کتاب ناطق بالحق ہے، زمانے کے امام علیہ الصلوات والسلام ہیں تو وہ بھی ناطق بالحق ہیں، سرور کونین صلی الله علیه و آلهٖ وسلم ہیں تو وہ بھی ناطق بالحق ہیں، کتاب لدنی ہے تو وہ بھی ناطق بالحق ہے، یہ پورا سلسلہ ہی ناطق بالحق ہے اور ان کے علاوہ جو ہے وہ ناطق ہے بالحق نہیں ہے

دوستو!۔ یہ بھی عرض کردوں کہ باقی جو کچھ ہے وہ ناطق تو ہے مگر اس کی ''حقیت'' پیمانہ کلام اِلٰہی ہے کہ جو کلام اِلٰہی سے مطابقت رکھتا ہے وہ حق ہے باقی جو بھی ہو یعنی کلام اِلٰہی جس کی تردید یا تکذیب کرتا ہے تو وہ حق نہیں باطل ہے

یہ بھی عجیب بات ہے کہ باقی ساری چیزوں کی صداقت وحقیقت کا پیمانہ کلام اِلٰہی قرآن پاک ومقدس ہے لیکن اس کی صداقت وحقیت کا پیمانہ شہنشاہ انبیاصلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم اوران کی آل کوقرار دیا گیا ہے جیسا کہ اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ نے کلام اِلٰہی میں قسم کھا کر فرمایا ہے

☆فورب السماء ولارض انہٗ لحق مثل ماان کم تنطقون ......(23)الذاریات

رب ارض وسما کی قسم یہ قرآن اتنا ہی حق و سچ ہے کہ جتنا آپ ذواتعلیہم الصلوات والسلام کانطق حق ہے......یعنی کائنات کی سچائی کا پیمانہ کلام مقدس ہے اور کلام اِلٰہی کی صداقت وسچائی کا پیمانہ خاندان اقدسعلیہم الصلوات والسلام کا نطق ہے

دوستو! - صاحبان لسانیات نطق کونطق کہنے کی وجہ لکھتے ہوئے کہتے ہیں کہ

حقیقتہ النطق اللفظ الذی ھو کالنطاق للمعنی

نطق کونطق کس لئے کہتے ہیں؟ ......نطاق و منطقہ کمر سے باندھے جانے والی چرمی پٹی کو کہتے ہیں کیونکہ لفظوں نے معانی و مفاہیم کو اپنی لپیٹ میں لیا ہوتا ہے اس لئے کلام کوبھی نطق کہا جاتا ہے جیسا کہ دائرہ بروج نے زمین کو اپنی لپیٹ میں لیا ہوا ہے اس صفت کی وجہ سے اسے ''منطقۃ البروج'' کہا جاتا ہے

اسی صفت کو دیکھتے ہوئے امام وقت کو امام ناطق کہا جاتا ہے کہ ان کے تصرف نے کائنات کو اپنی لپیٹ میں لیا ہوا ہوتا ہے

پرانے زمانے میں جب بادشاہ و حکام کسی کے قتل کا حکم دیتے تھے تو وہ اپنے دربار کے قالینوں پر ایک بہت بڑا چمڑا بچھا دیتے تھے تاکہ مقتول کا خون دربار کے قالینوں کوخراب نہ کرے، مقتول کواس چمڑے پر کھڑا کر دیا جاتا تھا اور پھر اسے قتل کر دیا جاتا تھا اور جب اس کا سر جدا ہو جاتا تو بادشاہ کے درباری غلام اس مقتول

اور اس کے سر اور اس کے خون کو اسی چمڑے میں لپیٹ کر باہر لے جاتے تھے اس لپیٹنے کی صفت کی وجہ سے اسے بھی نطاق کہا جاتا تھا

نطق کی ایک تعریف یہ بھی ہوسکتی ہے کہ ''نطق میں ناطق کا مافی الضمیر لپیٹا ہوا ہوتا ہے'' اس لئے اسے اس صفت کی وجہ سے نطق کہا جاتا ہے حقیقت یہ ہے کہ یہ ایک طرح سے یکطرفہ وخارجی تعریف ہوگی کیونکہ اگر ہم اس کے ساتھ یہ بھی کہہ دیں کہ ''ناطق کے مافی الضمیر میں نطق لپٹا ہوا ہوتا ہے'' تو یہ بھی ایک طرح سے درست ہی ہوگا کیونکہ یہ اس کی داخلی تعریف ہوگی

دوستو! - یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ''ناطق'' آواز، الفاظ، لسان اور (Medium) میڈیم کا محتاج نہیں ہوتا بلکہ وہ اس سے بہت اونچا ہوتا ہے اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ''ناطق مطلق'' ہمیشہ ہر دور و زمان سے ایک ہی ہوتا ہے کیونکہ وہ نطق اِلٰہی کا مظہر ہوتا ہے ...... آپ دیکھیں اللہ جل جلالہ ناطق ہے تو اس معنی میں ناطق نہیں کہ وہ کلام فرما سکتا ہے یا الفاظ و لسان کے حوالے سے یا ذریعے وہ اپنا مافی الضمیر و احکام پہنچاتا ہے ...... حقیقت یہ ہے کہ آج تک ماہرین اِلٰہیات اس بات کو سمجھ یا سمجھا نہیں سکے کہ وحی یا احکام ذاتِ اِلٰہی سے موصول کنندہ یعنی کسی ملک، فرشتہ یا نبی تک کیسے پہنچتے ہیں، جو اور جیسا سلسلہ بھی بیان کیا جاتا ہے اس کی ایک کڑی اچانک غائب ہو جاتی ہے ...... یہاں میں اسے بیان نہیں کروں گا کہ کیونکہ یہ بات میں نے اپنے اِلٰہیاتی خطبات میں کسی دور میں بیان کی تھی اور وہ شاید کبھی ضابطہ تحریر میں آ جائیں یہاں میں صرف اتنا عرض کروں گا کہ ہر دور میں ''ناطق مطلق'' ایک ہوتا ہے اور وہ زمانے کے امام علیہ الصلوات والسلام ہوتے ہیں

میرے ایک عالم و فاضل دوست نے فرمایا ہے کہ ''شہنشاہ معظم امیر کائنات علیہ الصلوات

والسلام کے سامنے جملہ آئمہ معصومین علیھم الصلوات والسلام کی امامت منسوخ ہو جاتی ہے"

حالانکہ یہ کلیہ قطعاً درست نہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ انہیں اس معاملے میں اشتباہ ہوا ہے کیونکہ انہوں نے "نسخ" اور "صمت" کے فرق کی طرف توجہ نہیں دی ورنہ وہ سمجھ جاتے کہ آئمہ معصومین علیھم الصلوات والسلام میں سے کسی بھی امام علیہ الصلوات والسلام کی امامت کبھی منسوخ نہیں ہوتی بلکہ "مصموت" ہوتی ہے

دوستو!۔ یہ تو سارے فاضل علما جانتے ہیں کہ آئمہ [اماموں] کی بنیادی دو قسمیں ہیں ...... (1) امام باطل (2) امام حق

آگے امام باطل کی بھی دو قسمیں ہوتی ہیں

() امام مکتوبی () امام وجودی

اسی طرح امام حق کی بھی دو قسمیں ہوتی ہیں

() امام مکتوبی () امام وجودی

امام مکتوبی کتاب ہوا کرتی ہے

و من قبلہ کتاب موسیٰ اماما و رحمۃ ......سورہ احقاف اور ہود میں یہی بات دہرائی گئی ہے، تورات بھی امام تھی مگر وہ امام مکتوبی تھی، اسی طرح کلام الٰہی بھی امام ہے مگر امام مکتوبی ہے، اسی طرح چاروں کتب اور سارے صحائف آئمہ مکتوبی تھے ...... اور امام وجودی تو آپ جانتے ہی ہیں

دوستو!۔ امام مکتوبی ہو یا امام وجودی آگے اس کی بھی دو قسمیں ہوتی ہیں

() امام مجازی جیسا کہ جناب ابراہیم علیہ السلام اور ان جیسے دیگر کئی انبیا تھے

() امام حقیقی بارہ ہیں جن کے بارے میں اللہ جل جلالہ نے فرمایا

☆ان عدت شھور عند اللہ اثنا عشر شھر فی کتاب اللہ ......

دوستو! - یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اماموں کی جتنی قسمیں ہیں ان کی بنیادی تقسیم دو طرح کی ہوتی ہے () امام ناطق () امام صامت

اب امام مکتوبی ہے تو وہ صامت بھی ہوتا ہے اور ناطق بھی ہوتا ہے اسی طرح امام وجودی ناطق بھی ہوتا ہے اور صامت بھی ہوتا ہے

جیسا کہ امام مکتوبی تورات ہے تو وہ ایک وقت میں ناطق تھی مگر جب قرآن کریم ناطق ہوا تو وہ صامت ہوگئی

دوستو! - یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ امام صامت پر ایمان لانا واجب ہوتا ہے اس کی اطاعت واجب نہیں ہوتی جیسا کہ قرآن کریم جب ناطق ہوا تو ہمیں دوسرے سارے آئمہ مکتوبی یعنی ساری آسمانی کتابوں پر ایمان لانے کا حکم ہوا ہے مگر ان پر عمل ساکت ہے بلکہ عمل ہمیشہ ناطق سے وابستہ ہوتا ہے اس لئے ہمارے لئے عمل قرآن پاک کے مطابق کرنا واجب ہے

اسی طرح آئمہ وجودی علیہم الصلوات والسلام میں سے بھی ایک ناطق ہوتا ہے باقی صامت ہوتے ہیں اس لئے ایمان سب پر لانا واجب ہوتا ہے اور ان میں سے کسی ایک کا انکار کرنا بھی کفر ہوتا ہے مگر واجب الطاعت ایک ہوتا ہے، اطاعت ایک کی ہوتی ہے جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ شہنشاہ معظم امیر کائنات علیہ الصلوات والسلام کے دور میں ان کے علاوہ تین امام موجود تھے وہ تینوں صامت تھے یعنی شہنشاہ معظم امام حسن مجتبیٰ علیہ الصلوات والسلام ، شہنشاہ معظم امام مظلوم علیہ الصلوات والسلام اور شہنشاہ معظم امام زین العابدین علیہ الصلوات والسلام یہ تینوں ذوات متعالیات علیہم الصلوات والسلام امام تھے مگر تھے صامت، اس لئے وہ واجب الطاعت نہ تھے بلکہ اطاعت صرف شہنشاہ معظم امیر کائنات علیہ الصلوات والسلام کی واجب تھی لیکن ان کی امامت کا اقرار واجب تھا

اس صامت ہونے سے کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ شہنشاہ معظم امیر کائنات علیہ الصلوات والسلام کی موجودگی میں باقی آئمہ ہدیٰ علیہم الصلوات والسلام کی امامت منسوخ تھی کیونکہ نسخ اور چیز ہے اور صامت ہونا اور چیز ہے

دوستو! - یہ بھی ایک مسلمہ ہے کہ امام مکتوبی دوسرے امام مکتوبی کو کلی طور پر یا جزئی طور پر منسوخ کرسکتا ہے مگر امام وجودی کسی دوسرے امام وجودی کو منسوخ نہیں کرسکتا ...... اس کی وجہ یہ ہے کہ نسخ ہمیشہ بوجہ نقص ہوتا ہے اور ناسخ منسوخ کا کمال و تکمیل ہوتی ہے کیونکہ آئمہ ہدیٰ علیہم الصلوات والسلام کی امامت ازل سے نقائص سے پاک ہوتی ہے اس لئے اس میں نسخ محال ہوتا ہے

دوستو! - یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ امام وجودی و ناطق کے سامنے امام مکتوبی ناطق بھی صامت کا درجہ رکھتا ہے ...... جیسا کہ میدان صفین میں جب قرآن کو نیزوں پر چڑھایا گیا تو شہنشاہ معظم امیر کائنات علیہ الصلوات والسلام نے فرمایا کہ ہمارا حکم ہے کہ تم اس قرآن پر تیروں کی بوچھاڑ کردو کیونکہ وہ قرآن صامت ہے ہم قرآن ناطق ہیں ...... دوستو! - امام وجودی و ناطق اللہ کی زبان اقدس کا درجہ رکھتا ہے اس لئے امام ناطق جو بھی ہوتا ہے وہ اللہ جل جلالہ کی لسان ناطقہ ہوتی ہے

اب یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا لسان غیر ناطقہ بھی ہوسکتی ہے؟

اس کا جواب یہی ہے کہ لسان اللہ سارے آئمہ ہدیٰ علیہم الصلوات والسلام ہوتے ہیں مگر ''لسان ناطقہ'' صرف زمانے کے امام علیہ الصلوات والسلام ہوتے ہیں

اور یہ میں پہلے عرض کرچکا ہوں کہ امام ناطق اپنے احکام کے نفاذ و بیان کے معاملے میں محتاج زبان ولسان والفاظ وآواز نہیں ہوتا بلکہ وہ نطق فرماتا ہے یعنی جس کے بارے میں چاہتا ہے اس کی طرف مفہوم کو منتقل فرماتا ہے، اس کے کئی

طریقے ہوسکتے ہیں جن میں سے ایک طریقہ آواز و الفاظ کا بھی ہوسکتا ہے الہام و القا کا بھی ہوسکتا ہے جہری وسری بھی ہوسکتا ہے

یہ بات میں پہلے بھی عرض کر چکا ہوں کہ ''الہام'' خارجی چیز ہوتی ہے اور ''القا'' داخلی چیز ہے یعنی الہام باہر سے نازل فرمایا جاتا ہے اور القا قلوب مطلوبہ کے اندر ہی سے پیدا کر دیا جاتا ہے

اس کے علاوہ ایک طریقۂ نطق وہ ہے کہ انسان کی سماعت کیلئے صوتی ارتعاشے پیدا کر دیئے جائیں اور انہیں اس مخصوص فرد تک محدود بھی کر دیا جائے

جیسا کہ ہم اکثر واقعات زیارت میں دیکھتے ہیں کہ کسی نے شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف کی زیارت کی اور آپ نے اس سے کلام بھی فرمایا مگر ساتھ کھڑے ہوئے افراد میں سے کسی نے نہ زیارت کی اور نہ ہی ان کے کلام مقدس کا ادراک کیا، چاہے ساتھ کھڑے ہوئے بیسیوں لوگ تھے کوئی بھی ان کی گفتگو نہیں سن سکا کیونکہ انہوں نے حقیقتاً کلام فرمایا ہی نہیں تھا بلکہ اپنے زائر کی سماعت میں صوتی ارتعاشے ایجاد فرمائے تھے یہی وجہ ہے کہ ہمارے شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف کو اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کی لسان ناطقہ کہا جاتا ہے کیونکہ وہ ہمارے زمانے کے امام وجودی بھی ہیں اور امام ناطق بھی ہیں اس لئے وہ لسان اللہ الناطقہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف ہیں

آپ نے یہ روایت بہت مرتبہ سنی ہوگی کہ جب شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف کا ظہور ہوگا تو اس وقت آپ سقف کعبہ کو منبر معراج قرار دے کر ایک خطاب فرمائیں گے اور وہ خطاب ساری دنیا سنے گی اور ہر قوم ہر فرد ان کے فرمان کو سنے گا

☆ویسمعون کلھم بلسانھم ...... یعنی ہر فرد اس فرمان کو اپنی زبان میں سنے گا، کوئی عرب ہے تو عربی میں سنے گا، کوئی انگریز ہے تو وہ انگلش میں سنے گا، یعنی اس

دور میں جو چار ہزار زبانیں بولنے والے لوگ ہیں ان میں سے ہر فرد اپنی ''مدر لینگو یج'' (Mother Language) مادری زبان میں اسے سنے گا اور سمجھے گا بلکہ ایک ایک زبان کے آگے کئی کئی لہجے یا ایکسنٹ (Accent) ہوتے ہیں اس لئے آدمی اردو، فارسی، عربی، سرائیکی کے جس لہجے وا یکسنٹ (Accent) اور ساخت میں خود بات کرتا ہوگا اسی میں وہ اس کلام کو سنے گا ...... اس کی وجہ یہ ہے کہ شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰهُ فَرَجَهُ الشَّرِيف اپنے خطبے کے ایک ایک فقرے اور جملے کے صوتی ارتعاشیے ہوا میں ایسے ایجاد فرمائیں گے کہ کوئی بھی ان کے کلام کو سننے اور سمجھنے سے محروم نہیں رہے گا ...... یہی وجہ تو ہے کہ انہیں اللہ ﷻ کی لسان ناطقہ فرمایا گیا ہے

دوستو! - اہل سما ہیں یعنی ہمارے اوپر کئی آسمان ہیں اور ان میں بھی مخلوق ہے ہماری کائنات میں سو ارب کہکشائیں ایسی ہیں جنہیں ہم ہمسایہ کہکشائیں یا نیبر گلیکسیز (Neighbor Galaxies) کہتے ہیں، اس دور میں کئی سائنس دان کہتے ہیں کہ ان میں سے بارہ سو سیارے ایسے ہیں جن کی آب و ہوا ہماری زمین جیسی ہے اس لئے ان میں بھی مخلوق آباد ہے اس کے بارے میں آج بہت زیادہ تحقیق ہو رہی ہے اور ایک ادارہ ہے (Extraterrestrral Search For Intelligence) اس ادارے کا کہنا ہے کہ اس زمین کے گرد ایک ہزار ایسی کالونیوں کا ہمیں پتہ ملتا ہے کہ جن کے پیغامات ہم وصول کر چکے ہیں اور ہماری زمین کے قریبی آباد سیارے کا نام ''آذار'' ہے، اس سیارے کی مخلوق کے پیغامات ہم تک پہنچتے رہتے ہیں اس میں کئی زنانہ آواز میں ہوتے ہیں کئی مردانہ آواز میں ہوتے ہیں اور وہ زپ، زیچ، ناڈ اقسم کے تلفظ میں ہمیں ملتے ہیں، ان کا جو ہمیں 1998 میں اولین پیغام ملا ہے وہ اسی ہزار سال کا سفر کے آیا ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ وہ سیارہ ہم

سے اسی ہزار نوری سال کے فاصلے پر ہے...... موجودہ دور کے جدید خلائیات کے لیڈر سائنس دان ڈاکٹر پال ہاورز کا کہنا ہے کہ ہم اپنی ہی کہکشاں میں موجود ایک ہزار خلائی کالونیوں کے پیغامات وصول کر چکے ہیں اور انہیں ڈی کوڈ (Decode) کرنے میں بھی کامیاب ہو چکے ہیں

ہارورڈ یونیورسٹی کی خلائی رسد گاہ کے ڈائریکٹر ڈاکٹر بارلو شیلی کا کہنا ہے کہ ہمیں قرائن اور بعض پیغامات سے یقین ہو چلا ہے کہ ہمارے گرد دس کروڑ سیاروں میں ہماری طرح کی مخلوق آباد ہے

اب آپ سوچیں کہ اس خلا میں کتنی کالونیاں اور کتنی مخلوق آباد ہے اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ پوری کائنات میں حجت اللہ البالغہ ایک ہی ذات ہوتی ہے اور وہی سب کی ہدایت فرماتی ہے تو کیا وہ ان کی زبان سے ناآشنا ہو گی؟

نطق کہتے ہی انتقال مفہوم کی صلاحیت کو ہیں اسی لئے ہمارے شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَهُ الشَّرِيْف اس کائنات میں موجود جملہ ذوالعقول کے اذہان میں اپنے پیغامات فیڈ (Feed) فرماتے ہیں اس لئے تو انہیں اللہ کی لسان ناطقہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَهُ الشَّرِيْف کہا جاتا ہے

یہ تو انسانوں کی بات تھی اب عالم ملکوت کی طرف سوچ لیں، کیونکہ ہمیں یہ معلوم نہیں کہ ملکوت کی اصل زبان کیا ہے اس لئے ہم کوئی بات وثوق سے نہیں کہہ سکتے کہ وہ عربی میں بات کرتے ہیں یا فارسی یا عبرانی و آرامی میں، یا پھر ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ وہ بات کرتے ہی نہ ہوں بلکہ آپس میں ٹیلی پیتھی (Telepathy) کی طرح ایک دوسرے سے رابطہ رکھتے ہوں اور پیغامات وصول کرتے ہوں یا پھر وہ اس سے بھی کوئی سپیریئر (Superior) طریقہ استعمال کرتے ہوں، جو وحی و الہام و القا جیسا کوئی طریقہ ہو، یا اس سے بھی کوئی منفرد طریقہ ہو، مگر یہ ایک حقیقت ہے کہ ناظم

کائنات امام ناطق ہی ہوتے ہیں اس لئے ملکوت تک کو احکام اِلٰہی کا پہنچانا بھی ان کے فرائض منصبی میں داخل ہے ...... اب ہمارے سامنے دو نظریے ہیں ایک یہ کہ ملکوت آکر ان سے عربی میں احکام لیتے ہوں یا شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰهُ فَرَجَهُ الشَّرِيْف انہیں ان کی حقیقی زبان میں میسجز (Messages) عطا فرماتے ہوں ...... جو عربی میسج (Message) دینے کا نظریہ ہے اس میں شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰهُ فَرَجَهُ الشَّرِيْف کے بارے میں یہ سوچ جنم لے سکتی ہے کہ وہ ملکوت کی زبان نہ سمجھنے کی وجہ سے عربی میں احکام صادر فرماتے ہوں گے کیونکہ ملکوت کیلئے تو لینگویج پرابلم (Language Problem) ہوتا ہی نہیں وہ تو ہر زبان سمجھ سکتے ہیں ...... بات یہ ہے کہ ملکوت اور انسانوں کے مابین کوئی وسیلہ نفاذ ہوتا ہے اور وہ نور امام زمان علیہ الصلوات والسلام ہوتا ہے اس لئے وہ ان کے مابین ایک ترجمان بھی ہوتے ہیں یعنی ان کا نور ملکوت کی زبان کو انسان کی زبان میں بدلتا ہے اور انسان کی زبان کو ملکوت کی زبان میں (Convert) کنولٹ کر دیتا ہے ...... اور خود امام زمان علیہ الصلوات والسلام وہ ذات ہوتی ہے جس کیلئے کبھی بھی اذہان میں کروٹ بدلنے والے خیالات کی لہروں کو پڑھنا کوئی مسئلہ ہوتا ہی نہیں چاہے وہ ملکوت کے اذہان ہوں یا انسانوں کے یا جنات کے

کیونکہ وہ اللہ جَلَّ جَلَالُهٗ کا اذن سامعہ ہوتا ہے اور ساری مخلوق کو ان کی زبان میں پیغام پہنچانے میں بھی کوئی دشواری نہیں ہوتی کیونکہ وہ لسان اللہ الناطقہ عَجَلَ اللّٰهُ فَرَجَهُ الشَّرِيْف ہیں دوستو! - امام وقت کو امام ناطق اس لئے بھی کہتے ہیں کہ حکم اسی کا چلتا ہے کیونکہ وہ کائنات کا ناظم الامور ہوتا ہے اس لئے اس کی مرضی کے خلاف کوئی پتا بھی نہیں ہل سکتا پورا سسٹم آف یونیورس (System of Universe) ان کے ایمائے پلک کا مرہون ہوتا ہے امور تکوینی و تشریعی و تخلیقی سب انہی کے حکم کے ماتحت چلتے ہیں اگر

وہ نہ چاہیں تو کسی ایٹم کے نیوکلیس (Nucleus) میں کوئی برقیہ حرکت تک نہیں کر سکتا کیونکہ وہ ناطق ہوتا ہے، ہاں یہ علیحدہ بات ہے کہ ظاہری طور وہ اپنے آپ کو مجبور دکھائے مگر وہ ہوتا قادر علی الکائنات ہے کیونکہ وہ اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کی لسان ناطقہ ہوتا ہے آیئے ہم سب مل کر دعا کریں کہ شہنشاہ معظم امام زمانہ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف کے ظہور جبروت و قدرت کا دن جلدی آئے اور اذہان عالم میں جتنے بھی غلط تصورات ہیں وہ مشاہدات اختیارات کی تمازت سے پگھل جائیں اور انسان اپنی انسانیت کے کمال تک پہنچ جائے

یا رب محمدؐ و آل محمدؐ صل علیٰ محمدؐ و آل محمدؐ و عجل فرجھم بقائمھمؑ
عجل اللہ فرجہ الشریف و صلوات اللہ علیک

يا هو يامن هو لاهو الا هوالحى القيوم يا هو يا من لا يعلم ماهو الا هو الحى القيوم العلى العظيم
يا مولا كريم عجل الله فرجك وصلوات الله عليك

﴿عجل الله فرجه الشريف و صلوات الله عليه﴾

الحمد لله رب العالمين و صل علىٰ محمدؐ و آلہٖ اجمعين خصوصاً على حجة الله فى العالمين عجل الله فرجه الشريف وآبائه المعصومين وامهاته الطاهرين الطيبين صلوات الله عليهم اجمعين و لعنة الله علىٰ اعدائهم من يوم الازل الى يوم الدين

اے طلبگارانِ حقائق!

دوستو! یہ ایک حقیقت بھی ہے اور حیران کن بات بھی ہے کہ عرفان کی دنیا بھی عجیب ہے کہ جو اسے دیکھ لیتا ہے وہ گونگا ہو جاتا ہے اور اگر گویائی مل بھی جائے تو سامعین بہرے ہو جاتے ہیں ہاں جن کے مقدر میں ہوتا ہے وہ اس دنیا کو ''کانوں'' سے ''دیکھ'' لیتے ہیں اور ''آنکھوں'' سے ''سن'' لیتے ہیں کیونکہ اسے آنکھوں سے دیکھ اور کانوں سے سن کوئی نہیں سکتا

دوستو! - آج ہمارا موضوع بیان جو ہے وہ اتنا مشکل نہیں ہے بلکہ آج ہم ساری باتیں آپ کی مشاہداتی ہی کریں گے یہ اور بات ہے کہ آپ نے اس مشاہدے کو کبھی اس میگنی فائر گلاس (Magnifier Glass) سے نہیں دیکھا ہوگا جس سے میں آپ کو دکھانا چاہتا ہوں

یہ آپ کا مشاہدہ ہے کہ جب کوئی ظالم حاکم کسی ملک پر مسلط ہو جاتا ہے تو اس کا ظلم

ایک نہ ایک دن اپنے مکافات کی زد میں ضرور آتا ہے اور جب اس کی حکومت کمزور ہونا شروع ہوتی ہے تو اس کے ظلم کے خلاف آواز بلند ہونا شروع ہوجاتی ہے اور پھر وہ ایک چھوٹی سے بغاوت کو جنم دیتی ہے جسے وہ ظالم حاکم کچلنے کی کوشش کرتا ہے اور یہاں سے انقلاب کی کہانی شروع ہوجاتی ہے کیونکہ جب ظالم مظلومین کی چیخ و پکار کی آواز کو بھی کچلنا شروع کرتا ہے تو یہ صدا اور بلند ہوتی ہے کیونکہ اس آواز کو کچلنے کیلیئے اسے مزید کئی مظلوم تخلیق کرنے پڑتے ہیں اور اس طرح ایک انقلابی تحریک پوری سلطنت میں پھیل جاتی ہے اور یہ بھی آپ نے دیکھا ہوگا کہ جب کسی حاکم کی کشتی ڈوبنے لگتی ہے تو وہ اسے بچانے کیلیئے پہلے سازشیں کرتا ہے کہ انقلابی لوگوں کو آپس میں لڑانا اور مظلومین کے اتحاد کو سبوتاژ کرنا چاہتا ہے اور جیسے جیسے اس کی کشتی میں پانی بڑھتا جاتا ہے وہ انتہائی جارحیت کا مظاہرہ کرنا شروع کردیتا ہے

یہ تو تھی اس دنیا کی حکومتوں کے انقلاب کی کہانی مگر آپ کو یہ بھی بتادوں کہ جس طرح کسی ملک میں ایسا ہوتا ہے اسی طرح اس دنیا پر بھی ایسا ہی ہورہا ہے یعنی ایک طویل مدت سے شرِ کل اپنی ابلیسی کابینہ کے ساتھ اس دنیا پر حکمران ہے اور اس نے اس دنیا میں نیکی و خیر کو اپنے شکنجے میں کس رکھا ہے پہلے تو یہ نظام جیسے تیسے چلتا رہا ہے مگر گذشتہ کئی برس سے شیطانیت کو اپنی کشتی ڈوبنے کا احساس ہونے لگا ہے اس لئے اب وہ ہر طرف سازشوں کے جال بن رہی ہے اور اس نے اپنے داؤ پیچ استعمال کرنا شروع کردیئے ہیں اس لئے اسلام کو اس دور میں جتنا خطرہ ہے کسی بھی دور میں اتنا خطرہ نہیں رہا ہے کیونکہ اس دور میں اسلام کا چالاک دشمن سامنے سے وار کرنے اور کھل کر سامنے آنے کی بجائے شاطرانہ انداز میں چالیں چل رہا

ہے اور ماضی سے اسے یہ سبق بھی مل چکا ہے کہ اس قوم کو تلوار سے نہیں مٹایا جا سکتا کیونکہ جب ان پر تلوار چلائی جاتی ہے تو ان کے اندر کا مسلمان بیدار ہو جاتا ہے اور جب وہ اندر کا مسلمان بیدار ہوتا ہے تو پھر اس کے سامنے کوئی طاقت جم نہیں سکتی

دوستو! - آج میں آپ کو ان سازشوں کے بارے میں بتانا چاہتا ہوں کہ جو آپ کے سامنے ہیں اور اس کے باوجود آپ ان سے لاپرواہی برت رہے ہیں اور انہیں معمولی چیز سمجھ رہے ہیں ...... اور میں آپ کو یہ بھی بتانا چاہتا ہوں کہ اس دور میں شیطانیت اور ابلیسیت کس روپ میں، کس طرح، کس انداز سے اور کیونکر اسلام کو مٹانا چاہتی ہے

ایک دن ہمارے ہاں ایک علامہ صاحب تشریف لائے اور مجھ سے حالات حاضرہ پہ باتیں کرنے لگے، جب میں نے حالات حاضرہ پر ان کی گرفت کمزور دیکھی تو میں نے گذارش کی جناب اگر میرے اختیار میں ہوتا تو میں شیعہ سنی دینی مدارس میں ''اِزریالوجی'' (Israelogy) [اسرائیلیات] کا پڑھنا واجب قرار دیتا اور اگر ہمارے دینی مدارس میں ازریالوجی (Israelogy) پڑھائی جاتی تو آج جو بین المسلمین اختلافات ہیں اور جس طرح ہم ایک دوسرے کو کاٹ رہے ہیں ایسا کبھی بھی نہ ہوتا اور اگر کوئی غیر ملکی ایجنٹ کسی مسلمان مولوی کو خریدنا یا بیوقوف بنانا بھی چاہتا تو یہ کبھی بھی ان کے آلۂ کار نہ بنتے ...... جو لوگ ماضی میں انگریز حکومت کے زمانے کو جانتے ہیں وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ جب مسلمانوں میں آزادی کا شعور بیدار ہونے لگا تھا تو اس وقت انگریز کی گرفت مسلمانوں پر گھٹنے لگی تھی اس پر اس نے وہ بدنام زمانہ طریقہ اختیار کیا جسے(Divide and Rule) ''ڈیوائیڈ اینڈ رول'' کے نام سے آج بھی ساری دنیا جانتی ہے، اس نے مسلمانوں اور ہندوؤں

کو آپس میں لڑانے کیلئے مسجدوں میں سور کاٹ کر پھینکوائے اور مندروں میں گائیں کاٹ کر پھینکوائیں، جس سے ہندو مسلم میں لڑائی ہوئی اور لاتعداد لوگ مارے گئے ...... دوسری طرف اس نے مسلمانوں میں سے دو عالم خرید کئے یا انہیں بیوقوف بنایا ایک مولانا عبدالشکور صاحب تھے جنہوں نے مدح صحابہ کے نام پہ ''جھنڈے پڑھنا'' شروع کروادیئے جس میں انہوں نے آل رسول علیھم الصلوات والسلام کی توہینہ شاعری کو شامل کیا اور اس میں نوجوان لڑکوں میں جذبۂ جہاد بھرا گیا اور انہیں سختی سے حکم تھا کہ محرم میں جہاں بھی کوئی شبیہ برآمد ہو وہاں تم نے تعزیہ اٹھنے سے پہلے تعزیہ کے سامنے جھنڈا ضرور پڑھنا ہے چاہے اس میں تمہاری جان ہی کیوں نہ چلی جائے اور اگر جان چلی گئی تو بقول ائے مولوی عبدالشکور تم سیدھے جنت میں جاؤ گے نوجوان بھولے بھالے ناسمجھ جذبۂ اسلام سے بھرے ہوئے ہوتے ہیں ان کا گرم خون اسلام کیلئے بہنے کیلئے ہمیشہ تیار رہتا ہے اس لئے وہ کٹنے مرنے سے نہیں ڈرتے اس لئے وہ اس جہاد فی سبیل الفساد میں شامل ہو گئے اور اس دور میں تعزیہ پاک برآمد کرنے والے لوگوں میں زیادہ تعداد اہل سنت بھائیوں کی ہوتی تھی بلکہ لائسنس دار زیادہ تر اہل سنت بھائی ہی ہوتے تھے اور شیعہ ان کے ساتھ شامل ہوتے اور دونوں مل کر ماتم اور مجالس کا اہتمام کرتے مل کر گریہ و زاری کرتے تھے جو انگریز کو ناپسند تھی اس لئے اس نے جھنڈے پڑھنے کی چال چلی کہ ان میں فریکشن (Fraction) پیدا ہو دوسری طرف سے ہمارے ایک بزرگ عالم کو خدا جانے خریدا گیا یا ان کی سادگی کی وجہ سے بیوقوف بنایا گیا وہ جو بھی ہوا لیکن ہوا یہ کہ انہوں نے تبرا مشن چلا دیا اور یہ دونوں طرف سے لگائی گئی آگ ایسی تھی جس میں پورا ہندوستان سلگنے لگا اور اس کے بعد شیعہ اور سنی بھائی آپس میں نہیں مل

بیٹھے ...... آپ تاریخ شیعان ہند اٹھا کے دیکھیں صرف 1941 میں پارہ چنار میں لاتعداد مسلمان شہید ہوئے اسی سال ملتان جیسے پرامن شہر میں کہ جہاں آج بھی 90% تعزیہ پاک اہل سنت بھائی ہی برآمد کرتے ہیں اس شہر میں بھی بارہ تعزیے پاک ٹھنڈے ہوئے تھے، اس وقت پورے ہندوستان میں کئی سو تعزیے پاک ٹھنڈے کئے گئے اور اسی دور میں تبرا ایجی ٹیشن(Agitation) بھی ہوا جس کے نتیجہ میں لکھنؤ میں محاذ بنایا گیا اور لوگ سینکڑوں میل پیدل چل کر لکھنؤ بھی پہنچے تھے

دوستو! - اس بات کی بھی تاریخ گواہ ہے کہ انگریز ہمیں ڈیوائیڈ(Divide) [تقسیم] تو کر گیا مگر ہم پر رول (Rule) [حکومت] نہیں کر سکا کیونکہ اس کے چھ سال کے اندر اندر اسے ہندوستان سے بھاگنا پڑا اور اس کے بعد 1947 میں پاکستان بن گیا

دوستو! - جیسا کہ میں نے کہا تھا کہ جیسا مشکل وقت اسلام پر آج ہے وہ کسی دور میں نہ تھا اس کی وجہ یہ ہے کہ ماضی کا ہمارا دشمن کھلا ہوا دشمن تھا، پھر ان میں اس قدر مضبوط اتحاد نہ تھا، اور یہ بھی تھا کہ ان کے پاس اس وقت اتنے زیادہ وسائل بھی نہ تھے اور سب سے اہم بات یہ تھی کہ اس وقت اسلام میں بکنے والے لوگوں کی تعداد بہت کم تھی خصوصاً علمائے کرام میں سے بکنے والے بہت کم لوگ تھے

آج صورت حال یہ ہے کہ یہودیت اور عیسائیت کا مسلمانوں کے خلاف اتحاد ہو چکا ہے اور نوبت یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ جن یہودیوں نے جناب مریم سلام اللہ علیہا پر الزام لگائے اور جنہوں نے جناب عیسیٰ علیہ السلام کو بظاہر صلیب پر لٹکایا ان کے بارے میں عیسائیت کی سب سے بڑی مذہبی شخصیت یعنی پوپ نے کہہ دیا ہے کہ ہم اس جرم میں یہودیوں کو بے گناہ تصور کرتے ہیں اور سابقہ زیادتیوں کی ان سے معذرت کرتے ہیں ...... یعنی وہ اپنی صدیوں کی دشمنی بھول کر اسلام کے خلاف متحد

ہو چکے ہیں اور وہ اسلامی نظریات اور اسلامی ثقافت، کلچر، روایات وغیرہ کو سبوتاژ کرنا چاہتے ہیں اور وہ اپنے طور پر دوطرح سے حملہ کر رہے ہیں یا کر چکے ہیں ...... اس لئے مناسب ہوگا کہ میں ان کے اس عناد باطل کے بارے میں کچھ نہ کچھ عرض کروں ...... سب سے پہلے میں یہودیوں اور امریکہ کے بارے میں کچھ معلومات دینا چاہتا ہوں

﴿امریکہ اور یہود﴾

دوستو! - آج ہم یہ جانتے ہیں کہ امریکہ کرسٹوفر کولمبس کی دریافت ہے مگر حقیقت یہ نہیں بلکہ اس نے مسلمانوں سے دوسوسال بعد جاکر امریکہ کو تلاش کیا تھا

کرسٹوفر کولمبس 22 محرم 898ھ بمطابق 13 اکتوبر 1492 کو نئی دنیا کی تلاش میں نکلا تھا جبکہ 1200 عیسوی سے بھی قبل مشہور مسلم نیوی گیٹر (Navigator) [ملاح] امیر عقا (Amir Agka) نے کئی بحری سفر کر کے کینیڈا میں خلیج ہڈسن کے اردگرد اور برازیل کے تمام ساحلی علاقوں میں ہزاروں مسلمانوں کو آباد کر دیا تھا جس کا ثبوت یہ ہے کہ جب کرسٹوفر کولمبس امریکہ میں پہنچا تھا تو وہاں کے باشندوں نے اس کا استقبال ''السلام علیکم'' سے کیا تھا

اسی دور میں سپین سے تین لاکھ یہودیوں کو نکالا گیا تھا جس وقت کولمبس امریکہ کی طرف چلا تھا تو تین امیر یہودی اس کے ساتھ تھے

جب یہ نئی دنیا دریافت ہوئی تو یہود کو اس میں کافی کشش نظر آئی اس کے بعد یہود نے امریکہ کا رخ کیا اور یہود کی بڑی تعداد برازیل میں جاکر آباد ہوگئی اور اس کے بعد یہ نیویارک میں آ گئے لیکن جارج واشنگٹن کے زمانے میں امریکہ میں صرف

چار ہزار یہودی آباد تھے، پھر امریکہ کی آزادی کی تحریک چلی اور اس میں یہودیوں نے بھرپور کردار ادا کیا اور اس طرح سیاست میں وہ داخل ہو گئے پھر وہاں یہودیوں کا پوری طرح سے آباد ہونے کا پروگرام بنایا گیا اور اگلے پچاس برس میں ان کی تعداد 33 لاکھ ہو چکی تھی اور انہوں نے امریکہ کی صنعت، تجارت، فلم، تھیٹر، سود کا کاروبار، اور دیگر کئی شعبوں میں ایک منصوبہ بندی کے تحت قبضہ کیا، اس کے بعد تو پوری دنیا کی فلم انڈسٹری پر ان کا قبضہ ہوتا چلا گیا جو آج تک باقی ہے، اس کے بعد انہوں نے میڈیا (Media) کو قبضے میں لیا اور اسی سلسلہ میں صحافت، پرنٹ میڈیا (Print Media) الیکٹرونک میڈیا (Electronic Media) اور پھر سٹلائیٹ میڈیا (Satellite Media) پر انہوں نے قبضہ جمایا جو آج بھی ہے، اور امریکہ کی اسلحہ سازی کی صنعت پر یہود کا قبضہ آج کسی سے پوشیدہ نہیں ہے اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ آج بھی اخبارات میں آئے دن یہ خبریں چھپ رہی ہیں کہ امریکہ کی سب سے بڑی صنعت اسلحہ سازی کی صنعت ہے اور اس پر یہودیوں کا قبضہ ہے اور ان فیکٹریوں میں تیار کیا جانے والا اسلحہ وہ امریکی فوج کو من مانے داموں فروخت کرتے ہیں اور ایک معاہدہ کے تحت امریکی فوج یہ اسلحہ خریدنے کی پابند ہے، وہ جب یہ دیکھتے ہیں کہ ہمارا اسلحہ سٹاک ہو رہا ہے اور اس کی کھپت میں کمی آ رہی ہے تو وہ امریکہ بہادر کی فوج کو کسی نہ کسی کے خلاف اکسا کر کھڑا کر دیتے ہیں اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ امریکی عیسائی یہودیوں کے مجبوراً ہمنوا ہیں دراصل وہ ان کے سامنے مجبور ہیں کہ ان کی رضا کے خلاف وہ کچھ بھی نہیں کر سکتے

''کاہال'' اور امریکن جیوش ایجنسی (American Jewish Agency)، ان دونوں تنظیموں کے ذکر کے بغیر یہود کی تاریخ نامکمل رہتی ہے کاہال کے لغوی معنی

ہیں سوسائٹی جمعیت یا حکومت ، کاہال یہود کے عالمی اتحاد کا مرکز ہے اور اسی وجہ سے نیو یارک یہودیوں کیلئے اسی اہمیت کا حامل ہے جس طرح کیتھولک عیسائیوں کیلئے روما (روم) ہے

کاہال 1906ء میں قائم ہوئی تھی جس کے تاسیسی اجلاس میں 222 یہودی دینی ، سیاسی ، صنعتی اور دوسری قومی جماعتوں کے نمائندے شریک ہوئے ، اس میں اعلان کیا گیا تھا کہ ہم نیو یارک کو یہودی شہر اور امریکہ کو یہودی ملک بنانا چاہتے ہیں اس پر امریکیوں نے ذرا بھی مزاحمت نہیں کی اور یہودی آہستہ آہستہ اپنے نصب العین کی طرف بڑھتے رہے اور آخر میں واقعی نیو یارک یہودی شہر یعنی (Jew Yark) جیو یارک میں تبدیل ہو گیا اور آنے والے برسوں میں امریکی زندگی ، امریکی فکر ، اور امریکی سیاست یہود سے مغلوب ہو کر ان کا شکار ہو گئی

حقیقت یہ ہے کہ کاہال یہودیوں کی خفیہ حکومت ہے، کاہال نیو یارک کی سیاسی زندگی کی روح رواں ہے، امریکہ اور دنیا کے دوسرے بڑے ملکوں کے یہود کیلئے بھی یہی پروگرام مرتب کرتی اور قوانین وضع کرتی ہے اور انہیں Gentiles [اغیار] اور Goyems [انسان نما حیوانات] کا مقابلہ کرنے کے لیے داؤ پیچ سکھاتی اور طریق عمل معین کرتی ہے، درپردہ کاہال سازشوں کی فیکٹری ہے، جیوش ایجنسی (Jewish Agency) اور کاہال دراصل دونوں ایک ہی ہیں، اغیار کے ساتھ تعلقات اور عالمی پروگرام کے نقطہ نظر سے ان میں کوئی فرق نہیں جیوش ایجنسی (Jewish Agency) 1906ء میں قائم ہوئی تھی جس کے خاص مقاصد یہ ہیں

() یہود پر جہاں ظلم ہو رہا ہو اسے روکنے کی جدوجہد اور مصیبت زدہ یہودیوں کی مدد کرنا

( ) یہودی جن ملکوں میں ہوں وہاں مضبوطی سے اپنے قدم جمائیں
( ) ہر غیر یہودی یا مخالف یہودی قوت کے سامنے یہ خود کو خدا کی برگزیدہ نسل بتاتے ہیں اور دوسرے آدمی ان کی نظر میں ہیچ، اغیار اور انسان نما جانور ہیں
یہودی اپنی قوم پرستی کو زندہ اور فعال رکھنے کیلئے ہر جگہ غیتو [Ghettoes] بنا کر رہتے ہیں غیروں کے سامنے وہ غیتو کو سامی دشمنی اور وحشت و بربریت کا مظہر اور اپنوں میں اسے یہودی زندگی کیلئے ناگریز سمجھتے ہیں
یورپ میں جس قدر تحریکیں (سیکولرزم-سوشلزم-کمیونزم) اٹھیں ان سب کے بانی یہودی تھے، انقلاب روس کی منصوبہ بندی یہودی صحافت اور زعمانے کی تھی، صیہونیت کے بانی اور عظیم یہودی لیڈر تھیوڈر ہرٹزل نے کہا تھا ہمارا مسئلہ معاشرتی مسئلہ نہیں بلکہ ایک قومی مسئلہ ہے ...... یہودی مزاج کے اعتبار سے مطلق العنان اور امارت پسند (Aristocratic) واقع ہوتے ہیں
دوستو! - تجارت اور معاشیات پر قبصہ کرنے کے بعد یہود کا دوسرا بڑا حربہ یہ ہے کہ غیر یہودی معاشروں کو اخلاقی خرابیوں کے ذریعہ کردار کی قوت سے محروم کر دیا جائے، وہ شراب خوری، قمار بازی اور دیگر مفاسد کے فروغ پر بہت زور دیتے ہیں اور یہ سب کچھ تجارت کے پردے میں کرتے ہیں
(ZOIN BANK) کا قیام، سودی نظام کا قیام، سونے چاندی کے سکوں کی بجائے پیپر کرنسی، چیک سسٹم، صنعتی حصص، کاغذی دستاویزات، سٹاک ایکس چینج، جوئے اور سٹے (Specuslation) کے کاروبار پر مبنی عالمی مالیاتی نظام یہ سب کچھ انسانیت کو یہود کے بخشے ہوئے تحفے ہیں
چنانچہ یہود کا قائم کردہ یہ عالمی نظام مالیات آج ایک طرف ورلڈ بینک اور

(IMF) جیسے اداروں اور دوسری طرف اسٹاک ایکسچینج اور الیکٹرانک کرنسی کے ذریعے پوری دنیا کی معیشت کو کنڑول کر رہا ہے اور اپنے مالیاتی استیلا کو تہذیبی، تمدنی، سیاسی اور ثقافتی غلبے کے حصول کا ذریعہ بنا کر پورے کرہ ارض کے معاشی استحصال کے خواب دیکھ رہا ہے

بزرگان صیہون جن کی اکثریت یہودی بینکاروں اور (Financiers) پر مشتمل تھی اور جنہوں نے یورپ کو اپنے سودی معیشت کے جال میں گرفتار کر لینے کے بعد 1896 ء میں ایک صدی کے اندر پوری دنیا میں صیہونی حکومت قائم کرنے کیلئے ''پروٹوکول آف دی ایلڈر رز آرڈر آف زائن'' (Protocol of the Elder Order of Zion) تیار کیا تھا اس پر نہایت تیزی سے عمل جاری ہے، اسی کے تحت انہوں نے عالمگیر جنگ اول اور دوئم کی پلاننگ کی تھی، اسی کے تحت 1967 ء میں یہود کا بیت المقدس پر قبضہ ہوا، ''نیو ورلڈ آرڈر'' (New World Order) اسی کا شاخسانہ ہے، جس کے اہم ترین مقاصد میں اسلام کی اصل روح کو کچلنا، مسلمانوں کے قلوب سے جذبہ جہاد کو فنا کرنا، مسلمانوں کی موجودہ نسل کو مذہب سے دور کرنے کیلئے عیاشی، ڈش کلچر اور فحاشیات میں مبتلا کرنا، صحیح العقیدہ مسلمانوں کو ''فنڈامنٹلسٹ'' (Fundamentalist) کہہ کر بدنام کرنا، اسلامی ممالک میں دہشت گردی، قومیت کا سراب، فرقہ وارانہ فسادات، دھماکے، خون ناحق پر گراں قدر انعامات دینا، اور ملٹی نیشنل کمپنیوں (Multi National Corporations) کے عذاب، نج کاری، ڈاؤن سائزنگ اور گولڈن شیک ہینڈ وغیرہ یہود کے مسموم عطیات (Sugar coated Poison pills) ہیں

بینجمن فرینکلن بابائے دستور امریکہ نے تو ان یہودیوں کے مزاج کو سمجھتے ہوئے

انہیں امریکہ سے خارج کرنے تک کا کہہ دیا تھا مگر عمل کوئی نہ کرسکا

دوستو! - بیداری کا وقت قریب ہے اس لئے آپ کے سامنے ازریالوجی کی کچھ معلومات پیش کررہا ہوں ...... شاید آپ کو معلوم ہو اس وقت پوری دنیا میں یہودی 1% سے زیادہ نہ ہوں گے مگر اس وقت دنیا کی 74% دولت یہودیوں کے پاس ہے اور اس وقت جتنی ملٹی نیشنل کارپوریشنز (Multi National Corporations) ہیں ان میں سے ایک بھی مسلمانوں کی نہیں ہے اور اس وقت دنیا پر ملٹی نیشنل کارپوریشنز (Multi National Corporations) ہی کا ہولڈ ہے جس ملک میں چاہیں معاشی قتل کردیں، دیوالیہ کردیں، جس ملک کا چاہیں سیاسی سیٹ اپ بدل دیں، جس کو چاہیں جس ملک میں حکومت دے دیں، یہ کام یہی کارپوریشنز ہی کررہی ہیں خود امریکہ میں یہودی 3% ہیں مگر پورے 100% کو دبائے ہوئے ہیں یہ بھی آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ یہودی لابیوں کی اس وقت شدید کوشش ہے کہ عمومی طور پر پوری دنیا اور خصوصی طور پر دنیائے اسلام کو بدکرداری میں مبتلا کرکے عورت، شراب، رقص و سرور میں لگا کر برباد کردیا جائے کیونکہ جس قوم کی اخلاقیات برباد ہوتی ہے تو وہ قوم خود بخود برباد ہوجاتی ہے اس لئے انہوں نے اسلامی معاشرے کو مائیکل جیکسن اور میڈونا جیسے آئیڈیل دیئے کہ تم انہیں ''چیز'' (Chase) کرو ...... اور وہ چاہتے یہ ہیں کہ مسلمانوں کے نوجوان زنخے بن جائیں اور وہ اس میں کافی حد تک کامیاب بھی ہوچکے ہیں ...... ڈش سسٹم اور سیٹلائیٹ میڈیا (Dish system and Satellite Media) کو انہوں نے اخلاقیات برباد کرنے کا بہت بڑا ہتھیار بنا کر استعمال کرنا شروع کردیا ہے اور آج پاکستان میں جو میوزک گروپس (Music Groups) نظر آرہے ہیں اور ہیضے کی وبا کی طرح بڑی

تیزی سے پھیل رہے ہیں یہ سب یہود کی ڈالی ہوئی کالک ہے جو ہمارے چہروں سے جھلک رہی ہے، یہود کا سب سے مہلک ہتھیار جنسی آزادی ہے اور اس میں عورت کو بطور ہیومن بم (Human Bomb) کے استعمال کیا جارہا ہے جو ہیروشیما اور ناگاساکی والے بموں سے زیادہ خطرناک ہتھیار ہے

دوستو! ۔شاید آپ نے بیجنگ کانفرنس کا نام سنا ہو، ممکن ہے آپ نے اس کا کوئی نوٹس نہ لیا ہو اس لئے آپ کو بتادوں کہ یہ بیجنگ کانفرنس جو1995 میں ہوئی تھی یہ بھی اسلام کے خلاف صیہونی سازش تھی اور اس سے قبل کوپن ہیگن ویانا اور قاہرہ میں ایسی ہی کانفرنسوں کا انعقاد ہو چکا تھا، 6 ستمبر کو بیجنگ میں اقوام متحدہ کے زیر اہتمام ہونے والی کانفرنس میں185 ممالک کی ساڑھے تین ہزار خواتین نے شرکت کی

اس کا مقصد دنیا میں غیر مذہبی [سیکولر] معاشرہ قائم کرنا تھا کہ جس میں عورت اور مرد کو برابری حاصل ہو، فورم کے 121 صفحات پر مشتمل ڈرافٹ (Draft) کو ''بیجنگ ڈاکومنٹ'' (Beejing Document) کا نام دیا گیا تھا جسے حقوق نسواں کی مشہور علمبردار یہودی خاتون ذیل اولیری نے تیار کیا تھا اس ڈرافٹ کے اہم پوائنٹ یہ تھے

() مرد اور عورت میں کوئی فطری فرق موجود نہیں ہے اس لئے کوئی فرق نہیں کرنا چاہیے

() اسمبلی اور دیگر منتخب اداروں میں مردوں اور عورتوں کی نشستیں برابر ہونی چاہییں

() ملازمتوں میں عورتوں کا کوٹہ مردوں کے برابر ہونا چاہیے

() شادی شدہ زندگی کی حوصلہ شکنی کی جائے اور نا جائز تعلقات کو رواج دیا جائے

() بچے پیدا کرنے کا حق عورتوں کو ملنا چاہیے

() اسقاط حمل کو جائز قرار دیا جائے اور اس کا اختیار صرف اور صرف عورت کے پاس ہونا چاہیے

() عورتوں کو جسم فروشی کی قانونی اجازت دی جائے

() عورتوں کو ہم جنس پرستی کی قانونی اجازت دی جائے

دوستو!۔ اس ڈرافٹ میں مذہب پر زبردست تنقید کی گئی ہے اور اسے عورت کی آزادی کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ قرار دیا گیا ہے غرض یہ اور ایسی ہی شیطانی شقیں اس میں موجود ہیں جو خاندانی اتحاد اور پروقار زندگی گزارنے والی خواتین کے خلاف اعلان جنگ ہے، اسلام کے خلاف یہ کھیل صیہونی سازش ہے، قرآن پاک کو نعوذ باللہ منسوخ کرتے ہوئے مسلمانوں کو مرتد بنانے کا منصوبہ ہے، امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے خلاف یہود و نصاریٰ اور مخالف قوتوں نے وہ تباہ کن تہذیبی و اخلاقی جنگ شروع کر رکھی ہے جس کی پیشین گوئیاں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمائی تھیں، قبلہ اول کے سابق امام مفتی اسد بیوض تمیمی نے اس انٹرنیشنل ویمن کانفرنس (International Women Conference) پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ جو مسلمان مرد یا عورت اس میں شرکت کرے گا وہ اللہ تعالٰی کی لعنت کو دعوت دے گا

دوستو!۔ یہودی کی یہی سازش تھی جس نے یورپ کے عیسائی کو مذہب سے دور کر دیا اور اخلاقی طور پر دیوالیہ کر دیا ہے اور ان کی گھریلو زندگی برباد ہو چکی ہے، باپ بیٹے کو مل بیٹھنے کا وقت تک نہیں ملتا، ہر گھر فرد فرد میں بکھر چکا ہے، باہمی محبت

نام کو نہیں رہی ...... اور اب وہ یورپ کو فتح کرنے کے بعد مسلم ممالک کی طرف بڑھ رہے ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ مسلمان انگریز سے ہمیشہ مرعوب رہتا ہے اس لئے پہلے انگریز کو برباد کیا جائے اس کے بعد مسلمان کو، اور وہ اس کوشش میں کامیابی کے بعد مسلمانوں کی طرف رخ کر رہے ہیں اور خصوصی طور پر پاکستان پر ان کی نظر ہے اور ان میں وہ [طبقہ اشرافیہ Elite Class] کو ''براؤن انگریز'' بنانے کے چکر میں ہیں کہ جو اسلام سے بالکل دور ہو، دوسری طرف وہ ہمارے دشمنوں کے دم کو غنیمت سمجھتا ہو اور وہ اسی ساز باز میں لگا ہوا ہے ...... شاید آپ کو یاد ہو کہ 1967ء کی عرب اسرائیل جنگ کے فوراً بعد اسرائیلی وزیراعظم ڈیوڈ بنگورین نے سوربون یونیورسٹی پیرس میں تقریر کرتے ہوئے کہا تھا کہ ...... ''بین اقوامی صیہونی تحریک کو کسی طرح بھی پاکستان کے بارے میں غلط فہمی کا شکار نہیں رہنا چاہیے، پاکستان ہمارا حقیقی نظریاتی جواب ہے، پاکستان کا ذہنی وفکری سرمایہ اور جنگی وعسکری قوت وکیفیت کے آگے مضبوط بند باندھنے کیلئے حل سوچنا چاہیے، بھارت سے دوستی نہ صرف ہمارے لئے ضروری ہے بلکہ ہمیں اس تاریخی عناد سے فائدہ اٹھانا چاہیے جو بھارت پاکستان اور پاکستانی مسلمانوں کے خلاف رکھتا ہے یہ تاریخی عناد ہمارا سرمایہ ہے'' ...... (یروشلم پوسٹ-۱۹ اگست ۱۹۷۶ء)

دوستو! - ہر یہودی یہ جانتا ہے کہ پاکستانی من حیث القوم اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام پر جان دینے میں فخر محسوس کرتا ہے ...... مسلمان اگر سو بھی رہا ہو تو نعرہ جہاد کی آواز سن کر فوراً جاگ جاتا ہے، وہ ایک ''مارشل ریس'' (Marshal Race) اور جنگجو قوم ہے اور اسلامی دنیا میں باقاعدہ ایٹمی قوت ہے اس لئے وہ اس کی نوجوان نسل کو زنخا بنانے کی بھرپور کوشش کر رہا ہے کیونکہ وہ مسلمانوں کے تصور

شہادت سے بہت زیادہ خائف ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ یہودی بے پناہ بزدل قوم ہے جو اپنے سائے تک سے ڈرتی ہے امام خمینیرضوان اللہ علیہ نے سچ ہی فرمایا تھا کہ اگر مسلمان یہودیوں کے پیچھے غلیل لے کر بھی دوڑ پڑیں تو وہ اپنا اسلحہ چھوڑ کر بھاگ جائیں گے

﴿وجہ عناد﴾

دوستو! - اب یہ تو آپ جان ہی چکے ہیں کہ یہود کو مسلمانوں کے ساتھ خصوصی عناد ہے جس کی وجہ سے وہ ہمیشہ مسلمانوں کے درپئے نابود رہتے ہیں
کیا آپ نے کبھی اس بات پر بھی غور کیا ہے کہ ان کی دشمنی کی وجہ کیا ہے؟
حقیقت یہ ہے کہ ان کی دشمنی کی وجہ سرور کونینصلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے دشمنی اور عناد ہے ورنہ انہیں کسی مسلمان سے خواہ مخواہ کا بیر رکھنے کی کیا ضرورت تھی؟
یہ دشمنی شہنشاہ معظمصلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ظہور پرنور سے بھی پہلے کی تھی اور انہیں یہ معلوم تھا کہ سرزمین عرب کو اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کے نور اولصلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے زینت بخشنا ہے اس لئے وہ ہمیشہ اس نور کو خاموش کرنے کی کوششیں کرتے رہے، ہمارے کتب میں چالیس پچاس واقعات ایسے ہیں جن میں ان کی دشمنی کا ذکر ہے کہ انہوں نے سرور کونینصلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ظہور پرنور سے قبل کس طرح ان کے اجداد طاہرینعلیہم الصلوات والسلام کی جبین مبارک میں سرور کونینصلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نور مقدس کی جھلک دیکھی اور اس نور کے خاموش کرنے کی بھرپور کوشش شروع کر دی حتیٰ کہ جب سرور کونینصلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا نور مبارک جبین والدعلیہ الصلوات والسلام سے والدہ مقدسہ مطہرہ صلوات اللہ علیہا کی جبین میں منتقل ہو گیا تو اس وقت بھی یہود نے ایک کوشش کی اور ایک

عورت کوسر کے بالوں میں خنجر چھپا کر بھیجا کہ سرورکونین صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی والدہ ماجدہ صلوات اللہ علیہا پر حملہ کرے مگر عین اس وقت نور امیر کائنات علیہ الصلوات والسلام کا ظہور ہوا اورانہوں نے اس ملعونہ کا خاتمہ کر کے ظاہر فرمادیا کہ نصرت الانبیا سراً و محمداً صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم جھراً و اعلانیۃً ...... کہ ہم نے سارے انبیا علیہم السلام کی نصرت چھپ کرکی ہے مگر اپنے شہنشاہ معظم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی نصرت ظاہر بظاہر فرمائی ہے، پھر جب سرورکونین صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کا ظہور ہو گیا تو اس کے بعد بھی یہود نے اپنی کوششیں جاری رکھیں اور اسلام کا لبادہ اوڑھ کر متعدد مرتبہ زہر دینے کی کوشش کی واقعہ عقبہ میں اسی مشن کے تحت راستے میں گڑھا کھودا گیا تا کہ نصیب دشمناں انہیںؐ کوئی نقصان پہنچے مگر خلاق ازل ہمیشہ اپنے پاک حبیب صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کا محافظ رہا اور یہ دشمنی آج تک جاری ہے اور اس کا ایک چھوٹا سا ثبوت یہ ہے کہ آج بھی یہودی جب سرورکونین صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کا اسم مبارک لکھتے ہیں تو بگاڑ کر لکھتے ہیں اور وہ اسم مبارک کو [Mehemet] لکھتے ہیں جو غلط ہے اور تعصب پر مبنی ہے، بعض اوقات صرف Mohd لکھ کر نصیب دشمناں ان کی توہین کرتے ہیں اور بعض مسلمان بھی بوجہ جہالت اسی طرح لکھتے ہیں اس لئے یاد رکھنا چاہیے کہ ہمیں ان کا انگلش میں اسم مبارک اس طرح لکھنا چاہیے

Muhammad.s.a.a.s.

دوستو! - اب آپ سمجھ چکے ہیں کہ یہود کو ہمارے ساتھ کوئی ذاتی دشمنی نہیں بلکہ ہمارے ساتھ ان کی دشمنی شہنشاہ معظم سرورکونین صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی وجہ سے ہے اس لئے ہمیں بھی اس دشمنی پر فخر کرنا چاہیے اور اسے پالنا چاہیے کیونکہ ہمارا دین ہی یہی ہے کہ جو بھی سرورکونین صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم سے دشمنی کرتا ہے ہم اس کے دشمن ہیں اور جو

ان کا دوست ہے ہم اس کے دوست ہیں ......مگر ہو یہ رہا ہے کہ یہودی لابی مسلمانوں کو بیوقوف بنا رہی ہے اور ان کے درمیان نفرتیں پیدا کر کے انہیں آپس میں لڑا کر فائدہ اٹھا رہی ہے اور یہ خود میدان میں اترنے کی بجائے مسلمان کے ہاتھوں مسلمان کو نقصان پہنچا رہی ہے جیسا کہ اس نے کہا تھا کہ پاکستان اور ہندوستان کی دشمنی ہمارے لئے غنیمت ہے کیونکہ اس طرح ہم ہندو کے کاندھے پر بندوق رکھ کر مسلمان کو مروائیں گے، اسی طرح وہ اب مسلمان کو مروانے کیلئے مسلمان ہی کا کاندھا استعمال کر رہی ہے اور وہ بنی امیہ کے نوے سالہ دور میں اہل بیت دشمنی کی وجہ سے جو نفرت پیدا ہوئی تھی اسے ہر دور میں ہوا دے کر مسلمانوں کو لڑا دیتی ہے ...... اس حقیقت سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ بنی امیہ نے اپنے دور میں سرور کونین صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم اور ان کی پاک آل علیھم الصلوات والسلام کی محبت کے جرم میں شیعوں کا بار بار قتل عام کیا اور ہمیشہ شیعوں کے خلاف پروپیگنڈا کیا اور اپنے گماشتوں میں اس نفرت کو ہمیشہ بھڑکائے رکھا اور اس کا اثر آج بھی وہابی و دیوبندی جماعتوں میں کسی نہ کسی طرح موجود ہے مگر وہ ایک عام سی حیثیت کا حامل رہا ہے لیکن ہر دور میں یہود اس ہلکی سی نفرت کو ہوا دے کر مسلمانوں کا قتل کرواتے آ رہے ہیں ان کی نظر میں نہ کوئی دیوبندی ہے، نہ کوئی شافعی ہے، نہ کوئی حنفی ہے، بلکہ سارے مسلمان ہیں اگر کوئی دیوبندی قتل ہو جاتا ہے تو پھر بھی ان کا ایک دشمن مرتا ہے اور اگر کوئی بریلوی مرتا ہے تو بھی وہ خوش ہوتے ہیں کہ ان کا ایک دشمن مرا ہے، اسی طرح کوئی شیعہ مرتا ہے تو وہ خوش ہوتے ہیں کہ ان کا ایک دشمن مرا ہے، وہ ان نفرتوں کو صرف اس لئے ہوا دیتے چلے آ رہے ہیں کہ کسی نہ کسی طرح ہم مسلمانوں کو نقصان پہنچائیں اور انہوں نے عالمی مالیاتی نظام اور عالمی اقتصادی و

سیاسی نظام کی تشکیل نو کی اور ورلڈ بنک ، آئی ایم ایف ، اور ملٹی نیشنل کارپوریشنز کو مضبوط کر کے مسلمانوں کی بربادی کا مکمل انتظام کرلیا ہے

اب بھی وقت ہے کہ ہم بیدار ہو جائیں اور یو این او U.N.O کی بجائے ایم این او M.N.O کو تشکیل دیں ...... ہمیں یونائیڈڈ نیشنز (United Nations) کی بجائے مسلم نیشنز (Muslim Nations) کی طرف توجہ دینا چاہیے

دوستو! - اسلام دشمن قوتوں کی ہمیشہ نگاہ رہتی ہے کہ مسلمان کے خلاف کس جگہ نفرت وعناد جنم لے رہا ہے، جہاں بھی عناد جنم لیتا ہے وہ عناد کی چھوٹی چھوٹی چنگاریوں پر ٹنوں کے حساب سے پٹرول ڈال کر آگ بھڑکا دیتے ہیں، وہ عناد چاہے مسلمانوں اور کسی دوسرے مذہب میں ہو جیسا کہ بوسنیا ہرزگوینہ، روم وغیرہ میں عیسائیوں اور مسلمانوں کے مابین ہے یا ہندو مسلم ہو یا مابین المسلمین ہو جیسا کہ لسانی طور پر عرب عجم کا ہو یا سندھی پنجابی یا پشتون بلوچ کا ہو یا لوکل مہاجر کا یا شیعہ سنی کا یا بریلوی دیوبندی کا ہو، عناد جیسا بھی ہو، اسے ہوا دے کر مسلمانوں کے قتل عام کی شکل میں تبدیل کرنا ان کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے، اسلام دشمن قوتوں کو تو مسلمانوں کے قتل عام کا ایک بہانہ چاہیے ہوتا ہے

دوستو! - بوسنیا ہرزگوینہ اور دیگر یورپین ممالک میں لاکھوں مسلمانوں کا قتل عام ہوا ہے یہ بھی ان کی سازش تھی ، اسی طرح ایران عراق جنگ بھی انہی کی سازش تھی کہ ایک طرف عراق کو اشارہ دیا کہ کویت پر قبضہ کرلو دوسری طرف کویت کی حفاظت کے نام پر عراقیوں کا قتل عام دراصل مسلمانوں کو مٹانے کی ایک سازش تھی اور اس ایک تیر سے دو شکار ہو گئے یعنی لاکھوں مسلمان شہید ہوئے اور حرمین پر امریکی قبضہ بھی قائم ہو گیا دوسری طرف طالبان کو ہر قسمی امداد دے کر افغانستان پر

مسلط کر کے لاکھوں شیعہ مسلمان شہید کروائے اور دوسری طرف اسلام کو بدنام کرنے کا ایک بہانہ بھی قائم کرلیا اور جملہ ہیومن رائیٹس تنظمیوں کی توپوں کا رخ افغانستان کی طرف پھیر دیا کہ پوری دنیا کو بتاؤ مسلمان تو باربیرئین(Barbarian) [درندے] ہیں اور یہ پوری دنیا کو چودہ سو سال پیچھے دھکیلنا چاہتے ہیں کیا آپ کو ایسا اسلام قبول ہے؟ ...... پھر جب امریکہ کے اندر دہشت گردی کی ایک عظیم واردات ہوئی اور ورلڈ ٹریڈ سنٹر اور پینٹا گون کی عمارتیں تباہ ہوئیں جن کے پس پردہ یقیناً یہودی لابی ہی سرگرم عمل ہے تو انہوں نے اس بات کو بھی ایک سیاسی ایشو بنا کر اس سے دہرا فائدہ اٹھانے کا منصوبہ بنا لیا ہے کہ ایک طرف تو وہ اپنے آپ کو دنیا کی مظلوم ترین قوم ثابت کر رہے ہیں اور دوسرا انہوں نے پوری دنیا کے مسلمانوں کو دہشت گرد کے طور پر دنیا کے سامنے متعارف کروا کے ان کو نیست و نابود کرنے کا ایک بہت بڑا منصوبہ بنایا ہے یعنی کل امریکہ بہادر جن افغانیوں کو روس کے خلاف ہر قسمی امداد دیتا رہا آج انہی کو دنیا کا سب سے بڑا دہشت گرد ملک قرار دے کر ان پر حملہ کرنے کی تیاریوں میں مصروف ہے جس کا انجام عنقریب سامنے آئے گا اس طرح انہوں نے اسلام کو بدنام اور نابود کرنے کا بہانہ بھی ڈھونڈ لیا ہے

دوستو! - آپ عنقریب دیکھیں گے کہ امریکہ جس نے طالبان کو اسلام کے بدنام کرنے کا ذریعہ بنایا اور افغانستان میں انہی کے ہاتھوں قتل کروایا وہی امریکہ طالبان کا خاتمہ بالشر کرے گا ...... اس نے پہلے اپنے ان دشمنوں سے اپنے بعض دوسرے دشمن مروائے جب مقصد پورا ہو جائے گا تو ان پر حملے کیلئے وہ کوئی سا بہانہ ڈھونڈ کر انہیں بھی ختم کرنے کی کوشش کرے گا

دوستو! - یہ سارا عناد اسلام کے خلاف نہیں بلکہ سرور کونینصلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کے ساتھ اور انہی کی وجہ سے ان کا کلمہ پڑھنے والوں کے ساتھ ہے یہی لوگ ہمیں کبھی ایک دوسرے کی زبانی کافر کہلواتے ہیں تو کبھی ایک دوسرے کے ہاتھوں قتل کرواتے ہیں

دوستو اسلام دشمن تنظیموں اور قوتوں کا یہ پہلا حملہ ہے یا ان کی سازشوں کی یہ پہلی قسم ہے مگر ہم ابھی تک سوئے ہوئے ہیں اور خود اپنے ساتھ ظلم کرنے میں لگے ہوئے ہیں، اپنے آپ کو مٹانے میں مصروف ہیں، اپنے آپ کو کمزور کرنے میں لگے ہوئے ہیں، اپنی اجتماعیت کو پراگندہ کرنے میں جٹے ہوئے ہیں، ہم مسلمان اپنے دشمنوں کے آلہ کار بنے ہوئے ہیں...... اس لئے ہمیں فوراً سنبھلنا چاہیے کیونکہ پہلے انگریز کا فارمولا ڈیوائیڈ اینڈ رول(Divide and Rule) تھا مگر اب ڈیوائیڈ اینڈ ایکسپائر(Divide and Expire) ہے یعنی انہیں آپس میں تقسیم کرو اور انہیں فنا کردو...... ہم یہ سمجھتے ہیں کہ یہ ہمیں تقسیم تو کر سکتے ہیں مگر مسلمانوں کو یہ فنا نہیں کر سکتے کیونکہ کبھی نہ کبھی تو مسلمان کو عقل آ ہی جائے گی اور ان میں اتحاد پیدا ہو جائے گا اور اسلام کے خلاف اس عناد کی بیخ کنی ہو جائے گی

دوستو! - آج ہم دیکھ رہے ہیں کہ دانشور اور صاحبان روحانیات اور مفکرین اس شعور کو بیدار کرنے میں لگے ہوئے ہیں اور سارے ایک حکومت اسلامیہ کا پلیٹ فارم بنانے میں لگے ہوئے ہیں اور خلافت علی منہاج النبوت پہ کام ہونا شروع ہو چکا ہے،

شیعوں میں یہ شعور بیدار ہو چکا تھا مگر اب خوشی کی بات یہ ہے کہ برادران اہل سنت کے مفکرین نے بھی اس کی ضرورت کو محسوس کر لیا ہے کہ ہمیں مل کر شہنشاہ زمانہ

امام مہدی آخرالزمان عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف کی حکومت کے قیام کی راہ ہموار کرنا چاہیے ...... شیعوں میں جو تحریک 55 سال قبل چلی تھی کہ آنے والے شہنشاہ معظم عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف کی حکومت کا راستہ ہموار کیا جائے وہ اب پورے عالم اسلام تک پھیل چکی ہے

دوستو! ۔ آج تبلیغی جماعت کے محترم امیروں کی طرف سے بھی یہی بات ہورہی ہے کہ ہم یہ جماعت آنے والے امام کیلیئے بنا رہے ہیں کہ جن کی پیشگوئی سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمائی تھی کہ ان کے آنے سے ساری دنیا پر ایک دین ہوگا اور اسلام کا بول بالا ہوگا، اسی طرح جناب ڈاکٹر اسرار احمد صاحب اور بہت سے مشائخ عظام اور پیران طریقت بلکہ پورا خانقاہی نظام اب اس کی طرف بڑھ رہا ہے اور جو آج اس سے غافل ہیں وہ بھی بیدار ہوجائیں گے اور یہ معاشرہ بیدار ہوجائے گا، مگر اس کے راہ میں رکاوٹ وہی اسلام دشمن قوتیں ہیں

دوستو! ۔ ہمیں اس کاز (Cause) پر جمع ہوجانا چاہیے اور جو بھی اس معصوم کاز (Cause) کو نقصان پہنچانا چاہے اور آپس میں نفرتیں پیدا کرنا چاہے اس کے بارے میں یہی سوچنا چاہیے کہ یہ یا تو اسلام دشمنوں کا بیوقوف بنایا ہوا شخص ہے یا ان کا ایجنٹ ہے، اس لئے ان دونوں صورتوں میں ہمیں ان سے بچنا چاہیے کیونکہ اس وقت اسلامی افرادی قوت کو بچانا بڑا ضروری ہے اور اپنی طرف سے کوشش کریں کہ کسی مسلمان کا نقصان نہ ہو اس لئے ہمیں اس ''کاز'' (Cause) پر سنجیدگی سے کام کرنا چاہیے دوستو! ۔ ! اپنے آنے والے رہنما کی حکومت کی راہیں ہموار کرنا چاہییں اور وہ اس صورت میں ہوسکتی ہیں کہ ہم اتحاد کو قائم کریں، آپس کی نفرتوں کو ختم کر کے ایک ہوجائیں اور اس کے بعد ہم سب مل کر دعا کریں تو خالق کو

ہمارے حال پر ترس آ ہی جائے گا اور ہمارے ہادی مطلق کی حکومت کے قیام کا سامان ہو ہی جائے گا ......

دوسری بات یہ ہے کہ ہمیں شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰهُ فَرَجَهُ الشَّرِیْف کے انصار کے چھوٹے چھوٹے یونٹس (Units) بنانے چاہییں اور انہیں اتنا پھیلانا چاہیے کہ پوری مسلم امت کے علاقوں میں چھوٹے چھوٹے قصبوں تک اس کے یونٹس (Units) کو موجود ہونا چاہیے اور انہیں اتحاد، یقین اور محکم اخلاق کا درس دینا چاہیے کیونکہ ہمارا بہتر کردار اور صالح عمل ہی دوسروں کو متاثر کرسکتا ہے

اور ہمیں یہ کوشش بھی کرنا چاہیے کہ ہم دوسرے مذہب کے لوگوں میں سے اپنی تبلیغ اور محبت و کردار کی وجہ سے اسلام میں کنولٹ (Convert) کریں

دوستو! - ہمیں اس نہج پر کام کرنا چاہیے کہ ہم غیر مسلم لوگوں کو اسلام کے دائرے میں لے آئیں اور انہیں مارنے کی بجائے امن کے راستے پر چلا کر حق سے روشناس کروائیں کیونکہ اس کا بہت زیادہ ثواب بھی ہے...... اور اس سے شہنشاہ زمانہ عَجَلَ اللّٰهُ فَرَجَهُ الشَّرِیْف کی ابدی حکومت کیلیئے راہ بھی ہموار ہو جائے گی کیونکہ وہی ذات پاک اس دنیا میں مسلمانوں کی ڈوبتی کشتی کا واحد سہارا ہیں اور وہی اس کائنات کے نجات دہندہ ہیں، اس طرح سے ہماری طرف سے دین اللہ کی نصرت بھی ہو جائے گی

اب ہمارے سامنے دو باتیں ہیں

( ) اپنی صفوں میں اتحاد کا پیدا کرنا اور آپس کے عناد کا خاتمہ

( ) دوسرے مذاہب کے لوگوں کو مسلمان کرنا

دوستو! - اب ہمیں سب سے پہلے ان دو چیزوں پر کام کرنا چاہیے اور آپس کی

نفرتوں کو ختم کر کے اسلامی سوچ کے دھارے کا رخ حکومت اِلٰہیہ کے قیام کی طرف قائم کرنا چاہیے

دوستو! - آیئے ہم سب مل کر دعا کریں کہ وہ ذات جلدی تشریف لائے کہ جن کے اسلامی فلیگ(Islamic Flag) کے نیچے سارے مسلمانوں نے جمع ہو کر سرور کونین صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کے دین کو پوری دنیا پر رائج کرنا ہے ...... ہمیں دعا کرنا چاہیے کہ ان کے خروج میں تاخیر نہ ہو اور ان کے آنے پر کوئی بھی مسلمان ان کی مخالفت نہ کرے بلکہ ان کی نصرت کر کے فوز عظیم حاصل کرے

﴿آمین یا رب العالمین﴾

یا رب محمدؐ و آل محمدؐ صل علٰی محمدؐ و آل محمدؐ و عجل فرجهم بقائمهمؑ
عجل الله فرجه الشريف و صلوات الله عليك